المہند علی المفند کے خلاف مبتدعین کی کتب کا علمی جائزہ

المہند
کی
حقانیت

جلد اول

مولانا ابو ایوب قادری

تفصیلات

نام کتب	المہند کی حقانیت
جلد	اول
نام مصنف	حضرت مولانا ابو ایوب قادری حفظہ اللہ جھنگ (پاکستان)
صفحات	۵۸۸
کمپوزنگ	محمد کمال انصاری

نوٹ : ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ کتاب ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہو تاہم بشری کمزوریوں کے باعث اگر پھر بھی کسی قسم کی غلطی پر مطلع ہوں تو ضرور اطلاع کریں۔

اجمالی فہرست

فہرست مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم۔

امت میں بریلوی دیوبندی تفریق پر بندے نے کچھ جائزہ لیا تو جو کچھ محسوس ہوا اسے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

انداز بیاں گرچہ شوخ نہیں
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

بندہ ناچیز آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر المہند علی المفند معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات کو مولوی احمد رضا خان صاحب قبول کر لیتے تو شاید آج یہ تفریق نہ ہوتی۔

بریلوی مجاہد ملت عبد الستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں" المہند علی المفند مصنف مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے" ۔(اتحاد بین المسلمین ص ١١٥)

احمد رضا خان ہی وہ شخصیت ہیں جن کی وجہ سے امت میں تفریق ہوئی جیسا کہ خود بریلوی مولوی قاری احمد پیلی بھیتی صاحب انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" مولانا احمد رضا خان پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی ۔(سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی صفحہ ٨)

حسام الحرمین میں احمد رضا خان صاحب نے علماء اہل سنت دیوبند پر کئی الزامات لگائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ الدولتہ المکیہ میں بھی الزامات لگائے اور ان دونوں کتب پر علماء حرمین سے دھوکے سے تقریظات حاصل کی احمد خان صاحب کی ان دونوں کتب کے جواب میں المہند علی المفند وجود میں آئی۔

حسام الحرمین میں مولوی احمد رضا خان صاحب نے علماء اہلسنت کی عبارات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اپنا کفریہ معنی پہنا کر ان عبارات پر فتوی کفر حاصل کیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر اربعہ، شیوخ اربعہ حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی، خلیل الملۃ والدین فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مدفون بجنت البقیع مدینہ منورہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ کے نام لے کر اس بدنام زمانہ کتاب حسام الحرمین میں کافر کہا گیا حالانکہ یہ سب کے سب اولیاء وعلماء زمانہ تھے۔ ان کی ولایت وعظمت کی تحفظ کی بات کرنا سعادت ہے کیونکہ بفرمان سید کونین رحمت کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم فی ما یروی عن اللہ تبارک وتعالی:

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

حدیث قدسی ہے کہ خدا فرماتا ہے:

جو میرے ولی سے دشمنی کرے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔

اس لیے ان شیوخ اربعہ کا دفاع کرنا اولیاء اللہ کا دفاع ہے۔ جو عین سنت خدا ہے اور ان سے دشمنی کرنا شقاوت وبدبختی اور کار شیطان ہے اللہ تعالی اس سے محفوظ رکھے۔ فاضل بریلوی نے خدا کی دشمنی مول لی۔ حالانکہ ان اولیاء سے عداوت نہیں ہونی چاہیے تھی۔

اکابرین اہلسنت پر فتوی کفر لگانے میں فاضل بریلوی نے تمام شرعی حدود کو پامال کر دیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب خود ایک جگہ لکھتے ہیں۔" کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں" (حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ١٢٧، ١٢٨)

یعنی قائل کی مراد کو دیکھا جائے گا مگر فاضل بریلوی نے اکابر اہل السنۃ کے کلام میں ان کی رائے معلوم ہی نہیں کی ہیں۔

قاضی عبد النبی کوکب صاحب لکھتے ہیں:

" مخالف نقطہ نظر کی طرف سے بھی زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیو بند سے اظہار اختلافات کے لیے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا تھا انہوں نے مدرسہ دیو بند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوی میں انہوں نے اس شرعی احتیاط و مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے۔ (مقالات یوم رضا ص ٢١)

مفتی فیض احمد گولڑوی مفتی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف لکھتے ہیں :

" الفاظ کے معانی متکلم اور دیگر قرائن کے لحاظ سے متعین کرنا بعض جگہ ضروری ہو جاتا ہے". (تحقیق الحق ص)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی لکھتے ہیں

بزرگوں کے کلام کا ان کی مراد کے خلاف مطلب نکال کر مراد لینا سراسر جہالت ہے اس کا کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔ (آئینہ اہل سنت ص ۸۰)

دیوبندیوں سے لاجواب سوالات کے صفحہ ۹۷ پر ہے

" مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے".

احمد رضا خان صاحب نے فتوی کفر حاصل کرنے کے لئے دھوکے بازی سے تو کام لیا ہی تھا لیکن پھر حسام الحرمین کو شائع کرنے کے وقت میں بھی دھوکہ بازی سے کام لیا اور ہندوستان آکر حسام الحرمین میں اپنی طرف سے اضافے کئے جس کی گواہی خود بریلوی مجدد پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں" خود فاضل بریلوی نے ان تقاریظ وتصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین نام رکھا مفید اضافے کیے اور شائع کیا" (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۴۲)

قارئین کرام احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کے خلاف تصدیق حاصل کرنے کے لئے بہت دھوکے بازی سے کام لیا یا عبارات توڑ مروڑ کر پیش کی عقائد غلط منسوب کئے گئے وہیں پر ایک چالبازی یہ بھی کی کہ علماء حرمین کو متنفر کرنے کے لئے علماء دیوبند کی جانب یہ الزام بھی لگایا کہ وہ علماء دیوبند اپنے آپکو علماء حرمین سے افضل سمجھتے ہیں۔

احمد رضا خان نے لکھا۔

" جب کہ اہل سنت نے اس کے سامنے علما حرمین شریفین سے استناد کیا کہ وہ مجلس میلاد مبارک کرتے ہیں اور انھوں نے بار بار اس عظمت والے کام کے استحباب میں بکثرت فتاوے لکھے تو اس نے ان کی ہجو اور ایمان وامانت میں ان کی تنقیص شروع کردی اور اپنے شہر دیوبند کے وہابیہ کو دین و دیانت میں ان سے افضل بتانے لگا تو صفحہ ۱۷، ۱۸ پر کہا۔ علما دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب روشن ہے اور کچھ دور نہیں جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے ظاہر لباس وہیئت موافق شرع کے رکھتے ہیں اور نماز کو

بجماعت بخوبی ادا کرتے ہیں امر بالمعروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے اور تحریر فتوی میں رعایت غنی فقیر کی نہیں حق جواب دیتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور علماء مکہ معظّمہ کا حال جس نے عقل وعلم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے کہ اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیونکہ وہاں متقی بھی ہیں اس حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع اسبال آستین زیر دامن کا چغہ و قمیض میں کرتے ہیں۔ ریش اکثروں کی قبضہ سے کم نمازیں بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام ونشان نہیں اکثر انگوٹھی چلے غیر مشروع ہاتھوں میں لینے ہوے ہیں۔۔۔۔الخ" (الدولۃ المکیہ ص ۱۱۷)

اب غلام دستگیر قصوری صاحب کا ایسی حرکت پر خیال ملاحظہ فرمائیں۔

"محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ نے مناظرہ ریاست بہاولپور میں براہین قاطعہ کے مضامین پر سات اعتراض کئے تھے، جس کا جواب تفصیلی مؤلف براہین نے باماد چار دوسرے اپنے ہم مشرب علمائے ہندوستان کے دیا تھا جس کے جواب کا جواب الجواب فقیر نے عربی عبارت میں مرتب کر کے واسطے تصحیح حضرات مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالی شرفا کے تیار کیا ہے، اور ساتواں سوال وجواب اس کے ساتھ ضم نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ اس میں علماء واہل فتوی حرمین محترمین زادہما اللہ سبحانہ حرمتہ کا شکوہ شکایت ہے،" (تقدیس الوکیل ص ۳۷۱ نوری کتب خانہ لاہور)

یعنی تصدیق حاصل کرنے کے لئے غلام دستگیر قصوری صاحب نے جس بات سے پرہیز کیا احمد رضا خان نے اس بات کا خیال نہیں رکھا۔

خیر یہ تو ہم نے چند حقائق پیش کئے ہیں ورنہ حسام الحرمین کی تغلیط پر بہت سے ناقابل تردید حوالاجات موجود ہیں۔ کچھ حوالے آگے کتاب میں آئینگے جس سے حسام الحرمین کا دجل اور واضح ہوگا۔

مختصر تاریخ المہند :

ہم یہاں کچھ المہند کی مختصر تاریخ بھی بیان کرتے ہیں کہ المہند کیسے وجود میں آئی۔

دراصل مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے سفر حرمین ۱۳۲۳ھ، ۱۳۲۴ھ میں علماء دیوبند پر الزامات لگائے۔ انکو وہابی کہا ختم نبوت کا منکر کہا وقوع کذب کا قائل کہا گستاخ کہا۔ اور علماء حرمین سے اپنے فتوی پر تائید حاصل کی۔ اس وقت مدینہ میں مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ علماء مدینہ نے ان سے فاضل بریلوی کے الزامات پر سوالات کئے حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اسی وقت ان سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ حضرت مدنی نے وہ سوالات ہندوستان بھی روانہ کردیے تاکہ وہ لوگ بھی فاضل بریلوی کے پروپیگینڈہ سے واقف ہوں اور ان اپنے عقائد کی وضاحت خود بھی لکھ کر علماء حرمین کو بتادیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ نے ان چھبیس سوالات کا جواب لکھا۔ ان جوابات پر حضرت نے اس وقت کے ہندوستان کے چوٹی کے علماء اہلسنت کی تائید بھی حاصل کی۔

مولانا نے خلیل احمد سہارنپوری صاحب اپنے سفر ۱۳۲۸ھ، ۱۳۲۹ھ میں ان جوابات کو لے کر علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا۔ علماء حرمین نے ان جوابات کی تائید کی اور حضرت کو ڈھیروں دعائیں دی

۔

حضرت نے اپنے شریک سفر مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ کو یہ جوابات دے کر مصر عراق شام وحلب بھیجا تاکہ وہاں کے علماء کی بھی تائید حاصل ہوجائے کیونکہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے پروپیگنڈہ ان ممالک تک بھی پھیلا دیا تھا۔

پھر ہندوستان میں سے المہند علی المفند معروف بہ التصدیقات لدفع التلبیسات کے نام سے شائع کیا گیا اس پر مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمہ اللہ نے مقدمہ لکھا۔ پہلی بار اسے عزیز المطابع میرٹھ سے شائع کرایا گیا تھا۔

المہند کا پس منظر :

ہم یہاں پر المہند علی المفند کا پس منظر مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمہ اللہ کے قلم سے پیش کرتے ہیں جو کہ المہند کے اولین ایڈیشن مطبوعہ عزیز المطابع میرٹھ میں شائع ہوا تھا اور آج بھی المہند میں

سوال وجواب سے پہلے یہ مقدمہ لکھا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذي یحق الحق بکلماته ویبطل الباطل بسطوانه نصر المؤمنین وقال کان حقا علینا نصر المؤمنین وقطع کید الخائنین فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمدللہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علی مفرق فرق الکفر والطغیان و مشتت جیوش بغاۃ القرین والشیطان. وعلی اله وصحبه اشداء علی الکفار رحماء بینهم ترهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا ماتعاقب النیران وتضاد الکفر والایمان. امابعد!

حضرات ان چند سطور کو بغور ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ عالی جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور ان کی کوشش اور تدبیر کس انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچا رہی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مخالفین اسلام نے گونا گوں انداز سے اسلام کو صدمہ پہنچایا مگر خان صاحب نے روافض کی طرح اخیار امت محمدیہ کو منتخب کر کے ان ہی سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہا جیسے روافض نے امت کے خلاصہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو منتخب کر کے ان کی تکفیر کی، اور تیرا بازی وسب وشتم سے کام لیا تھا۔ ایسے ہی خان صاحب نے اس وقت جو دین کے منتخب اور برگزیدہ جماعت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان کو اپنے گھر کے دھوئیں سے مکدر کرنا چاہا۔ **واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون** چراغے را کہ ایزد برفروزد کسے کو تف زند ریشش بسوزد

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خان صاحب کے خاندان میں چونکہ بدعت کی تخم ریزی پہلے ہی سے ہو چکی ہے، اس وجہ سے سب کے پچھلے نچوڑ خان صاحب احمد رضا خاں، برعکس نہند نام زنگی کافور، در حقیقت احمد خفا خان صاحب نے تمام ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ، فخر امت ومعجزہ من معجزات سید المرسلین علیہ التحیۃ والسلیم کے خاندان کو چنا۔ اور حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید مرحوم ومظلوم اہل بدعت پر بوجہ بعض کلمات کے جو سخت اور غالی اہل بدعات سے جن کی بدعات شرک کی حد تک پہنچ گئیں تھیں، مقابلہ میں لکھے گئے تھے تمام قرائن حالیہ اور غیر حالیہ سے قطع نظر کر کے اتہامات لگائے اور ان پر ۷۰ کیا بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاء کرام کا فتوی تکفیر چھاپ دیا۔ مگر حضرت شاہ صاحب کے خاندان کی عظمت مسلم ہو چکی تھی، اور ایں خانہ تمام آفتاب ست'' کا

مصداق تھا۔ پس اگر کوئی بدبخت یا ناواقف حضرت شہید مرحوم سے بدظن بھی ہوتو اور حضرات کا تقدس کیا بدعات کی جڑ اکھیڑنے کو کم ہے۔ اس وجہ سے خان صاحب کو پوری کامیابی نہ ہوئی، اور چونکہ اس زمانہ میں بدعت کی تباہی حضرت شاہ صاحب کے خاندان کے جائز وارث اور ارشد تلامذہ حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز نانوتوی حجۃ اللہ تعالی فی الارض، اور حضرت رشید الاسلام والمسلمین آیۃ من آیات رب العالمین، حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اسرارھم کے سپرد ہوئی اور حمایت سنت مصطفوی کا بلند جھنڈا انہی کے مقدس ہاتھوں میں دیا گیا جو مدرسہ عالیہ کی رفیع عمارت پر ان حضرات نے قائم فرمایا اور مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تؤتی أکلہا کل حین باذن ربہا کی طرح جیسے آسمان سے باتیں کرتا تھا، اپنے استحکام میں ساتویں زمین تک بھی پہنچا ہوا تھا اور ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ روم اور شام اور عرب وعجم، کابل وقندھار، بخارا وخراسان چین وتبت وغیرہ دنیا کے تمام گوشوں سے نظر آتا تھا اور عاشقان سنت اس کے سبز ھریرہ کو دور ہی سے دیکھ کر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک اس سے پالیتے تھے اور آنکھ بند کیے چلے آتے تھے اور دیوبند کی گلیوں میں پھرتے نظر آتے تھے اور یہاں کی خشک روٹی اور دال کو بریلی کے بدعت خانہ کے قورمہ پلاؤ پر ترجیح دیتے تھے، اور بادشاہی سے بھی بہتر ہے گدائی تیری کا نعرہ بلند کرتے تھے حوالیہ من کل فج عمیق کا نظارہ دیکھ کر خان صاحب نے ہمہ تن پوری توجہ انہی حضرات کے اثر مٹانے کی طرف فرمائی۔ حضرت شہید مظلوم پر ستر وجہ سے کفر ثابت فرما کر فقہائے کرام کا اجماعی قطعی فیصلہ قرار دے کر خود احتیاط کی تھی جس کی بنا پر خود فقہائے کرام اور اصحاب فتوی عظام کے نزدیک خود مع جملہ معتقدین کے کافر ہو چکے تھے مگر حضرات موصوفین حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب وحضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہم اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کا نام لے کر قطعی تکفیر کی اور یہ کہا کہ جو ان کے کافر کہنے میں تردد وتامل اور شک کرے وہ بھی قطعی کافر ہے۔ حضرت مولانا نانوتوی پر ختم زمانی کے انکار کرنے کا الزام لازم کیا اور حضرت مولانا گنگوہی پر یہ افتراء کیا کہ وہ خدا کے کذب بالفعل کے جائز رکھنے والے کو مسلمان سنی بتاتے ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدت فیوضہم کی جانب یہ عنایت فرمائی کہ وہ براہین قاطعہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم پر یہ بہتان لگایا کہ حفظ الایمان میں تصریح کی کہ جس قدر علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے

اتنا تو ہر صبی و مجنون و بہائم کو بھی حاصل ہے لیکن چونکہ خان صاحب کا علم و فضل وتدین قابل اعتبار نہ تھا، اس وجہ سے یہ مضمون عربی عبارت کی کتاب المعتمد المستند میں لکھ کر اس کی تصدیق علماء حرمین شریفین سے کرائی اور اس کا نام حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین رکھ کر تمام ہندوستان میں دند مچا دیا کہ دیکھو علما و حرمین شریفین نے ہمارے فلاں فلاں مخالف کی قطعی تکفیر کر دی، اب ان کے کفر میں کیا شک باقی رہا۔ حالانکہ یہ بالکل افترا محض ہے جو السحاب المدرار اور توضیح البیان وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ خان صاحب کی اس مجرمانہ کارروائی کی خبر بعض علماء مدینہ منورہ کو ہوئی تب ان حضرات نے یہ چھبیس سوالات حضرات علماء دیوبند کی خدمت مبارک میں بھیجے کہ آپ کا ان میں کیا خیال ہے؟ اس کو صاف لکھیئے تاکہ حق و باطل واضح ہو جاے چنانچہ فخر العلماء والمتکلمین حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے ان کے جواب لکھ کر حرمین شریفین کے علماء کی خدمت مبارک میں پیش فرمایے۔ علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاؤ تکریما و علماء مصر و حلب و شام و دمشق نے ان کی تصحیح وتصدیق فرمائی اور یہ لکھ دیا کہ یہ عقائد صحیح ہیں، ان کی وجہ سے نہ کوئی کافر ہوسکتا ہے نہ بدعتی اور نہ اہل السنت والجماعت سے خارج۔ اہل اسلام کی اطلاع کی غرض سے علما حرمین شریفین و مصر و حلب و شام و دمشق کی تصدیقات بصورت رسالہ مسمی بہ المہند علی المفند معروف بہ تصدیقات لدفع التلبیسات مع ترجمہ المسمی بہ ماضی الشفر تین علی خادع اہل الحرمین طبع کرا دیا گیا، تاکہ اہل اسلام کو خان صاحب کی ایمان داری پوری طرح سے معلوم ہو جاے، اب اہل ایمان خان صاحب سے دریافت فرمائیں کہ آپ نے حسام الحرمین پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ طائفے سب کے سب مرتد ہیں، یا جماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ اور درر اور غرر اور فتاوی خیریہ اور مجمع الانہار اور درمختار وغیرہ معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے، انتہی۔ پھر صفحہ ۴۳ پر ہے کہ حمد و صلوۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو ان کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے، بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شک نہیں انتہی۔ اور حضرات علماء حرمین شریفین و مصر و حلب و شام ان تمام حضرات کو مسلمان اور ان کے جملہ عقائد کو عقائد اہل سنت لکھ کر ان کی تصحیح وتصدیق فرماتے ہیں تو اب جناب کے فتوی کے موافق یہ تمام حضرات اور جملہ اہل عرب و روم و دمشق و

شام ومصر وعراق کیا قطعی کافر ہو گئے۔ کیا جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ **معاذ اللہ العظیم ونعوذ باللہ من الشطین الرجیم۔**

مسلمانوں! یہ ہے خان صاحب کی محبت سنت اور یہ ہیں اہل السنت والجماعت کہ دنیا میں کسی کو بھی مسلمان نہ چھوڑا۔ بڑے بڑے کفار جو اسلام کے مٹانے کی تدابیر میں مصروف ہیں، خان صاحب نے ایک فتوے سے گویا سب کی مرادیں پوری کرادیں۔ مگر اسلام کا مٹادینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کوئی اپنا منہ دین دنیا میں کالا کرے مگر آفتاب اسلام تو قیامت تک تاباں ہی رہے گا۔ چونکہ رئیس فرقہ مبتدعہ عالی جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کی حسام الحرمین کی حقیقت منکشف ہو گئی کہ خان صاحب نے جو کچھ لکھا تھا، وہ محض افترائے خالص تھا، علماء کرام حضرات دیوبند کو کافر نہ کہیں اور ان کے کفر میں کسی طرح شک وتر دو تامل کرے، وہ بھی قطعی کافر ہے۔ اس لیے اس رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ علماء حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتکریما حضرات دیوبند کے عقائد کی تصحیح فرما رہے ہیں۔

پس اب دیکھنا ہے کہ خان صاحب اپنے قول سے رجوع کرتے ہیں یا علماء دیوبند کے ساتھ علما حرمین شریفین وحلب وشام ودمشق سب کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ تمام علماء حضرات دیوبند کو مسلمان کہتے ہیں اور روالحسام علی رؤس اللنام ہو کر حضرات دیوبند ربانی متبحر علامہ بتائے جارہے ہیں اب ہم دیکھیں کہ خان صاحب کے پاس کون سی ترکیب اور کرامت ہے جس سے علماء دیوبند تو کافر ہیں اور علما حرمین شریفین ومصر وحلب وشام مسلمان بنے رہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدفیوضہم کو کہیں علماء تحریر کرتے ہیں، کہیں یکتائے زمانہ کہیں اخی العزیز کہیں شیخ وقت، کہیں مقتدائے انام اور کہیں پیشوائے امت۔ چنانچہ تقاریظ تصادیق کے الفاظ سے ناظرین پر واضح ہوگا، اور جو برتاؤ حضرات علماء حرمین شریفین کا بوقت ملاقات جسمانی مولانا ممدوح کے ساتھ ہوا اور زبانی گفتگو پر جو وقعت وعزت ان حضرات کے قلوب میں پیدا اور جوارح سے ظاہر ہوئی اس کا تو ذکر کیا کیا جائے کہ مصافحہ ومعانقہ حالت وانبساط کے علاوہ سلطان دو جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد محترم میں مدینۃ الرسول کے بیسیوں شہزادوں نے مولانا مندوح کے تلمذ کو فخر سمجھا مسلسلات خاندان ولی اللہی کے علاوہ صحاح کی اجازت حاصل فرما کر مسرور مبتہج ہوئے۔ **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔**

حق تعالی شانہ کے ان احسانات جلیلہ کا ذکر کرنا چونکہ حاسدوں کی کلس بڑھاتا ہے، اس لیے

تفصیل بیان نہیں کی جاتیں منصفانہ نظر سے دیکھنے والے کو یہ رسالہ ہی کافی ہے، اس کی اصل مہر و دستخطی ہمارے پاس محفوظ ہے اور مطبوعہ نقل عام طور پر ہدیہ ناظرین ہے۔ اس وجہ سے عرض ہے کہ جملہ اہل اسلام نہایت اطمینان سے المہند اور اس کے ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضرات علماء کرام دیو بند کے عقائد بالکل صحیح اہل السنت والجماعت کے موافق ہیں اور جملہ اہل حق علماء ربانی حضرات علماء کے ساتھ ہیں نہ کہ خان صاحب کے۔ سو اب کوئی بات ایسی باقی نہیں رہی جس کو اہل بدعات ان حضرات کی طرف منسوب کر کے غیر مقلد یا وہابی کہہ سکیں۔ خان صاحب کا مکر کھل گیا اور ان کی تدابیر کا خاتمہ ہو چکا والحمدللہ علی ذالک۔

خان صاحب فقط حضرات دیوبند اور خادمان سنت ہی کے دشمن اور مخالف نہیں ہیں ان کے انداز سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نفس اسلام ہی کے دشمن ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو سب کو جہاں پہنچائیں معلوم ہے۔ مگر اللہ تعالی اس دین کا حافظ ہے، اس لیے آسمان کا تھوکا حلق میں آتا ہے اور جو اس شریعت بیضا میں رخنہ اندازی کرتا ہے خود روسیاہ اور ذلیل وخوار رہتا ہے۔

چونکہ یہ تمہید ہے رسالہ مہند کی اس لیے اختصار ملحوظ رکھ کر بقدر کفایت درج کر دی گئی ہے۔ ہاں جن صاحبوں کو اس مبحث کی تفصیل مطلوب ہو، وہ نشید الایمان بالسنۃ والقران کو ملاحظہ فرمائیں جس میں خان صاحب کی عیاری قدرے مفصل مذکور ہے اور رسائل مفصلہ ذیل جو خان صاحب کے رد میں لکھے گئے ہیں مطالعہ کریں۔ اسکات المعتدی، قاصمۃ الظہر، الطین اللازب، السہیل علی الجعیل الختم علی لسان الخصم"۔

قارئین کرام المہند کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علماء اہلسنت کی وضاحت کو قبول کیا جاتا پر بریلوی علماء نے اس پر بھی اپنے لایعنی اعتراضات قائم کئے ان اعتراضات سے المہند کا تو کچھ نہ بگڑا البتہ المہند کی صداقت وحقانیت مزید کھل کر سامنے آئی جیسا بریلوی استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی صاحب لکھتے ہیں "" کسی مسئلہ میں اگر اختلاف نہ ہو تو اس مسئلہ کے دلائل بصر بصیرت سے اوجھل رہتے ہیں اور وہ مسئلہ پورے طور پر محقق اور مدلل نہیں ہوتا۔ جب اختلاف پیدا ہوتا ہے تو ہر فریق اپنے عندیہ پر دلائل کے انبار لگا دیتا ہے اور مسئلہ پورے طور پر محقق اور لوگوں کے علم میں آجاتا ہے۔ اور لوگوں کو مسئلہ کے موافق ومخالف دلائل کا پورے طور پر علم ہو جاتا ہے مثلاً توحید کے مسئلہ پر اگر مشرکین کے ساتھ اختلاف نہ ہوتا تو توحید کے دلائل اور مشرکین کے رد سے ہم لوگ آج ناواقف ہوتے۔ ہے۔ اسی طرح غلام احمد قادیانی کاذب اگر

نبوت کا دعوی نہ کرتا تو اس کے رد میں علماء اسلام نے جو کتابیں لکھی ہیں آج ہم ان سے استفادہ کرنے سے محروم ہوتے" ۔ تحقیق ایمان ابوطالب صفحہ ۱۳۰،۱۳۱ استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب تو ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں المہند پر اعتراض کے بعد المہند کا حقیقت پر مبنی ہونا مزید واضح ہو گیا اعتراض وارد ہونے کے بعد تحقیق۔ کی گئی تو المہند کا مزید وقار دل و دماغ میں اترتا چلا گیا۔

المہند پر اعتراضات کے متعلق لکھی جانے والی کتب دراصل مکھی پر مکھی مارنے کی مشق ہے ہر اگلی کتاب میں پچھلی کتاب کے اعتراضات کو نئے طریقے سے سے پیش کیا جاتا ہے۔ بندہ نے اس کتاب میں المہند خلاف لکھی جانے والی کتب کا احتساب بھی کیا ہے اور المہند پر اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔۔

المہند کا معنی و مفہوم:

''المہند'' کا معنی ہے ''ہندی تلوار'' اور ''المفند'' کا معنی ہے ''باطل اور جھوٹا''۔ گویا کتاب کے نام کا مطلب ہوا" باطل اور جھوٹے آدمی پر ہندی تلوار" ۔

المہند کے جوابات کی خصوصیات۔

قارئینِ کرام المہند کے جوابات ایک شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں حضرت نے جواب دیتے ہوئے جہاں پر ان کو دلائل سے مزین فرمایا ہے وہیں پر بدعتیوں اور ان کے عقائد کی بھی تردید کی ہے۔

جوابات لکھتے ہوئے حضرت نے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے قرآن حدیث اور اکابرین کی کتب کے حوالہ جات دئے ہیں۔

حضرت نے جوابات کے شروع میں اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ

" ہم دین کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو قرآن مجید کی یا سنت کی یا اجماع امت یا قول کسی امام کا" (المہند علی المفند ص ۲۳)

سوال نمبر ایک اور دو کے جواب میں حدیث مبارک نقل کی۔

آپ لکھتے ہیں" علامہ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ خاص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت حاصل ہوجائے گی اس صورت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے اور اس کی موافقت خود صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری

زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں" (المہند علی المفند ص ۲۸)

سوال نمبر تین اور چار کے جواب میں حضرت لکھتے ہیں" ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء اور اولیاء وشہدا اور صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی" (المہند علی المفند ص ۳۰)

سوال نمبر پانچ کے جواب میں حضرت تحریر کرتے ہیں

" ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کے حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے" (المہند علی المفند ص ۳۱)

جبکہ جواب نمبر ۶ میں حضرت نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی۔

جواب نمبر سات میں مسنون اوراد پڑھنے کو افضل بتایا

جواب نمبر آٹھ، نو اور دس میں تقلید کو واجب لکھا۔

جواب نمبر ۱۱ میں حدیث پاک نقل کی ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو

جواب نمبر بارہ میں علامہ شامی کا قول نقل کیا ہے۔

جواب نمبر ۱۳ اور ۱۴ میں متقدمین کی رائے نقل کی۔

جواب پندرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ہونے کو نصوص سے ثابت ہونے کا ذکر کیا ہے۔

جواب نمبر ۱۶ میں قرآنی آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو ذکر کیا ہے۔

جواب نمبر ۱۸ اور ۱۹ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل پیش کی۔

جواب نمبر بیس میں قرآن پاک کی آیت اور مسلم شریف کی حدیث نقل کی۔

جواب نمبر ۲۱ میں شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مکی رحمہ کے شاگرد احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کا فتویٰ نقل کیا ہے

جواب نمبر ۲۲ میں بدعتیوں کے عمل کے متعلق لکھا کہ" شریعت میں اسکی کوئی نظیر نہیں" (المہند علی المفند ص ۵۲)

جواب نمبر چوبیس میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی نقل کیا ہے جس میں قرآن کی آیت نقل کی اور اس فتوے پر علماء حرمین کی تصدیقات بھی نقل کی ہیں۔

جواب پچیس میں شرح مواقف، شرح مقاصد۔اور دیگر کتب سے دلائل نقل کئے ہیں۔

الغرض المہند میں بیان کردہ کوئی ایک عقیدہ بھی ایسا نہیں جو خلاف قرآن اور خلاف حدیث یا اکابر علماء کی تصریحات کے خلاف ہو۔

المہند میں مبتدعین اور انکے عقائد کا رد:

حضرت جواب اول و دوم شروع کرنے سے پہلے تمہید میں لکھتے ہیں۔

" ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالی عنہم احیاء سنت میں سعی کرتے اور بدعت کی آگ بجھانے میں مستعد رہتے تھے اس لئے شیطانی لشکر کو ان پر غصہ آیا اور ان کے کلام میں تحریف کر ڈالی اور ان پر بہتان باندھے طرح طرح کے افتراء کئے اور خطاب وہابیت کے ساتھ متہم کیا" (المہند علی المفند ص ۲۶)

مزید لکھتے ہیں کہ" پس مبتدعین جو اختراع بدعات میں منہمک اور شہوات کی جانب مائل ہیں اور جنہوں نے خواہش نفس کو اپنا معبود بنایا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے اور ہماری جانب گمراہی کی نسبت کی" (المہند علی المفند ص ۲۷)

صفحہ ۴۲ پر حضرت لکھتے ہیں" یہ مبتدعین اپنے چیلوں اور تابعین کو وسوسہ دلاتے ہیں کہ یہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے"۔

جواب نمبر انیس میں بدعتیوں کے عقیدہ فاسد کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں" ہمارے ملک کے مبتدعین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف و ادنی و اعلی اسفل علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا

کلی آپ کو معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے محض اس فاسد قیاس کی بناء پر اس علم کلی وجزئی کے ثبوت کا انکار کیا". (المہند علی المفند ص ۴۷)

جواب نمبر بیس کے شروع میں لکھتے ہیں" میں کہتا ہوں کہ یہ بھی مبتدعین کا ایک افتراء اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدلے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا".

جواب نمبر اکیس میں لکھتے ہیں" ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں۔ مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔ چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہوں اس طعن وتکفیر ہوتی ہے" (المہند علی المفند ص ۵۳)

جواب نمبر بائیس کے شروع میں لکھتے ہیں" یہ بھی مبتدعین، دجالوں کا بہتان ہے جو ہم اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے"

اسی جواب میں آگے بریلوی عقیدہ بد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں" قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تشریف لاتی ہے۔ پس حاظرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بھی بے وقوفی ہے" (المہند علی المفند ص ۵۶)

جواب نمبر پچیس میں بھی بریلوی عقیدہ کا رد اور بیان ہے۔

المہند کی تقاریظ میں شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب کی تعریف وتوصیف:

علماء حرمین شریفین ومصر وشام نے المہند کے جوابات پر جہاں عالمانہ وشاہانہ تصدیقات فرمائی وہی ان تصدیقات میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف بھی کی اور حضرت کو دعائیں بھی دی۔

شیخ العلماء شیخ محمد سعید بابصیل شافعی لکھتے ہیں" میں نے بڑے زبردست ونہایت سمجھدار عالم کے یہ جوابات جو سوالات مذکورہ کے متعلق انہوں نے لکھے ہیں غور کے ساتھ دیکھے پس ان کو نہایت درجہ درست پایا، حق تعالیٰ جواب لکھنے والے میرے بھائی اور عزیز یکتا شیخ خلیل احمد کی تحریر مشکور فرمائے اور ان کی صلاح وجلالت کو دارین میں دائم رکھے اور ان کے ذریعہ سے گمراہوں اور حاسدوں کے سروں کو قیامت کے دن تک بجاہ سید المرسلین توڑتا رہے آمین". (المہند علی المفند ص ۸۷ تا ۸۸)

شیخ احمد رشید صاحب نے لکھا" میں نے ان لطیف مسائل شرعیہ کے جوابات علیہ کو خوب غور سے دیکھا جو ایسے شخص کے لکھے ہوئے ہیں جو بڑے صاحب فضل عالم کی فضلاء کی آنکھوں کی پتلی اور صاحب کمال انسان کی آنکھ ہمعصروں میں منتخب اور سلف کا نمونہ ہیں۔۔۔۔۔۔محدث یگانہ اور فقیہ یکتا یعنی سیدی و مولائی وہ ملازی حضرت حافظ حاجی شیخ خلیل احمد صاحب حق تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ ان کی تائید ہوتی رہے". (المہند علی المفند ص ۸۹)

مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد صاحب لکھتے ہیں" میں اس تحریر اور جو کچھ ان چھبیس سوالات پر تقریر ہوئی ہے سب پر مطلع ہوا تو میں نے ان کو لکھا ہوا حق پایا اور کیوں نہ ہو یہ تقریر ہے دین کے بازو مسلمانوں کے پناہ کی کہ جن کا عمدہ بیان آیات تمکین کا واضح کرنے والا یعنی بزرگ حاجی خلیل احمد صاحب ہدایت کی معراج پر چڑھتے اور صاحب نصیب رہیں آمین آمین اللھم آمین۔" (المہند علی المفند ص ۹۳)

شیخ محمد علی بن حسین مالکی صاحب لکھتے ہیں" عالم محقق یگانہ مولوی حاجی حافظ شیخ خلیل احمد نے ان سب چھبیس سوالوں پر جو کچھ لکھا ہے تمام محققین کے نزدیک وہی حق ہے کہ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے پس اللہ ان کو جزائے خیر دے". (المہند علی المفند ص ۹۴)

شیخ سید احمد برزنجی شافعی صاحب فرماتے ہیں" ہمارے پاس تشریف لائے مدینہ منورہ اور آستانہ نبویہ میں جناب علامہ فاضل اور محقق کامل ہند کے مشہور علماء میں سے ایک مولانا شیخ خلیل احمد صاحب". آگے مزید لکھتے ہیں" اس تمام رسالے کے ان چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جس کو علامہ فاضل شیخ خلیل احمد نے اس میں نظر اور اس کے احکامات میں غور کرنے کے لیے ہمارے سامنے نے کیا ہے واقعی ہم نے ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں پائی جس سے کفر یا بدعتی ہونا لازم آئے" (المہند علی المفند ص ۹۹)

شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی صاحب اپنی تقریظ میں رقم طراز ہیں کہ" بعد واضح ہو کہ میں نے صاحب تحقیق استاذ اور صاحب تدقیق علامہ شیخ خلیل احمد کے رسالہ کا مطالعہ کیا بے نیاز شاہنشاہ کی توفیق سدا ان کے شامل حال رہے اور یکتا و یگانہ خدا کی عنایت ان پر دائم رہے جو کچھ اس میں ہے بالکل مذہب اہل سنت کے موافق پایا اور کسی مسئلہ میں گفتگو کی گنجائش نہ پائی".

سید محمد ابو الخیر معروف صاحب لکھتے ہیں" مولوی فاضل و مکرم محترم نے یہ رسالہ مجھے دکھایا پس میں نے اس کو مشتمل پایا اس تحقیق پر جو قبول کرنے کے قابل ہے اور اس کے مولف نے، حق تعالیٰ ان کو محفوظ

رکھے، عجیب تحریر لکھی جو بلا شک اہلسنہ والجماعت کا عقیدہ ہے اور جو دلالت کر رہا ہے مصنف کے وسعت معلومات پر۔ پس وہ ہمیشہ مشکلوں کے کھولنے والے باور دشواریوں کے حل کرنے والے، اللہ ان کو پوری جزاء عطا فرمائے اس دنیا میں اور آخرت میں"

شیخ محمود رشید عطار لکھتے ہیں" میں مطلع ہوا اس تالیف جلیل پر پس پایا اس کو جامع ہر باریک و باعظمت مضمون کا جس میں رد ہے بدعتی وہابیوں کے گروہ پر۔ مولف جیسے علماء کو حق تعالیٰ زیادہ کرے اور ان کی مدد فرمائے".

شیخ محمد ادیب حورانی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں" ان کھلے جوابوں اور فخر کے لائق ہاروں پر مطلع ہوا تو ان کو موافق پایا اس طریقے کے جس پر سنت اور دین والے ہیں اور مخالف پایا بد دین بدعتیوں کے عقیدہ کے۔ اللہ صلہ دے اس کے مؤلف کو بھلائی کا اور زیادہ کرے ان جیسے علماء اور ان کی تائید فرمائے ان کے اقوال وافعال میں آمین".

شیخ محمد سعید اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں" میں مطلع ہوا، ان بزرگ جوابات پر جن کو لکھا ہے عالم فاضل شیخ خلیل احمد نے پس میں نے ان کو پایا مطابق اس اعتقاد برحق اور سچے قول کے جس پر علماء مسلمین و پیشوایان دین کا گروہ اعظم ہے اور یہ جوابات اس اس لائق ہیں کہ اس کو پھیلا دیا جائے تمام مسلمانوں میں اور سکھا دیا جائے سارے مومنین کو پس اللہ اس کے مولف کو جزائے خیر دے اور محفوظ رکھے تکلیف وضرر سے".

شیخ محمد سعید لطفی حنفی صاحب اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں" میں مطلع ہوا ان فضیلت والے جوابوں پر۔ پس ان کو پایا حق کے مطابق اور ہر باطل شبہ سے خالی۔ کیوں نہ ہو جب کہ اس کے مولف آسمان ہند کے آفتاب اور اس جانب کے علماء کے سرتاج کہ جنہوں نے علم کے میدان میں مراتب وسبقت فضل کو لیا اور ذکاء وفہم کی کنجیاں ان کے قبضہ میں آئیں۔ بزرگان زمانہ کی عید اور ہر انسان کی آنکھ کی پتلی اہل فضل وجلالت کے پیشواء اور نجات و کامیابی کے وسیلہ حضرت حافظ حاجی مولوی خلیل احمد صاحب ہیں بے نیاز شاہنشاہ کی عنایت سے دائم قائم رہیں اور ان کے آفتاب کی شعاعیں روشن اور چمکتی رہیں اور ان کے ماہتاب کے انوار آسمان علم کے افق پر تاباں درخشاں رہیں۔

آمین یارب العالمین".

فارس بن احمد صاحب لکھتے ہیں" میں اس مبارک رسالہ پر مطلع ہوا جو چھبیس جوابوں پر مشتمل ہے جو عالم کامل زیرک فاضل محقق مدقق پیشواء یگانہ مولانا مولوی خلیل احمد صاحب نے دیئے ہیں اور جب میں نے ان عمدہ عبارتوں اور خوش گوار مضامین کو غور سے دیکھا تو ان کو شریعت مطہرہ کے مطابق اور اپنے اگلے پچھلے مشائخ کے عقیدے کے موافق پایا۔ پس اللہ ان کو جزائے خیر دے اور ہم کو اور ان کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر لواء محشور فرمائے والحمد للہ رب العلمین"۔

المہند سے پہلے علماء دیوبند کے عقائد:

قارئین کرام بریلوی علماء اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علمائے دیوبند نے المہند میں اپنے اصل عقائد کو چھپایا یعنی علماء حرمین کے سامنے وہ عقائد پیش نہیں کئے جو انکی کتب میں لکھے تھے۔

قارئین کرام اس کا تفصیلی جواب تو ہم آگے رسالوں کے جواب میں متعلقہ مقام پر دینگے البتہ یہاں ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔

قارئین کرام الحمد اللہ اہلسنت دیوبند نے علماء حرمین کے سامنے وہ ہی عقائد پیش کئے جو اس سے پہلے کتب میں لکھ چکے تھے۔

۱۳۰۶ھ میں غلام دستگیر قصوری صاحب سے حضرت شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب کا مناظرہ بہاولپور میں ہوا جس میں قصوری صاحب کو شکست ہوئی۔ اس مناظرے کی روئداد کے لیے اپ تذکرۃ الخلیل کا مطالعہ کریں۔ کچھ تفصیل مطالعہ بریلویت جلد ہفتم میں بھی موجود ہے۔ اس مناظرہ میں حضرت نے وہی عقائد بیان کئے جو ۱۳۲۵ھ میں المہند میں لکھے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جو اعتراضات قصوری صاحب نے اس مناظرے میں کئے تھے ان میں اکثر اعتراضات احمد رضا نے حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ میں کیے البتہ قصوری صاحب نے حتمی جزمی قطعی تکفیر پرہیز کیا جبکہ احمد رضا خان نے علماء دیوبند کی تکفیر کی۔

اس مناظرے کی روئداد تقدیس الوکیل کے نام سے چھپی۔

ہم یہاں تقدیس الوکیل سے ہی وہ عقائد بیان کرتے ہیں جو المہند میں بیان کیے گئے۔

المہند کا سوال نمبر ایک اور دو متعلق شد رحال اور زیارت کے بارے میں تقدیس والوکیل کے صفحہ ۳۸۰ پر تفصیل موجود ہے اور وہاں وہ ہی عقیدہ لکھا ہے جو المہند میں بیان کیا گیا ہے۔

المہند کا سوال نمبر پانچ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور مناظرہ بہاولپور میں بھی وہی عقیدہ لکھا ہے جو المہند میں لکھا ہے۔

" سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اطہر کے ساتھ قبر میں زندہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اسی جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں اس میں کیا کلام ہے ہم جملہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنی قبور میں انہیں اجساد کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں" (تقدیس الوکیل صفحہ ۱۱۸ نوری کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۱۶ متعلق ختم نبوت کا جواب تقدیس الوکیل میں بھی وہ بیان کیا گیا جو المہند میں ہے۔

" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبوت ختم ہوگئی اب اور نبی نہ ہوگا جو کوئی اور نبی ہونے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے حدیث اور آیات قرآن کا منکر ہے" (تقدیس الوکیل ص ۱۴۰ نوری کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۱۷ کا جواب بھی تقدیس الوکیل کے اعتراض نمبر تین کے جواب میں موجود ہے جو بہت عمدہ طریقے سے تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

المہند کے سوال ۱۸ اور ۱۹ متعلق علم احکام شرعیہ اور وسعت علم کا اقرار مناظرہ بہاولپور میں کیا گیا ہے جس کی تفصیل تقدیس الوکیل میں موجود ہے۔

لمہند کا سوال نمبر ۲۱ اور ۲۲ کا جواب مناظرہ بہاولپور میں وہ بیان کیا گیا جو المہند میں لکھا گیا ہے۔

" مطلق مولود کی مجلس کو جنم کنھیا کے ساتھ تشبیہ نہیں دی بلکہ ذکر مولود مثل مغازی و بعثت و ہجرت وفات وغیرہ کو مستحب سمجھتے ہیں اور جس کو مشابہ کہا گیا ہے وہ یہ مولود ہیئت کذائی کے ساتھ ہے جو مرسوم و مروج ہے جس کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہرگز نہیں ہے" (تقدیس الوکیل ص ۳۱۲ نوری کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۲۴ کا جواب بھی وہی لکھا جو حضرت نے مناظرہ بہاولپور میں بیان کیا تھا۔

" میرا اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ سے وہ وقوع کذب محال ہے جیسا کہ آیت ومن اصدق من اللہ حدیثا غیرہ سے ثابت ہے اور کوئی عام مومنوں سے کیا کافر بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کذب

سے پاک نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے" تقدیس الوکیل ص ۲۱ نوری کتب خانہ لاہور

جبکہ المہند کا سوال نمبر ۲۵ متعلق امکان کذب اور اشاعرہ کا جواب بھی مناظرہ بہاولپور کی روئداد تقدیس الوکیل میں موجود ہے جو بالکل وہ ہی جواب ہے جو المہند میں لکھا گیا ہے۔

المہند کے سائل اور سوالات بھیجنے والے کون تھے؟

قارئین محترم ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ علماء دیوبند میں سے بعض نے لکھا ہے کہ المہند کے سوالات علماء حرمین نے لکھے اور بعض جگہ لکھا کہ سوالات حضرت مدنی رحمہ اللہ نے لکھے

دوم یہ کہ بعض جگہ لکھا ہے کہ سوالات بھیجنے والے علماء حرمین تھے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ سوالات حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بھیجے۔

جواب۔ قارئین کرام بریلوی علماء آج تک کوئی ایسا ثبوت پیش نہیں کر پائے کہ جس سے المہند جھوٹی ثابت ہو۔ زور لگا کر ان کے پاس فقط یہ ہی حربہ رہ جاتا ہے کہ وہ علماء اہلسنت کی ایسی عبارات تلاش کریں جس میں تضاد پایا جاتا ہو۔

قارئین کرام یہ بات بریلوی علماء کو بھی تسلیم ہے کہ حقائق کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کی جاتی۔

درحقیقت ان عبارات میں کوئی بھی تضاد ہی نہیں بس موٹی عقل اور تعصب ہو تو اسکا کیا علاج کیا جایے۔

حقیقت یہ تھی کہ جب حسام الحرمین کا قضیہ سامنے آیا تو اس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ احمد رضا خان کے الزامات سامنے آنے کے بعد علماء مدینہ نے حضرت مدنی سے رابطہ کیا اور ان سے سوالات کیے بعض نے سوالات زبانی کئے اور بعض نے لکھ کر حضرت مدنی کو دئے حضرت مدنی نے موقع پر ہی علماء مدینہ کی تسلی کروا دی چونکہ احمد رضا خان نے علماء دیوبند کے خلاف وہاں پروپیگنڈہ خوب کیا تھا تو بعض علماء مدینہ جن کی رسائی حضرت مدنی تک ہوگئی تھی وہ تو مطمین ہو گئے پر نہ جانے ایسے کتنے علماء و عوام تھی جس تک احمد رضا خان کا پروپیگنڈہ پہنچا تھا اس پروپیگنڈے کو ختم کرنے اور علماء حرمین کی مزید تسلی کے لئے حضرت مدنی نے علماء حرمین کی طرف سے کیے

جانے ان سوالات کو لکھ کر ہندوستان بھیج دیا۔

تو اب جن علماء نے لکھا کہ سوالات حضرت مدنی نے لکھے وہ بھی درست اور جن لوگوں نے لکھا کہ سوالات علماء حرمین نے لکھے وہ بھی درست ہیں کیوں کہ علماء حرمین نے وہ سوالات لکھ کر حضرت مدنی کو ہی دیئے تھے بعد میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے وہ تمام سوالات جو زبانی کئے گئے تھے یا لکھے ہوئے ملے تھے حضرت نے وہ ان تمام سوالات کو ہندوستان بھیج دیا

بریلوی حضرت اپنے گریبان میں جھانکیں۔۔۔

بریلوی آسمان تحقیق کے نیر تاباں علامہ اللہ بخش نیر صاحب حسام الحرمین کے متعلق لکھتے ہیں" اعلی حضرت فاضل بریلوی نے علمائے حرمین سے فتویٰ حاصل کرنے کے لئے جو عبارات مکہ و مدینہ بھیجیں". (مقالات نیر صفحہ ۲۶۷ ادارہ تحقیقات اہلسنت گبیر والا)

اب قارئین غور فرمائیں کہ ایک طرف تو بریلوی علماء نے لکھا ہے کہ یہ عبارات خود احمد رضا خان حرمین لے کر گیا جب کہ آپ کے اللہ بخش نیر صاحب لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے یہ عبارات حرمین بھیجی تھی تو اب بریلوی اصول سے تو حسام الحرمین جھوٹی اور فراڈ ثابت ہوتی ہے۔

جبکہ بریلوی مناظر اسلام مولوی عمر اچھروی صاحب نے بھی یہ ہی بات لکھی ہے کہ یہ عبارات احمد رضا نے عرب بھیجی تھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ" تمام عقائد لکھ کر علماء عرب و عراق کو بھیجی تو انہوں نے ان عقائد دیوبندیہ پر پرزور فتویٰ کفر ثبت کیے تو اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو شائع کر دیا جس کا نام حسام الحرمین رکھا" (مقیاس حنفیت ص ۲۵۷)

یہاں بھی عبارات بھیجنے کا ذکر ہے نہ کہ خود حرمین لے جانے کا۔

جہاں تک اعتراض دوم کی بات ہے کہ سوالات بھیجنے والے کون تھے تو وہ سوالات بھیجنے والے حضرت مدنی ہی تھے جن علماء نے یہ لکھا کہ وہ سوالات علماء حرمین نے بھیجے تھے وہ بھی درست ہیں کہ ان علماء نے ذریعہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ علماء حرمین نے وہ سوالات حضرت مدنی کے ذریعے ہی بھیجے تھے۔

احمد رضا خان کی کتاب فتاوی حرمین برجف ندوہ المین میں لکھا ہے" بناء علیہ مکہ معظّمہ کو فتوی عربیہ روانہ کیا گیا جس میں اقوال ندوہ کتب ندوہ سے بحوالہ ونشان صفحات نقل کیے اور ان پر احکام شرعی لکھے گئے"۔ (فتاوی حرمیں برجف ندوہ المین صفحہ 25 نعیمی کتب خانہ)

یعنی یہ سوالات عرب بھیجے گئے تھے لیکن یہاں ذریعہ کا ذکر نہیں ہے کہ کس کے ہاتھ بھیجے گئے تھے جبکہ طرف بریلوی محقق محمد بہاء الدین ذریعہ کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ سوالات کس کے زریعے بھیجے گئے۔ لکھتے ہیں" یہ مفصل شرعی فتوی بعض حجاج کے ذریعے علماء حرمین شریفین کی خدمت میں ارسال کیا" (امام احمد رضا محدث بریلوی اور علماء مکہ مکرمہ رحمھم اللہ صفحہ ۳۱۴ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی)

المہند میں سوالات کی تعداد:

ایک اعتراض بریلوی یہ کرتے ہیں کہ بعض علماء دیوبند نے المہند کے سولات کی تعداد مختلف بیان کی ہے۔ کوئی ۲۵ کوئی ۲۶ کوئی ۲۷ کوئی ۲۸ کہتا ہے۔

الجواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ فقط کاتب کا کمپوزر کی غلطی یا تسامح ہے۔

چنانچہ تبسم بخاری لکھتا ہے

،،نوٹ۔ کمپوزنگ کی غلطی مصنف کی غلطی شمار نہیں کی جائیگی،، (ختم نبوت اور تحذیر الناس۔ ص ۲۲۲)

دوم۔ المہند میں چھبیس سوال کا ذکر ہے اور خود المہند کے مقرظین نے بھی ۲۶ سوال ہی تسلیم کیا ہے (دیکھئے المہند کی تقاریظ)

یہ ایک حقیقت ہے کہ حقائق کے خلاف کوئی بات تسلیم نہیں کی جاتی یہ بریلوی اصول بھی ہے۔ معترض المہند کا کوئی ایک ایسا نسخہ پیش کرے جس میں سوالات کی تعداد مختلف ہو۔

حسام الحرمین کی تقاریظ کی تعداد پر بریلوی تضاد:

بریلوی مورخ عبد الحکیم شرف قادری حسام الحرمین کی تصدیقات وتقریظات کے بارےمیں لکھا ہے

،، المعتمد والمستند کا وہ حصہ جو فتوی پر مشتمل تھا حرمین طیبین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے 35 جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں،، (حسام الحرمین مع تمہید ایمان۔ ص ۶۳)

حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے

"اعلیٰ حضرت نے ۳۳ یا ۳۵ مسلمہ اکابر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی تھیں" (حسام الحرمین کی حقانیت ص ۷)

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ۳۲ مقرظین کے نام لکھے ہیں۔

عبدالرشید قادری لکھتا ہے

،،حسام الحرمین میں حرمین کے ۳۴ علماء وفضلاء کی مہری تصدیقات وتقاریظ موجود ہیں (رشد الایمان۔ص۔۵۹)

پروفیسر مسعود اپنی کتاب میں اس تعداد کو ۳۷ کردیا (امام احمد رضا اور عالم اسلام۔ص ۱۹)

پیر افضل قادری اس تعداد کو ۳۹ کردیا۔(ماہنامہ العاقب۔ص ۵۵)

کتاب عقیدہ ختم نبوت کے مجموعہ رسائل میں اسکی تعداد ۴۰ تک پہونچ گئی۔ (عقیدہ ختم نبوت۔ج ہفتم۔ ص ۲۷)

المہند پر احمد رضا کو چیلنج:

قارئین کرام غور فرمائیں کہ المہند کی اشاعت کے بعد احمد رضا خان صاحب نے کبھی بھی اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا اور نہ ہی اپنا ردعمل دیا۔ بالکل چپ سادھ لی۔ ابن شیر خدا مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمہ اللہ نے تو اسکی پہلے ہی پیشین گوئی کردی تھی کہ احمد رضا خان صاحب سے المہند کا جواب نہیں بن سکے گا۔حضرت نے لکھا کہ" خان صاحب سے اس حسام مہند کا کچھ جواب ممکن نہیں" (رسائل چاندپوری جلد دوم ص ۱۰۶)

اور حضرت کی یہ بات سوفیصد درست ثابت ہوئی۔

حالانکہ حسام الحرمین کے قضیے سے کئی سال قبل علماء ندوہ کے عالم مولانا ظہور الاسلام صاحب کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی بنام" البرق الامع والنور الساطع" جس میں علماء ندوہ کی تائید ہر علماء حرمین کی تقاریظ تھی۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس پر ردعمل دیا اور علماء ندوہ کے عقائد پر تحریر لکھ کر علماء حرمین کو بھیجی جسے بعد میں" فتاوی حرمین برجف ندوہ المین" کے نام سے شائع بھی کیا لیکن بریلوی علماء آج تک اس کی وجہ بتانے سے قاصر ہیں کہ المہند کے بعد فاضل بریلوی نے خاموشی کیوں اختیار کی؟

فاضل بریلوی کے مریدین احمد علی و کریم اللہ نے احمد رضا فاضل بریلوی کو مدینے سے ایک خط لکھا۔ اس میں لکھا کہ "بیس سال ہوئے کہ تقدیس الوکیل چھپی، دیوبندیہ کہ تکفیر ہوئی۔ انہوں نے کیوں سکوت کیا اور اپنا مذہب ظاہر کیوں نہیں کیا اور علماء حرمین کی طرف رجوع کیوں نہیں کیا". (علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام صفحہ ۴۴ رضا اکیڈمی بمبئی)

تو ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کی زندگی میں المہند متعدد بار شائع تو احمد رضا خان نے علماء حرمین کی طرف رجوع کیوں نہ کیا۔

بریلویوں پر علماء عرب کا فتوی

آپ علمائے دیوبند کو بدنام کرتے ہیں کہ علمائے حرمین نے ان پر کفر کا فتوی دیا حالانکہ رضاخانی دجل وفریب آشکارہونے کے بعد انہوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا لیکن حیرت ہے کہ آپ اپنی عوام کو اس بات سے آگاہ کیوں نہیں کرتے کہ آپ کے کفر پر علمائے حرمین تو کیا پوری امت مسلمہ کا متفقہ کفر کا فتوی موجود ہے چنانچہ عبدالستار خان نیازی نے تسلیم کیا کہ رابطہ عالم اسلامی، موتمر عالم اسلامی، اسلامی امہ مجلس، اور عالمی اسلامی کانفرنس ہمیں مشرک، بدعتی دجال اعظم اور کافر کہتی ہے۔ (اتحاد بین مسلمین ص ۷۰)

سعودی عرب سے شائع ہونے والے رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ماہنامے کی ایک سرخی ملاحظہ ہو۔ قادیانیوں کے بعد بریلویوں کی باری ہے۔ (اتحاد بین مسلمین ص ۴۴)

ابوظہبی کے ایک مشہور اخبار کی ایک خبر ملاحظہ ہو۔" الھدی قارئین کی جانب سے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں خارج از اسلام گروہوں میں سے ایک نئے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کا نام بریلوی ہے۔ (اتحاد بین مسلمین ص ۴۲)

آخر آپ کیوں اپنی عوام کو یہ حقیقت نہیں بتاتے کہ تمام عالم عرب کا ہمارے کفر پر اجماع ہے ،عرب مما لک نے ہمارے ترجمہ کنز الایمان کو جلا دینے کا حکم دیا ہے جس سے آج تک ان عرب مما لک نے رجوع نہیں کیا۔ مولوی عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں عداوت وافتراق بین المسلمین کا ابلیسی پروگرام اپنا کر ایک فتنہ گر فسادی مولوی نے عربی زبان میں البریلویہ لکھی ہے جس میں غلط حوالے دے کر عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اور مفہوم کو مسخ کر کے گم راہی پھیلائی ہے اور اسی خرافات کے پلندے کو سامنے رکھ کر سعودی نجدی مولویوں نے خود گمراہ ہو کر عالم اسلامی میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی ہے افسوس ہے کہ بجائے اس

کے کہ ہم بنیان مرصوص (سیسہ پلائی دیوار) بن کر کفر ونفاق کی قوتوں کا مقابلہ کریں ان لوگوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنوں کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا سامان فراہم کیا ہے۔(اتحاد بین مسلمین ص ٦٦ :)

اللہ اکبر!! اگر ہم بھی یہی کہیں کہ احمد رضا خان نے عداوت وافتراق بین مسلمین کا ابلیسی پروگرام بنا کر ہماری عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اور مفہوم کو مسخ کر کے خرافات کا ایک پلندہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا اور بجائے یہ کہ ہم بنیان مرصوص بن کر کفر ونفاق کی قوتوں کا مقابلہ کرتے احمد رضا خان نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنوں کے ناپاک عزائم کی تکمیل کیلئے سامان فراہم کیا۔تو آپ کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔کیا یہ عبارت حسام الحرمین کی موت نہیں؟ آخر آپ اس عبارت کو ہمارے حق میں قبول کیوں نہیں کرتے؟

جب عرب مما لک میں کنز الایمان پر پابندی لگائی گئ تو حمید الدین سیالوی نے عرب علماء کو ایک خط لکھا جس میں ایک اصول نقل کرتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ یہ ترجمہ اور یہ حواشی اردو زبان میں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ

"ادارۃ البحوث العلمیہ کے اکثر ارکان اردو زبان نہیں جانتے، ایک خاص گروہ نے (اللہ تعالی ان کی ساعی کبھی قبول نہ کرے) اس ترجمہ اور ان حواشی کو جھوٹے اور غلط رنگ میں رنگ کر ادارہ البحوث العلمیہ کے اراکین کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث ان سے فتوی صادر کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں"۔(ردالشبات عن کنز الایمان مندرجہ محاسن کنز الایمان عربی ص ۱۳۲ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

اللہ اکبر! یہی بات اگر ہم کہیں کہ علمائے دیوبند کی عبارتیں اردو میں تھیں علمائے عرب اردو جانتے نہیں تھے احمد رضا خان نے ان عبارات کو جھوٹے اور غلط رنگ میں رنگ کر علمائ حرمین کے سامنے پیش کیا اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث عارضی طور پر فتوی لینے میں کامیاب ہو گئے تو آخر آپ کو اس بات سے انکار کیوں؟ آپ کا یہ دہرا معیار کیوں؟ آپ ہی کے بنائے ہوئے یہ اصول جب علمائے دیوبند آپ کے سامنے پیش کر دیں تو آپ کو انکار کیوں؟ علمائے دیوبند تو اول دن سے کہ رہے تھے کہ علمائے حرمین کو دھوکہ دیا گیا ہے آپ نے آخر اس اصول کو تسلیم کر کے اس بات کا اقرار نہیں کر لیا کہ علمائے حرمین کو دھوکا دیا جا سکتا ہے؟ لہذا ان کے اس قسم کے فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں؟ عالم عرب کی سرکاری تنظیموں نے آپ کو کافر کہا، ۱۹۸۵ء میں عبدالستار خان نیازی، شاہ احمد نورانی، احمد سعید کاظمی منظور فیض، شاہ فرید الحق،

جیسے آپ کے جید علماء کو رسوا کر کے سعودی عرب سے دھکے دے کر ملک بدر کیا گیا۔ اوران کے داخلے پر حرمین شریفین میں پابندی لگائی کیا آپ ہمارے متعلق حسام الحرمین کی اشاعت سے لے کراب تک ہماری کسی کتاب کا نام بتا سکتے ہیں، جسے عرب ممالک نے سرکاری طور پر جلانے کا حکم دیا ہو؟ اہمارے علماء کو حسام الحرمین کی وجہ سے سعودی حکومت نے ملک بدر کیا ہو؟ حسام الحرمین پر تقریظ لکھنے والے مولانا سید احمد جزائری لکھتے ہیں کہ

"انہیں میں سے ہمارے یہاں مدینہ طیبہ میں چند گنتی کے ہیں۔تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے اگروہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ طیبہ ان کو اپنی مجاورت سے نکال دے گا۔ کہ اس کی یہ خاصیت حدیث صحیح سے ثابت ہے"۔(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۱۲۱)

۱۹۸۵ء میں آپ کے جید مولویوں کو اسی مقدس سرزمین سے نکالا گیا مولوی احمد رضا خان مدینہ طیبہ میں دفن ہونے اور اپنے آخری لمحات گزرانے کی شدید خواہش رکھنے کے باوجود بریلی میں مرا اور مدفون ہوا جبکہ اس کے مقابلے میں حسام الحرمین ہی کے ظلم کا شکار مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمہ اللہ کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی باب جبرائیل کے باہر مولانا شیخ طیب صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ شرعیہ مدینہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایمان سے جواب دیں شیخ جزائری کی پیشنگوئی کس کے حق میں قبول ہوئی ؟ کس کو مدینہ کی مجاورت ایسی نصیب ہوئی کہ قیامت کے دن بھی اسی مدینہ کی سرزمین سے ان کو اٹھایا جائے گا اور کون باوجود خواہش کے اس پاک سرزمین سے دھتکارے گئے کہ کوئی بریلی میں مرا تو کوئی پاکستان میں۔

المہند کی مختلف اشاعتیں:

المہند کے آج تک درجنوں اداروں سے ہزاروں کی تعداد میں لاتعداد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں المہند علی المفند کو پہلی بار حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ نے مطبع عزیز المطابع میرٹھ سے شائع کروایا تھا جبکہ دوسرا ایڈیشن مولانا یحییٰ کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ نے بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ سے شائع کروایا تھا۔تیسرا ایڈیشن ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) میں مولانا طیب و مولانا طاہر قاسمی صاحبان نے مطبع قاسمی دیوبند سے شائع کروایا تھا۔

اسی زمانے میں ایک ایڈیشن مولانا ظہور الحق صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم نے اپنے اہتمام سے بھوشن پاور پریس جگادھری سے شائع کروایا تھا۔ ایک ایڈیشن ۱۳۵۲ ہجری میں حضرت تھانوی کے

خلیفۃ مولانا عبدالمجید بچھڑایونی صاحب نے مطبع جمال برقی پریس دہلی سے شائع کروایا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ احمد رضا خان کی زندگی میں حسام الحرمین کا صرف ایک بار ہی شائع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جبکہ تقریباً بیس بائیس سال کے عرصے میں المہند علی المفند مختلف اداروں سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی تھی۔

المہند کے تراجم:

المہند کے اردو زبان کے علاوہ دیگر کئی زبانوں میں تراجم شایع ہو چکے ہیں جن میں فارسی پشتو انگریزی اور دیگر زبانیں شامل ہیں۔ فارسی ترجمہ ایران سے شائع ہوا تھا جس کے مترجم مولانا عبدالرحمن سربازی صاحب تھے پشتو زبان کا ترجمہ پشاور سے شائع ہو چکا ہے۔ جبکہ انگریزی زبان کا ترجمہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

تقویۃ الایمان کی حقانیت

قارئین کرام المہند پر اعتراض کرنے والے بریلوی علماء تقویۃ الایمان کی عبارات کو المہند کا تضاد قرار دیتے ہیں۔ تقویۃ الایمان وہ کتاب ہے ہے جس میں توحید وسنت کا اقرار اور شرک و بدعت کی مذمت ہے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے مزین اس کتاب کو بریلویوں کا ہدف تنقید بنانا دراصل توحید وسنت سے بیزاری اور شرک و بدعت سے پیار کی علامت ہے۔ تقریبا دوسو سال ہوئے یہ کتاب آب وتاب سے شائع ہو رہی ہے دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب ''ردالاشراک اور تقویۃ الایمان تفصیلی تعارف کے زیرعنوان لکھتے ہیں" بارہویں تیرہویں صدی ہجری میں، اہل علم وکمال کے عام معمول ومزاج کے مطابق، شاہ محمد اسماعیل کی علمی صلاحیت، ذہانت وذکاوت فہم وفراست، بلند نگاہی اور رفعت پرواز کا واحد مصرف یہ ہونا چاہیے تھا کہ، شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہمہ تن درس تعلیم میں غرق ہو جاتے۔ اپنا ایک الگ حلقہ درس سجاتے، اور اس کی وسعت وترقی کے لیے شبانہ روز سرگرداں رہتے۔ اور اپنے فاضل اوقات درسیات، یا مختلف دینی معقولی کتابوں پر حواشی اور منہیات لکھنے میں صرف فرماتے، اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ اگر شاہ شہید اس وادی میں سرگرم سفر ہوتے تو خاندان ولی اللہی میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد وہی مرجع خلائق بنتے، انہی کے علوم وکمالات کا چراغ جلتا، انہی کے نام کا ڈنکا بجتا، اور مشرق سے مغرب تک ان ہی

کے درس کی خصوصیات و امتیازات کا ذکر ہوتا مگر نہیں!

شاہ اسماعیل جو جوہر عالی لے کر آئے تھے، اور قدرت کو ان سے جو کام لینا تھا، وہ اس سے بہت بلند اور بہت مختلف تھا، یہ کام تھا احیائے دین اور شریعت اور اتباع سنت کے ذوق کو عام فرمانے، اور گھر گھر تک پہنچانے کا۔ اسی لیے شاہ صاحب نے درس و تالیف کو اپنا مقصد حیات، یا اپنے اوقات کا ایسا مصرف نہیں سمجھا، جس کے لیے تمام اوقات کی قربانی ضروری ہوتی، اور اس خدمت سے فارغ و یکسو ہو کر کسی اور کام میں مشغول ہونا دشوار ہو جاتا۔

نیز اگر شاہ اسماعیل چاہتے، تو ان کے لیے دنیاوی ترقیات، اعزازات و مناصب اور مال و دولت سے سرفرازی کے دروازے بھی کھلے ہوئے تھے۔ اس منزل پر بھی ان کو مختلف راستوں سے خوش آمدید کہا جا سکتا تھا، ان کی خواہش ملازمت کو دربار مغلیہ کے وابستگان، اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے گماشتے، اپنے لیے اعزاز اور قبول عام کی سند خیال کرتے، اور بلا تامل ان کو بہتر سے بہتر تنخواہ اور اعلی سے اعلی منصب کی پیشکش کرتے۔ اور اس کے لیے شاہ شہید کی ذاتی خصوصیت و کمال کے علاوہ، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان سے قریب ترین رشتہ نسبت، سفارش کی ایسی دستاویز ثابت ہوتی کہ اس سے بہتر سفارش نہ سرکاری دربار میں متوقع تھی، نہ عوامی حلقوں میں، مگر شاہ محمد اسماعیل ان حقیر مفادات اور دولت و منصب کے خزف ریزوں کو، کب خاطر میں لانے والے تھے۔ شاہ شہید کی زندگی کا مقصد اس سے فزوں تر تھا، کہ جاہ و منصب کے کھلونے اور دولت و اعزاز کی کشش، ان کی راہ میں رکاوٹ اور اصل مقصد کی جد و جہد سے مانع بن سکتی۔ شاہ شہید جیسے اولوالعزم افراد، ایسے موقعوں پر ہمیشہ زبان حال سے یہی کہتے رہے ہیں کہ:

برد ایں دام بر مرغ وگرنہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

شاہ محمد اسماعیل نے ظاہری ترقیات و اعزازات، وقتی دولت و شہرت اور حقیر مفادات سے یکسر آنکھیں موند کر دوری اختیار فرمائی جو وقت کا اہم ترین فریضہ اور انبیاء علیہم السلام کا ورثہ تھی۔

گویا رفت زاں را ہے کہ پیغمبر گزشت!

شاہ صاحب کا فیصلہ نہایت مبارک فیصلہ تھا، اس میں توفیق الٰہی، قرآن و سنت کی غیر معمولی وسیع واقفیت، اور اتباع سنت کے اعلی ترین ذوق کے علاوہ، ان معلومات اور روزمرہ کے مشاہدہ کا بھی خاص

دخل تھا، جس سے شاہ شہید کو ہمہ وقت سابقہ رہا۔

شاہ شہید کی زندگی کا بیشتر حصہ دہلی میں گزرا تھا، یہاں کے حالات کا وہ بچشم خود مطالعہ کر رہے تھے، اور دیکھ رہے تھے کہ دہلی اولیائے کرام کا مسکن، خانقاہوں کا شہر اور علم و کمال کا مرجع ہے، یہاں ایسے ایسے مدرسے اور دارالعلوم آباد ہیں، جن کا فیضان گنگ و جمن کے علاقہ سے، دریائے نیل تک جاری ہے۔ ایسے ایسے عالی مرتبت مشائخ یہاں تشریف فرما ہیں، کہ ان کا وجود ایک پورے عہد کے لیے باعث فخر، اور سرمایہ زینت ہے۔ ایک ایک خانقاہ میں پانچ پانچ سو فقراء تربیت باطن کے لیے مقیم، اور ایک ایک مدرسہ میں ہزاروں ہزار طلبہ تعلیم واستفادہ کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ یہاں کے علماء، مرشدین دنیا کے مرکز نگاہ اور عقیدت کا مرجع ہیں، ان کے ارشادات اور تحریریں ہر جگہ سند اور منتہائے علم سمجھی جاتی ہیں مگر اس سب کے باوجود شہر کے عوام کی علمی دینی، اخلاقی حالت زبوں، اور عام کیفیات نا قابل تذکرہ و بیان ہیں۔ اسی دہلی کا جہاں بیسیوں مدرسے آباد ہیں اور خانقاہیں طالبین و ذاکرین سے بھری ہوئی ہیں حال یہ ہے کہ گویا یہاں شیطانی لشکروں نے اپنے خیمے گاڑ دیئے ہیں، اور عصیان وطغیان کے نمائندوں نے اپنے تمام ترکش یہیں خالی کر دئے ہیں۔ عقائد و اعمال کی کوئی خرابی ہے، جو یہاں موجود نہیں فسق و فجور کی وہ کوئی صورت و کیفیت ہے، جس پر یہاں عمل نہیں۔ دین و دیانت مفقود، ایمان و اخلاق کم یاب اور اتباع و شریعت وسنت متاع گم شدہ ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ:

" مصطفے نایاب ارزاں بولہب"

دین و شریعت کے مٹانے کی، اس کی ہیئت بدلنے کی، اور اس کی حقیقت کو نگاہوں سے مستور کر دینے کی، ہر جانب سے برملا آوازیں آرہی ہیں۔ عوام کی اکثریت توحید کے تقاضوں سے بے خبر، اتباع سنت کے سرور سے نا آشنا، اور دین کی بنیادی تعلیمات سے بے بہرہ ہے۔ بدطینت صوفیاء گم کردہ راہ علماء جذب واشراقیت کے ماہر، متصوفین، طرح طرح کے جال بچھائے امت کو راہ سے بے راہ کرنے کی ہر ممکن کوشش عمل میں لا رہے ہیں۔ دین کا نام اور اس پر عمل چند رسومات وظواہر تک محدود ہے، قرآن وشریعت کے استخفاف کی روش عام ہے، ہر روز ایک نیا طریقہ ایجاد ہوتا ہے، اور قانون شریعت سے الگ نئے نئے مسائل و معتقدات گڑھے جاتے ہیں۔ ان خرافات کی وجہ سے شریعت کے اصول وضوابط کی پہچان مشکل، اور ان پر کار بند رہنا گویا ناممکن ہوتا ہے۔ حقیقتاً تعلیمات اسلام اس حد تک غبار آلود ہوگئی ہیں،

جیسے:

بوعلی اندر غبار ناقہ گم

شریعت وسنت پر عمل، معاشرہ میں مذاق اور جگ ہنسائی کا موجب ہے۔ بزرگان دین کے بعض طور طریقوں نے تصوف وصوفیا کے چند اعمال واشغال نے، وحی الٰہی اور منصوص احکام کی جگہ لے لی ہے۔ان کی ایک ایک بات واجب العمل ہے، ان کے یہاں کی ایک ایک روایت ایک ایک طریقہ کا وقت مقررہ پر اعادہ گویا فرض عین اور نا قابل ترک وترمیم ہے۔

بعض بڑے مشہور بزرگوں اور اولیاء کے متعلق (معاذ اللہ) ایسے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے جیسے وہ نظام قدرت میں دخیل وشریک اور اپنے افعال وخدمات میں (خاکم بدہن) قادر مطلق اور خود مختار ہیں، "**یفعل مایشاء ویحکم مایرید**" گویا ان ہی کی صفت ہے۔ ہر ایک مصیبت اور ضرورت کے وقت ان سے مدد طلب کی جاتی ہے، ہر حاجت کے وقت ان کو یاد کیا جاتا ہے، ان کے نام لے لے کر فریاد ہوتی ہے، ان کے حضور استغاثہ پیش ہوتا ہے، ان کے نام کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، اور ان کے مزارات کو بیت اللہ کی طرح مقصود سمجھ کر (سیکڑوں ہزاروں میل دور سے) ان کی طرف منہ کر کے صف بستہ کھڑے ہو کر، باآواز بلند منقبت وسلام پڑھے جاتے ہیں، ان کے مزارات کو کعبہ حاجات ومراد سمجھتے ہوئے، اپنے اپنے علاقوں سے ان کی جانب رخ کر کے گیارہ قدم آگے بڑھ کر فریاد کی جاتی ہے، انہی فاسد عقیدوں کی وجہ سے ان بزرگوں کے آثار وتبرکات سے، ان کے مزارات ومقابر سے ایسا تعلق ایسی عقیدت اور ایسا ارتباط ہے، کہ اس کا دسواں حصہ بھی حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے، قرآن پاک اور مساجد وعبادات سے نہیں ہے۔

بعض بزرگوں اور مشائخ صوفیاء کے نام پر (امام باڑوں کی طرح) مستقل عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں۔ان کے طواف کئے جاتے ہیں وہاں منتیں مانگی جاتی ہیں سجدے ہوتے ہیں، غرض ہر وہ کام جو اللہ وحدہ لاشریک کے لیے خاص ہے، عبادت وفریاد کی وہ تمام کیفیتیں جو صرف ذات واجب الوجود کا حق ہیں، ان بزرگوں کے نام پر عام ہیں، اور ان حرکات شنیعہ پر شرمندگی اور گناہ کا احساس تک نہیں ہے۔

مزید آفت یہ ہے کہ مسلمانوں کے عوام وخواص، خصوصاً امراء اور متوسط طبقہ کے افراد، دربار مغلیہ کے اثرات کی وجہ سے، اکثر معاملوں میں ان طور طریقوں کے عادی ہو گئے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے منافی اور سراسر ہندوانہ رسوم کی نقل و پاسداری پر مبنی ہیں۔ بیواؤں کا نکاح نہیں کرتے، بلکہ اس کو قابل

نفرت سمجھتے ہیں، کمسنی کی شادی کو عیب وگناہ جانتے ہیں، قریب کے عزیز رشتہ داروں میں نکاح اورازدواج کے تعلقات ناپسنداور متروک ہیں، ہندوؤں کے لباس اور معاشرت کی نقالی، لائق فخراور باعث اعزازخیال کی جاتی ہے، ہندوؤں کے تہواروں کو اپنے خاص مذہبی دنوں کی طرح مناتے ہیں، ان پر مسرت وشادمانی کا اظہار کرتے ہیں، بدقسمتی سے ان کی برائی اوران کے شعار کفر ہونے کا خیال تک دل سے محو ہو گیا ہے۔

ایک طرف یہ سب ہورہا تھا دوسری طرف "مرے پہ سو درے" کے مصداق، اس سے سوا کچھ حرکتیں اور بھی تھیں، جس میں پورا شمالی ہندوستان خصوصا دہلی اوراس کے نواح سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے تھے، ہرطرف عیاشی بدکاری وبدکرداری کا دور دورہ تھا ہر گلی کوچہ رقص وموسیقی اور چنگ ورباب کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔اورہر شخص

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کی علمی تصویر بنا ہوا نشاط وسرور میں گم اور ہوس رانی میں مصروف تھا۔ایک ایک محلہ، ایک ایک بستی شبستان عشرت اورشرافت واخلاق کا ماتم کدہ بنی ہوئی تھی، شیطانی ذہنوں نے فسق وفجور کے لیے ایسے ایسے راستے تلاش کئے تھے، اوراس میں ایسی ایسی نت نئی ایجادات کی تھیں کہ شاید شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہوا اور کہتا ہو کہ:

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہ تو دہلی کا حال اور وہاں کے معاشرہ کی وہ تصور تھی، جو ہر وقت شاہ محمد اسماعیل کی نگاہوں کے سامنے رہتی تھی، ان کو اس کے لیے کسی تصدیق وتحقیق کی ضرورت نہیں تھی، نیز ملک کے روزافزوں بگاڑ اور پورے برصغیر میں بکھرے ہوئے، مسلمانوں کے اعتقادات، معاشرت واخلاق کا احوال جاننے کے لیے بھی ،ان کے پاس ایسے معتبر مستند وسیع ذرائع تھے، کہ اس سے بہتر اور وسیع تر ذرائع کا اس دور میں تصور مشکل تھا۔ یہ ذرائع تھے طلبا کے وہ قافلے، ارباب سلوک ومعرفت کی وہ جماعتیں، برصغیر میں پھیلے ہوئے علماء کے وہ نمائندے، اوروہ مکتوبات جو روزانہ حضرت شاہ عبدالعزیز اوران کے برادران والاشیم کی خدمت میں آتے تھے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ طلبہ علوم اسلامیہ کے تازہ گروہ، طالبان سلوک کے نئے ہجوم اور اہل سیاست واقتدار کے نمائندے ان تینوں حضرات کی خدمت میں نہ پہنچتے ہوں۔ نیز ان تینوں بھائیوں کے تلامذہ متوکلین ومتعلقین کے تقریبا روزانہ موصول ہونے والے خطوط کا سلسلہ الگ تھا، ان خطوط کے لکھنے

والے اپنے اپنے علاقہ کے ممتاز علماء اور واقف احوال اشخاص ہوتے تھے، ان خطوط سے جو کچھ معلوم ہوتا ہوگا اور جن ناگفتہ بہ حالات کی اطلاع ملتی ہوگی، شاہ محمد اسماعیل اس سے ہر وقت باخبر رہتے ہوں گے، ان کے بیدار و حساس قلب پر، یقیناً اس کا اثر ہوتا ہوگا۔ مسلمانوں میں ادھر سے ادھر تک پھیلی ہوئی بداعتقادی، بدعملی اور اخلاق و کردار کی پستی پر ان کا دل خون کے آنسو روتا ہوگا۔ بہر حال ہمہ وقت ان روابط کی وجہ سے، شاہ شہید برصغیر ہندوپاکستان کی مجموعی کیفیات و احوال سے اچھی طرح واقف تھے۔ دہلی اور نواح کے مسلمانوں کا حال خود دیکھ رہے تھے، دہلی کے اہم ترین دینی حلقوں، اصلاحی مراکز، مدارس اور خانقاہوں سے براہ راست آشنا تھے، ان کی خدمات اور فوائد و اثرات بھی ان کی نگاہوں کے سامنے تھے، اور وہ خوب جانتے تھے کہ متضاد کیفیات پر مشتمل یہ دو الگ الگ دھارے ہیں، جو ایک دوسرے سے مخالف سمت میں بہہ رہے ہیں۔ وہ مشرق میں ہے تو یہ مغرب میں، دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی رابطہ تعلق نہیں۔ اہل مدارس و خانقاہ حال و قال کی مجلسوں میں گم ہیں اور عوام فسق و فجور اور شرک و بدعات میں مگن، نہ علماء اور اہل معرفت کو عوام کی پرواہے، نہ عوام کو ان علما و مرشدین کی ضرورت وہ ان سے بے تعلق ہیں یہ ان سے بے نیاز!

یہ صورت حال ایسی نہیں تھی کہ دردمند مسلمانوں اور اہل علم و اصلاح کو اس کا صدمہ اور اس کی اصلاح کی فکر نہ ہو، اس کا بھی ذکر و تذکرہ ہوتا رہتا ہوگا، کہ اس فساد و بگاڑ کی صحیح وجہ کیا ہے، اس ضلالت و گمراہی کا سرچشمہ کہاں ہے؟ اس کے بند کرنے کی کیا صورت ہے؟ اور اس کے ذریعہ پیدا بدعملی کا ازالہ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ نیز وہ کون سی صورتیں و تدبیریں ہیں، جن پر عمل کر کے مسلمان ایک مرتبہ پھر کامیاب و کامراں ہوسکتے ہیں، اور اتباع شریعت کی لذت اور ایمان و یقین کی حلاوت محسوس کرسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا پہلوؤں اور مباحث پر دینی محفلوں، خانقاہوں اور مدارس میں یقیناً بار بار غور و فکر ہوا ہوگا مختلف تدبیریں اور تجویزیں سامنے آئی ہوں گی اور بے شمار منصوبے اور ارادے زیر گفتگو آئے ہوں گے مگر قانون فطرت ہے کہ ایسے موقعوں پر وہ افراد کبھی کامیاب نہیں ہوتے، جو تخیلات کی وادی کے اسیر اور لفظی موشگافیوں کے دلدادہ ہوں۔ کامیابی صرف ان لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو اپنے ارادہ کو متواتر محنت و جدوجہد سے عمل کی اور عمل کو دوام و استقلال کی دولت سے مزین و مالا مال کرسکتے ہوں۔ نیز ایسے موقعوں پر جب دریا کی طغیانی شباب پر ہو، اس کی تند و تیز موجوں سے شہر اور بستیاں تہ و بالا ہو رہی ہوں، اس وقت ہر ایک تیراک کا حوصلہ اور ہر غوطہ زن کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ ان موجوں سے جا ٹکرائے اور ان حالات میں جب

اچھے اچھے حوصلہ مندوں کا حوصلہ پانی ہو رہا ہو دریا میں کود پڑے، اور اپنے عزم وہمت سے اس طوفان کا رخ پھیر دے۔

شاہ محمد اسماعیل کا شمار ایسے ہی نادرۂ روزگار افراد میں کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ایسے سخت ترین حالات اور نہایت نامساعد ماحول میں کلمہ حق کہنے کی جرأت کی، جب اس قسم کی کسی بات کو سر بازار تو کجا، ذاتی محفلوں میں بھی کہنا آسان نہیں تھا۔ لیکن شاہ شہید نے اپنے عزم خداداد کی بدولت اس کلمہ حق کو، ہر کوچہ و بازار تک اس بلند آہنگی اور دلیل و برہان کے ساتھ پہنچایا، کہ یہ کلمہ جو ایک عرصہ تک نامانوس صدا سمجھا جا تا رہا، لوگوں کے دل کی دھڑکن اور مقصد حیات بن گیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے خوب لکھا ہے کہ:

دعوت واصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے گئے تھے، اب اس سلطان وقت واسکندر عزم کی بدولت، شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی، وہ اب بر سر بازار کہی جارہی اور ہو رہی تھیں، اور خون شہادت کے چھینٹے حرف وحکایات کو نقوش وسواد بنا کر صفحہ عالم پر ثبت کر رہے تھے" (تذکرہ ص ۲۷۰ ساہتیہ اکادمی دہلی ۱۹۶۸)

اس مرض کا سبب اور اس کا علاج شاہ محمد اسماعیل کی نظر میں:

شاہ محمد اسماعیل کی نظر اس گراوٹ اور بگاڑ کے حقیقی اسباب تک پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے صحیح صحیح اندازہ کر لیا تھا کہ اصل بیماری کیا ہے، اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے، اور اس کا مناسب علاج کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس مرض کی وجوہات کو سمجھ کر علاج کا طریقہ منتخب فرمایا، جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ، بنی نوع انسان کو ملا تھا۔ یہی طریقہ امت محمدیہ کی خصوصیت وامتیاز ہے۔ علماء اور مصلحین نے بھی کبھی اس طریقہ کو، اس علاج کو اور ذریعہ اصلاح کو فراموش نہیں ہونے دیا، کیونکہ سب جانتے تھے کہ ملت اسلامیہ کو جب بھی دین ودنیا کی فلاح، عزت وسربلندی اور کامیابی وکامرانی حاصل ہوگی، اس راستہ سے اسی طریقہ سے ہوگی جو دین کے تقاضوں کی تعمیل اور اتباع سنت کی واضح اور روشن شاہراہ سے گزر رہا ہے، جس دینی اصلاحی طریقہ کا اس راہ سے گزر نہیں، وہ اسلامی نہیں، اور جو طریقہ اسلامی نہیں، وہ

ورثہ محمدی نہیں، اور جو ورثہ محمدی نہیں اس سے امت مسلمہ کا کچھ واسطہ تعلق نہیں۔ لہذا ان طریقوں کے ذریعہ کامیابی کی امید بھی فضول اور سراب کی مدد سے منزل مقصود کی تلاش کے مترادف ہے۔اس لیے کوئی ذی ہوش مسلمان ان راستوں سے خیر اور صلاح وفلاح کی امید نہیں کرسکتا۔

انسانی زندگی پر توحید اور شرک کے اچھے برے اثرات:

شاہ محمد اسماعیل نے اس مسلمہ حقیقت کا بھی خوب ادراک فرمالیا تھا، اور اس کے نفاذ وعلاج کی تدبیر بھی ان کے ذہن ثاقب نے دریافت ومرتب فرمالی تھی کہ مسلمانوں کے تمام فساد و بگاڑ کا مرکز ان کی دینی تعلیمات سے ناواقفیت، عقائد کی اصلاح اور توحید وشرک کی حدود کی نشاندہی سے بے خبری ان کی حفاظت کی فکر اور ان کی نگرانی واحتیاط سے یکسر بے تعلقی ہے۔ یہ مسلمہ اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ کی ترقی وتنزل عروج وزوال کا بنیادی رشتہ حق تعالی کی ذات عالی سے تعلق توحید کے مطالبات اور اس کے تقاضوں سے کماحقہ واقفیت، اس کی ادائیگی کی تدبیر اور اس کے حدود کی چابکدستی کے ساتھ حفاظت و صیانت سے جڑا ہوا ہے۔حق تعالیٰ کی ذات عالی پر جس قدر گہرا اور پختہ یقین ہوگا، اس کے وحدہ لاشریک ہونے کا خیال، جس قدر مضبوطی کے ساتھ دل میں جما ہوگا، اور حدیث قدی "أنا أغنى الشركاء عن الشرك" کی صداقت دل میں جس قدر راسخ ہوگی، اس کے تقاضوں اور مطالبات پر جس قدر عمل ہوگا، اسی تناسب سے دین وعمل کا درخت سرسبز ہوگا اور اس کے فوائد واثرات حاصل ہوں گے، اتباع شریعت وسنت کی توفیق عطا ہوگی اور اسی کے بقدر دنیا وآخرت میں ترقی اور عزت وسربلندی عطا فرمائی جائے گی۔اور جوں جوں عقیدہ توحید کمزور ہوگا، اس کے مطالبات پر عمل کا خیال دل سے نکلتا جائے گا، اسی رفتار سے دین کی صحیح سمجھ ختم ہوتی رہے گی، اور جب جب بھی شرک کے خفیف سے خفیف اثرات زندگی میں داخل، اور عبادات کے طور طریقوں میں شامل ہوں گے، اس کے ارتکاب کے ساتھ ہی فرائض وواجبات سے غفلت اور طریقہ سنت سے دوری ہوتی چلی جائے گی۔اور جوں جوں یہ آلودگی بڑھے گی، اخلاقی، معاشرتی خرابیاں عام ہوجائیں گی۔کیونکہ: "اللہ تعالی کا اس امت کے ساتھ جو خصوصی رابطہ، تائید ونصرت رضا ومحبت اور غلبہ وعزت کا جو موکد وعدہ ہے، وہ محض عقائد صحیحہ ایمانی صفات وخصوصیات اور خاص طور پر خالص اور بے آمیز عقیدہ توحید کی بنا پر ہے۔" (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۳۳ جلد ۵ لکھنؤ ۱۴۰۴ھ)

جب عقیدہ صحیحہ رخصت ہوا، ایمانی خصوصیات ترک ہوئیں حق تعالی شانہ کے منزہ اور شرک سے

بری ہونے کے عقیدہ میں، بال برابر بھی رخنہ پڑا تو رحمت الٰہی کا دروازہ بند، نصرت وغلبہ کی نوید کالعدم، اور ترقی وجہانبانی کا خیال بے معنی ہوگیا۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت، شاہ محمد اسماعیل کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی اکثریت توحید کی حقیقت سے نا آشنا، اعمال پر اس کے کھلے چھپے اثرات سے ناواقف اور اپنی زندگی کے بہت سے معمولات میں شرک کی در پردہ مداخلت سے بے خبر تھی۔ مشرکانہ طور طریقے زندگی کا حصہ بن گئے تھے مختلف بزرگوں اور ان کے مزارات ومقابر کے، نظام قدرت میں دخیل اور بذات خود موثر ہونے کا خیال دل کی گہرائیوں میں جڑ پکڑ چکا تھا۔ ان بزرگوں کے نام پر اور ان کے مزارات ومقابر پر، وہ تمام اعمال بلاخوف وخطر کیے جاتے تھے، جو صرف ذات وحدہ لاشریک کے لیے خاص اور اسی کے شایان شان ہیں۔ اس لیے سب سے پہلی اور اہم ترین دینی خدمت یہ تھی کہ اسلامی عقائد میں توحید کی بنیادی اہمیت، اور اس کی نزاکت کو نہایت واشگاف الفاظ میں بیان کیا جائے اور توحید خالص کے متعلق عقیدہ وعمل کی معمولی سے معمولی کمزوری وبے احتیاطی اور غفلت کے، دائمی وسیع نقصانات، نیز دنیا وآخرت میں اس کے خراب نتائج واثرات سے علی الاعلان واقف کرایا جائے۔ نیز ہر ایسی تحریک اور تحریر وتقریر کی مسلسل پرزور تردید کی جائے، اور اس کا غلط اور مردود ہونا قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا جائے، جس سے توحید کی حرمت پر آنچ آتی ہو، غیر اللہ کو معبود، مسجود، قاضی الحاجات اور سمیع وبصیر سمجھنے کی بدراہی کو سہارا ملتا ہو، کیونکہ توحید کا عقیدہ تمام عقائد کی اساس اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مشترک بنیادی اصول ہے، اس کے اتباع میں شاہ اسماعیل نے بھی سب سے پہلے توحید کی حقیقت پہچانئے کی، اور اس کے متعلقات کی پوری پوری حفاظت وصیانت کی دعوت دی، اور بڑی حد تک اس کا حق ادا کردیا۔

منصب نبوت کی بے احترامی:

توحید اور اس کے متعلقات کے بعد دوسرا اہم ترین عقیدہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقام ومرتبہ کی حقیقی پہچان ان کے پیام ودعوت کی صحیح پذیرائی ان کے احکام کی اتباع اور ان کی بلاکم وکاست ادائیگی ہے۔ جس کے لیے اب واحد ذریعہ فخر الرسل، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی تقلید، اور آپ کے ارشادات عالیہ کی پوری پوری پیروی ہے۔ اس یقین وعقیدہ کے بغیر نہ عقیدہ توحید قبول ہے، نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کی تقلید کارگر مگر اس دور میں جب اللہ کی وحدانیت پر یقین اور توحید کا بنیادی سبق ہی فراموش تھا، انبیاء علیہم السلام سے متعلق عقیدہ وخیالات کس طرح صحیح ودرست رہ سکتے تھے؟ چنانچہ اس

ضمن میں بھی افراط وتفریط کی روش عام تھی۔ایک جانب تو حضرات انبیاء علیہم السلام کو گویا خدا کا ظل، نظام قدرت میں دخیل، بلکہ حق تعالی کا (نقل کفر کفر نہ باشد) جسمانی وجود اور نمونہ خیال کرتے تھے، اور خود حضرت سید الانبیاء علیہم السلام کی شان عالی میں (جو اس روئے زمین پر شرک سے سب سے زیادہ منزہ، اور توحید کے سب سے بلند، اعلی و بزرگ ترین پیغمبر تھے) ایسی جرأت ایسی گستاخی کی جاتی تھی، کہ اس سے شدید تر کوئی گستاخی، کوئی اذیت نہیں ہوسکتی اور اس سے خراب کوئی طریقہ ایسا نہیں کہ جس کے ذریعہ منصب نبوت کی حرمت وطہارت کو (خاکم بدن) پامال و داغدار کیا جاسکے۔کسی احمق کے گھڑے ہوئے الفاظ "انا احمد بلامیم و عرب بلاعین" (میں احمد بلا میم اور عرب بلا عین ہوں۔احمد میں سے میم نکال دیا جائے تو احد باقی رہ جاتا ہے اور عرب میں سے عین حذف کردیں تو رب رہ جائے گا۔گویا (نقل کفر کفر نہ باشد) یہ کہا گیا کہ دراصل میں ہی احد اور رب ہوں یعنی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ذات حق جل شانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ سلم کی صورت میں دنیا میں آگئی ہے، یا آپ کی ذات مبارک میں حلول کرگئی ہے۔یہ کفریہ ملحدانہ اور یہ جاہلانہ گستاخانہ فقرہ صوفیاء کی مجلسوں میں عام تھا اور بدقسمتی کی انتہا ہے کہ اس کو صحیح سمجھا جاتا تھا۔حالانکہ ایسا عقیدہ تو کجا ایسا ایک لمحہ کا خیال اور تصدیق بھی دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لیے کافی ہے۔(**اعاذنا اللہ عنہ**) چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما! کو ایک مسلمہ نظر میں اور عقیدہ کے طور پر قبول کرلیا گیا تھا۔اچھے خاصے پڑھے لکھے افراد، خانقاہوں اور علماء وصلحا سے وابستہ اشخاص، اس بے تکے فقرے کو دلیل کے طور پر، اپنی تحریرات ومجالس میں لکھتے اور نقل کرتے تھے، حالانکہ ان بے ہودہ فقروں کا من گھڑت، بے اصل و بے حقیقت ہونا خود ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے مگر:

إذا كان الطباع طباع سوء
فلا أدب يفيد ولا أديب

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کلمات خصوصا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں، اور بحیثیت مجموعی جملہ انبیا علیہم السلام کی جناب میں، ان کے نام لیواؤں، پیروکاروں، خصوصا مسلمانوں کی زبان سے اسے صادر و سرزد ہونے والی گستاخی کی، سب سے بڑی مثال ہے۔ اعاذنا اللہ ایک طرف تو غلو اور انتہا پسندی، دوسری جانب قرآن پاک کے واضح سے واضح احکام، اور احادیث نبوی کی صاف و بے غبار تعلیمات وتہدیدات کو، اس کان سے سن کر اس کان سے اڑا دینا اور جانتے بوجھتے اپنے تمام اعمال

ومعاشرت میں، کو یکسر فراموش ونظر انداز کرنا، زندگی کے اصول اور معمولات میں شامل ہو گیا تھا۔ اس بے اعتدالی اور افراط وتفریط کا لازمی اثر، قدم قدم پر بدعات ورسوم کی فراوانی فحش و بدکاری کی کثرت، ہندوانہ طور طریقوں، اور مشرکانہ عادات واطوار سے محبت وشغف، اور خود ساختہ رسوم واعمال کو صحیح اسلامی تعلیمات وفرائض وعبادات سے کہیں زیادہ اہم، احکام الٰہی سے زیادہ قابل تسلیم اور لائق عمل سمجھ لینا تھا۔

بدعات کا اہتمام اور سنت سے احتراز:

مزاج ومعمول یہ بن گیا تھا کہ فرض نمازیں متواتر ترک ہوں تو ہوں، کوئی پروا نہیں مگر فلاں پیر کے مزار پر وقت مقررہ پر حاضری وفاتحہ ترک نہ ہو۔ رمضان المبارک بغیر روزہ رکھے گزر جائیں تو کچھ حرج نہیں مگر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کسی صورت میں چھوٹنے نہ پائے زکوۃ کی ادائیگی سے مسلسل غفلت ہوتی رہے مگر فلاں فلاں بزرگ کی نذر ونیاز میں دیر نہ ہو۔ قرآن کریم کی سخت وعیدوں کا جہنم کے شدائد کا تذکرہ، تقریباً ناقابل التفات ٹھہرا تھا، مگر بعض اور مشہور بزرگوں پیروں فقیروں کی ناراضگی کا خوف، ہر وقت پر مسلط رہتا تھا۔ یہ بیماری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ بدکار و پیشہ ور عورتوں تک نے، اپنی حرام کاری اور بدکاری کے مختلف مراحل، اور مختلف مصیبتوں کے پیش آنے کے موقع پر متعدد پیروں فقیروں کی نذریں ماننے، ان کے نام کی قربانی کرنے اور ان سے استغاثہ وفریاد کا طریقہ اپنایا ہوا تھا، ان کے ننگ انسانیت اعمال کے موقع پر ادا کی جانے والی نذروں، اور مختلف کاموں کے لیے کچھ اصول وضوابط مرتب کئے گئے تھے، جس کیلئے شریعت مطہرہ، کتب فقہ وفتاوی کی تعبیرات، جیسے الفاظ جان بوجھ کر وضع کیے گئے تھے جس کا مقصد احکام ربانی، ائمہ دین ہدی کی تذلیل تنقیص کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کئی باتیں کئی معاملات ایسے تھے، جو ملت اسلامیہ کی حد سے گزری ہوئی، اعتقادی وملی خرابی کے گواہ تھے۔ درخت کو گھن لگ چکا تھا، بات شاخوں سے گزر کر جڑوں تک آ پہنچی تھی، اندیشہ تھا کہ اگر اس چمن کو ایمان عمل کی پر جوش دعوت، اتباع سنت کی مایہ، اور اخلاص وکردار کی خوبیوں سے فوراً سینچا نہ گیا تو اس کا قائم وموجود رہنا سخت مشکل ہے۔ اس کام کے لیے کئی راستوں سے مسلسل اور طویل جدوجہد در کار تھی، جو یہ تھے۔

ملت اسلامیہ کی اصلاح وتربیت کے تین طریقے یا راستے:

اول: تحریر وتالیف کے ذریعہ توحید میں زیادہ سے زیادہ صلابت وپختگی کی مسلسل غیر مختتم اہمیت کا اظہار واعلان! نیز اس کے مطالبات اور تقاضوں کی قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے غیر مبہم ارشادات

کی روشنی میں، ایسی صاف تصویر کشی کی کہ کسی بھی ایسے سمجھدار اور منصف مزاج شخص کو، جو قرآن شریف اور احادیث شریفہ کی صداقت پر یقین رکھتا ہو، کچھ شبہ باقی نہ رہے۔ اور اس کے ساتھ حق تعالی شانہ کی ذات وصفات میں، شرک کی معمولی سے معمولی اور ہلکی سے ہلکی آمیزش کے شدید نقصانات، اور ایمان ویقین پر اس کے اثرات بد کی ایسی واضح دلنشیں انداز میں تفصیل وتشریح کی جائے کہ معمولی تعلیم ولیاقت کے افراد بھی اس کو خوب سمجھ لیں، اور اس کی مدد سے اپنے عقیدہ اور نظریات کا گہرائی سے جائزہ لے کر صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور راہ حق کے مسافر بن سکیں۔ شاہ محمد اسماعیل جانتے تھے کہ جب تک امت کے سامنے اس کا بھولا ہوا سبق، از سرنو تازہ نہیں کیا جائے گا، اور اس کو قرآنی احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات، جن پر دین کی عمارت استوار ہے، اور جن کے ذریعہ امت کی اصلاح وہدایت اور گمراہی وبدعت کا فیصلہ ہوتا ہے، بلا جھجک صاف صاف دہرایا نہیں جائے گا، امت کی اصلاح کی توقع فضول ہے۔ شاہ شہید نے شاید اسی جذبہ، اس خیال کے تحت سب سے پہلے ایسی تحریرات وکتابیں تالیف فرمائیں، جو اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی صحیح صحیح ترجمان ہوں، اور ان کے ذریعہ نہ صرف دین کی اصل بنیادی باتیں، اور معلومات تازہ ہوں، بلکہ ان پر عمل کی پر جوش تحریک بھی پیدا ہو۔ ایسی تحریک جو سدا بہار ہو، اور ایسی جاندار وباا ثر جو کسی حادثہ اور لیل ونہار کی گردشوں کی وجہ سے پژمردہ وکمزور نہ پڑے۔ شاہ شہید کی اصلاحی تالیفات 'ردالاشراک' اور تقویۃ الایمان، اسی جذبہ کی ترجمان ہیں، جو آج تک قدم قدم پر دعوت عمل دے رہی ہیں۔

دوم: تبلیغ تلقین اور وعظ وتقریر کے ذریعہ اس دعوت کو خود جدوجہد کر کے عوام کے کانوں تک پہنچانا، ان کے ایک ایک حلقے، ایک ایک مجمع میں، ہر ایک جلسہ ونشست میں، ہر کوچہ وبازار میں، تمام مسجدوں کے منبروں سے اور تمام عوامی اجتماعات خاص میلوں ٹھیلوں، اور ایسی جگہوں پر بیٹھ کر ایسی آواز لگانا کہ سننے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہی حق کی ندا ہے، یہی کلمہ خیر ہے، اور اس میں نجات وفلاح ہے۔

ان کے ماحول میں مروج جملہ بدمعاملگیوں، بداخلاقیوں اور شریعت ومنہاج کے خلاف رائج معاملات کا، اسلام اور قرآن وسنت کے خلاف، اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقاصد بعثت کے منافی ہونا، ایسے بے غبار دلائل سے دلنشین کرا دیا جائے کہ ان پر ہدایت وگمراہی، طریقہ دین وشریعت اور راستہ کفر ظلمت، خود بخود عیاں ہو جائے۔ اس کو پڑھ کر اور سن کر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، کہ ایک راستہ وہ ہے جس کے بارے میں۔ "**ما انا علیہ و اصحابی**" (یہ ایک حدیث پاک کا فقرہ ہے جس کا حاصل یہ

ہے کہ صحیح راستہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابی عمل پیرا ہیں) ارشاد فرمایا گیا ہے، اور ایک راستہ وہ ہے جو سیدھا خدا کے دشمنوں کی تقلید، اور جہنم کے گڑھوں تک لے جاتا ہے۔ ان راستوں کی شناخت میں، قرآن وسنت کے جن دلائل کی ضرورت ہو، عقائد وکلام کے، جن استدلات اور اقتباسات کا موقع آئے، ان کا بھی پوری خوش اسلوبی اور وضاحت وتفصیل کے ساتھ تذکرہ ہو۔ ایسا تذکرہ کہ مخالف بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں، کہ حق یہی ہے جو کہا جارہا ہے۔ ہم جس راہ کی پیروی کررہے ہیں، وہ ظلمت کی راہ اور سنت وشریعت کا متوازی طریقہ ہے۔

حقیقی طریقہ یہ ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل نے اس عظیم خدمت کو بھی ایسے حسن وخوبی اور بے خوفی وبے جگری کے ساتھ سرانجام فرمایا کہ بڑے سے بڑے حوصلہ مندوں اور شیر دلوں کو اس کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ شاہ شہید نے اپنے مواعظ کے ذریعہ لاکھوں کروڑوں افراد کو شریعت کی راہ دکھلائی۔ اتباع سنت کا ذوق پیدا کیا اور زندگی کو صرف حق تعالی اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں بسر کرنے کی طاقتور امنگ بیدار فرمائی۔

سوم: ایسے افراد اور رجال کی جستجو اور تربیت وتیاری، جو خدمت اسلام اور احیائے دین متین کے لیے خود کو قربان کرنے کے لیے، ہمہ وقت تیار ہوں اور ان کی نجی زندگی میں ان کی سیرت وکردار میں، قدم بقدم اتباع شریعت کا احساس، اور سنت کی پیروی کا جذبہ ایسا مستحکم ایسا راسخ اور شدید تر ہو جائے کہ دنیا کی کوئی آفت، ان کی جان ومال، اولاد وخاندان پر پڑنے والی کوئی بڑی سے بڑی مصیبت، اور سخت سے سخت حوادث اور امتحانات ان کو اس راہ سے سرمو منحرف نہ کرسکیں، کوئی بڑی سے بڑی مشکل ان کی راہ میں روڑا اور ان کی جدوجہد میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ یہ افراد اللہ کی وحدانیت کے تصور میں غرق، اور توحید کے مطالبات تقاضوں، جدوجہد میں۔ مخمور وسرشار ہوں۔ اتباع سنت ان کا شیوہ، اور تعلیم قرآن وسنت ان کا مقصد حیات ہو۔ یہ اپنے ارادوں میں ایسے پختہ اور اپنے نصب العین کے ایسے وفادار ہوں، کہ کسی وقت کسی حال میں بھی ان کا قدم راہ سے بے راہ نہ ہو، اور کوئی لالچ، کوئی آفت کوئی مصیبت وافتاد ان کو اپنے مقصد سے غافل ولاپرواہ نہ کرسکے، بلکہ ہر مصیبت سے ان کا عزم تازہ، اور ہر مشکل ان کی کوششوں کو فزوں سے فزوں تر کرنے والی ہو، شاہ محمد اسماعیل اس پہلو سے بھی نہایت کامیاب وبامراد ہوئے۔ ان کو ایسے ایسے افراد اور ایسے مخلص ومستعد، ذی استعداد افراد ملے کہ ان میں سے ہر ایک علم وعمل کا پہاڑ، جہد وکوشش میں

بے مثال، اور مصیبت و آفات میں اتباع سنت کے رسوخ میں نادر روزگار تھا۔شاہ محمد اسماعیل نے ائمہ ہدی اور رہنمایان امت کے ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ان تینوں طریقوں، تینوں راستوں پر بیک وقت پوری پوری توجہ مبذول فرمائی۔سب سے پہلا کام مسلمانوں کے مرض کی صحیح تعین تشخیص، اس کے اسباب کا گہرا مطالعہ، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں، اس کے مؤثر دیر پا علاج کی دیر پا تدبیر تھی۔اس کے لیے شاہ شہید تصنیف و تحریر کی وادی میں سرگرم سفر ہوئے ، اور نا قابل تردید دلائل صحیح ترین احادیث شریفہ اور آیات مبارکہ کے ذریعہ، ایسا عمدہ اور بہترین مرقع تیار فرمایا، جس میں اصلاح وتذکیر بھی تھی، دعوت وتبلیغ بھی ، اور انذار وتہدید بھی ان ہی گلدستوں کا نام یا مرقع " ردالاشراک" اور" تقویۃ الایمان" ہے۔(مجلہ سہ ماہی احوال وآثار شمارہ ۲۰،۲۱ ص ۵۴ تا ۶۶)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ تقویۃ الایمان کا لکھا جانا کس قدر ضروری تھا۔لیکن اہل بدعت کو تقویۃ الایمان ایک انکھ نہیں بھائی وجہ صرف دل کا میل اور جسم کا پیٹ تھا جبکہ جنکے دل میں ہدایت کی سچی طلب تھی وہ اس کتاب سے مستفید ہوئے۔

تقویۃ الایمان کی مقبولیت:

تقویۃ الایمان کے رد میں اہل بدعت نے قلم چلانے کی ہمت کی لیکن انکا کیا حال ہوا وہ مولوی نعیم الدین مرادآبادی جو کہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ تھے ان سے سنئے لکھتے ہیں" علماء اسلام نے اس کے متعدد رد لکھے تحریر وتقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا لیکن نہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے ".(اطیب البیان ص ۶)

جبکہ تقویۃ الایمان کو جو مقبولیت ملی وہ بھی آپ مرادآبادی صاحب سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔لکھتے ہیں" تقویۃ الایمان بہت زیادہ مشہور ہے اور اسکی بکثرت اشاعت کی گئی ہے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے" (اطیب البیان ص ۵)

تقویۃ الایمان کی بعض عبارات پر اعتراضات کے جوابات میں مختلف کتب لکھی گئی ہیں۔ہم نے بھی اس کتاب میں تقویۃ الایمان پر اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے اور ثابت کیا ہے المہند علی المفند اور تقویۃ الایمان میں قطعاً کوئی تضاد نہیں۔

تقویۃ الایمان پر ایک طرف تو اہل بدعت اعتراضات کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف انہی کے

عالم مولوی شریف الحق امجدی کے مطابق تقویۃ الایمان کی عبارات اسلامی ہیں۔وہ لکھتے ہیں" وہ کلمات مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصداق" فق کل ذی علم علیم" ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا" (تحقیقات ص ٦٠)

تو جب بریلوی علماء المہند کے عقائد کو اپنے عقائد قرار دیتے ہیں اور تقویۃ الایمان کی عبارات میں بھی اسلامی پہلو موجود ہیں تو بریلوی علماء کا المہند کو تقویۃ الایمان کا تضاد قرار دینا انتہائی بغض کی علامت ہے۔

منجی المومنین قاضی محمد حسین صاحبؒ کی جہاں ردشرک و بدعت میں ایک بہترین ہے وہیں اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اوران کی کتاب تقویۃ الایمان کے حق میں بہت سارے علماء کے تائیدی تاثرات بھی شامل ہیں۔علماء کرام نے نہ صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تعریف کی ہے بلکہ ان کو معاذ اللہ کافر کہنے واوں پر بھی رد کیا۔جن علماء نے تائید کی ان میں سے چند کے نام۔علامہ مفتی صدرالدین دہلویؒ،علامہ تقی خان دہلوی ،میاں نذیر حسین دہلوی ،علامہ ضیاءالدین دہلوی ،علامہ نواب قطب الدین دہلوی ، علامہ مفتی حفیظ اللہ دہلویؒ ،علامہ محمد حسن رامپوریؒ ،علامہ عبد الواحد رامپوریؒ ،علامہ محمد علی رامپوریؒ ،علامہ محمد ہاشم صاحبؒ ،علامہ محمد اسعد علی صاحبؒ ،علامہ محمد عبد الرب دہلویؒ وغیرہ۔

ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جو محض مخالف کی خاطر علامہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ چلاتے ہیں،

حسام الحرمین پر ایک نظر

برادران اہلسنت والجماعت ۔ اسلام میں حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اختلاف رائے رکھنا اہل علم کے لئے مضر نہیں ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ شخصیت ہو اہل علم میں سے ورنہ اسکی رائے کی پر کاہ جتنی بھی حیثیت نہیں ہے یہاں ہمیں اس مسلم الثبوت بات کو مزید منقح اور موضح نہیں کرنا بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی شخصیت دلائل کی روشنی میں وہ حیثیت نہ رکھتی تھیں کہ جنکو اہل علم میں جگہ دی جاسکے اور ان کی آرا کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاسکے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ موصوف نے اسلامی رورعائت کو بھی مدنظر نہیں رکھا۔

ہم دونوں باتوں کو قدرے تفصیل سے عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) فاضل بریلوی کی شخصیت اہل علم میں نہ تھی

چنانچہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں آپ نے حصول تعلیم کیلئے کسی مدرسہ میں داخلہ نہیں لیا (خیابان رضا ص ۱۸)

چنانچہ علم ریاضی کے متعلق خان صاحب فرماتے ہیں میرا کوئی استاذ نہیں ہے میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے جمع تفریق اور تقسیم کے چار قاعدے صرف اس لئے سیکھ لئے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں انکی ضرورت پڑتی ہے شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کہ اس میں اپنا وقت کیوں صرف کرتے ہو مصطفی پیارے کی بارگاہ سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے ۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۱۲، ۱۳)

فاضل بریلوی کی علمی کمزوری اور کمی کو پورا کرنے کیلئے بریلوی حضرات یوں لکھتے ہیں

اعلی حضرت کا علم کسبی و تحصیلی نہ تھا بلکہ محض وہبی اور لدنی ماننے کے سوا چارہ نہیں (فیضان اعلی حضرت ص ۵۵۸)

مزید کمی کو یوں پورا کیا گیا کہ

وہ تلمذ رحمان تھے دیکھئے ۔ (مقدمہ الامن والعلی ص ۲۱ و حیات مولانا احمد رضا خان صاحب ص ۳۰)

مزید کمی کو پورا کرنے کے لئے کہا گیا کہ

ان سے نقطہ برابر خطاء ناممکن قرار دی گئی۔ (دیکھئے احکام شریعت ص ۲۷)

فاضل بریلوی کے علم ومعرفت کا حال مزید دیکھئے

ظفر الدین بہاری کو لکھتے ہیں یہ روح المعانی کیا ہے؟ یہ آلوسی بغدادی کون ہے بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے۔ (بدعت کے خلاف سوفتوے ص ۹۶ زاویہ پبلشرز لاہور)

پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں

فاضل بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں راقم بھی موجود تھا کہ ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ (فاضل بریلوی اور ترک موالات ص ۵)

باقی کوئی سمجھے اتنی کتابیں تو ہیں تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ مرادآبادی صاحب نے ایک مرتبہ گزارش کی کہ حضور آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلد کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں ان میں تو گالیاں بھری ہیں۔ (فیضان اعلی حضرت ص ۲۷۵)

تو تعلیم یافتہ طبقہ جو کہ فاضل بریلوی کو جاہل سمجھتا ہے یا پھیک باز سمجھتا ہے اور یہ باتیں خان صاحب کے بارے میں مشہور ہیں تو گھر کے لوگوں کو سن لیجئے کہ

آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی ہے اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔ (انوار احناف ص ۶۳)

مشہور محاورہ ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔ (انوار احناف ص ۶۴ از ابوکلیم محمد صدیق فانی)

فتاوی رضویہ کی زبان کا انداز کسی سے مخفی نہیں ہر قسم کی گالیاں حضرت اپنے کام میں لاتے ہیں اسی فحش اور سوقیانہ اور بازاری گفتگو پر پروفیسر محمد مسعود صاحب سے رہا نہ گیا وہ اپنے ابناء عصر کے اس قسم کے جملوں مثلا بد مذہبی خبث باطنی سوئے اعتقاد فرقہ دیوبندیہ وھابیہ کافرانہ ذہنیت مکاری سیاہ کاری وغیرہا کے متعلق کہتے ہیں۔

اس قسم کا طرز بیان فتاوی کیلئے ہرگز مناسب نہیں۔(افتتاحیہ فتاوی مظہریہ ص ۷۷)

فتاوی رضویہ کی حقیقت بھی سنئے یہ فاضل بریلوی کی طرف آنے والے مسائل کے جوابات کا مجموعہ ہے اور وہ جوابات کون لکھتا ہے ذرا وہ بھی سنئے

اعلی حضرت کی عادت کریمہ یہ تھی کہ استفسار(سوالات) ایک ایک کو تقسیم فرما دیتے اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے پھر عصر و مغرب کے درمیانی مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفاء پھر فتوے سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے اسی مختصر وقت میں مصنفین اپنی تصانیف دیکھاتے۔(فیضان اعلی حضرت ص ۲۲۳)

خدام اعلی حضرت میں سے ایک صاحب کہتے ہیں چونکہ میں نے حساب کی تعلیم سکولی طور پر پائی تھی لہذا فرائض(علم المیراث) کے حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی ایسے استفتاء میرے سپرد فرماتے تھے۔(فیضان اعلی حضرت ۲۲۴)

استفتاء ہوتا تو حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، مولانا ظفر الدین یا مولانا سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری کے حوالہ فرماتے۔(فیضان اعلی حضرتص ۱۱۰)

ایک دفعہ ظفر الدین بہاری کی کہیں تشکیل فرمادی تو مدرسہ کے مہتمم کو خط یوں لکھا فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے اگر منظور ہو فورا اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ انکی جگہ مقرر کروں اگرچہ یہ دو عظیم کام یعنی افتاء و توقیت ادیان جیسے اہم تصنیف میں وہ(نئے صاحب) ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔(فیضان اعلی حضرت ص ۲۱۷)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوابات جن سے فتاوی رضویہ تیار ہوا ہے مختلف افراد جن کو اجرت پر رکھا تھا انہی کی کارستانی ہے اور فاضل بریلوی سب کی بیک وقت سنتے تھے تاکہ غلطی پر آگاہی نہ ہو سکے سب کا اکٹھا سننا غلطی نہ پکڑنے والی بات ہے اور چونکہ موصوف پڑھے لکھے نہ تھے اس لئے غلطی پکڑ کیسے سکتے تھے البتہ لوگ سمجھ لیں گے کہ اکھٹے سننے کی وجہ شائد غلطی پر اطلاع نہ ہو سکے درحقیقت یہ انکی کمزاری تھی۔

یار لوگوں نے فاضل بریلوی کی کمزاری کو چھپانے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیا کہ آٹھ سال کے ہوئے تو ہدایۃ النحو کی عربی میں شرح لکھ دی اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر ۱۶ شعبان ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۷۰ء کو تمام علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے مسند فراغ حاصل کی۔۔۔۔۔۔۔آپ نے ابتدائی تعلیم مرزا

غلام قادر بیگ سے پائی اکثر علوم دینیہ عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء سے حاصل کئے۔ (سیرت امام احمد رضا ص ۳، ۴)

اس قسم کے جھوٹ گھڑ کر خان صاحب کی علمیت چمکانا چاہتے ہیں مگر سوجھیں تو یہی کہ آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھنی کیا یہ عقل و دانش میں آنے والی بات ہیں ہم ثابت کر سکتے ہیں آپ لوگوں کے گھر سے کہ خان صاحب کو عربیت سے معقول سوجھ بوجھ بھی نہ تھی چہ جائکہ عربی میں کتاب اور وہ بھی ہدایت النحو کی شرح۔ **فوا اسفاعلی البریلویہ**

آئے دیکھتے ہیں کہ خان صاحب کو عربی زبان سے کیا سوجھ بوجھ تھی ملاحظہ فرمائیں۔

فاضل بریلوی نے سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۴ اور ۱۱۸ کے ٹکرے **ان اللہ التواب الرحیم** کا ترجمہ کیا اور یہ کہ اللہ تعالی ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (دیکھئے کنز الایمان)

تو بریلوی شیخ القرآن غلام سرور قادری لاہوری کی سنئے وہ لکھتے ہیں

لیجئے مفسرین کرام بھی یہی فرمارہے ہیں کہ تواب کے معنی میں مبالغہ ہے اس لئے اس کا معنی ہوگا بہت توبہ قبول کرنے والا لہذا دلائل کی روشنی میں تواب کے معنی بہت توبہ قبول کرنے والا ہوئے اس کے برعکس اس کا معنی توبہ قبول کرنے والا کرنا قرآن کریم کے معنوں میں کمی یا تحریف کرنا ہے جسکا پروفیسر صاحب نے ارتکاب کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر طاہر القادری صاحب صرف ونحو (عربی گرائمر) سے ضرورت کی حد تک بھی واقف نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عربی زبان کے قواعد تک سے صحیح طور پر شناسا نہیں ہے۔ (علمی وتحقیقی جائزہ ص ۴۴، ۴۵)

فاضل بریلوی نے سورہ قصص کی آیت نمبر ۷۸ کا ترجمہ یوں کیا **من ھو اشدہ قوۃ** یعنی جنکی قوتیں اس سے سخت تھیں۔ دوسری جگہ سورہ طہ کی آیت نمبر ۷۱ **وتعلمن اینا اشد عذابا وابقی** کا ترجمہ یوں کیا اور ضرور تم جان جاؤگے کہ ہم میں کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔ تیسری جگہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۱ **الفتنہ اشد من القتل** کا ترجمہ کرتے ہیں اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ (دیکھئے کنز الایمان)

جبکہ انکے شیخ القرآن غلام سرور قادری لاہوری کہتے ہیں کہ

سخت ترجمہ کرنا **شدید** کا ہے **اشد** کا نہیں بلکہ اس کا ترجمہ تو سب سے سخت یا زیادہ سخت ہے

اوراس کومترجم کے جاہل ہونے کی دلیل بنایا سنئے وہ لکھتے ہیں

اشد کا ترجمہ شدید سے کرنا عربی گرائمر سے جہالت کی دلیل ہے عام طالب علم بھی جانتے ہیں کہ اشد اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی شدید ترین کے ہیں یعنی سب سے سخت یا زیادہ سخت اور شدید کے معنی سخت کے ہیں زیادہ سخت یا سخت ترین کے نہیں ہیں ۔(علمی وتحقیقی جائزہ ص ۱۱۹)

فاضل بریلوی ایک آیت سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۰ و قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودہ کا ترجمہ کرتے ہیں اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن ۔(دیکھئے کنز الایمان)

انکے شیخ القرآن صاحب کہتے ہیں

عربی کی تھوڑی سی سوجھ رکھنے والے طالب علم سے بھی ایسی غلطی متوقع نہیں جو ایک علامہ اور ڈاکٹر کہلانے والے صاحب فرما رہے ہیں عربی کی تھوڑی سی واقفیت رکھنے والے حضرات بھی جانتے ہیں لن نفی مع تاکید کیلئے آتا ہے یعنی اس میں نفی بھی ہوتی ہے اور تاکید بھی ۔(علمی وتحقیقی جائزہ ص ۱۰۶)

فاضل بریلوی سورہ نحل کی آیت نمبر ۹۶ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں انما عند اللہ ھو خیر لکم بے شک وہ جو اللہ کے پاس ہے تمہارے لئے بہتر ہے ۔(کنز الایمان)

جبکہ علامہ عبد المجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں انما کلمہ حصر ہے جسکا ترجمہ بے شک کرنا درست نہیں قبیح جہالت ہے ۔(علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۰)

فاضل بریلوی نے سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۶ و شھد شاھد من اھلھا کا ترجمہ کیا اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسری جگہ سورہ احقاف کی آیت نمبر ۱۰ وشھد شاھد من بنی اسرائیل کا ترجمہ کیا اور نبی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا.(کنز الایمان ملاحظہ فرمائیں)

جبکہ بریلویت کا جنید زماں مولوی عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں

باقی رہا تمہارا اعتراض کہ شاہد کے معنی گواہ کے ہیں یہ کسی ان پڑھ کا ترجمہ ہے(مقیاس مناظرہ ص ۲۱۰)

اب بتائیں کہ خان صاحب کو عربیت سے کتنا مس اور مناسبت ہے مرنے سے کچھ عرصہ قبل تو عربیت بچوں جتنی بھی نہیں آئی تو آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی میں شرح کیونکر لکھ لی القصہ یہ سب باتیں خان صاحب کو بڑھانے اور انکی علمی کمزوری ختم کرنے کیلئے گڑھی گئیں کہ وہ فلاں تھے اور فلاں تھے ورنہ

حقیقت آپ کے سامنے آچکی ہے

فاضل بریلوی سورہ قصص کی آیت ۴۳ ولقد اتینا موسی الکتاب من بعدی ما اھلکنا القرون الاولی بصائر للناس وھدی ورحمة لعلھم یتذکرون کا ترجمہ لکھتے ہیں بے شک ہم نے موسی کو کتاب عطافرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگیں (قومیں) ہلاک فرما دیں جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت تا کہ وہ نصحت مانیں۔ (کنز الایمان)

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں حالانکہ اس ترجمہ کا قاضی بیضاوی مشہور درسی کتاب سے رد موجود ہے وہ لکھتے ہیں لم یثبت فی اللغة مثله لغت میں اسکی مثال ثابت نہیں کہ اس میں لعل بمعنی کتے (تا کہ) مستعمل ہوا ہو۔ باوجود یہ کہ درسی کتاب میں اس کا رد موجود لیکن ان یتامی سے غلطی سرزد ہوئی جس سے پڑھنے والا مترجم کی جہالت کے علاوہ یقین کریگا کہ یہ ترجمہ کسی معتزلی کا ہے (سیدنا اعلی حضرت ص ۱۹، ۲۰)

فاضل بریلوی کی جہالت پر اویسی صاحب بھی مہر ثبت فرما رہے ہیں ہم نے متعدد بریلوی اکابر پیش کردیئے

اب آئے اس بات کی طرف کہ فاضل بریلوی نے شرعی ضابطے اور احتیاط وتقاضے کو مدنظر نہیں رکھا۔ اس کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں (۱) جہالت (۲) تشکیل کہ خان صاحب کی اس کام کیلئے کی گئی

اس مضمون کو مبرہم کرنے کیلئے ہم دلائل کی طرف آتے ہیں

پہلی دلیل۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اس مؤلف، مصنف یا قائل سے وضاحت طلب کرنی چاہئے کہ آپ کی مراد کیا ہے۔

چناچہ علامہ ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں

ومن تکلم تحمل الکفر وغیرہ وجب استفصال کما فی الروضه وغیرھا ومن ثم قال الرافعی ینبغی اذا نقل عن احد لفظ ظاھرہ الکفر انیتا مل یمعن النظر فیه فان احتمل ما یخرج اللفظ عن ظاھرہ من ارادة تخصیص او مجاز او نحوھما سئل الالفظ عن مرادہ (فتاوی حدیثیه ص ۴۰۹)

خلاصہ یہ ہے قائل سے تفصیل معلوم کی جائے کہ آپ کی اس بات کا مطلب اور مقصد اور معنی و مفہوم کیا ہے

مگر خان صاحب تو معانی اور مطلب کی تفصیل کیا معلوم کرتے سیدھے حرمین شریفین چھوٹ بولنے کیلئے جانکلے جہاں ساری دینا توبہ کرنے کیلئے جاتی ہے اور وہ بھی والدہ کی نافرمانی کر کے وہاں گئے کیونکہ انہوں نے جب اجازت لی تونکل پڑے گھر سے خود کہتے ہیں کہ نفلی حج بغیر والدہ کی اجازت کے حرام ہے پھر کہتے ہیں کہ میں ابھی اسٹیشن تک بھی نہ پہونچا ہونگا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اجازت منسوخ کرتی ہوں اسے واپس بلاؤ، حضرت خوش ہو کر فرماتے ہیں میں تو جا چکا تھا دیکھئے (ملفوظات اعلی حضرت)

دوسری طرف دیکھئے فاضل بریلوی نے ایک حدیث نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی تو بلا شبہ یہ روایت و معرفت جمیع مکنونات قلم و مکتوبات لوح کو شامل ہے جس میں سب ما کان و ما یکون من الیوم الاول الی یوم الآخر جملہ ضمائر وخواطر سب کچھ داخل ہے ولہذا طبرانی ونعیم بن حماد استاذ بخاری وغیرہما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (ترجمہ) بے شک اللہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو اور حضور کے صدقہ میں اللہ تعالی نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ایک بزرگ فرماتے ةیں وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے۔ (ملفوظات اعلی حضرت ص ۶۴ حصہ اول)

ان احادیث پر تفصیلی کلام تو ہمارے اکابر نے کتابوں میں لکھ دیا ہے ہم تو یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کیا تم فاضل کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام مانتے ہو؟ یا نہیں اگر نہیں تو جان چھوٹی اور ہاں تو پھر اسے بھی تمہس باپا جانی کے نظریہ کے مطابق سب کچھ جمیع ما کان و ما یکون کا تیہ ہوگا (ویسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر رضا خان جیسے حضرات کھڑے ہو گئے کیا یہ توہین نہیں ہے) تو یہ بھی علم ہوگا کہ ماں نے اجازت منسوخ کر دی اب جانا حرام ہے تو حرام کام کیوں کیا بدعت کے مرتکب کو بدعتی تو کہہ دیتے ہو کیا حرام کے مرتکب کو حرامی کہو گے یا نہیں؟

دوسری دلیل یہ ہے کہ معاملہ تو ہند کے علماء کا ہے آپ کو ہندوستان کے بڑے بڑے اکابر اعاظم علماء سے رابطہ کرنا چاہئے تھا جو کہ ان حضرات کو جانتے تھے اور انکی کتب سے واقف بھی تھے بجائے ان سے رابطہ کرنے کے آپ سیدھا حرمین طیبین پہنچتے ہیں اس کی کیا وجہ تھی کہ حرمین شریفین میں مرزا قادیانی پر فتوے دے جا چکے تھے اور ان کو اس کی معرفت پوری حاصل تھی تو اس نے پہلے مرزا قادیانی کا تذکرہ کر کے پھر

ساتھ اکابر دیوبند کو منہم کہہ کر یہ تاثر دیا کہ یہ قادیانی ہیں تا کہ فتوی لگانے میں وہ لوگ نہ ہچکچائیں اور اگر یہاں ہوتا تو سب سمجھتے کہ یہ لوگ کون ہیں۔

فتوی ان لوگوں سے لیا جائے جنکو پوری معرفت ہے

امام بیہقیؒ نے باب باندھا ہے کہ معرفت و پہچان میں کن کی طرف رجوع کیا جائے اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیسے جانوں کہ میں اچھائی کر رہا ہوں یا برائی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تو سنے کہ تیرے ہمسائے کہتے ہیں کہ تو اچھا کر رہا ہے تو تو نے اچھا کیا اور جب تو سنے کہ تیرے ہمسائے کہتے ہیں کہ تو نے برا کیا تو تو نے برا کیا۔ (سنن کبری للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا کہ ایک آدمی ہمارے پاس گزرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا عبداللہ تم اس آدمی کو پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس آدمی کا کیا نام ہے میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا پھر پوچھا اس کا مکان کہاں ہے میں نے عرض کیا حضرت میں نہیں جانتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تمہیں اس کی کوئی جان پہچان نہیں۔ (بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۵)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی شہادت کیلئے پیش ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں نہیں پہچانتا کسی ایسے آدمی کو لاؤ جو تمہیں پہچانتا ہو۔ تو ایک آدمی عرض کیا میں اسے پہچانتا ہوں پوچھا کیسے پہچانتے ہو عرض کیا اسکی عدالت اور بزرگی کو پہچانتا ہوں پوچھا گیا کیا وہ تیرا قریبی ہمسایہ ہے کہ تو اس کے رات دن اور اس کے مدخل اور مخرج کو پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں فرمایا تو نے کبھی اس کے ساتھ درہم و دینار کا لین دین کیا ہے جس سے تو اس کی نیکی کو پہچان گیا اس نے کہا نہیں پھر پوچھا کیا یہ کسی سفر میں تیرا رفیق رہا ہے جس سے تجھے اس کے اچھے اخلاق کا علم ہوا ہو اس نے کہا نہیں فرمایا پھر تو اس کو نہیں پہچانتا۔ (بیہقی ج ۱۰ ص ۱۲۵) بحوالہ تجلیات صفدر ج ۲ ص ۶۳، ۶۴)

معلوم ہو گیا کہ کسی کے بارے میں صحیح رائے اس کے ارد گرد اور پروس والے لوگ ہی دے سکتے ہیں اب کیا وجہ ہے کہ رضا خان ان سب کو چھوڑ کر چھلانگ کھا کر حرم شریف کے علماء کے پاس پہونچ گیا اسکی وجہ ہم نے عرض کر دی کہ ان کو دھوکہ دینا بڑا آسان تھا اس لئے یہ ساری کاروائی عمل میں لائی گئی۔

اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اڑوس پروس اور اردگرد کے افراد جو آرا دیں گے وہ بھی دیانت و متانت علم وفضل اور دین وعلم اور مقام مرتبہ میں مسلم ہوں ورنہ تو حاسدین اور باغضین حضرات کی آراء اور باتوں کا کیا اعتبار ہے۔

خیر کسی پر نقد وتنقید میں ان لوگوں کی رائے معتبر ہونی چاہئے جو کہ اس شخص کو پوری طرح جانتے ہوں اور وہ حاسد اور متعصب ومتعنت اور متشدد بھی نہ ہوں۔

پروفیسر مسعود صاحب کی کتاب سے ایک اقتباس حاضر خدمت ہے وہ ملاحظہ فرمائیں

وہ لکھتے ہیں ہمارے ایک محترم دوست نے خوب فرمایا کافر بنایا نہیں جاتا وہ تو خود بخود بن جاتا ہے جس طرح مسلمان بھی خود بخود بنا کرتا ہے کسی کے کافر کہہ دینے سے کوئی کافر ہو جایا کرتا تو آج ان نفوس قدسیہ کو ملت اسلامیہ نے ٹھکرا دیا ہوتا جنکو ان کے معاصر علماء ظاہر نے کافر کہا تھا لیکن نہیں ایسا نہیں داستان تکفیر بڑی طویل ہے نہ پوچھئے کس کس کو کافر بنایا گیا

یا رب چہ ملائے است کہ درمذہب خوبان
پشنام حلال است وشکرخند حرام است

لیکن ہاں چند شہدائے تیغ تکفیر کے نام سنئے تا کہ معلوم ہو کہ اس مقتل میں کیسے کیسے جلیل القدر حضرات بسمل پڑے ہیں سنئے اور ماتم کیجئے (رضا خانیوں کو حکم ہے) حضرت اما اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، اما احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اور حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری، حضرت ابا سعید الخزار، حضرت حسین بن منصور الحلاج، حضرت جنید بغدادی، شیخ ابن دانیال، شیخ ابا موین، شیخ ابوالحسن شاذل، شیخ عزالدین، شیخ تاج الدین سبکی، شیخ محی الدین ابن عربی، سرمد شہید، علہم الرحمۃ کس کس کے نام گنائے انہیں جلیل القدر ہستیوں میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی بھی نظر آتا ہے علماء حجاز سے کفر کے فتوے لگوائے گئے ایک دو نہیں اکھتے ۱۷ (سترہ)۔ (سیرت مجدد الف ثانی ص ۲۷۸،۲۷۹)

ایک بریلوی عالم مفتی عمیر محمود صدیقی صاحب شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک علماء ظاہر اور فقہاء نے آپ کی عبارت کو نہ سمجھتے ہوئے آپ کی تکفیر کی اور آپ کی کتب وفکر کے رد میں رسالے تصنیف کئے جہاں آپ کی تکفیر کرنے والوں میں بعض اکابر دین شامل ہیں اسی طرح آپ کے چاہنے والوں اور حدی دانوں میں اکثر صوفیاء اور علماء امت نظر آتے ہیں پھر آگے مفتی صاحب نے ۱۳۲ اکابر

علماء اور فقہاء کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے ابن عربی کی تکفیر کی ہے اور ۲۰ عدد کتابوں کے نام بھی گنوائے ہیں جو ان کے خلاف لکھی گئی ہیں بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو ابن عربی کی تکفیر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کافر کون ص ۲۹۸ تا ۳۲۹)

مفتی صاحب خلاصۃ الکلام میں لکھتے ہیں شیخ اکبر کی تکفیر درجن سے زائد علماء نے کی ہے جن میں اکابر علماء امت بھی شامل ہیں بلکہ ابن خیاط نے تو آپ کے حوالے سے ایک استفتاء بنا کر علماء کو ارسال کیا تا کہ آپ کے رد میں فتاوی کو جمع کیا جا سکے اس کے باوجود اکابر و اصاغر میں ان کے حدی خوان کثرت کے ساتھ موجود ہیں جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخالفین کا فتوی ان کی رائے تھا اسے نص قرآن کا درجہ دے کر کسی پر نہ تو مسلط کیا جا سکتا ہے اور ان فتاوی تکفیر متردیہ سے کسی کی تکفیر کی جا سکتی ہے۔ (کافر کون ص ۳۲۹)

اب یہ بھی دیکھ لیں کہ بڑے بڑے اکابر سے فتوی تکفیر میں خطاء ہوئی ہے تو خانصاحب بریلی والے تو علم و فضل سے کورے اور دقت نظری سے محروم اور حزم احتیاط سے خالی اور تفقہ اور افتاء سے یکسر فارغ ہیں تو ان کے فتوے جو اکابر اور اعاظم اسلام کے خلاف ہین انکی پرکاہ جیتنی بھی حیثیت نہیں ہے اور ھباء منثورا ہیں

تو ہم عرض کر رہے تھے کہ تکفیر کے میدان میں حزم و احتیاط کو بہت دخل ہے جو کہ رضاخانی حضرات میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ رویا تو ان کے مفتیان کا ہے چنانچہ مفتی عمیر محمود صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

دور حاضر میں یہ بات بہت عام نظر آتی ہے کہ خواص و عوام ایک دوسرے کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں اور اس عمل سے قبل اپنی طرف نظر بھی نہیں کرتے کہ وہ اس کے اہل ہیں بھی یا نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کہی بات کو اس قدر مستند اور نا قابل تردید سمجھتے ہیں کہ جو ان کہے کو کافر نہ کہے وہ اسے بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ (کافر کون ص ۴۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں شائد ہی ہمارے دور میں کوئی اسی نامور علمی شخصیت ہو جو اپنے مسلمان بھائی کے فتوی تکفیر کی زد سے محفوظ ہو پھر آگے لکھتے ہیں۔

عوام و خواص میں سے اکثر لوگ مشغلہ تکفیر میں اس قدر آگے نکلے جاتے ہیں انہیں اپنے متعلقین یا اپنی ذات کے سوا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا (کافر کون ص ۴۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں تاہم اصول وضوابط اور مسلمہ علماء امت کے طرز پر عمل کو ترک کر کے امت کو اسلام سے خارج کرنے کیلئے تکفیری مہم چلانا کسی طور پر مناسب نہیں ہمارے یہاں مختلف حضرات وہی رویہ رکھتے ہیں جو اہل کتاب نے اپنے لئے اپنایا تھا قرآن نے ان کے بارے میں کہا (ترجمہ) اور وہ کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہ جو یہودی ہوگا یا نصرانی۔ (کافر کون ص ۳۲۹،۳۳۰)

القصہ بات یہ چل رہی تھی کہ فاضل بریلوی کو چاہئے تھا کہ ارد گرد اور گردوپیش حضرات اہل علم جو کہ واقعۃً اعتدالی مزاج رکھتے ہوں ان سے رجوع کیا جاتا مگر خان صاحب کو اس کی ضرورت نہ تھی دیانت داری کا تقاضہ بھی تھا کہ خود انہی حضرات سے انکی مراد پوچھی جاتی جیسا کہ دوسروں کو خان صاحب نصیحت فرماتے ہیں۔ اب ہم ان کے گھر سے ہی چند اصول عرض کئے دیتے ہیں تا کہ بات مزید کھل جائے۔

خود آپ کے لفظوں کا دوسرا کیوں شارح بنے تصنیف را مصنف نیکو کند بیا (کلیات مکاتیب رضا ص ۱۸۱ حصہ اول)

مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے۔ (تنویر الابصار ص ۷)

لیکن رضاخانی حضرات کو جب باری ملتی ہے تو پھر بات کو اس طرف آنے ہی نہیں دیتے کہ جناب آپ اپنی عبارت کی تشریح خود بیان کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نیت میں کس قدر صاف اور ستھرے ہیں

اور یہ بھی یاد رکھیں جب لوگ ان پر اشکال کریں کہ فاضل بریلوی خود کو نبی مانتے تھے تو پھر جواب میں کہتے ہیں اعلیٰ حضرت پر بہتان لگانے والے تبلیغی وہابی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے عقیدہ وفتوی ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت نے جزاء اللہ عدوہ میں تحریر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت نے خود اپنے قلم سے ختم نبوت کے موضوع پر کتاب اور واضح فتوے کے باوجود اعلیٰ حضرت پر بہتان لگانا بلاشبہ دیوبندیوں وھابیوں کے بد باطن کی کھلی دلیل ہے۔ (سفید وسیاہ ص ۱۶۳)

اب جتنے الزامات رضاخانی ہم پر لگاتے ہیں ان سب سے ہم اپنی برأت دے چکے ہیں تو پھر ہم لوگ پر الزام اور اتہام کیوں نہیں چھوڑتے۔

اور جب آپ لوگوں کی جان شکنجے میں پھنستی ہے تو پھر آپ کو یہ دلیل یاد آجاتی ہے کہ بدبخت ہے

وہ آدمی جو سیاق وسباق کو چھوڑ کر غلط مطلب نکالے یہ ابلشیانہ حرکت ہے۔(سیف سکندری ص ۱۵۴)

اور اگر یہی کام ہمارے اکابر کی عبارات سے کر دیا جاتا تو امت میں یہ تکفیر کی دراڑ ہی نہ پڑتی اور اکابرین اسلام کی شخصیات پر یوں کیچڑ نہیں اچھالا جاتا۔

حسن علی رضوی لکھتا ہے ہم دعوی سے کہتے ہیں یہ عبارات بعینہ کتاب میں نہیں مصنف نے جعل سازی سے جوڑ توڑ کے ذریعہ چوں چوں کا مربہ تیار کیا ہے۔(برہان صداقت ص ۴۸)

مولوی عبدالستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں

اس میں شک نہیں ہے کہ یہ ترجمہ اور حواشی اردو زبان میں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ادارۃ البحوث العلمیہ کے اکثر ارکان اردو زبان نہیں جانتے ایک خاص گروہ نے (اللہ تعالیٰ انکی مساعی کو کبھی قبول نہ کرے) اس ترجمہ اور حواشی کو جھوٹے اور غلط رنگ میں رنگ کر ادارۃ البحوث العلمیہ کے اراکین کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث ان سے یہ فتوی صادر کرانے میں کامیاب ہو گئے۔(اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت ص ۱۹۶)

یہی بات تو ہماری طرف سے بار بار کہی جا رہی ہے کہ خان صاحب نے غلط رنگ ہی نہیں بلکہ دھوکہ دھی سے عبارات کو پیش کیا اور وہ علماء اردو نہیں جانتے تھے تو پھر خان صاحب کی صداقت تو گھر ہی سے معلوم ہو گئی۔

ایک بات کا میں یہاں اضافہ کرتا جاؤں کہ بات کو سمجھنے کیلئے کبھی انداز کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی موقع ومحل کو بھی مدنظر رکھنا ناگزیر ہوتا ہے۔

جیسے آپ کو کسی نے کہا پانی لاؤ تو وہ آپ کے موقع ومحل کو دیکھے گا پ سبق میں بیٹھے ہیں تو گلاس میں لائے گا اور اگر قضائے حاجت کیلئے جا رہے ہیں تو لوٹے میں لائے گا اور اگر نہانے کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر بالٹی میں پانی لایا جائیگا۔اسی طرح کلام متکلم کو سمجھنے کے لئے یہ باتیں بھی مدنظر ضروری رکھی جائیں وگرنہ صحیح صورت حال کو آپ نہیں پا سکیں گے۔انداز متکلم بھی معلوم ہو ورنہ کلام کی صحیح معرفت حاصل نہ ہو سکے گی۔جیسے دیکھیں ایک آدمی آیا تو مولوی صاحب نے کہا ''کیا بات ہے'' دھیمے لہجے میں پھر ایک آدمی آیا تو زوردار لہجے میں کہا ''کیا بات ہے'' پھر تیسرا آدمی آیا اس سے تعجب کے لہجے میں کیا ''کیا بات ہے'' اب بات تو ایک ہے مگر انداز کو مدنظر نہ رکھا جائے تو بات کا مفہوم پوری طرح سمجھ نہیں آتی۔

خان صاحب نے اکابرین دیوبند کی عبارات کو اس طرز سے دیکھا ہی نہیں یا تو اتنی سمجھ نہ تھی اور یا پھر تشکیل پر تھے کہ اس طرف جانا ہی نہیں۔

۲ اس کے ساتھ ایک اور بات ذہن نشین رکھیں کہ اصطلاحات کا فرق بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔مثلاً کلمہ عام لوگوں اور بچوں کی زبان میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کہتے ہیں اور تسمیہ یا تعوذ بھی کلمہ نہیں ہیں۔ مگر نحوی اصطلاح میں کلمہ معنی دار لفظوں کو کہتے ہیں یہاں گالیاں بھی کلمہ ہو جائیں گی۔اگر اصطلاحات کا خیال نہیں رکھیں تو اختلافات اور جھگڑے ہی پیدا ہونگے

میں اس کی ایک مثال بھی حاضر کئے دیتا ہوں،

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ذاتی کا لفظ آتا ہے مثلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ذاتی ہے اور ذاتی کا معنی یہ لیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف براہ راست ملا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں آپ موصوف بوصف بنوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔(تحذیر الناس ص ۴۴)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں جسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔(تحذیر الناس ص ۴۳)

اس طرح کے کئی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں کہ حضرت کے نزدیک ''بالذات اور ذاتی'' کے لفظ سے مراد یہ ہے یہ وصف براہ راست موصوف کو ملا ہے اور ''بالعرض اور عرضی'' سے مراد کسی کے واسطے سے کوئی وصف موصوف کو ملنا ہے یا اسی طرح کی اور تعبیرات بھی ہوسکتی ہیں مگر رضا خان کے جاہل خلفاء کا حال دیکھیں

مولوی حشمت علی خان لکھتے ہیں

الحمد للہ ہم مسلمان تو کمالات ذاتیہ حتی کہ وجود ذاتی بھی عزوجل کیلئے خاص مانتے ہیں اور غیر خدا کیلئے کسی کمال ذاتی کا اثبات کفر وشرک جانتے ہیں اور اولیاء وانبیاء حتی کہ خود سید الانبیاء علیہ وعلیہم وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کیلئے جو کچھ کمالات ثابت کرتے ہیں ان سب کو بالعرض یعنی اللہ تعالی کی عطا سے مانتے ہیں واللہ الحمد

مگر نانوتوی جی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بالذات اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو نبی بالعرض کہا الخ۔(فتاوی حشمتیہ ص ۱۲۳)

اب ان یتیموں کو علم کی ہوا بھی نہیں لگی

غلام نصیر الدین سیالوی نے بھی عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ج۱ ص ۱۹۸ میں ذاتی اور عرضی کی بات سے باقی انبیاء کی نبوت کا انکار قرار دیا ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائے۔

اب دیکھئے شرح مطالع میں موجود ہے

الخامس :انا یکون ڈائم الثبوت للموضوع ومالا یدوم ھو العرضی،

السادس :ان یحصل بموضوعہ بلا واسچہ وفی مقابلتہ العرضی

پانچواں معنی یہ ہے کہ ذاتی وہ ہوتی ہے جو موضوع کیلئے دائم الثبو ہو اور جو دائمی نہ ہو وہ عرضی ہے

اور چھٹا معنی یہ ہے کہ ذاتی یہ ہے کہ موضوع کو بلا واسطہ حاصل ہو اور اس کے مقابل عرضی ہے یعنی وہ کسی واسطے اور ذریعے سے حاصل ہوگی۔

مفتی فیض احمد اویسی صاحب نے عالامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد نقل کیا ہے

فنور وجھہ صلی اللہ علیہ وسلم ژاتی لا ھیفک عنہ واللیالی والایام ونور القمر مسکتب مستعار ینقص تارۃ ویخسف اخری۔ (جمع الوسائل گی شرح الشمائل ج۱ ص ۴۷)

اس کا ترجمہ اویسی صاحب لکھتے ہیں

پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا نور ذاتی ہے دن اور رات میں ایک منٹ بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں ہوسکتا اور چاند کی چاندنی اکتسابی عارضی ہے کسی وقت کم ہو جاتی ہے کسی وقت گم ہو جاتی ہے۔(الشریہ تعمیم الامۃ ص ۸۵)

آپ دیکھیں جو ہم نے ذاتی کا پانچواں معنی نقل کیا ہے ملا علی قاریؒ اس کو استعمال فرما رہے ہیں تو آپ دیکھیں کیسے رضا کے غلام علم منطق وحکمت سے کورے اور خالی ہیں اور فتوے داغنے کیلئے کیسے بے تاب ہیں الامان الحفیظ۔

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں خیال رہے کہ نور کا ظہور شیشوں کے ذریعے دور دور ہو جاتا ہے بشرطیکہ شیشے صاف ہوں مشائخ کے سینے شفاف آئینے ہیں جن سے چھن چھن کر نور محمدی عالم میں پھیل رہا ہے

مشائخ سے بیعت کا یہی مقصد تھا اور یہی منشا ہے بالذات ان میں نور نہیں ہاں جناب مصطفے نے چمکا دیا نور ہو گئے۔(مواعظ نعیمیہ حصہ سول ص ۳۴۳)

اویسی صاحب لکھتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متصف بحیات بالذات ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا حال ہے جو حضور کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔(دیوبندی بریلوی فرق ص ۳٦)

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اصطلاحات کا فرق دیکھنا بھی ضروری ہے صفیاء کی اپنی اصطلاحات ہیں تو اس کے معانی وہی بتائیں گے اور ہر فن کے علماء نے اپنی اپنی اصطلاحات لکھی ہیں تو ان پر بحث کرنے سے قبل انکی اصطلاح کو مدنظر رکھنا ضروری ہے ورنہ بات صحیح رخ پر نہ جاسکے گی دیکھئے ہمارے اکابر کے نزدیک امکان کذب کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے جو تذکرۃ الخلیل میں موجود ہے کہ (حضرت اقدس سہارنپوری رحمۃ اللہ نے کہا) ''اب ہم پوچھتے ہیں کہ حق تعالی کو اس کے خلاف پر قدرت ہے کہ نہیں؟ وہ مشرک کو بخش سکتا ہے یا نہیں؟ جناب میاں صاحب نے فرمایا ہاں بخش سکتا ہے تو مولانا نے کہا کہ یہی امکان کذب ہے۔(تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۳)

تالیفات رشیدیہ میں ہے کہ الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالی ہے یعنی اللہ تعالی نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں۔(تالیفات رشیدیہ ص ۹۸)

امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریبا یہی تعبیر وتشریح کی ہے۔(دیکھئے تنقید متین ص ۱۳۸، ۱۳۹)

جبکہ رضاخانی حضرات امکان کذب کا معنی امت کو بتاتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے (العیاذ باللہ)

ان جاہلوں کو اختلاف کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا یا پھر دجل سے کام لیتے ہیں آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ پہلے ان سارے مراحل کو طے کرتے جو کہ اختلاف کرنے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں پھر اختلاف کرتے اچھے بھی لگتے

مفتی عبدالمجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں گستاخی اور بے ادبی ثابت کرنے کیلئے عرف اور

محاورہ کا دخل ہے۔(کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن ص ۲۸۰)

ہم بھی یہی بات کہہ رہے ہیں کہ منطق وفلسفہ، تصوف وعقائد کی اصطلاح اور محاورہ جات کو اسی ماحول میں دیکھا جائے تو گستاخی کا پتہ چلے کہ بنتی ہے یا نہیں؟

اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ ایک محقق کو حلیم الطبع اور حوصلہ و بردباری والی طبعیت ہونی چاہئے۔رضاخانیوں کے مفتی عمر محمود صدیقی صاحب لکھتے ہیں مفتی جلد بازی سے کام نہ لے مکمل تحقیق کے بعد فتوی جاری کرے۔(کافر کون ص ۵۸،۵۹)

جبکہ خان صاحب بریلوی کو تکفیر کرنے میں بڑی عجلت تھی اور جلد بازی سے کام لیتے تھے تفصیل کیلئے دیکھئے۔(تجلیات انوار معین ص ۳۷،۳۸،۳۹)

ویسے ایک بات قابل توجہ ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پاس جھگڑا آتا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی فریق زیادہ بات کو بنا سنوار کر کرنے والا ہو اور میں بھی اسے سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ کر دں (حالانکہ وہ سچا نہ ہوتو) جس کے حق میں میں کسی مسلم کے حق کا فیصلہ کردوں (تو یادرکھے کہ) وہ آگ کا انگارہ ہے چاہے چاہے یا نہ لے۔(بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۵ باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ)

جب بات بنا سوار کر امام الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جائے تو وہاں بھی سرکار فرماتے ہیں فیصلہ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے تو پھر حرمین طیبین کے علماء بھی جھوٹے اور مکار رضاخان کو سچا سمجھ کر اعتبار کر کے تائید وتصدیق کر سکتے ہیں تو اس میں قصور نہ تو ائمہ حرمین کا ہے اور نہ ہی کسی اور کا بلکہ سارا قصور رضاخان کا ہے جس نے دھوکا بازی سے کام لیا اور اس کو چونکہ کافر بنانے میں مزا آتا ہے اور بڑی عجلت رہتی تھی کہ لوگوں کو کیسے کافر بناؤں تو اس بنیاد پر دھوکہ بھی دینا بھی پڑتا تو یہ اپنا کام چلاتا تھا۔

لیکن اتنی بات اسے سمجھ نہ آئی کیونکہ آنکھ پر پردہ پڑا ہوا تھا جس تقدیس الوکیل کو آپ لوگ سچا سمجھتے ہیں اس میں تو شیخ ابوصبیل محمد سعید اکابر دیوبند کو کافر نہیں کہتے مگر خان صاحب اسکی تعریف وتوصیف میں پھولے نہیں سماتے دیکھئے تقدیس الوکیل ص ۳۶۴ وہ کہتے ہیں صاحب براھین اور اس کے مویدین ہر چند یقینی کافر نہیں۔

مگر خان صاحب اسی شیخ ابوصبیل علامہ محمد سعید کو اپنی کتاب الدولۃ المکیہ ص ۸۶ میں سیدنا شیخ

علماء الحرم مفتی شافعیہ، مولانا الاجل محمد سعید۔ الخ جیسے القاب وآداب سے نوازتے ہیں۔

اب جو فتوی **من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر** کا حسام الحرمین میں اکابر دیوبند کے متعلق تھا وہ فتوی شیخ سعید پر آنا چاہئے تھا مگر خان صاحب نے انکی تعظیم وتوقیر کر کے فتوی اپنے گلے میں ڈال دیا کیونکہ خان صاحب کی اپنی تحریرات میں ہے جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے تو شیخ سعید کو نہ کہنے کی وجہ سے اپنے ہی دام تزویر میں خود پھنس گئے۔

یہ خان صاحب کی اندھا دھند فائرنگ تھی کہ خود بھی اپنے ہاتھ انجام کو پہنچے۔

رضا خانی حضرات علامہ فضل حق خیر آبادی مرحوم کی تکفیر کو اٹھاتے پھرتے ہیں ہم تو سمجھتے ہیں کہ علامہ نے رجوع کرلیا تھا یا پھر غلط فہمی کی بنیاد پر تھی مگر خان صاحب کے دوست انہیں پھنسانے کی خاطر کہتے ہیں کہ جی نہیں وہ تو حق اور سچ ہے۔ تو پھر اس میں تو یہ بھی ہے جو شخص اس کے (شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کفر میں شک وتردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نا مسلمان ولعین ہے۔ (شفاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۴۷)

مگر خان صاحب کہتے ہیں علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں الخ۔ (تمہید ایمان ص ۵۱)

رضا خان کے چاہنے والے تو علامہ کا فتوی سچا سمجھتے ہیں تو پھر خان صاحب کو کافر مان لیں۔

الخیر، القصہ، بات یہ چل رہی تھی کہ ان لوگوں کا اختلاف کرنے کی جانچ وسلیقہ ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ برسات کے مینڈکوں کی طرح نکلے اور ٹرٹر کرنے لگے اور لوگوں کو پریشان کرنے لگے۔

جب خان صاحب اور اس کے حواریوں کے احتیاط کا عالم تو یہ ہے کہ مسئلہ آذان ثانی پر لوگوں پر تکفیر کے نشتر چلانے بیٹھ گئے باقی حالات میں یہ لوگ کیا کریں گے اس سے ان کی تکفیر میں جلد بازی اور عدم احتیاط اور حزم کا نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھئے بدایوں اور بریلی والوں میں مسئلہ آذان ثانی جمعۃ المبارک میں اختلاف ہوا کہ کہاں دی جائے تو بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ جسکو مولانا معین الدین اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں بدایوں کی تحریرارت مناظرہ میں ان کی پوری کھینچ تان کے بعد بھی کفر نہ ملا تو شمس العلوم کے پرچے منگا کر ان پر زبردستی کفر تھوپ دیا۔ (تجلیات انوار معین ص ۳۸)

آگے لکھتے ہیں۔ اعلی حضرت کو تخیل کی جولانی کا موقع مل گیا اور دبی زبان سے اہل بدایوں کی تکفیر فرما گئے۔ اسی صفحہ پر آگے جا کر لکھتے ہیں

خلقت صرف یہی سمجھے ہوئے ہے کہ اعلی حضرت کی برق غضب صرف اہل بدایوں پر چمکی ہے یہ اس کے خیال کا قصور ہے ورنہ اعلی حضرت کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ صرف ابناء عصر کی تکفیر پر اقتصار کریں آپ کی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں۔(تجلیات انوار معین ص ۳۹)

مولانا اجمیری آگے لکھتے ہین اعلی حضرت کی سیفی سب پر یکساں چلتی ہے وہ نہ موقع ومحل دیکھیں نہ وجوب استحسانی سمجھیں، انہیں تضلیل وتکفیر سے بحث ہے کیونکہ حقیقۃ وہ مظہر اسم جلال ہیں۔(تجلیات انوار معین ص ۴۰)

ہم نے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ رضا خان صاحب چھوٹے چھوٹے مسائل میں تکفیر تک جا پہنچتے ہیں (الامان والحفظ)

اور یہ بات بھی مدنظر رکھیں رضا خان جیسے حاسد اور شریر سے یہی امید تھی کیونکہ حامد رضا خان نقل کرتے ہیں کہ اکابر کو بدنام کرنے کے لئے حاسدین اس قسم کے گل کھلاتے رہے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو کہ اکابر علماء قرنا فقرنا اپنے حاسدوں کے شاکی رہے ہیں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں (ترجمہ) یعنی بعض اوقات میری زبان سے یہ بات نکلی تھی کہ سورہ فاتحہ شریف کے فوائد ونفائس سے دس ہزار مسئلے نکال سکتے ہیں اس بعض حاسدین اور کچھ جاہل گمراہ مواندوں نے بعید جانا امام اجل عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں (ترجمہ) مصر اور مکہ موظمہ میں بعض حاسدوں نے شائع کیا کہ علمائے مصر نے جو میری کتابوں پر تقریظیں لکھی تھیں ان سے رجوع کر لی اس پر میں نے کتاب علماء کے پاس پھر بھیجی انہوں نے تحریر فرمایا واللہ جھوٹا ہے جو ہماری طرف اس رجوع کی نسبت کرتا ہے علامہ مناوی تیسر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں (ترجمہ) جب میں نے جامع صغیر کی شرح لکھی اس نے حاسد کے دل کو ڈاغ دیا اس نے کوشش کی کہ ویسی لائے اسکی نظر۔۔۔۔۔درماندہ ہو کر پلٹ آئی جب اس نے اپنا قصور نقصان دکھا اب میری شرح وتطویل کا طعن کرنے لگا لہذا حاسدوں کی زبان کاٹنے کیلئے مجھے بعض محبوں نے اختصار کا حکم دیا اور امام جلال الملۃ والدین سیوطی کا تو شکایت حاسدان میں خاص ایک رسالہ ہے الصواعق علی الثواعق اور علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں (ترجمہ) لوگ مجھ سے حسد رکھتے ہیں اور سب میں بدتر وہ جو ایک دن زندگی ایسی گزارے کہ کوئی اس کا حاسد نہ ہو اسی میں ہے (ترجمہ) مصنفوں کی آبروئیں زبان حاسدان کے تیروں کا

نشانہ رہیں اسی میں ہے (ترجمہ) میری زندگی میں میری کتاب سے حاسدوں کی روگردانی مجھے مضر نہیں۔(سدالفرار ص ۷۷،۷۸)

ہم بھی حامد رضا خان کے ہی الفاظ اپنی برأت کیلئے کافی سمجھتے ہیں جو شہرت اور مقبولیت ہمارے اکابر کثر اللہ سوادہم کو حاصل تھی وہ رضا خان کو ایک آنکھ سے دیکھی نہ گئی موصوف اس لئے برہم ہو گئے اور بات کو کھینچ تان کر تکفیر تک لے گئے۔

حسام الحرمین کی مقرظین کی علمی حالت بریلوی علماء کی نظر میں:

مولوی حامد رضا خان صاحب شیخ عبدالقادر طرابلسی جن کی حسام الحرمین کی سب سے آخری تقریظ ہے۔ان کے باری میں لکھتے ہیں کہ۔

"مدینہ طیبہ میں جہان ہزارون آفاق اطراف دنیا سے آئے ہوئے ہیں ایک شخص طرابلس کا ساکن بھی ہے۔ ایک مدنی صاحب فرماتے تھے کہ وہ بعض وجوہ پر مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا سنا ہے کہ ایک انقلاب کے بعد پھر آ گیا۔ مدت ہوئی اسکی ایک عربی تحریر در باہر اذان جمعہ کسی نے لکھنو میں چھاپی تھی چھ برس ہوئے ١٣٢٦ھ میں۔ہمارے پاس بھی آئی اسپر اصلاً کسی عالم کی مہر و دستخط تصدیق کچھ نہیں۔اور سوال میں یہ ہے کہ زید کہتا کہ اذان خطبہ مسجد کے دروازے ہی پر سنت ہے اگرچہ دروازہ منبر کے سامنے بھی نہ ہوا گرچہ۔بیچ میں آڑ ہو۔طرفہ یہ کہ زید کو لکھا کہ وہ حدیث بین یدی سے استدلال کرتا ہے سبحن اللہ بین یدی کا منکر اور حدیث بین یدی سے مستدل۔ایسا احمق زید شاید طرابلس من بستا ہوں خیر اسکا جواب اس طرابلسی نے لکھا اور وہی بین یدی کی عبارتوں سے سند لایا۔اور انکے ساتھ اتصال کا گندہ پروزہ اپنی طرف سے ملایا جس پر فقہ حنفی مالکی حنبلی کی تین کتابوں سے نقول لکھیں کسی میں اسکا نام نشان نہیں بلکہ شرح خلیل کی عبارت صاف اسکی مخالف ہے۔خوش فہمی سے اسے بھی نقل کرلایا۔"(مسئلہ اذان ثانی کا حق نما فیصلہ ص4.)

صفحہ 5 پر حامد رضا خان صاحب مزید لکھتے ہیں"

یہ ہے طرابلسی صاحب کی تمام کائنات اسی سے اس کی حالت ظاہر۔".

الغرض یہ وہ ہی فاضل عبدالقادر طرابلسی ہیں جن کی نفریظ حسام الحرمین میں ہے۔حسام الحرمین میں ان ہی فاضل کے علم کے مدح سرائی اور ان کی مدح میں کیسے کیسے الفاظ تحریر فرمائے گئے۔اور یہاں

مسئلہ اذان میں جب ان کی تحقیق فاضل بریلوی کی تحقیق کے خلاف ہوئی تو کیسے کیسے خطابات رکیکہ یعنی بے علم، جاہل اور احمق وغیرہ سے ان کو نوازا گیا" انا اللہ وانا الیہ راجعون " خیر یہاں سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حسام الحرمین کے مصدقین میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو بقول مولوی حامد رضا جاہل اور احمق اور بے علم ہے۔

مولوی محمد شیاب الدین رضوی حسام الحرمین کے مقرظ شیخ سید احمد برزنجی صاحب کی کتاب" غایۃ المامول" کے بارے میں لکھتے ہیں" غایۃ المامول" ایک غیر معروف عالم کی لکھی ہوئی کتاب ہے اس میں بہت سی اعتقادی وفکری غلطیاں ہیں". (علماء عرب کے خطوطِ فاضل بریلوی کے نام ص ٤٧)

حسام الحرمین کے باغی علماء:

پہلے دن سے ہی علماء کرام حسام الحرمین کا رد کرتے ائے ہیں جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بلکہ اب تو بات حسام الحرمین سے صاف صاف بغاوت تک پہنچ گئی ہے۔

مولوی خلیل احمد خان قادری برکاتی لکھتے ہیں

" فقیر کا موقف بفضلہ تعالیٰ بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند کے مولوی اشرف علی صاحب مرحوم مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیر ان کو کافر و مرتد کہنے کے سخت خلاف ہے کیونکہ حق یہی ہے پھر یوم قیامت کے ہولناک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دن کی سہولت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آئے گا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا" (انکشاف حق صفحہ ٣٦ طبوعہ جمال پریس دہلی)

المہند کے بعد علماء دیوبند کے ایمان پر دوسری بڑی دستاوز براۃ الابرار ہے جو ١٩٣٤ء میں شائع کی گئی جس میں ہندوستان کے ٦٠٠ سے زیادہ علماء کرام کی گواہیاں موجود ہیں کہ علماء دیوبند پکے سچے مسلمان ہیں۔

تین سوال ان علماء کرام کی خدمت میں ارسال کیے گئے تھے ان سے ایک سوال یہ تھا

کیا واقعی بقول حشمت علی رضا خانی کے حضرات اکابر علماء دیوبند (نعوذ باللہ) کافر ہیں؟

(بقول بریلویہ) شمس العلماء علامہ معین الدین اجمیری صاحب نے جواب دیا کہ" یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشواہ ہیں" (براۃ الابرار عن مکائد الاشرار ص ٢٠٩ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

بریلوی حجتہ الاسلام حامد رضا خان بریلوی لکھتا ہے

" مگر القول الاظہر سے ظاہر مترشح ہے کہ اس کے مصنف کے نزدیک حد درجے کے مفسدین فی الدین گنگوہی تھانوی۔ نانوتوی دیوبندی مرتدین مسلمان ہیں" (اجلی انوار الرضا صفحہ ۷)

قارئین کرام یہ قول الاظہر بریلوی شمس العلماء معین الدین اجمیری صاحب کی ہے۔.

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی صاحب لکھتے ہیں

" مقام افسوس ہے کہ بعض ہمارے ہی افراد نے اتحاد امت کے نام حسام الحرمین پر قیل وقال شروع کر دیا ہے" (ماہنامہ جہان رضا لاہور صفحہ ۱۳۳ اپریل ۲۰۲۱)

مدیر اعلی پیغام رضا مفتی مطیع الرحمان سے انٹرویو کی تمہید میں لکھتا ہے

" حسام الحرمین پر نظر ثانی ہونی چاہیے مسلک اعلی حضرت کی اصلاح اکابرین اہلسنت کا وقتی اور جذباتی فیصلہ تھا لفظ بریلوی جماعت اہلسنت کی پیشانی پر بدنما داغ ہے مسلک اعلی حضرت وہابیہ دیابنہ کا دیا ہوا نعرہ ہے اعلی حضرت کی تحقیقات حرف آخر نہیں اعلی حضرت نے بھی اپنے بڑوں سے اختلاف کیا ہے تو ہم ان سے اختلاف کیوں نہیں کر سکتے اور بریلی شریف ہی مرکز اہلسنت کیوں؟ یہ اور اس طرح کے اور بھی درجنوں نعرے بلند ہونے لگے" (ماہنامہ جہان رضا امام اہلسنت نمبر صفحہ ۲۰۶)

اسی شمارے میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ" جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دستور اساسی میں اراکین مدرسین اور فارغین کے لیے حسام الحرمین کی حرف بہ حرف تائید شامل ہیں دستور کی یہ ایسی دفعہ ہے جس میں اعلی عہدیدار کو بھی چھیڑ چھاڑ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے پھر بھی وہاں کے بعض فارغین حسام الحرمین پر نظر ثانی کا شدت سے تقاضہ کر رہے ہیں" (ماہنامہ جہان رضا امام اہلسنت نمبر صفحہ ۲۱۲)

امیر دعوت اسلامی الیاس قادری صاحب نے احمد رضا خان سے متعلق ایک کتابچہ تحریر کیا جس کا نام" تذکرہ امام احمد رضا" رکھا۔ اس کے پہلے ایڈیشن میں جو ۱۳۹۳ھ میں شائع ہوا تھا اس کے صفحہ ۱۳ پر احمد رضا کی کتب میں" حسام الحرمین" اور" المعتمد المستند" کا بھی ذکر کیا لیکن تیس سال بعد جدید ایڈیشن میں سے ان دونوں کتب کا نام ہی نکال دیا۔ (ملاحظہ کریں صفحہ ۱۷)

قارئین کرام نہ صرف بریلوی علماء حسام الحرمین سے اختلاف کرتے ہیں بلکہ اب حسام الحرمین پر بریلوی علماء کے آپس میں مناظرے بھی شروع ہو چکے ہیں۔

بریلوی مفتی فیض رسول قادری جو کہ دعوت اسلامی کے مدرس بھی تھے اور مفتی بھی۔ جن کی تقریظ و تائید سے امیر دعوت اسلامی الیاس قادری صاحب نے اپنی کتاب کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب سے شائع کی تھی۔ جن کے بارے میں بریلوی مناظر عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے کہ"

عمدۃ المدرسین فاضل جلیل فخر الاماثل، جناب علامہ فیض رسول صاحب سلم رب الوہاب تسلیمات مسنونہ وافرہ۔ (روئیداد مناظرہ حسام الحرمین ۹)

استاذ العلماء (روئیداد مناظرہ حسام الحرمین ص ۵۱)

گویا کہ مولانا فیض رسول کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ بریلوی محقق العصر صاحب کی نظر میں وہ نہ صرف عمدۃ المدرسین فاضل جلیل ہی نہیں بلکہ

فخر الماثل یعنی ان کے ہم عصر جن کے وجود پر فخر کریں۔

انہی فیض رسول قادری نے حسام الحرمین کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

بریلوی مناظر عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ".

موصوف (فیض رسول صاحب) نے مرکز دعوت اسلامی کراچی میں اپنے دور تدریس میں حضور امام اہل سنت مجدد ملت عظیم البرکتہ اعلی حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کے اہل تنقیص کے خلاف صادر فرما گئے عالم اسلام سے کامل تائید یافتہ مقبولیت تامہ و عامہ کے حامل مشہور فتوی مبارکہ حسام الحرمین شریف سے انحراف کر کے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ (روئیداد مناظرہ حسام الحرمین ص.6 قادریہ پبلشرز کراچی)

یہ ہی مفتی فیض رسول قادری صاحب لکھتے ہیں کہ" تمام علماء عرب اور بے شمار علماء عوام علماء عجم خصوصاً بانیان منہاج وبھیرہ ونیڑیاں یونیورسٹی اور ان سے گہرے روابط رکھنے والے بہت سے علماء ومشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوریؒ و پیر مہر علی شاہ صاحبؒ اور انکے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں وتقریر میں بھی اس پر بین گواہ ہیں اور اسی پر علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ اور ان کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے۔ اب جو شخص یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان پر تو کوئی حکم صادر نہ کرے بلکہ ان میں سے تو کسی سے بیعت یا عقیدت رکھے اور ان کے نظریہ و عمل کو چھپائے جبکہ دوسروں پر حکم تکفیر وتضلیل جاری کرے کیا ایسا شخص انصاف وتقوی کی راہ پر چل سکتا ہے؟ (ماہنامہ متاع مرواں بہاولپور اپریل ۲۰۱۷ صفحہ ۴۹)

سات ہزار بریلوی علماء:

مظہر اعلی حضرت حشمت علی رضوی اپنے ہی ہم مسلک صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو مخاطب کر کے ان کی سنی کانفرنس کا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

" سنی کانفرس کے اراکین جو بڑے بڑے مشہور سنی عالم تھے انہوں نے اب یہ روش اختیار کر لی ہے کہ وہابی دیوبندی غیر مقلد رافضی خارجی آغاخانی قادیانی نیچری وغیرہم کسی بدمذہب و مرتد فرقے کے عقائد کفر وضلال کا قطعاً رد و ابطال نہیں فرماتے، بلکہ اللہ عزوجل کا کذب وجہل وظلم وسرقہ وشراب خوری وغیرہ ہر عیب ونقصان سے وجوبا پاک ومنزہ ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس کا ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام وشیطان ملعون کے علم سے بلکہ اللہ عزوجل کی تمام مخلوقات کے جملہ مجموعی علم سے ازید واوسع ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے چاہنے والے رب کریم کی عطا سے ایسا عظیم ووسیع علم غیب حاصل ہونا جو جملہ ما کان وما یکون من بداء الخلق وما یکون الی یوم القیامۃ کے ہر ہر ذرے ہر ہر قطرے ہر ہر پتے ہر ہر ریزے کو بھی محیط ہے جو ہرگز بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپائیوں کے علم کے مثل نہیں بلکہ اللہ تعالی کے سارے بندوں کے تمام علوم سے اشرف وافضل واعلی جن میں دیوبندیوں کو اختلاف ہے۔۔۔۔۔۔حضور اقدس کو جو قرآن عظیم میں خاتم النبیین فرمایا اس وصف کریم سے اس کے یہی معنی مراد ہونا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہو جانے کے بعد اب کسی اور کو قیامت تک نبوت نہیں مل سکتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں اور جو شخص حضور انور کے بعد کسی اور جدید نبی کو مانے یا کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کا منافی اور مخالف نہ مانے اس کا قطعی یقینی مرتد ہونا جن میں دیوبندیوں ،قادیانیوں، وہابیوں، بہائیوں صدیق دیندار کہلانے والے زندیق چن بسویشور اوتار کے مرتد بیدین چیلوں کو اختلاف ہے۔۔۔اب سنی کانفرس کے مشہور سنی عالم دین کہلانے والے حضرات اراکین نے اس قسم کے تمام مسائل ضروریہ دینیہ ایمانیہ ارشادات قرآنیہ ربانیہ کا بھی تذکرہ قطعا چھوڑ دیا ہے جن میں کسی مسلمان کہلانے والے فرقہ کو اختلاف ہے کیونکہ اس قسم کے ضروری دینی مسائل کو بیان فرمانے سے اندیشہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے یہ فرقے ناراض ہو جائیں اور مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیں جس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ آل انڈیا سنی کانفرس کے مشہور سنی عالم کہلانے والے اراکین صاحبان نے بھی مسٹر جینا اور مہاراجہ محمود آباد صاحبان سے اسی مسلک ومشرب پر عمل کرنے کا بپتسما پالیا ہے کہ جتنے فرقے مسلمان کہلاتے ہیں وہ

سب مسلمان ہیں ان میں باہم ہرگز کوئی تفریق کسی طرح کی تخصیص جائز نہیں۔۔مشہور سنی عالم کہلانے والے اراکین سنی کانفرنس نے بھی اب ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر والے دین اسلام کے عقائد ومسائل بیان فرمانے کو مضر اور نقصاں رساں سمجھ کر ترک فرما دیا ہے کیونکہ ان سے نا تفاقی پھیلتی ہے۔(ستر با ادب سوالات ۵۹ تا ۶۷)

قارئین کرام اس سنی کانفرنس میں بریلوی علماء ومشائخ کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی اور ایک قول کے مطابق پانچ سو مشائخ اور سات ہزار علماء اور عوام کی تعداد تو لاکھوں سے متجاوز۔(تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار صفحہ 76 از شاہ تراب الحق قادری)

گویا ۷ ہزار بریلوی علماء ومشائخ اور لاکھوں عوام کا اس بات پر اتفاق واجماع ہو چکا ہے کہ دیوبندی مسلمان ہیں اور حسام الحرمین کے فتوے کو بیان کرنے پر نا اتفاقی پھیلے گی جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہیں۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی:

مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب صاحب علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں

" ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔(الطاری الداری حصہ دوم صفحہ ١٦ حسنی پریس بریلی وکلیات مکاتیب رضا حصہ دوم صفحہ ۳۹۰ مکتبہ نبویہ لاہور)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے۔۔

مجلس علماء رامپور نے لکھا:

" جب آپ ایسے صاف کلام میں یہ مطلب ایسی شرح سے نکالتے ہیں تو خدا جانے کتنے مسلمانوں کو ایسی شرح کر کے بیدین اور کافر بنا چکے ہوں گے چنانچہ آپ نے علماء حرمین شریفین کو دھوکا دیکر حسام الحرمین فتوی اسی طرح سے مطلب بدل کر حاصل کرلیا کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے جس کا یہ مطلب ہے وہ کافر

ہیں اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مگر جب علماء حرمین شریفین نے ان قائلین سے سوالوں کا جواب لیا مطلب ان کے قول کا ویسا نہ پایا جیسا بریلوی نے بتایا تھا تو لکھ دیا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں کافر نہیں یہ تحریر علما حرمین شریفین، طائف، جدہ، دمشق وغیرہ کی تصدیق ومواہیر سے مکمل ہوکر بنام التصدیقات لدفع التلبیسات کتاب کی صورت میں چھپی ہوئی موجود ہے جس کے دیباچہ میں مولوی صاحب بریلوی کو مثل رافضی لکھا ہے کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں رافضیوں کی طرح تفرق اندازی ان کا کام ہے۔ عام طور پر یہ جعلسازی مولوی صاحب بریلوی کے رسالہ نے کھول دی کہ اس طرح کچھ کا کچھ دکھاتے ہیں". (بزم شیریں چاہ شور ص 13 انجمن اختر الاسلام پیلی بھیت)

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی:

بریلوی جامع المعقول والمنقول مولانا عطا محمد چشتی لکھتے ہیں

" تکفیر کا فتوی حضور کے مسلک کے خلاف ہے لیکن یہ بات اعلی حضرت کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ کسی مولوی کی تکفیر کا مشورہ دیں مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کے سوا اعلی حضرت نے کسی کی تکفیر نہیں کی دیوبندیوں اور بریلویوں میں تکفیر تک اختلاف ہے بعض دیوبندیوں نے آنحضرتؐ کی توہین کی (العیاذ باللہ) اور فاضل بریلوی قدس سرہ اور علماء حرمین شریفین نے ان گستاخ دیوبندیوں کی تکفیر کی لیکن سیدنا پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالی عنہ اس پر خاموش رہے اور کسی کی تکفیر نہیں کی۔ (سیف العطاص ۴۱۱)

پیر نصیر الدین گولڑوی بھی لکھتے ہیں:

حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ کسی بھی کلمہ گو کو کافر یا مشرک کہنے کے حق میں نہیں تھے اور نہ کبھی آپ نے کسی دیوبندی کو کافر یا مشرک قرار دیا۔ (راہ ورسم منزل ص۲۶۲)

پیر کرم شاہ:

پیر کرم شاہ صاحب بھیروی نے اپنے مدرسہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے اساتذہ کے ساتھ مل کر تحذیر الناس کو پڑھ کر تمام اساتذہ کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ لکھا

یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کو صراحتاً ذکر کیا ہے

کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔(جمال کرم ج ا ص ۶۹۴)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

وہ لوگ جن کے پیش نظر تلاش حق اور بیان حق ہے وہ تو مولانا کے مقصد کلام کو سمجھنے کے لیے ان قواعد کو پیش نظر رکھیں گے کہ یہاں قضیہ فرضیہ ہے اور قضیہ فرضیہ اور ہوتا ہے اور قضیہ واقعیہ حقیقیہ اور ہوتا ہے۔(تحذیز الناس میری نظر میں ص ۱۵)

معلوم ہوا فاضل بریلوی کے پیش نظر بیان حق اور تلاش حق نہیں ہے۔

۲۔حافظ احمد بخش لکھتے ہیں:

تحذیر الناس کی عبارت کے بارے میں حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے موقف پر عمل کیا۔(جمال کرم ج ا ص ۶۹۶)

آگے لکھتے ہیں:

حضرت ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے نانوتوی موصوف کی عبارت کو قضیہ فرضیہ پر محمول کرتے ہوئے اسے کفریہ کہنے میں احتیاط برتی ہے۔(جمال کرم ج ا ص ۶۹۶)

معلوم ہوا پیر صاحب ان عبارات کو کفریہ کہنے کے لیے تیار نہیں۔

ایک سابق بریلوی عالم محبوب عالم حزیں صاحب لکھتے ہیں."

جب میں اہل سنت و جماعت کے بارے میں بریلوی علماء کی تقریروں میں برابر سنتا اور ان کی تحریروں میں برابر پڑھتا کہ ان کے عقائد اچھے نہیں ہیں وہ اللہ تعالی کو جھوٹا اور مکار کہتے ہیں، سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کو اپنے بڑے بھائی جیسا درجہ دیتے ہیں، اپنے جیسا ایک انسان سمجھتے ہیں۔ان کے علم کو جانوروں، پاگلوں کے علم سے کمتر بتاتے ہیں، حضور ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ مر کر مٹی میں مل چکے ہیں اور ان کے بعد بھی نبی آسکتا ہے وغیرہ وغیرہ تو مجھے بڑا تعجب ہوتا کہ ایک ایسی جماعت جو ۲۴ گھنٹے سنت پر عمل کلمہ،نماز،روزہ،تلاوت، قرآن کی دعوت دیتی ہو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اپنانے ہی میں مسلمانوں کی دنیا و آخرت میں کامیابی ہے اور دنیا کے گوشے گوشے میں اپنے ذاتی خرچ سے گھوم گھوم کر یہی سبق پڑھاتی ہو، اس کا عقیدہ ایسا کیونکر

ہوسکتا ہے۔علماء اہل سنت کے عقائد کے بارے میں بریلوی علماء کی تقریروں اور تحریروں پر ہی اکتفاء کرنے کے بجائے میں نے سوچا کہ ذرا علماء اہل سنت کے قریب جا کر ان کی تقریروں، تحریروں نجی مجلسوں کے ذریعہ ان کے عقائد معلوم کئے جائیں، کیونکہ جس شخص پر کسی چیز کے بارے میں الزام عائد ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اس کی زبانی بھی حقیقت کا پتہ لگایا جاتا ہے، اس لئے کہ اپنی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی بات کا صحیح مفہوم وہی بتاسکتا ہے اور یہی قاعدہ بھی ہے کہ اگر کسی نے کوئی بات کہی یا لکھی اور سننے یا پڑھنے والے نے اس تحریر یا تقریر سے مقرر یا مصنف کی مرضی اور منشاء کے خلاف کوئی مفہوم لیا تو وہ معتبر نہیں، بلکہ مقرر یا مصنف کا متعین کیا ہوا مفہوم ہی قابل اعتبار ہوگا۔

چنانچہ علمائے اہل سنت کے عقائد ونظریات کے جاننے کے لیے ان سے رجوع کیا اور ان کی تصانیف کے ذریعہ ان کے عقائد کی معلومات حاصل کی تو معلوم ہوا کہ رضاخانی بریلوی علماء جو عقائد علمائے اہل سنت کے اپنی تقریروں اور تحریروں میں بتاتے پھرتے ہیں، وہ سچ نہیں ہیں، بلکہ کسی تعصب اور تنگ نظری کا شکار ہوکر ان کے اوپر بہتان باندھتے ہیں۔علماء اہل سنت کے عقائد کیا ہیں؟ ان کی ایک مؤقر اور معتبر کتاب جس کا نام "المہند علی المفند'' ہے۔ اس کتاب میں علماء اہل سنت نے عقائد سے متعلق ان سارے الزامات کا جواب دے دیا ہے جو بریلوی حضرات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور واضح کر دیا ہے کہ اس قسم کے عقائد سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کی کسی کتاب سے ایسے عقائد ثابت ہیں۔ لہذا اس کتاب کی اشاعت سے پہلے خدانخواستہ اگر علماء اہل سنت کی کسی عبارت سے کسی تنگ نظر نے اپنی کم فہمی کی بناء پر ان کی منشاء اور مراد کے خلاف مفہوم وضع کرلیا تھا تو اسے اب اس کتاب کے ذریعہ علمائے اہل سنت کے عقائد کی وضاحت ہوجانے کے بعد اپنی زبان اور قلم کو روک لینا چاہئے اور اپنی کم عقلی اور ناسمجھی کی بنا پر جو پاک طینت، کچے پکے مسلمانوں کی اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ دل آزاری کی ہے، اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہئے" (اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے ص ۹۳، ۹۴)

طاہر القادری:

مولوی طفیل احمد رضوی لکھتے ہیں

" حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان الازہری صاحب فرماتے ہیں کہ پروفیسر طاہر القادری حسام الحرمین' (جس میں اعلی حضرت نے اکابر دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر کفر کا فتوی لگایا ہے) کو موجودہ

دوریں قابل قبول نہیں مانتا"۔(۴۷زہریلے سانپ صفحہ ۲۰۷ تحریک تحفظ اسلام پاکستان)

مفتی مشتاق احمد چشتی صاحب ناظم دارالافتاء جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف:

ایک فتوے کا جواب تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں" ہمارے حضرت اعلی سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہم بھی تکفیر نہیں کرتے انہیں مسلمان سمجھتے ہیں". تاریخ 30/04/2010۔

ابوالحسن زید فاروقی:

فاروقی صاحب جنک فیض احمد اویسی صاحب نے" شیخ الاسلام" لکھا ہے۔ انکا عقیدہ حسام الحرمین کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی شریف الحق امجدی ان کا عقیدہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکابر دیوبند میں مولوی قاسم نانوتوی کے شاگرد کے شاگرد تھے اور نانوتوی صاحب کو نہ صرف یہ کہ مسلمان جانتے تھے بلکہ بہت بڑا عالم اور ولی کامل مانتے تھے۔ مقامات خیر میں ان کے نام کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ لکھا ہے۔ اس طرح مولوی رشید احمد گنگوہی کے بھی بہت مداح تھے آگے مزید لکھتے ہیں" ایسی صورت میں جب کہ وہ نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارتوں اور گنگوہی کی براہین قاطعہ کی ص ۱۵ کی شیطانی کفری عبارت پر مطلع تھے جس پر علماء عرب وعجم، محل وحرم، ہندوسندھ نے ان دونوں کو کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ ان کفریات پر مطلع ہونے کے بعد جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ پھر بھی جناب ابوالحسن زید صاحب نانوتوی اور گنگوہی کو عالم، ولی مانتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا بنیادی طور پر ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو نانوتوی وگنگوہی کا تھا"۔(فتاوی شارح بخاری ج ۳،ص ۲۴۵)

مولانا قاضی غلام جیلانی:

ان کا تعارف کراتے ہوئے رضاخانی مفتی محمد امین صاحب لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت مولانا غلام جیلانی نے دھوراجی کاٹھیاواڑ کے مدرسہ فخر عالم میں مدرس کے فرائض انجام دینے شروع کئے...... امام احمد رضا سے آپ کو گہری عقیدت تھی اور بارہا بریلی شریف تشریف لے گئے امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک

موقعہ پر جب ایک وفد علماء ندوہ سے بات چیت کے لئے لکھنؤ بھیجا تو اس میں حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی بھی شامل تھے۔

اعلی حضرت سے اظہار نسبت کے لئے مولانا غلام جیلانی اپنے نام کے ساتھ "الرضوی" تحریر فرماتے تھے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مراسلت سے تعلقات کی گہرائی کا بخوبی اظہار ہوتا ہے" (عقیدہ ختم النبوۃ ج ۷، ص ۱۱ تا ۲۱)

خان صاحب بریلوی سے اس قدر قربت عقیدت محبت کے باوجود قاضی غلام جیلانی رحمہ اللہ نے علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں حسام الحرمین کی تائید نہیں فرمائی حالانکہ حسام الحرمین آپ کے پیش نظر تھی جیسا کہ مرزا ملعون قادیانی کے ایک شعر کا رد کرتے ہوئے قاضی صاحب اپنی کتاب "تیغ غلام گیلانی" میں رقم طراز ہیں کہ:

"اس بیت خبیث کے سبب سے فاضل بریلوی مجدد مات حاضرہ مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے مرزا پر اپنی کتاب مستطاب "حسام الحرمین" میں حکم کفر و ارتداد فرمایا جس کی حظیت کی وجہ سے علمائے مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفا و کرام وغیرہ کے نامی نامی بزرگان دین نے اس مرزا کے کفر پر مہریں کر دیں جن حضرات کی تعداد چالیس (۴۰) تک ہے" (تیغ غلام گیلانی : ص 27، مشمولہ عقیدہ ختم النبوۃ، ج 7، ص 41)

اس عبارت سے پتہ چلا کہ حسام الحرمین آپ کے سامنے تھی؛ مگر اس کے باوجود علماء دیوبند سے آپ کی عقیدت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آپ نے اپنے فرزند عبد الحق کو دار العلوم دیوبند پڑھنے کے لیے بھیجا تھا۔ (عبد الحق صاحب مرحوم ۱۹۲۲، ۲۳ء میں دوران طالب علمی وہاں سے علیل ہو کر لوٹے اور وفات پا گئے۔ (ملاحظہ ہو، حیات مستعار : صفحہ ۳۶)

واضح رہے کہ قاضی صاحب کی یہ کتاب جس میں حسام الحرمین کا ذکر کر رہے ہیں "تیغ غلام گیلانی" ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی اور فرزند عبد الحق صاحب کا انتقال ۱۹۲۳ء میں ہوا، لہذا یہاں یہ بہانہ نہیں چل سکتا کہ فرزند کو تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند بھیجنے کا واقعہ حسام الحرمین دیکھنے سے پہلے کا ہوگا

اس کے علاوہ دیوبندی علماء دین سے قاضی صاحب رحمہ اللہ کی عقیدت کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ موصوف نے اپنی کتاب "جامع التحریر فی حرم الغناء والمزامیر" میں مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

کے فرزند حضرت مولانا عبدالاول جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ کس عقیدت واحترام کے ساتھ درج فرمائی ہے قاضی صاحب کے الفاظ ملاحظہ ہو :

''تقریظ جناب مستطاب عالم علم دین ہادی المسلمین منبع العلم والکرم حضرت مولانا عبدالاول صاحب جونپوری دام بالفیض المعنوی والصوری'' (ملاحظہ ہو، مجموعہ مواہیر : ص 4)

القابات پر غور فرمائیں ''عالم علم دین، ہادالمسلمین'

علاوہ ازیں قاضی صاحب مرحوم خان صاحب کے عقیدت مند ہونے کے باوجود ''دیوبندی شیخ طریقت'' سے بیعت ہوئے، مفتی محمد امین رضاخانی لکھتے ہیں:

''قاضی صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سراج الاولیاء حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۳ھ سجادہ نشین خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مرید وخلیفہ تھے'' (ایضاً :ص ۱۱)

حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کو مولوی حسن علی رضوی نے ''وہابی دیوبندی'' قرار دیا ہے، ملاحظہ ہوں۔ (محاسبہ دیوبندیت : ج ۱، ص ۴۰۶، ۴۰۷)

حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ امام المؤحدین حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں کے بھی پیرومرشد ہیں، گویا قاضی غلام جیلانی رحمہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے پیر بھائی تھے اب یہاں مولوی حسن علی رضاخانی کا یہ اصول بھی پڑھ لیں، مولانا کرامت علی جونپوری کے متعلق موصوف لکھتے ہیں :

''سید احمد ساکن رائے بریلی کے مرید ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مولوی اسماعیل قتیل کے پیر بھائی تھے۔ بھلا وہ اپنی ذرّیت پر کس طرح فتوی دیتے؟'' (محاسبہ ج ۱، ص ۵۹۳)

لہذا قاضی صاحب بھی مولانا حسین علی واں بچھراں کے پیر بھائی تھے تو وہ (اپنی ذریت) علماء دیوبند پر کس طرح فتویٰ دیتے؟

واضح رہے کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ گستاخانِ رسول کے لیے کوئی نرم رویہ بھی نہیں رکھتے تھے، بلکہ آپ نے ابن حزم کا رد ہی اس بنیاد پر کیا کہ وہ گستاخان رسول کی تکفیر نہیں کرتا

چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''دوم یہ کہ ابن حزم اگر حیات عندالرفع کا قائل نہ بھی ہو تب بھی کوئی ضرر نہیں اس واسطے کہ ابن

حزم فاسد العقیدہ بد مذہب ہے۔۔۔وہ اسکا قائل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں کسی قسم کی بے ادبی کرنے والا کافر نہیں ہوتا، حالانکہ (گستاخ رسول کے) کفر پر کل امت کا اجماع ہے سوائے ابن حزم کے درمختار وغیرہ میں ہے کہ جو کوئی شخص حضرت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہے''۔(جواب حقانی دررد بنگالی قادیانی ص ۸۴ مشمولہ عقیدہ ختم النبوۃ ج ۷ ص ۲۸۲)

مگر اس کے باوجود قاضی صاحب نے علماء دیوبند کی تکفیر میں خان صاحب بریلوی کی تائید نہیں فرمائی اور علماء دیوبند کے ساتھ عقیدت ومحبت بلکہ بیعت وخلافت کا معاملہ کیا، تو اب اس صورت میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر واقعی علماء دیوبند کی تحریروں میں کوئی بات کفر کی حد تک غلط ہوتی تو یہ بزرگان دین کبھی خاموش نہ بیٹھتے، خان صاحب بریلوی کی انتہا پسندی پر ان بزرگان دین کا ردعمل اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے کہ خان صاحب کی جانب سے علماء دیوبند پر لگائے گئے سب الزامات دراصل ان حضرات علماء دیوبند کی انگریز دشمنی کا سیاسی جواب تھے۔

مولانا الحاج شاہ محمد محی الدین قادری پھل واروی:

سجادہ نشین خانقاہ پیر مجیبؒ وامیر شریعت صوبہ بہار ہندوستان کے حالات زندگی میں لکھا ہے

" بیشتر بریلوی حضرات نے آپ سے علمائے دیوبند کی تکفیر کے متعلق سوالات کئے آپ نے ان کو نہایت مدلل جواب دیئے اور بتایا کہ میں ان حالات میں کسی طرح ان کی تکفیر کا قول نہیں کرسکتا۔ آپ نے بریلویوں کے مسئلہ تکفیر کی شدت سے مخالفت کی ایک بار تاج الدین صاحب بریلوی نے حضرت کے پاس میمن اسماعیل حاجی صدیق کا ایک مطبوعہ استفتا بھیجا جس میں علمائے دیوبند کی کتابوں کے کچھ اقتباس پیش کر کے ان کی تکفیر کا فتوی طلب کیا گیا تھا۔ حضرت نے اسکے جواب میں صاف لکھا۔" جو استفتاء میمن اسماعیل حاجی صدیق قادری برکاتی نوری کا جناب نے ارسال فرمایا ہے اس کے متعلق گذارش ہے کہ ان اختلافات میں جو دیوبندیوں سے ہیں میں دیوب کو خاطی سمجھتا ہوں کافر نہیں کہتا".

جب سائل نے دوبارہ حضرت کو خط لکھا اور انکے عدم تکفیر کی وجہ پوچھی تو آپ نے لکھا " میمن اسماعیل حاجی صدیق نوری کے استفتا کے متعلق جو میں نے تحریر کیا ہے۔ یہی میرا مسلک ہے۔ جن پیران کی غلامی وجاروب کنشی اس فقیر کو حاصل ہے ان کا بھی یہی مسلک تھا۔ کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر پائے جاویں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو اس کو مسلم ہی سمجھنا چاہیئے۔ جماعت دیوبندیہ تاویلات پیش کر رہی

ہے اور اپنی برات کفر سے کر رہی ہے جس سے جناب کو مجھ سے زیادہ اطلاع ہوگی۔تمامی علمائے اسلام عرب وعجم دیوبندیوں کی تکفیر میں متفق نہیں ہیں۔اس فقیر کے علم میں بہترے علما گذرے اور موجود ہیں۔جو مسائل میں دیوبندیوں کے خلاف ہیں لیکن تکفیر نہیں کرتے، یہ فقیر بھی انہیں لوگوں کا ہمنوا اس معاملہ میں ہے" (محی الملتہ والدین ص ۱۶۱)

مفتی مظہر اللہ دہلوی:

بریلوی فقیہ الہند مفتی مظر اللہ دہلوی صاحب اکابر اربعہ دیوبند کے کفر و ایمان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے"۔(فتاوی مطہریہ ص ۳۷۴)

یاد رہے کہ فاصل بریلوی کا فتوی ان اکابرین اربعہ دیوبند کے بارے میں ہر حال میں تکفیر کا ہے۔

حسام الحرمین کی تصدیقات کا حال:

قارئین کرام بریلوی علماء نے المھند کے جوابات اور تقریظات کو غلط ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے خود ساختہ اصول گھڑے ہیں۔اور ان اصول سے خود بریلوی کتب حسام الحرمین وغیرہ جھوٹی فراڈ اور ثابت ہوتی ہیں۔ہم یہاں مختصر طور پر حسام الحرمین کی تقریظات کا جھوٹا اور فراد ہونا ثابت کرتے ہیں۔

فتاوی حرمین کی تصدیقات حسام الحرمین میں:

سب سے تو ہم یہ بتاتے چلیں کہ حسام الحرمین کی یہ تصدیقات دراصل حسام الحرمین کی ہے بھی نہیں اور اس کا بھانڈہ خود احمد رضا خان کے بھتیجے اور خلیفہ حسنین رضا خان بریلوی (جنہوں نے حسام الحرمین کا سب سے پہلا ترجمہ کیا تھا) نے اپنی کتاب میں پھوڑ دیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

فتاوی حرمین کی تصدیقات حسام الحرمین میں

"اعلی حضرت قدس سرہ کی اکثر کتب ورسائل علماء حرمین محترمین کی نظر سے گذرتے رہے

ہیں۔ اوران پانچ رسائل پر تو انھوں نے تقریظیں بھی تحریر فرمائی ہیں ۔ فتاویٰ الحرمینبر جف ندوۃ المین۔ المعتقد المستند ۔، کفل الفقیہ الفاہم ۔حسام الحرین۔ الدولۃ المکیۃ یہ سب رسائل عربی زبان میں ہیں ۔ اور بعض معہ ترجمہ چھپ بھی گئے ہیں ۔ ان تقاریظ میں مرکز اسلام حرین طیبین کے اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اجلہ علماء کرام نے جن آداب والقاب سے اعلی حضرت قبلہ کو نوازا ہے ان آداب والقاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت قبلہ کی جلالت وشان کا اندازہ کیجیئے اور دیکھئے کہ مرکز اسلام کے پاک نفوس میں اعلی حضرت قبلہ کی کس قدر عزت وعظمت بھری تھی میں چاہتا ہوں کہ علماء حرمین طیبین کی رائے ناظرین کے سامنے رکھ دوں ۔ اس وقت میرے پاس کتاب فتاوی الحرین کی ۳۵ تقاریظ ہیں جو حسام الحرین میں کئی جز میں چھپی ہیں" (سیرت اعلیٰ حضرت وکرامات ص ۱۲۱ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور۔)

لیجئے یہ تقریظات تو حسام الحرین کی ہی نہین بلکہ فتاوی الحرین برجف ندوۃ المین کی تقریظات ہیں اوراس میں نہ تو براہین قاطعہ کا ذکر اور نہ ہی فتوی گنگوہی کا ذکر اور نہ ہی حفظ الایمان کا ذکر ہے بلکہ حفظ الایمان تو ۱۳۱۹ھ میں لکھی گئی تھی اور فتاویٰ الحرین ۱۳۱۷ھ میں لکھی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حسام الحرین میں درج تقریظات کچھ تو حسام الحرین کی ہی ہوسکتی ہیں اور کچھ فتاوی الحرین برجف ندوۃ المین سے لی گئی ہو۔

حسنین رضا بریلوی کی یہ بات دراصل ساکنان بریلی ورامپور کے اس خط پر تصدیق ہے جوانہوں نے کلید بردار خانہ کعبہ شیخ عبدالقادر شیبی کو لکھا تھا جس میں احمد رضا خان خان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا تھا۔ مولانا اسحاق بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خط اپنی کتاب میں شائع کیا تھا۔ ہم اس خط کا مکمل ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

"اہل بریلی کی طرف سے شریف مکہ کی خدمت میں عرض حال۔

بعد صلوۃ کے اہل بریلی کی طرف سے نائب خلیفۃ المسلمین شریف مکہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ازراہ مہربانی ہم کو اس حکم نامہ سے مطلع فرمایا جائے جو حضور نے مجلس شوری میں احمد رضا پر صادر فرمایا۔ اس لیے کہ اس نے یہاں اپنی بعض تحریرات (مکاتیب) میں شائع کیا ہے کہ مکہ معظّمہ میں حضور شریف صاحب نے میرے اعتقاد سے خوشی اور موافقت ظاہر فرمائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے حکم نامہ سے احمد رضا کی تحریرات کی تردید وتکذیب کی جائے اور اس کا جھوٹ کھول دیا جائے۔ نیز

حضور پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ احمد رضا کے اس رسالہ پر جو اس نے مسیح قادیانی کی تردید میں لکھا ہے کہ معظّمہ کے بعض علماء نے جو تقریظ لکھی ہے عنقریب احمد رضا دغا باز اس کو بدل کر اپنے غرض و مطلب کی طرف لے جائے گا کیونکہ یہ شخص دجال و مکار ہے۔ طرح طرح کی مہریں بنالیتا ہے اور ایک کتاب کی تقریظ کو دوسری کتاب میں شامل کر دیتا ہے اور یہ شخص مسیح قادیانی سے کسی طرح کم نہیں۔ اس لیے کہ قادیانی پیغمبری کا مدعی ہے اور احمد رضا مجددیت کا۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام آپ ہی کے گھر سے پھیلا ہے اور آپ ہی اس کے مددگار ہیں۔ والسلام" (قاطع الوریدص 168

پیسوں کے عوض تصدیقات:

احمد رضا خان صاحب کو یہ تقریظات کس طرح حاصل ہوئی تھی اس کا بھی کچھ نمونہ ہم آپ کو دکھاتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں

" بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ (علیہ رحمۃ اللہ) تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی (علیہ الرحمۃ اللہ الھادی) رہتے تھے ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں حسام الحرمین و الدولتہ المکیہ پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی" ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم صفحہ 219 مکتبۃ المدینہ کراچیاب یہ "سعی جمیل" کیا تھی وہ بھی ملاحظہ کریں۔ احمد رضا خان صاحب کے ایک مرید احمد علی اپنے ایک مکتوب (جو انہوں نے احمد رضا خان صاحبہ کو لکھا تھ) میں لکھتے ہیں شیخ بدرالدین محدث شام کے فرزند خلف الصدق سید تاج الدین صاحب ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں ہمراہ اہل شام بعادت تشریف لائے مولوی محمد اعظم حسین صاحب بھوپالی کے مکان پر اترے ان کے ساتھ دس آدمی تھے۔ ہم نے ان سب کی دعوت کی جس میں فقیر احمد علی کے چھ سات روپے اور باقی بھی مولوی محمد کریم اللہ صاحب کا خرچ ہوا علاوہ ازیں بعض بعض اشیاء خوردنی وغیرہ مولوی صاحب اور فقیر نے بھی ان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیں ــــــــ الحاصل ان سبپ کوششوں اور اخراجات کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ تاج الدین صاحب نے دولت مکیہ شریف پر تقریظ اپنے ہاتھ سے لکھی". (علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام ص ۷۹،۸۰)

نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں" محمد سعید بیا بھیل کی ایک تحریر ہے اس تحریر میں کہیں

ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتب کی کوئی عبارت کفری نہیں تو تصدیق کس بات کی ہے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

مرادآبادی صاحب کا یہ لکھنا کہ سعید بالصبیل صاحب کی تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی میں جو حکم دیا گیا وہ غلط ہے خود حسام الحرمین میں درج سعید بالصبیل صاحب کی تقریظ کو جھوٹی ثابت کررہا ہے کیونکہ سعید صاحب نے حسام الحرمین میں اپنی تقریظ میں کہیں ایک جگہ بھی براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اکابر اربعد دیوبند میں سے کسی کا نام تک بھی نہیں لکھا۔

بریلوی ارشد مسعود لکھتے ہے کہ

" دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جو حوالہ پیش کیا اس میں میں وہ سیدی اعلی حضرت کا اسم گرامی تو نہ دکھا سکے اور نہ ہی دکھا سکتے ہیں". ص ۲۲۲ کشف القناع عن مکر ماوقع فی الدفاع مکتبہ منظر الاسلام یعنی تحریر میں نام نہیں تو فتوی بھی نہیں۔ مرادآبادی صاحب اور ارشد مسعود اینڈ ٹیم کے اصول سے نہ صرف سعید بابصیل صاحب کی تقریظ جھوٹی ثابت ہوتی ہے بلکہ حسام الحرمین میں اکثر تقریظات جھوٹی ثابت ہوجاتی ہے حسام الحرمین کی ۳۳ تقریظات میں سے ۲۹ تصدیقات میں کسی ایک دیوبندی عالم کا نام بھی نہیں لکھا اور نہ ہی کتب کا نام لکھا ہے۔

شیخ العلماء شیخ محمد سعید بابصیل صاحب کا اپنی تقریظ میں تکفیر سے اعراض:

قارئین کرام ہم آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ العلماء شیخ محمد سعید بابصیل صاحب نے اپنی تقریظ میں احمد رضا خان صاحب کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اور یہ وہ ہی شیخ محمد سعید صاحبہیں جنہوں نے اس سے پہلے غلام دستگیر قصوری کی کتاب پر اپنی تقریظ میں بھی علما دیوبند کی تکفیر سے انکار کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریظ میں لکھا کہ" صاحب براہین اور اس کے مئویدن ہر چند وہ یقینی کافر نہیں" ۔(تقدیس الوکیل عن توبین الرشید والخلیل ص ۲۸۲)

مکتبہ نبویہ لاہور سے چھپنے والی الدولتہ المکیہ جس کا ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نے کیا ہے ۔اس ترجمہ میں جہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے شیخ سعید بابصیل صاحب کی تقدیسالوکیل کی تقریظ نقل

کی تھی تو تقریظ میں جہاں علماء دیوبند کی عدم تکفیر کا ذکر تھا فاروقی صاحبنے وہ جملہ ہی حذف کر دیا۔مکتبہ نبویہ لاہور سے چھپنے والی حسام الحرمین جس کا ترجمہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے کیا ہے۔انہوں شیخ محمد سعید پا پھیل صاحب کی تقریظ کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے شیخ نے اپنی تقریظ میں عدم تکفیر کا قول اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے شیخ محمد سعید صاحب بھی حسام الحرمین میں درج احمد رضا کے فتوے کی ضد میں آتے تھے۔شیخ محمد سعید بابصیل صاحب کی تقریظ کی اصل عبارت یوں تھی

" اس میں ان چند فاجروں کے نام بیان کیے ہیں جو اپنی گمراہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافرووں سے کمینہ تر کافروں میں ہوں"۔(حسام الحرمین ص ۱۱۷ مکتبہ نعمیہ لاہور)

یعنی گمراہی کا قول تو اختیار کیا ہے لیکن کافر نہیں کہا جبکہ فاضل بریلوی تکفیر پر ہی مصر تھے۔ پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے تحریف کی کہ شیخ محمد سعید صاحب کی تقریط کو یوں لکھ دیا" یہ لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے کمین تر کافروں میں شمار ہوتے ہیں"۔(حسام الحرمین ص ۱۳۱ مکتبہ نبویہ لاہور)

حسام الحرمین کئے غیر عرب مصدقین:

عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی

مولانا یوسف افغانی

مولانا عبد الکریم داغستانی

مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی

شیخ فضل بن ابراہیم خر پوتی

الشیخ محمد بن محمد موسی

حسام الحرمین میں احمد رضا خان نے نے متعدد عجمی علماء کی تصدیقات شامل کی ہیں ان تصدیقات کو علماء حرمین کی حیثیت سے پیش کیا ہے جبکہ نعیم الدین مراد صاحب المہند کی تصدیقات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی گئی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علمائے مکہ میں سے ہوں گے مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں بندہ احمد رشید خان نواب لکھا ہے دیکھو التلبیسات ص ۵۳ یہ نواب اور خان بتلا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہے اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ

نواب اور خان نہیں لکھا تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ اور علماء مکہ میں سے نہیں ان کی تحریر کو علمائے مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ جرات ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکا دیا جاتا ہے چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے اس کو بھی علمائے مکہ کے سلسلے میں داخل کیا ہے ہندی وافغانی علماء مکہ میں گئے۔اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھا لے کر علماء مکہ شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا" (التحقیقات لدفع التلبیسات صفحہ ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

حشمت علی صاحب لکھتے ہیں" مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ کے دستخط المہند پر نہیں ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے ان پر المہند کی مکاری کھل گئی۔اور انھوں نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی۔ حالانکہ حسام الحرمین میں ان کی تقریظ موجود ہے" (رادالمہند ص ۱۱۶ یلاد پبلیکیشنز)

حسام الحرمین اور مفتی حنفیہ:

حشمت علی رضوی جی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ حسام الحرمین میں مفتی حنفیہ کی تصدیق موجود ہے جبکہ مفتی حنفیہ کی تصدیق حسام میں موجود ہی نہیں ہے کیوں کہ اس وقت مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس تھے۔احمد رضا کے ملفوظات میں ہے کہ" مکے میں میں بنام" علم" کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہو سوا مولانا عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے ۔" (ملفوظات اعلیحضرت حصہ دوم صفحہ ۳۹۹)

تصدیقات کی تاریخ:

قاضی فضل احمد لدھیانوی اپنی کتاب انوار آفتاب صداقت کے اعتراض نمبر ۱۰ اور ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ المہند کی تقاریظ کے آخر میں تاریخ درج نہیں۔اس کو وہ تقاریظ کے جھوٹا ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔ یہ اعتراض کہ تاریخ نہیں یہ ایک لغو اعتراض ہے کیونکہ اگر تصدیقات کے ساتھ تاریخ کا درج نہ ہونا تصدیقات کے باطل یا پورے رسالے کے ہی جعلی ہونے کی علامت ہے تو حسام الحرمین کی ۳۳ تصدیقات میں سے صرف ۴ تصدیقات کے آخر میں تاریخ ہے باقی ۲۹ تصدیقات میں کوئی تاریخ درج ہی نہیں۔حسام الحرمین کی تائید میں بریلوی تصدیقات کا مجموعہ الصوارم الھندیہ کے نام سے تیار کیا گیا اس میں ۲۶۸ تصدیقات میں ۲۰۰ سے زائد تصدیقات کے اخر میں تاریخ درج نہیں۔

بندہ نے اپنی ٹوٹی پھوٹی کاوش آپ احباب کے سامنے پیش کردی ہے

جو غلطی کوتاہی ہوگئی ہواس پر بندہ پیشگی معذرت خواہ ہے۔

بندہ نے کتاب میں نرم لہجے کو اپنایا ہے البتہ کہیں کوئی تیز الفاظ آگیے ہوتو وہ ردعمل کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔

اہم گذارش :

ایسے تمام افراد و ادارے جو المہند علی المفند کو شائع کرتے ہیں ان سے گذارش ہے المہند کے سوالات سے پہلے جو مقدمہ (یا تمہید) ہے اس کے آخر میں اس مقدمے کو لکھنے والے یعنی ابن شیر خدا مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام ضرور لکھیں۔ کیونکہ وہ مقدمہ حضرت کا ہی لکھا ہوا ہے جیسا کہ مطبع عزیز المطابع میرتھ کے مطبوعہ سب سے پہلے نسخے میں مقدمے کے آخر میں حضرت کا نام موجود ہے۔

نوٹ : بندہ نے تکرار جواب اور طوالت سے کتاب کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسے اعتراض کا جواب ایک ہی جگہ پر دیا دوبارہ اعتراض آنے پر اس کے جواب کے مقام کی نشاندہی کردی گئی ہے

مولوی نعیم الدین مرادآبادی کی کتاب التحقیقات لدفع التلبیسات کا علمی محاسبہ

التصریحات

لدفع

التلبیسات

مولانا ابوایوب قادری

فہرست التصریحات لدفع التلبیسات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام احمد رضا خان نے امت کو ٹکڑے کرنے کے لئے حسام الحرمین کے نام سے ایک چال چلی تو علمائے اہلسنت دیوبند نے اس کا جواب المہند علی المفند کے نام سے دیا۔اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علماء بریلویہ علماء حرمین کی تصدیقات سے مزین اس کتاب کو قبول کرتے اور امت کو ٹکڑے ہونے سے بچاتے لیکن انہوں نے اپنا مسلک بچانا زیادہ اہم سمجھا اور المہند کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اس پر الزام لگانا شروع کر دیئے۔

نعیم الدین مرادآبادی نے ایک استفتاء کے جواب میں المہند کے خلاف کتاب لکھ ماری۔

راقم کی نظروں سے گزری تو سوچا اس میں جو چال بازیاں کی گی ہیں ان کو برہنہ کیا جائے اور المہند کی صداقت کو مزید ظاہر کیا جائے۔

نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصہ تمہید کے طور پر ہے۔

دوسرے حصہ میں المہند پر بارہ اعتراض کیے ہیں

تیسرے حصے میں تصدیقات پر اعتراض وارد کیئے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کا جواب اسی ترتیب سے دیا ہے اور باقاعدہ متن بنا کر ہر ایک بات کا جواب دیا ہے۔جس سے المہند کی حقانیت مزید واضح ہوگی بلکہ حسام الحرمین کی چالبازیاں بھی عیاں ہونگی

سب سے پہلے ہم مرادآبادی صاحب کی شخصیت کا جائزہ بریلوی اصولوں کی روشنی میں لیتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرادآبادی صاحب نے قلم تو علماء اہلسنت کے خلاف اٹھایا لیکن علماء حق کی کرامت ظاہر ہوئی کہ مرادآبادی صاحب اپنے مسلک کے باغی نکلے۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی شخصیت بریلویت کی روشنی میں:

ا کنز الایمان میں میں سورۃ آل عمران آیت نمبر 79 کے تحت مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں

نجران کے نصاری نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ ہم انہیں

رب مانیں اس آیت میں اللہ تعالی نے ان کے اس قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیاء کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ ابو رافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں حضور نے فرمایا اللہ کی پناہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں (حاشیہ نمبر ۱۵۰ خزائن العرفان)

دونوں آیات کے شان نزول میں حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو من دون اللہ میں شمار کیا گیا ہے

اسی طرح لکھتے ہیں

عبادی من دون اللہ سے مراد حضرت عیسی وعزیر اور ملائکہ کو لیا گیا ہے (حاشیہ نمبر ۲۱۳ خزائن العرفان)

انبیاء کو من دون اللہ کہنا بریلوی علماء کی نظر میں :

مراد آبادی صاحب کی اس بات پر مولانا عمر اچھروی صاف فتوی لگاتے ہوئے لکھتے ہیں

رسولوں کو غیر اللہ کہنے والوں کے واسطے فتوی کفر ارشاد فرمایا ہے (مقیاس حنفیت ص ۴۳)

اسی طرح مولوی عنایت اللہ سانگلہ ہلوی لکھتے ہیں

مقدس ہستیوں پر من دون اللہ کا اطلاق جہالت کے سوا کچھ نہیں (مقالات شیر اہلسنت ص ۲۱)

پس نعیم الدین مراد آبادی صاحب مولوی عنایت اللہ سانگلہ ہلوی کے فتوے سے جاہل ثابت ہوتے ہیں .

اس لیے ہم یہ عرض کریں گے کہ

جو خود اپنے ہی ہم مسلک علماء کی کتب کی روشنی میں جاہل ثابت ہو بھلا وہ علمائے اھل السنت دیو بند کے خلاف محاذ آرائی قائم بھی کرے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے .

۲ : نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں

سب سے پہلے جس ذات اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نور پاک تھا یا جابر ان اللہ خلق نور النبیک قبل اشیاء اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا جلیل منصب مرحمت کیا (فتاوی صدر الافاضل ص ۱۹۵)

مزید لکھتے ہیں

ابھی تک آدم علیہ السلام کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی (ایضاً)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اس وقت مل گئی تھی جب حضرت آدم علیہ السلام کی روح بھی جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی تھی سوان کا یہ نظریہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں.

اس نظریے پر بریلوی مناظر علامہ اشرف سیالوی رقمطراز ہیں

کیا عالم بالا والی نبوت اس عالم آب وگل میں موثر تھی ؟ اگر موثر تھی تو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ادائے نبوت کا کیا جواز ہے کیا ان کو برحق نبی اور حقیقی نبی مانا جائے یا معاذ اللہ ناحق مدعی یا مجازی نبی تسلیم کیا جائے اگر وہ موثر تھی یعنی آپ عالم اجسام کے لئے بالفعل نبی تھے اور بایں ہمہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ السلام تشریف لاسکتے ہیں اور دعوائے نبوت ورسالت بھی کرسکتے ہیں تو کیا مرزا قادیانی جیسے کذابوں کے لیے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ جب اتنی تعداد میں انبیاء کی آمد اگر ختم نبوت کے منافی نہیں ہے تو صرف میری نبوت کیوں ختم نبوت کے منافی ہے اور کیا قاسم نانوتوی والے قول کی قوی اور مضبوط بنیاد فراہم نہیں ہوجائے گی جبکہ اس کو کفر قرار دیا گیا ہے. (نظریہ ص ۱۱۱)

ایک بریلوی لکھتے ہیں

تحقیقات : جب لوگ ملک مذہبی چالبازوں کی چالبازی کا شکار ہورہے تھے اور جس راستے پر چل رہے تھے وہ عنقریب ہی انہیں قادیانیت کی گود میں لے جانے والا تھا تو اس وقت امام احمد رضا بریلوی کے افکار اور سید محدث اعظم پاکستان کی فراست کے پاسبان حضرت شیخ الحدیث نے ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے 415 صفحات کی ایک کتاب لکھی اور ایسی لکھی کہ علم کے دریا بہا دیے مستقبل قریب میں ان شاء اللہ یہ کتاب ہر خاص وعام کی دینی ضرورت بنتی نظر آرہی ہے. (حجۃ الاسلام نمبر ص ۲۶۲)

تتمہ تحقیقات میں لکھا ہے

اگر سرکار علیہ السلام کو سب سے پہلے نبوت ملی تو آپ خاتم النبیین کیوں کر ہوسکتے ہیں اگر سب سے پہلے سرکار علیہ السلام ختم نبوت سے متصف تھے تو پھر بعد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیسے مبعوث ہوئے اس طرح تو پھر نانوتوی کا کلام ٹھیک ہوجائے گا خاتم بمعنی اصل نبی ہیں اور دوسرے انبیاء آپ کے تابع ہیں لہذا اگر بعد زمانہ نبوی کوئی اور بھی نبی آجائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا (تحقیقات

ص ۴۱۹)

ان عبارات سے یہ واضح نتیجہ نکلتا ہے کہ جولوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع سے نبی مانتے ہیں وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منکر ہیں.

پس نعیم الدین مراد آبادی صاحب اشرف سیالوی اور دیگر علماء کے اصول سے ختم نبوت کے منکر نکلے۔

3. نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں" شب معراج آپ ﷺ اولین اور آخرین کے علوم عطا فرما دیا گئے. (الکلمۃ العلیا ص ۲۱ ملخصاً)

یعنی شب معراج سے پہلے کا عرصہ ایسا تھا جس میں آپ صلی اللہ وسلم کو کلی علم غیب حاصل نہ تھا.

اس پر مقیاس حنفیت میں عمر اچھروی بریلوی صاحب لکھتے ہیں

اگر کسی نے بھی بالفرض نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کچھ وقت کے لئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر وہ منکر نبوت رہے گا. (مقیاس حنفیت ص ۲۹۹)

نعیم الدین صاحب تو ایک لمبے عرصہ تک کلی علم غیب کی عطا کے منکر نکلے سو وہ اتنی دیر تک منکر نبوت بھی ثابت ہوئے۔

4۔مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں آپ (حضرت داؤد علیہ السلام) کی نانوے بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیغام بھیجنے کے بعد عورت کے اعزہ واقارب دوسرے کی طرف التفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کرسکا اور اس نے طلاق دیدی آپ کا نکاح ہو گیا، (خزائن العرفان ۷۵۶ : سورۃ ص آیت نمبر ۱۲)

دوسری طرف آئے! پیر کرم شاہ ازہری لکھتے ہیں:

یہ ساری باتیں قیاس آرائیوں کے بغیر کچھ نہیں، (ضیاء القرآن : ج ۲ ص ۶۳۲)

یہ تو تھی مولوی نعیم الدین صاحب کی حیثیت اپنے گھر کی عدالت میں. اس حوالے سے ہم مزید بھی بہت کچھ لکھ سکتے ہیں تاہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں.

آغاز جواب کتاب:

نعیم الدین مراد آبادی ایک استفتاء کے جواب میں رقمطراز ہیں۔

وہابیہ کا یہ اتّہام کہ اعلیحضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا، کذب اور افتراء خالص ہے۔ بلفظہ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴)

الجواب:

تجھے طعام سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
طعام خواہ ہے مگر صاحب مطالعہ نہیں۔

آئیں علمی میدان میں ہم آپ کو دیکھاتے ہیں کہ یہ مکفر المسلمین کالقب اتّہام ہے یا حقیقت فاضل بریلوی کی اس تکفیر مہم کا گلہ وشکوہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے استاد خواجہ معین الدین اجمیری نے بھی کیا ہے۔

چناچہ وہ لکھتے ہیں۔

"اعلی حضرت ایک عالَم کی تکفیر کرنے والے۔۔۔۔۔ کیا زبردست داوگھات چودھویں صدی کے مجدد نے ایجاد کے ہیں کہ تمام عالم کی تکفیر اور تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتھے نہ چڑھے اور گھر میں بیٹھ کر تمام میدان جیت لے۔ (بلفظہ تجلیات انوار المعین ص ۳(

چلتے چلتے مزید انکشاف کرتے ہیں۔

تکفیر۔ خلقت آپ کی اس فضیلت سے بیحد نالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شائد کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمانوں نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ (بلفظہ ایضاص ۳۷)

مزید خان صاحب کے قلم کی جولانی لکھتے ہیں۔

آپ کی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں۔ (ایضاً ص ۳۹ بلفظہ)

مزید فاضل بریلوی کی پردہ دری کرتے ہیں۔

* کفر کی تعداد میں بے شمار اضافہ کردیا اور اسلام کو قریب اپنے زعم میں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ (بلفظہ ایضا صفحہ ۳۸(

مزید پردہ سے حقاق اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں۔۔۔۔۔۔جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کوان سے بدظن کر دیا (ایضا بلفظہ ص ۴۲(

وہابی گستاخ رسول کو کہتے ہیں۔فتاوی فیض الرسول ص

گویا فاضل بریلوی نے اکثر علماء اہل سنت کو گستاخ رسول بنا دیا۔

اب ذرا بتائیں نعیمی صاحب یا ان کے متبعین کیا اب بھی خان صاحب پر مکفر المسلمین کا اتہام ہے؟ یا حقیقت؟

صاحب انوار رضا نے لکھا۔جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔کیوں نہیں جانتا اس کا نتیجہ خود نکالتے ہیں۔جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ۔۔۔۔عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے بریلوی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی (انوار رضا ص ۱۰)

یہی بات سفید وسیاہ میں بھی ہے۔

عام طور پر جو بات لوگوں میں مشہور ہوتی ہے اس کہ متعلق۔

ابو کلیم محمد صدیق فانی بریلوی نے لکھی ہے

آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔(انوار احناف ص ۶۳)

مزید لکھتے ہیں۔

مشہور محاور ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو کیا عام لوگ اس شبہ میں حق بجانب تھے یا نہیں؟ (ایضا ص ۶۴(

آگے مراد آبادی صاحب احمد رضا خان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں

جو اعلیحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اسکو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے۔۔۔۔۔مثلا جو شخص توحید میں ہمارا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔۔۔۔رسالت میں ہم عقیدہ نہ ہو کافر

سب سے قبل تو ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ احمد رضا خان کا ہم عقیدہ کون کون نہیں۔

تاکہ قارئین کو اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ احمد رضا کے فتوی سے بریلوی علماء نہیں بچ سکے اور نہ ہی بچ سکتے ہیں۔

احمد رضا و پیر کرم شاہ سرگودھا بھیرہ شریف:

احمد رضا خان کا فتوی ہے اکابر اربعہ کے متعلق ."من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر."

جبکہ پیر کرم شاہ بریلوی بانی دار العلوم دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں ان کی کتاب تحذیر الناس پڑھنے کہ بعد۔

یہاں ہم ان کی کتاب کہ چند اقتباسات لکھتے ہیں۔

نمبر :۱

جب میں نے تحذیر الناس کا مطالعہ کیا اور مولانا قاسم نانوتوی کے خیالات پڑھے تو میری خوشی کی انتہا نا رہی"۔(تحذیر الناس میری نظر میں ،ص ۷ پیر کرم شاہ)

نمبر :۲

مولانا (نانوتوی) کی تالیف کا مطالعہ کرتے ہوئے جب وہ دلائل سامنے آتے ہیں جن سے مولانا نے حضور سرکار دوعالم کی عظمت، شان اور رفعت مقام کو ثابت کیا ہے۔تو ہر مومن کا دل فرحت اور انبساط سے لبریز ہو جاتا ہے"۔(تحذیر الناس میری نظر میں ،ص ۲ ۳ پیر کرم شاہ)

نمبر :۳

''اگر اور بالفرض" جیسے الفاظ سے صرف وہ لوگ جن کے پیش نظر تلاش حق اور بیان حق ہے مولنا نانوتوی کے مقصد کلام کو سمجھیں گے کہ یہاں قضیہ فرضیہ ہے۔اور قضیہ فرضیہ اور ہوتا ہے اور قضیہ واقعیہ حقیقیہ اور ہوتا ہے۔ان دونوں کے درمیان بعد المشرقین ہے ."(تحذیر الناس میری نظر میں ،ص ۵۱ پیر کرم شاہ)

(یعنی مکفر المسلمین تلاش حق اور بیان حق کے داعی نہیں تھے۔ بلکہ اس کتاب کو استعمال کر کہ فتنہ برپا کرنے اور علمائے دیوبند سے نفرت و بغض پیدا کرنے کیلئے استعمال کیا)

نمبر :۴

''میں مندجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے۔کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص بلاشبہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین میں سے تصور کرتے تھے اور اسکے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے

تھے۔اور انہوں نے اس بات کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جو نبی پاک ﷺ کے ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ بلاشبہ کافر ہے۔اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔(تحذیر الناس میری نظر میں،ص ۵۸ پیر کرم شاہ)

اب ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ ان اقتباسات کو پڑھنے کہ بعد فیصلہ کریں کہ پیر کرم شاہ بانی دار العلوم دیوبند کو مسلمان جانتے ہیں یا کافر؟

کیا مکفر المسلمین کہ فتوی سے پیر کرم شاہ مسلمان رہتا ہے؟

احمد رضا و علماء فرنگی محل :

احمد رضا خان کی جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے ان کہ دولت خانہ پر ملاقات ہوئی نجی گفتگو میں حفظ الایمان کی عبارت زیر بحث آئی۔ مکفر المسلمین نے اسے مختلف انداز میں عبد الباری کے سامنے پیش کیا کہ اس میں کفر ہے اس پہلو سے وغیرہ وغیرہ لیکن عبد الباری نہ مانے اور احمد رضا خان خاموش ہو گے اور دوستی اور محبت کو برقرار رکھا۔

ملاحظہ فرمائین تفصیل کے لئے۔(سیرت انوار مظہر یہص ۲۹۲ وفتای مظہر یہ ص ۴۹۹ و مکتوبات امام احمد مع تنقیدات وتعاقبات ص ۷۰)

ان کتب میں تصریح ہے کہ احمد رضا کی ملاقات عبد الباری سے ہوئی اور عبارت بھی زیر بحث آئی لیکن عبد الباری نے حفظ الایمان کی عبارت کو گستاخانہ تسلیم نہیں کیا۔

مزے کہ بات یہ ہے کہ خان صاحب بریلوی کی ملاقات عبد الباری سے حسام الحرمین کی اشاعت سے تقریبا پانچ سال بعد ہوئی۔

احمد رضا کی جب عبد الباری سے خط کتابت ہوئی جس کہ نتیجہ میں الطاری الداری کتاب وجود میں آئی۔

جو حسام الحرامین کی اشاعت کہ تقریبا ۱۴ سال کہ بعد کی ہے۔

اس مین عبد الباری اپنے ایک خط میں خان صاحب کو مخاطَب کر کہ کہتے ہیں۔

ہمارے اکابر اعیان نے علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے مولوی قاسم صاحب کے نام خط کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔۔۔

(الطاری الداری حصہ سوم ص ۱۶)

اس عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے۔

علماء فرنگی محل خان صاحب کی اس تکفیر مبہم کے ساتھ نہیں ہیں۔

جس کا ثبوت مولانا عبدالباری صاحب کے پاس ہے حسام الحرمین پڑھنے کہ بعد۔

حشمت علی بریلوی لکھتا ہے۔

مرتد اشرف علی تھانوی کے مرنے پر جن علماء فرنگی محل نے علی الاعلان اس مرتد کیلئے جلسہ فاتحہ خوانی وثواب رسانی اور دعاء مغفرت کیا ہو پھر اپنے اس کفری فعل کو اخبار ہمدم میں چھاپ کر شائع بھی کیا ہو۔(ستر باادب سوالات ص ۳۱)

الفضل ماشهدت به الاعدائ۔

ہمارے ایمان کی گواہی تو فریق مخالف کا دوست بھی دیتا ہے۔

صرف گواہی ہی نہیں علماء دیوبند کی وفات کہ بعد ان کے لئے مغفرت کی دعائیں بھی کرتے ہیں

بریلویوں کی توحید:

پیر نصیر الدین گولڑوی اس عنوان کہ تحت لکھتا ہے۔

شرکیہ عبارت کو بے غبار ثابت کرنے پر چیلنج۔

سیالوی صاحب نے اپنا غیر مطبوعہ مقالہ مجھے بھیجا تو میں نے اسے پوری توجہ اور علمی دیانت کے ساتھ پڑھا لیکن جب میں اس کہ صفحہ ۲۳ پر پہنچا تو میری حیرت کی انتہاء ہوگی کہ ایک پرانے مولوی اور شیخ الحدیث کہ قلم سے ایسی عبارت کیوں کر نکل سکتی ہے۔میں نے اسے کئی بار پڑھا غور سے پڑھا حتی کہ اپنے پڑھنے والے متعدد علماء کرام کے سامنے وہ عبارت رکھی لیکن اس عبارت کو مفھوم شرک سے مبرا قرار نہ دیا جا سکا۔۔۔۔۔۔بلکہ مشکل کام اولیاء ومرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتا آسان کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے۔(لطمۃ الغیب ص ۹۲، ۹۳)

قائین عبارت کو غور سے پڑھیں جس میں پیر نصیر الدین بریلوی نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جس میں صرف پیر نصیر الدین ہی نہیں بلکہ متعدد علماء نے رضا خانیت کی توحید بتائی ہے کہ مشکل کام اولیاء و مرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتا آسان کام اپنے ذمہ کرم پر لے لیتا ہے

کیا مرادآبادی صاحب اس توحید کو نہ ماننے والے کو کافر کہتے ہیں؟

بریلوی مفسر قرآن فیض احمد بہاولپوری لکھتا ہے۔

ورنہ ظاہر ہے شیطان زانی نہیں چور نہیں ڈاکو نہیں۔۔۔۔۔وہ تو اعمال صالحہ کے لحاظ سے تا حال ویسے پابند ہے جیسے پہلے تھا اور توحید میں رئیس الموحدین ہے یہاں تک کہ اس کا نام۔۔۔۔۔عبد اللہ یعنی اللہ کا بندہ نام بتائے گا۔(ابلیس تا دیوبند ص ٢٤)

مرادآبادی صاحب اور ان کے متبعین سے سوال ہے کیا وہ اس توحید کے قائل ہیں؟

شیطان سے اتنی محبت آخر کیوں ہے؟

بریلویت اور عقیدہ رسالت:

قارئین آپ نے بریلوی توحید اور توحید سے دشمنی تو دیکھ لی ہے۔اب بریلوی عقیدہ رسالت بھی دیکھ لیں۔

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر بریلوی لکھتا ہے

بعض اعلحضرت کے عقیدتمند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیحضرت فاضل بریلوی کو حضور ﷺ سے بھی بڑھکر اور اعلی سمجھتے ہیں۔(مخلصاً، مغفرت ذنب ص ٤٨)

کیا مرادآبادی صاحب ایسی رسالت مانتے ہیں جس میں خان صاحب کو امام الانبیاء سے بڑھ کر مانتے ہو؟

مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اعلی حضرت سے ایسی اندھی کافرانہ عقیدت رکھنے والوں اور اعلیحضرت کو نبیوں اور ولیوں سے افضل سمجھنے والوں کو نہ تو کسی حدیث سے قائل کیا جا سکتا ہے۔سامنے کسی نبی یا ولی کا قول پیش کیا جا سکتا ہے۔وہ تو صرف اعلیحضرت کو مانتے ہیں۔(ایضاً ص ٥٠)

جو بات ابوالخیر نے لکھی اسی بات کا خدشہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے بھی کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

ہم نے ایک ہی شخصیت حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ساتھ حد سے زیادہ جذباتی وابستگی کرنے اور اپنے مسلک کو ان کی ذات کے حوالہ سے متعارف کرانے کی وجہ سے اپنے کو محدود کر دیا

ہے۔۔۔۔۔ہم نے اعلیحضرت کی ایک ایک بات کو حرف آخر اور قطعی قرار دے کر سنیوں کو ان کا مقلد بنے پر مجبور کر دیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم جلد ۷ ص ۲۷)

ہم ایسی رسالت نہیں مانتے جس میں احمد رضا خان کے قول کو مانا جائے اور نبی کے قول کو نہیں۔

آگے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں۔

* قرآن کا منکر ہو تو کافر * (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۵)

جاء الحق میں گجراتی لکھتا ہے۔

"حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا یہ بھی حکم قرآنی ہے." (جاء الحق ص ۱۳۷)

اب سوال یہ ہے کہ قرآن کی کس آیت سے یہ حکم ثابت ہے۔؟

کس آیت سے ثابت ہے کہ شیر خوار بچہ ماہ رمضان میں دودھ نہ پیئے؟

کہیں شیعیت والا قرآن تو نہیں جسے امام زماں غار میں لے کر گھس گیا تھا؟

بریلویت کا جنید زماں لکھتا ہے۔

"مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی ﷺ پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے۔کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤں آؤں کرتا پھرے۔* (مقیاس الحنفیت ص ۲۲۳)

آگے نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں

" یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کر کے کفری معنی پیدا کیے گئے ہو۔(تحقیقات لدفع التلبیسات ص ۳۶)

قارئین اسے کہتے ہیں چوری اور اوپر سے سینہ زوری

اب ہم حسام الحرمین میں درج علمائے دیوبند کی عبارات کو پیش کرتے ہیں اور پھر اصل کتب سے علمائے دیوبند کی عبارت پیش کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ حسام الحرمین میں کس طرح قطع و برید کر کے کفری معنی پیدا کیے گئے ہیں

سب سے پہلے مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ کی تحذیر الناس کے تعلق سے لکھا

"اورقاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اوراس نے اپنے اس رسالے میں لکھاہے کہ بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتاہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔(تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۱۰۷ اکبر بک سیلرز لاہور)

قارئین ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح تحذیر الناس کی تین صفحات (صفحہ ۱۴ پھر صفحہ ۲۵ اور اخر میں صفحہ ۳) کی عبارات کو ایک ساتھ جوڑ کر کس طرح کفریہ مضمون بنالیا ہے۔

احمد رضانے پہلی عبارت صفحہ ۱۴ کی یوں لکھی۔

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

احمد رضا خان صاحب نے دوسری عبارت صفحہ ۲۵ کی عبارت یوں لکھی

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی پیدا ہو ہوتو پھر بھی آپکی

خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

احمد رضا خان صاحب نے تیسری عبارت یوں لکھی۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تا آخر زمانے میں کچھ فضیلت نہیں۔

جبکہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔تحذیر الناس کی صفحہ ۱۴ کی عبارت کے تین جز ہیں

(۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

(۱) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہ ہوگا

(۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا اور تیسرا جزا پر معطوف ہے مولوی احمد رضا صاحب شرط جزا کو ھضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا

صفحہ ۲۵ کی عبارت کے چار جز ہیں

(۱) ہاں اگر خاتمیت بمعنی تصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا ہیچمدان نے عرض کیا

(۲) تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے

(۳) بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی

(۴) بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں

آئے گا الخ۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا اجزا تیسرا اور چوتھا حصہ جزا پر معطوف ہے مولوی احمد رضا نے شرط کو بھی غائب کر دیا جزا کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی ہضم کر لیا

اہل علم حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہوں گے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزا کو حذف کر دیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے۔

مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے صفحہ ۳ کی عبارت کے ترجمہ میں بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت" مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

اس عبارت میں بس فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی نفی کی گئی مگر خان صاحب نے اسکا عربی ترجمہ اس طرح کیا

مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل بھی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل لسان پر مخفی نہیں

اور پھر تحذیر الناس کی عبارت میں مگر کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ مع کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائیے کہ مگر کا ترجمہ مع کس عربی لغت میں ہے

قارئین یہاں اب دیکھ لیجیے کہ کس طرح احمد رضا خان صاحب نے عبارات کو توڑ مروڑ کر قطع برید کر کے انکو آگے پیچھے کر کے کفریہ مضمون تیار کر لیا۔

جب کہ براہین قاطعہ کی عبارت اس طرح ہے "

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص۔۔)

خیال رہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے

والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں کچھ اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی

یعنی " ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اسکا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں یوں ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے".

خلیل احمد خان قادری برکاتی لکھتے ہیں

" رہی مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری مرحوم کی عبارت براہین قاطعہ جس کو مختلف جگہ کے فقروں اور ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کفری مضمون بنایا ہے یہ بھی آپ کی دستکاری کا ایک نمونہ ہے کہیں کا فقرہ کاٹ کر کہیں لگا دیا یا اس کا سیاق وسباق غائب الخ۔ (انکشاف حق ص ۱۳۲)

احمد رضا خان حکیم الامت مجدد دین وملت مولانا اشرف علی تھانوی کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں کہ۔

" اور اس فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار ورق کی بھی نہیں۔ اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے" (تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۱۱۷ اکبر بک سیلرز لاہور)

یہاں آپ نے ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ احمد رضا نے دعویٰ کیا صراحت کا کہ حفظ الایمان میں صراحت ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا تو بچوں اور جانوروں کو بھی ہے۔

حفظ الایمان کوئی غیر معروف کتاب نہیں ہے پوری ذریت بریلویت کو چیلنج ہے کہ حفظ الایمان سے یہ صراحتاً لفظ بہ لفظ یہ عبارت دکھا دیں جس میں لکھا ہو کہ جیسا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے پاگل اور جانوروں کو حاصل ہے۔ قیامت تو آ سکتی ہے لیکن احمد رضا کے اس صراحت والے دعوے کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔

پھر جو حفظ الایمان سے عبارت نقل کی اس میں بھی قطع وبرید کیا اور عبارت اس طرح نقل کی۔

آپ کی ذات پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص

ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اسی طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

احمد رضا خان اگر پوری عبارت بلفظہ نقل کر دیتا جیسا کہ نعیم الدین رضاخانی کا دعویٰ ہے تو اعتراض کی نوبت ہی نہیں آتی

احمد رضا نے درمیان سے جو عبارت حفظ الایمان کی اڑائی وہ اس طرح ہے۔

کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا جو دوسرے شخص سے مخفی ہو۔

حفظ الایمان کی اس درمیانی عبارت کو اڑا کر بھی نعیم الدین رضاخانی کا یہ دعویٰ کرنا کہ عبارات بلفظہ نقل کی تھیں حسام الحرمین میں بذات خود ایک دجل اور جھوٹ ہے جیسا دجل احمد رضا نے حسام الحرمین میں دیا تھا۔

پھر حفظ الایمان میں اس عبارت کے بعد الزامی طور پر یہ بھی لکھا تھا کہ۔

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

احمد رضا نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے۔

لہذا حسام الحرمین میں بلفظہ عبارات نقل کرنے کا دعویٰ باطل ثابت ہوتا ہے۔

قارئین ہم یہاں ثابت کر چکے کہ کس طرح احمد رضا نے حسام الحرمین میں قطع برید کر کے کفریہ معنی پیدا کیا اور ان پر فتوی حاصل کیا۔

آگے لکھتا ہے کہ" عبارتیں بلفظہا نقل کی گئی ہیں"

اس کا بطلان تو ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں اب یہ ان کے گھر سے ثابت کرتے ہیں کہ عبارات بلفظہا نقل نہیں کی گئی تھی۔

حسن علی میلسی لکھتا ہے کہ" ان کلمات کی نقل کا حسام الحرمین میں کسی جگہ دعوی نہیں کیا گیا۔

(محاسبہ دیو بندیت ج ۱ ص ۴۶۷)

شریف الحق امجد بریلوی ی لکھتا ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی طویل عبارت کا خلاصہ

پیش کیا گیا لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا (تحقیقات ص ۲۸۷)

لیجئے آپ کے گھر سے ثابت کر دیا کہ عبارات بلفظہا نقل نہیں کی گئی تھیں بلکہ قطع برید کی گئی تھی۔

عبارت آگے پیچھے کرنے سے اور مکمل نقل نہ کرنے سے اور سیاق وسباق سے ہٹ کر نقل کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے ملاحظہ کیجئے۔

بریلوی مناظر اسلام اشرف سیالوی لکھتے ہیں

" آپ نے بندہ کے مقالے میں سے صرف ایک عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر اور پورے مضمون ومفہوم اور بنیادی مطلب ومقصد کو قارئین سے پوشیدہ رکھ کر جس تحکم اور سینہ زوری اور ظلم وتعدی اور ناانصافی وہ بے اعتدالی کا مظاہرہ کیا اور باری تعالیٰ کی حل مشکلات سے سبکدوشی کا عنوان قائم کر کے اس کو میرا عقیدہ قرار دے دیا اور کفر کا فتویٰ بھی جڑ دیا۔ (ازالۃ الریب ص ۱۷)

آگے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں" البتہ وہابیہ کی کتاب التلبیسات لدفع التصدیقات یقیناً اسم با مسمّٰی ہے اس میں تلبیس کی گئی ہیں اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے۔ (تحقیقات لدفع التلبیسات ص نعیمی کتب خانہ لاہور)

قارئین کرام نعیم الدین مرادآبادی صاحب کو دجل فریب کرنا یقینا احمد رضا سے وراثت میں ملا ہے ہے اور جھوٹ بولنے کی شاید انھوں نے قسمیں کھائی ہوئی ہیں علمائے حرمین ومصروشام سے تصدیق شدہ کتاب کو تلبیسات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں یقینا یہ لکھنے سے پہلے شرم غیرت آنی چاہیے تھی۔ تلبیسات کا مجموعہ المہند نہیں بلکہ تلبیسات کا مجموعہ حسام الحرمین ہے جس کی وجہ سے امت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی یہاں ہم آپ کو حسام الحرمین کی تلبیسات کے کچھ نمونہ دکھاتے ہیں۔

تلبیس نمبر:۱

مرزا قادیانی کے اقوال نقل کر کے آگے لکھا "منہم الوہابیہ" صفحہ حسام الحرمین نعیمی کتب خانہ لاہور یعنی یہ وہابیہ مرزائیوں میں سے ہیں حالانکہ دنیا جانتی ہیں یہ مرزائی نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ ہمارے اکابر کو مرزائی بتلا کر لیا گیا ہے۔

تلبیس نمبر:۲

تین عبارات کو ایک بنا دیا۔ حالانکہ کے یہ تین عبارات الگ الگ صفحات پر تھی اگر بریلویوں

کے بقول یہ تینوں ٹکڑے کفریہ تھے تو پھر سیاق وسباق سے کاٹنے کی کیا ضرورت تھی اور عبارات کو آگے پیچھے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یقیناً ان عبارات کو اس طرح جوڑنے کا مقصد کفریہ معنی پیدا کرنے تھے۔

تلبیس نمبر: ۳

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف ایک جھوٹا فتوی منسوب کیا۔

تلبیس نمبر: ۴

علماء دیوبند کی عبارات کا وہ مطلب گھڑا جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

تلبیس نمبر: ۵

حسام الحرمین میں عبارات عربی میں بنائی جبکہ ہماری کتب اردو میں تھی اور حرمین شریفین کے علما اردو نہیں جانتے تھے

صاحبزادہ حمید الدین سیالوی بریلوی نے ایک خط حکومت سعودیہ کو اس وقت لکھا تھا جب وہاں کنز الایمان پر پابندی لگائی گئی بلکہ جلانے کا فتوی صادر ہوا

وہ خط یہ تھا کہ "اس میں شک نہیں کہ ترجمہ وحواشی اردو زبان میں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ادارہ البحوث العلمیہ (جس نے جلانے کا فتوی دیا) کے اکثر ارکان اردو زبان نہیں جانتے ایک خاص گروہ نے اللہ تعالی ان کی مساعی کو کبھی قبول نہ کرے اس ترجمہ اور ان کے حواشی کو جھوٹے رنگ میں رنگ کر ادارۃ البحوث العلمیہ کے اراکین کے سامنے پیش کیا اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث ان سے یہ فتویٰ صادر کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ (انوار کنز الایمان ص ۸۴۶)

یہ حسام الحرمین کی تلبیسات کے چند نمونے تھے حسام الحرمین کی فریب کاریوں کو مزید جاننے کے لئے الشہاب الثاقب، عبارات اکابر، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ملاحظ فرمائیں۔

مراد آبادی آگے لکھتا ہے" علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیے ہیں اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کیے ہیں."

علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے علماء اہلسنت نے نہیں بلکہ احمد رضا خان بریلوی نے دئے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

رہی بات اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتانے کی اور عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کرنے کی تو بات یہ ہے کہ جو عقیدے احمد رضا خان نے علماء حرمین کے سامنے پیش کئے علماء اہلسنت کے وہ ہرگز عقیدے نہیں تھے بلکہ المہند میں جو عقیدے بیان کئے گئے ہیں وہ ہی ہمارے عقیدے ہیں۔

احمد رضا خان نے مولانا قاسم صاحب نانوتوی پر ختم نبوت کے انکار کا الزام لگایا جبکہ مولانا قاسم نانوتوی کا عقیدہ خود ان کی اپنی کتاب سے ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر نہیں تھے

چنانچہ قاسم العلوم والخیرات مولانا نانوتوی رح خود لکھتے ہیں۔

"خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔(مناظرہ عجیبیہ ص ۳۹)

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب پر احمد رضا خان نے الزام لگایا کہ یہ خدا کو بالفعل جھوٹا مانتا ہے جبکہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں فتوی دیا کہ جو شخص حق تعالی کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔(تالیفات رشیدیہ ص ۹۶ ادارہ اسلامیات لاہور)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگایا احمد رضا خان بریلوی نے کہ یہ شیطان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم مانتا ہے۔

جبکہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح خود فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حکم اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقا تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یہ یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔

احمد رضا خان بریلوی نے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ عقیدہ منسوب کیا کہ غیب کا جیسا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ایسا علم تو جانوروں پاگلوں کا بھی ہے۔معاذ اللہ۔

جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رح خود فرماتے ہیں" میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔(حفظ الایمان ص ۲۱)

قارئین کرام ہم نے درست عقیدے خود علماء اہلسنت کی کتب سے ظاہر کر دیے

جو عقیدہ احمد رضا خان نے ان کی طرف منسوب کیے وہ عقیدے ہرگز ان علماء کے نہیں تھے۔

اعتراض نمبر ا

نعیم الدین مرادآبادی اعتراض نمبر ایک تحت لکھتے ہیں.

"وہابی ہندوستان میں کس کو کہا جاتا ہے؟ اس کی تفصیل میں لکھا ہے:

بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو۔ (التلبیسات ص ٣)

دیکھیے کتنا بڑا دھوکہ ہے ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو وہابی کہتے ہیں سود کو تمام علماء اہلسنت حرام فرماتے ہیں وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع ومکر ہے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ٣٦)

الجواب :

یہ اعتراض نعیم الدین مرادآبادی کی صریح جہالت اور کم فہمی پر مبنی ہے، وہ اس لئے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ بریلوی علماء سود کو حلال کہتے ہیں بلکہ مولانا سہارنپوری تو یہ فرمارہے ہیں کہ بدعتیوں نے عوام میں وہابی لفظ کو اس قدر بدنام کیا ہے کہ اب اگر کوئی ایسی بات بھی کہتا ہے جو شریعت کا حکم ہوتی ہے تو عوام اس کو بھی وہابیوں کا جال کہہ کر ٹھکرا دیتی ہیں چنانچہ مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تیسری بات یہ کہ ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لئے تھا جو ائمہ رضی اللہ عنھم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنتِ محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سیئہ ورسومِ قبیحہ کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے۔ بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (المہند علی المفند ۳۱، ۳۲ ادارہ اسلامیات لاہور)

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت لوگ ہندو کے ساتھ کاروبار تو کرنا پسند کرتے تھے لیکن وہابی کے ساتھ نہیں (تفصیل کے لئے دیکھے نقش حیات ص ١٢٦، ١٢٧)

ہوسکتا ہے مرادآبادی صاحب کے متبعین ہماری بات کو نہ مانیں جیسا کہ ان کی عادت بد ہے، لہٰذا ہم یہاں بریلویوں کی معتبر کتاب سے بھی اپنی تائید پیش کرتے ہیں۔ بدعتیوں کے بقول تقویۃ الایمان کے رد میں سب سے پہلی لکھی گئی کتاب "تحفہ محمدیہ" سے اپنی بات کی تائید پیش کرتے ہیں، چنانچہ مصنفِ کتاب

مذکور مفتی سید عبدالفتاح الحسینی قادری لکھتے ہیں کہ

" علماء اہل سنت و جماعت بھی اگر وعظ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر بیان کرتے (جس میں سود کی حرمت بیان کرنا بھی شامل ہے از ناقل) اور بدعت کے فعلوں کو منع کرتے تو جھٹ عام لوگ ان کو متہم کرتے کہ یہ وہابی ہیں یا دنیا کے واسطے وہابی کی رعایت کرتے ہیں غرض عالموں نے حق بات بولنا چھوڑ دیا اور مسلمانوں میں بدعت کا کام اور فساد بڑھتا چلا" (تحفہ محمدیہ ص ۶۱)

معلوم ہوا کہ جو عالم بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر بیان کرتا یا بدعات سے روکتا تو اس کو لوگ جھٹ سے وہابی کہہ دیتے، لہذا یہ فریب علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا نہ ہوا بلکہ نعیم الدین مرادآبادی کا ہوا جس نے ایک حقیقت پر مبنی بات کو فریب کہا۔

ریاست علی شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں کہ "بمبئی اور اس کے نواح میں مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ وہابی ہے اور جو سنت محمدیہ پر عمل کرے اور بدعات سیئہ و رسوم قبیحہ کع چھوڑ دے وہابی ہے وہ صاحب کیا اچھی دنیاداری برتی اور کیا خوب سچ بولا یہ تو بعض جہلاء کا قول ہے" (التحقیقات لدفع التحریفات ص ۱۳ مطبع شمس المطابع لکھنؤ)

لیجئے کم از کم اتنا تو اقرار ہوا کہ یہ قول جہلاء کا ہے یعنی اس قسم کی ذہنیت بہرحال موجود تھی کہ جو سود کو منع کرے وہ وہابی ہے۔ اب بتائیں بریلوی صاحبان کہ المہند جھوٹ ہوا یا کہ مراسآبادی صاحب جھوٹے ثابت ہوئے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ فاضل بریلوی نے تمہیدِ ایمان میں لکھا ہے کہ اس کے مخالفین نے "عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوئے تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرہ ذرہ سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا... مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا... مولوی عبدالحئی صاحب کو کہہ دیا...، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذاللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا... مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا...، پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچا گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا

زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی صاحب مرحوم ومغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔(تمہید ایمان مع ایمان کی پہچان ص ۱۲۶)

کیا بریلوی حضرات یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ یہ باتیں کس نے کہی ____؟

کس نے کہا کہ فاضل بریلوی نے مولانا اسحاق صاحب، شاہ عبدعزیز، مولانا عبدالحئ، شاہ فضل الرحمن، مجدد الف ثانی اور ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین کو کافر کہا___؟

ان لوگوں کے نام اور یہ بیانات دکھادیجئے ورنہ بریلوی اصول سے فاضل بریلوی کذاب ہوا۔

فما کان جوابکم فھو جوابنا

اعتراض نمبر ۲

نعیم الدین مرادآبادی صاحب تضاد نمبر ۲ کے تحت لکھتے ہیں۔

"روضہ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا کہ

اعلی درجے کی قربت اور نہایت ثواب وسبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب گوشد رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو۔(التلبیسات ص ۴)

صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کرنا وہابیہ کا قول بتایا. دیکھیے کیسے خالص سنی بن رہے ہیں. گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے. اب ذرا تقویۃ الایمان دیکھیے کہ وہاں سلسلہ شرکیات میں لکھا ہے.

اس کے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کرکے سفر کرنا.(تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) اور دوسری جگہ لکھا ہے۔اور کسی کی قبر یا چلّا پر یا کسی کے تھان پر جانا دور سے قصد کرنا (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵)* اس میں صاف بتایا کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف سفر کرنا شرک ہے

اور تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کے تعریف اسی التلبیسات کے صفحہ 3 میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے اس کی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان اور اس میں بقصد زیارت کے سفر کو شرک کہا اسی سفر کو اس التلبیسات میں قربت اور واجب کہنا اور اس کے جان و مال کا خرچ ہونے کا اظہار کرنا کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کے دین میں تو یہ بھی درست ہے کہ

اپنے مذہب کو چھپا کر کچھ کا کچھ ظاہر کر دیا۔" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۷۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

قارئین کرام ہم یہاں پر پہلے حضرت شاہ صاحب کی دونوں عبارات نقل کرتے ہیں تا کہ بات مکمل طور پر سمجھ آسکے اور ادھوری عبارت نقل کر کے جو دھوکا دینے کی نا کام کوشش مرادآبادی صاحب نے کی ہے وہ عیاں ہو سکے۔

شاہ صاحب سورہ مریم کی آیات ۹۳ اور ۹۴ کے فائدے میں لکھتے ہیں

" تیسری بات یہ کہ بعضے کام تعظیم کے اللہ نے نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور نا معقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا اور قید سے سے جا کر طواف کرنا اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اس کی طرف جانور لے جانے۔۔۔۔۔

ایسی قسم کی باتیں کریں تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العبادت کہتے ہیں یعنی اللہ کی تعظیم کسی کی کرنی پھر خواہ وہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔(تقویۃ الایمان ص ۳۶ مجلس نظریات اسلام کراچی)

شاہ صاحب سورہ حج کی آیات ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ کے فائدہ میں لکھتے ہیں۔

" یعنی اللہ تعالی نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام بلکہ سارا مکہ معظّمہ بلکہ سارا حرم اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج اور تکلیف سفر کی اٹھا کے میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھر رہی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں۔

غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے لیے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے سو اس قسم کی کسی اور کی تعظیم کے لیے نہ کیا جانا چاہئے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر اور دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا وہاں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں ان سے بچنا چاہیے کیونکہ معاملہ خالق سے ہی کیا جانا چاہیے کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیا جائے۔(تقویۃ الایمان ص ۸۴ تا ۸۵ مجلس نظریات)

قارئین کرام شاہ صاحب کی جن نامکمل عبارات سے مراد آبادی صاحب نے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی ہم نے وہ مکمل پیش کرتی ہیں ان میں آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ ان عبارات میں کہیں پر بھی مسجد نبوی یا روضہ اطہر کی طرف سفر کرنے کے بارے میں دور دور تک ذکر نہیں ہے۔

شاہ صاحب یہاں جس گھر کی طرف سفر کرنے کی بات کر رہے ہین. وہ مسجد نبوی اور روضہ اطہر نہیں ہے.

بلکہ شاہ صاحب اس عمل کا رد کررہے ہیں کہ ایسا عمل کرنا جو کعبہ کہ ساتھ کیا جاتا ہے مخصوص ایام مین مخصوص طریقہ سے ایسا عمل کرنا کسی قبر کی طرف یا پہاڑ کی طرف یا دیگر چیزوں کی طرف یہ درست نہیں ہے.

ہندوستان میں بہت سے جاھل اور غلو پسند لوگ اولیاء اللہ کی قبروں اور مزارات کے لئے شدرحال کرتے ہیں اور ایسے آداب اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب و احکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط و اہتمام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

دوسری بات کہ شاہ صاحب کی یہ عبارات قطعا و یقینا مسجد نبوی و روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی کیوں کہ شاہ صاحب اپنی دوسری کتاب میں خود ان کی طرف سفر کو جائز اور درست لکھا ہے.

چنانچہ شاہ ساحب اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں.

اخروی منفعت کے حصول کی خاطر جن مقامات کا قصد سفر جائز ہے اس سلسلے میں صرف تین مساجد

کا تعین (یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصی) (ایضاح الحق والصریح ص ٦٠ مترجم قدیمی کتب خانہ)

اسی کتاب میں شاہ صاحبؒ صفحہ ٦٣ پر فرماتے ہیں

مسجد نبوی اور مسجد قبا کی زیارت معین کرنا۔۔۔۔۔الغرض عبادات و معاملات میں اور بہت سے لازمی امور ہیں جن کا تعین شریعت سے ثابت ہے۔

قارئین کرام ہم نے یہاں مرادآبادی صاحب کا دھوکہ کھول کر رکھ دیا ہے کہ کس طرح انہوں نے المہند اور تقویۃ الایمان میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی تھی

حقیقت تو یہ ہے علمائے اہل السنت دیوبند شاہ صاحب سے کسی بھی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کر سکتے جیسا کہ پر خود بریلوی ضیغم ملت حسن علی میلسی نے گواہی دی ہے۔(علماء دیوبند) کو بابائے وہابیت قتیل بالا کوٹی سے قطعا اختلاف نہیں. (محاسبہ دیوبندیت ج ١ ص ١٠٩)

اعتراض نمبر ٣

اعتراض نمبر تین کے تحت مصنف لکھتا ہے کہ

"تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے لکھا کہ

میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہو تقویۃ الایمان صفحہ ٦٩ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ جانتے ہیں معاذ اللہ مگر التلبیسات میں ظاہر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے التلبیسات صفحہ ٧۔ دیکھیے کیسا سنی بن رہا ہے۔(التحقیقات لدفع التلبیسات ص ٧٣ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

پہلے بطور تمہید یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تقویۃ الایمان دراصل ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے لکھی گئی ہے جن کو مولانا شہید نے اپنے زمانے میں اس حال میں دیکھا کہ مسلمان کہلانے کے باوجود وہ طرح طرح کے شرکوں میں گرفتار ہیں مولانا نے ان کو اپنی بات سمجھانے کا طریقہ اختیار کیا ہے پہلے رد شرک اور بیان توحید کے سلسلے میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث لکھتے ھیں پھر اس کا ترجمہ کرتے ہیں پھر فائدے کی ف لکھ کر اس کے مطلب کی مزید تشریح کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ ہوتا کہ مسئلہ بالکل صاف ہوجائے

ترجمہ ابو داؤد نے ذکر کیا ہے کہ قیس ابن سعد رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے انکو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لائق ہیں کہ سجدہ کریں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مت کرو

فائدہ یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہو تو کب سجدے کے لائق ہوں سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے جو کہ نہ مرے کبھی۔ عبارات بالا میں حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا ہے کہ سجدہ اسی ذات کو کیا جائے گا جس پر فنا طاری نہ ہو اور جس طرف ناطاری ہوجائے اور سجدے کے لائق نہیں اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہے کوئی بھی چیز سجدے کے لائق نہیں مذکورہ بالا اعتراض اس جملے پر ہے کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں اور معترض نے مٹی میں ملنے کے معنی جسم کا مٹی ہوجانا مراد لیا ہے اور یہ انکا اپنا ذوق ہے جبکہ کتب لغت میں اس کے چند معنی بیان کئے گئے ہیں چنانچہ اردو کی مشہور لغت انوار العلوم جلد ۳ صفحہ ۲ ۶۳ پر ہے ملحق ہونا چسپاں ہونا ایک ذات ہونا اور جامع اللغات جلد ۴ صفحہ ۴۰۷ پر ہے مٹی سے ملنا دفن ہونا اور فیروز اللغات ص ۹۰ پر ہے خاک میں ملنا دفن ہونا ان مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ مٹی میں ملنے کے معنی جسم کا مٹی ہوجانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی مٹی سے ملا ہونا اور مٹی میں دفن ہونے کے بھی ہیں اب شاہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ بھی انتقال پر ملال کے بعد زمین میں دفن ہونے والے اور مٹی سے ملنے سے متصل ہونے والے ہیں اور اس کا جو دستور خداوندی ہے کون منکر ہے اس سے حضرت کی مراد بالکل نہیں ہے کہ آپ کا جسم اطہر عام انسانوں کی طرح مٹی ہوجائے گا جیسا کہ مصنف کی خام خیالی ہے

بہر حال تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کی بنا پر یہ شور مچانا کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے گل کے مٹی ہوجانے کے قائل ہیں اس کے سوا کیا کہا جائے کہ سراسر شرارت اور خباثت ہے۔

محترم قارئین آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ تقویۃ الایمان کی عبارت اور المہند کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دونوں عبارات بالکل موافق ہیں۔

مرادآبادی خود لکھتے ہیں" آدم علیہ السلام اوران کی ذریت اپنے فنا ہوجانے کے بعد جزا کے لئے (اٹھائے جائیں گے)(سورہ مائدہ ١٠٢ خزائن العرفان)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں" یہ آیت تمام لوگوں کے متعلق ہے کہ موت کے بعد تمہارے بدن کے اعضاء خاک میں مل کر ہواؤں اور آندھیوں سے اور دیگر قدرتی آفات سے بکھر کرکہیں پہنچ جائیں اللہ تمہارے اجزاء کو قیامت کے دن مجتمع کردے گا۔"(تبیان القران ج ا ص ١٨٤)

آئینہ۔۔۔تقویۃ الایمان اور المہند کو اہل بدعت کے گھر سے موافق ثابت کرتے ہیں بریلوی شارح بخاری مفتی شریف الحق بریلوی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے تعلق سے احمد رضا کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ" ان میں اعلی حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا"(تحقیقات صفحہ ٢٠٧ فرید بک اسٹال لاہور)

لیجئے مصنف کے گھر کا فیصلہ آ گیا المہند کے موقف کو تو مصنف خود صحیح تسلیم کرچکا ہے اب یہاں ہم نے تقویۃ الایمان کے موقف کو بھی ان کے مجدد سے درست ثابت کردیا۔

فللہ الحمد۔

اعتراض نمبر ۴

اعتراض نمبر ۴ کرتے ہوئے نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں

" تقویۃ الایمان صفحہ ٧٤ میں ہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اسی کتاب کے صفحہ ٣٣ میں اولیاء وانبیاء کی نسبت لکھا کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اور التلبیسات میں اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بے شک صحیح ہے التلبیسات ص ١١‘‘(التحقیقات لدفع التلبیسات صفحہ ٧٣ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

محترم قارئین سب سے پہلے ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ شاہ صاحب کی عبارت جو وہ

قرآن شریف کی دو آیات کے فائدے کے تحت لکھی گئی ہیں تو سب سے پہلے ہم ان دو آیات اور ترجمہ کو پیش کرتے ہیں۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجنِ ءَاَربَاب مُّتَفَرِّقُونَ خَیر اَمِ اللّٰہُ الوَاحِدُ القَھَّارُ {۳۹} تَعبُدُونَ مِن دُونِہٖ اِلَّا اَسمَاۗءً سَمَّیتُمُوھَا اَنتُم وَاٰبَاۗؤُکُم مَّا اَنزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِن سُلطٰنٍ اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّینُ القَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ لَا یَعلَمُونَ {۴۰}

اور کہا اللہ تعالی نے یعنی سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں اور قیدیوں سے کہا اے رفیقو قید خانے کے کیا کئی مالک جدے جدے بہتر ہیں یا اللہ ایک زبردست، نہیں مانتے ہو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہ ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند، نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے مت مانیو یہی دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فائدہ یعنی اول غلام کے حق میں کی مالک ہونے میں بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہیے کہ سب مراد اس کی پوری کرے اور سب کاروبار اس کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالگوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینھ برسانا کسی کے اختیار میں ہے، اور دانا اگانا کسی اور کے، اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور، اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرائے لیتے ہیں فلانے کام کے مختار کا نام یہ اور فلانے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہو جاتی ہے حالانکہ سب محض اپنے غلط خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں تو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سو ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں، بلکہ محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا، اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۸۷ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی)

ہم یہاں تقویۃ الایمان کی عبارت کا جواب عرض کرتے ہیں اور بریلوی دجل کو ظاہر کرتے ہیں۔

مصنف کے قرآن وحدیث سے لاعلم ہونے کا یہ بین ثبوت ہے اس لیے کہ شاہ صاحب کی عبارت تو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن وحدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ فاعل مختار اور ہر چیز پر قادر صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے اوراس کے علاوہ کوئی انسان حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی (اپنے مرتبہ اور عظمت کے باوجود) کسی کو نفع اور ضرر پہنچانے اولاد دینے رزق میں کشادگی مصیبتوں کو دور کرنے پریشانیوں کو ٹالنے کا اختیار نہیں رکھتے اگر اختیار ہے تو صرف اللہ رب العزت کو۔ ہاں بسا اوقات اللہ تعالی کسی نبی کے ہاتھ پر معجزے یا ولی کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور فرماتا ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء مختار ہیں لیکن حقیقتاً اس میں نبی یا ولی کے اختیار کا دخل نہیں ہوتا بلکہ حقیقی فاعل مختار اللہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اگر نبی یا ولی فاعل مختار ہوتے تو وہ جب اور جیسے کسی کام کو انجام دے دیتے حالانکہ بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کو نبی یا ولی چاہتے ہوئے بھی انجام نہ دے سکے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا اور خواہش تھی کہ آپ کے چچا ابو طالب کلمہ پڑھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار تلقین بھی کرتے رہے لیکن اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا

اِنَّکَ لَا تَھدِی مَن اَحبَبتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھدِی مَن یَّشَاءِ وَ ھُوَ اَعلَمُ بِالمُھتَدِینَ {۵۶}

آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی فاعل مختار اللہ رب العزت ہی ہے اور وہی نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہیں

قُل لَّا اَملِکُ لِنَفسِی نَفعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَ لَو کُنتُ اَعلَمُ الغَیبَ لَا ستَکثَرتُ مِنَ الخَیرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوءِ اِن اَنَا اِلَّا نَذِیرٌ وَّ بَشِیرٌ لِّقَومٍ یُّومِنُونَ {۱۸۸}

آپ کہہ دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض (عذاب سے) ڈرانے والا اور (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں اُن لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے

وَاِن یَّمسَسکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہ اِلَّا ھُوَ وَاِن یُّرِدکَ بِخَیرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضلِہٖ یُصِیبُ بِہٖ مَن یَّشَاءُ مِن عِبَادِہٖ وَھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ {۱۰۷}

اور (مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمائیے اور بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔ (۱۰۷)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے حقیقی والد ابو طالب کو بھی مشرف با اسلام نہ کر سکے اور جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے تو بھلا وہ مختار کل کیسے ہو سکتے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ انسان کو بھی اختیارات حاصل نہیں ہے جیسا کہ ذکر کردہ آیات قرآنیہ سے واضح ہوا باقی نبی یا ولی کے ہاتھ سے بطور معجزہ یا کرامت کے بعض باتوں کا صادر ہونا تو اس کے قائل حضرت بھی ہیں اور قرآن وحدیث بھی اس پر دلالت کرتے ہیں اس کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔

مزید ایک بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کی عبارت میں محمد اور علی سے مراد قطعی طور پر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مراد نہیں بلکہ وہ تو مشرکین پاک و ہند کے موہومہ شخصیات کا رد کر رہے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں" آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں".

" اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھرا لیتے ہیں" حالانکہ وہ سب محض اپنے خیالات ہیں حقیقت نہیں" کے جملے واضح قرینہ ہیں کہ وہ یہاں ایسے محمد و علی کا ذکر کر رہے ہیں جو مشرکین کے وہم میں محمد و علی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہے نہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود۔

یہاں تک تو ہم نے تقویۃ الایمان کی عبارت کی وضاحت پیش کر دی کہ حقیقی فاعل ومختار اللہ کریم کی ذات ہے اب ہم المہند کی عبارت کی وضاحت پیش کرتے ہیں

" اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو بے شک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہیں۔ (المہند ص ۳۶ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

تقویۃ الایمان ان کی عبارت اور المہند کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں تضاد مصنف تحقیقات کی عقل میں تھا تقویۃ الایمان میں تو بیان کیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عالم کا کرتا دھرتا نہیں جبکہ المہند میں کسی بھی جگہ اللہ کے سوا کسی کو فاعل و مختار تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ فقط اولیاء کرام سے باطنی فیض حاصل کرنے کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

اور اولیاء کرام سے بیعت و اشغال اور ان سے باطنی فیوض حاصل کرنے کی نہ تقویۃ الایمان میں مذمت اور نہ کوئی دیوبندی اسکی مذمت کرتا ہے۔

اعتراض نمبر ۵

نعیم الدین مراد آبادی اعتراض نمبر ۵ میں لکھتے ہیں" التلبیسات صفحہ ۱۲ میں عبدالوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقے کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و علماء اہل السنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے مگر فتاوی رشیدیہ میں عبدالوہاب کو اچھا بتایا ہے چنانچہ فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے، محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا جلد ۳ صفحہ ۷۹ میں لکھا محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا عقیدہ تو یہ ہے اور التلبیسات میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اس کو خارجی جانتے ہیں کیا مکاری ہے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۳۸ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

قارئین کرام: سب سے پہلے تو ہم یہ بتانا لازمی سمجھتے ہیں کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے المہند کی اپنی اس تحریر سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رح نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں"

لیکن ان کے اس تحریر سے (جس کا ذکر مراد آبادی صاحب نے کیا ہے) قریب بیس سال بعد جب آپ نے ۱۳۴۴ھ میں حجاز مقدس کا آخری سفر فرمایا اور پھر ہجرت کی نیت کر کے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تو حسن اتفاق سے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حرمین شریفین پر سلطان عبدالعزیز بن سعود کی گویا شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کی حکومت تھی اس زمانے میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے سلسلہ کے مشہور عالم شیخ

عبداللہ بن بلیہد (جو سعودی حکومت کی طرف سے حجاز مقدس کے قاضی القضاء تھے) مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اوران کا مکان اتفاق سے حضرت مولانا کی قیام گاہ سے قریب ہی تھا ان سے مسلسل ملاقاتوں گفتگوؤں اور ان کے احوال کے مشاہدے کے بعد شیخ محمد بن عبدالوھاب کی طرف منسوب اس جماعت کے بارے میں مولانا کی جو رائے قائم ہوئی وہ انہوں نے اسی زمانے میں لاہور کے مشہور روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفرعلی خان کے نام ایک مکتوب میں لکھی تھی یہ مکتوب اسی زمانہ میں زمیندار میں شائع ہوا تھا اوراس کے بعد اکابر کے خطوط نامی کتاب میں بھی شائع ہو چکا ہے مولانا اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں" قاضی القضاء شیخ عبداللہ بن بلیہد جن کا مکان میرے مکان کے قریب ہی ہے تو ملاقات ہوتی رہتی ہے اور دینی مسائل میں گفتگو بھی ہوتی ہے بڑے عالم ہیں مذہب اہل سنت وجماعت رکھتے ہیں بظاہر حدیث پر جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا طریق ہے عمل کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ابن قیم کی کتابوں کو زیادہ محبوب اور پیش نظر رکھتے ہیں ہیں ہمارے علماء کے نزدیک بھی یہ دونوں بزرگ بڑے مرتبے کے عالم ہیں اور بدعات اور محدثات سے نہایت متنفر ہیں توحید ورسالت کو اپنے ایمان کی جڑ قرار دے رکھا ہے الغرض میں نے جہاں تک خیال کیا اہل سنت کے عقائد سے ذرا بھی انحراف نہیں اور اکثر اہل نجد قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں کثرت سے حفاظ ہیں صلوۃ باجماعت کے نہایت پابند ہیں آجکل مدینہ منورہ میں سخت سردی کا زمانہ ہے مگر اہل نجد صبح کی نماز میں پابندی کے ساتھ آتے ہیں۔۔۔۔۔۔ بہرحال اس قوم کی حالت دینی نہایت اطمینان بخش دیکھی ہے۔(اکابر کے خطوط صفحہ ۱۱ تا ۱۲ بحوالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق قدیمی کتب خانہ ارام باغ روڈ کراچی ص ۴۲ تا ۴۴)

دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ جب بھی کسی شخص یا تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو لوگوں کا اس سے متاثر ہونا دوسرے لفظوں میں اس کا شکار ہونا خلاف عقل نہیں۔

اس میں اصل قصوروار وہی لوگ ہوتے ہیں جو یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

جب شیخ محمد بن عبدالوھاب دعوت توحید لے کر اٹھے تو ان کے مخالفین نے ان کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کیا جس کے نتیجے میں بہت سارے اہل علم شیخ نجدی اوران کی تحریک کے مخالف ہو گئے ہمارے جن اکابرین سے بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کی تحریک کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کے پاس جو معلومات شیخ کے بارے میں پہنچی تھی انہوں نے انہی معلومات کے مطابق جواب دیا۔

اس لیے اکابر کی ان آراء کو تضاد نہیں کہا جا سکتا اگر ان آراء کو آپ تضاد کہیں گے تو بتائیں محدثین اور ماہرین فن اسماء الرجال کے متعلق کیا فتوی دیں گے کہ ایک راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے اور دوسرا کذاب اور دجال کہتا ہے ظاہر سی بات ہے جس محدث کے پاس جس راوی کی جیسی معلومات پہنچی اس نے اس کے متعلق وہی قول کیا اور دوسرے محدث کے پاس اسی راوی کے متعلق جیسی معلومات پہنچی اس نے ویسی رائے دی

ایک شخصیت کے بارے میں رائے مختلف ہونا کوئی اچھنبے کی بات نہیں مفتی عبدالمجید سعیدی مفتاح سنت کے صفحہ ۲۶۵ پر لکھتا ہے کہ" حضرت مناظر اعظم علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کو جیسی خبریں پہنچیں انہوں نے اسی کے کے مطابق لکھ دیا بعد میں انہیں گہری تحقیق کا موقع نہیں مل پایا"

پس علماء اہلسنت کا بھی اس بارے میں کوئی تضاد نہ ہوا جس کو جیسی خبریں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق پہنچیں اس نے اس کے مطابق ویسا ہی لکھ دیا۔ اور خود نعیم الدین مراد آبادی نے جو فتاوی رشیدیہ کی عبارت نقل کی ہے اس میں یہ بات واضح موجود ہے کہ وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ حنبلی مذہب رکھتا تھا۔

ارشد مسعود بریلوی لکھتا ہے کہ" فیض احمد گولڑوی صاحب کا تھانوی صاحب کے متعلق یہ تاثران سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے جو کہ دیوبندی عقیدے مندوں نے ان کیلئے مشہور کر رکھی تھیں اور ان افسانوں کو فیض احمد گولڑوی صاحب نے بوجہ سادہ دلی حقیقت سمجھ لیا" (تحفظ اہل سنت ص ۲۰۰)

لہذا معلوم ہوا کہ ایک شخص کے بارے میں آراء کا مختلف ہونا بالکل بھی مذموم نہیں۔

بریلویت میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں وہابی ہونے کے اقوال موجود ہیں۔

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں کہ احمد رضا خان نے ایک دنیا کو وہابی بنا ڈالا۔ (تجلیات انوار المعین)

بریلویت میں جناب ابو طالب کے ایمان و عدم ایمان پر متضاد اقوال موجود ہیں۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

''اعلی حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بدنصیب کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلی حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلی حضرت جنکی تصانیف کی علت غائیہ

وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کو مینہ برسائیں جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء ربانیین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت ونبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہوگا اور جن کے فتنہ وفساد کے سامنے حسن بن صباح کے فدائی بھی گردہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہوکر آجاوے تو اس کو اعلی حضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوائے ادب تہ کرنے کے چارہ کا رنہو غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جنکی زبانیں سوائے وہابی اور وہبڑے کے دوسرے الفاظ سے اثناء وعظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں اگر در پردہ وہابی ثابت ہوجاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلی حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے درحقیقت خود کش ہیں خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلی حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے''۔(تجلیات انوار المعین ص ۴۲)

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں:

''خلقت کہتی ہے کہ اعلحضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ ان کے سرتاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور آئمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہوا اور اعلی حضرت صرف اس کو وہابی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلی حضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلی درجہ کا سنی ہے''۔(تجلیات انوار المعین، ص ۴۴)

اعتراض نمبر ۶

اعتراض نمبر ۶ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ختم نبوت کے متعلق التلبیسات میں اپنا عقیدہ ظاہر کیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے لیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنی حد تواتر تک پہنچ گئی اور نیز اجماع امت سے سو حاشا کہ ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کہے کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اس لئے منکر ہے نص صریح قطعی کا (التلبیسات

ص ۱۴، ۱۵)

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر انبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترہ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح وقطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا۔ اور تحذیر الناس دیکھئے تو اس میں صفحہ دو پر یہ لکھا ہے عوام کے خیال میں تو رسول کا ختم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۳۸ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض مین مرادآبادی صاحب نے المہند کے جواب کو تحذیر الناس کی عبارت کا مخالف بتایا ہے۔ درحقیقت یہ مرادآبادی صاحب کی کم عقل کی غمازی ہے وگرنہ تحذیر الناس کی عبارت میں کوئی بات ایسی نہیں جو حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے جواب کی مخالف ہو۔ ہم پہلے تحذیر الناس کی عبارت مکمل نقل کرتے ہیں پھر اس پر اشکال کا جواب عرض کرتے ہیں۔" بعد حمد وصلاۃ کے قبل عرض جواب یہ ہے گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیے تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا تقدم یا تآخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام کر رہے ہیں دوسرے یہ کے خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اسی نظریے سے مولانا کو اختلاف ہے ورنہ خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۸،۹ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔ بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ خاتم النبیین سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں ثابت

ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھیٔ۔ جواب کی تقریر وتفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماء راسخین میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیوں کر کوئی حصر کی جرات کرسکتا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیت قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

لکل ایۃ منہا ظہر و بطن و لکل حد مطلع۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مفہوم ضرور ہوتے ہیں اور اگر علماء سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصر حقیقی نہیں ہے جسکو مولانا نانوتوی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں بلکہ اس سے مراد حصر اضافی بالنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے۔ بہرحال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بہتان رکھتا ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر کو خیال عوام بتلادیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کردے۔ پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں ہیں اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں" وجز انبیاء علیہم السلام یا راسخین فی العلم ہمہ عوام اند". (باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السّلام اور علماء راسخین کے سب عوام ہیں) (قاسم العلوم نمبر اول مکتوب دوم ص ۴) ان تصریحات کے ہوتے ہوئے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم اور تمام صحابہ کرام کو عوام میں داخل کردیا سخت ترین بددیانتی ہے۔

خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی تائید خود مولوی احمد رضا خان صاحب کی تصریحات سے:

عن أبي الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا قلت أخرجہ عن أبي الدرداء رضی اللہ تعالی عنہ ابن سعد في الطبقات و ابي نعیم في الحلیۃ و ابن عساکر فی تاریخہ و اوردہ مقاتل بن سلیمان. في صدر کتابہ في وجوہ القران مرفوعا بلفظ لا یکون الرجل فقیھا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ. قال في الاتقان قدفترہ بعضھم بان

المراد ان یری اللفظ الواحد معانی متعددةفیحمله علیها اذا کانت غیر متضادة ولایقتصربه علی معنی واحد (انتہی صفحہ ۴۳)

ترجمہ حضرت ابودرداءرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لیے متعدد وجوہ نہ نکالے میں کہتا ہوں کے تخریج کی ہے اس روایت کی طرف حضرت ابو درداءرضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے طبقات میں اورابونعیم نے حلیہ اور ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی صدر کتاب میں وجوہ قرآن میں اس کو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ" آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لئے وجوہ کثیر نہ دیکھے۔علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ لفظ واحد جو متعدد معنی کے لئے متحمل ہواس کو ان سب پر محمول کرے جب کہ وہ آپس میں ٹکراتے نہ ہواور ایک ہی معنی پر منحصر نہ کریں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس عبارت بلکہ حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جوشخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی مراد لے اور اسی میں حصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے،اہل فہم (فقہاء میں سے نہیں) کامل فقیہ جب ہی ہوگا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول کر سکے،جیسا کہ حضرت مولانا مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ کے لئے ثابت کی یعنی خاتمیت ذاتی،زمانی،مکانی۔

اب ہم یہاں بریلوی علماء سے تحذیر الناس کی موافقت پیش کرتے ہیں۔۔

پیر کرم شاہ الازہری بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ" یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کو صراحتاً ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے" (تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۸)

خواجہ قمرالدین سیالوی صاحب فرماتے ہیں" میں نے تحذیر الناس کو دیکھا میں مولانا قاسم صاحب کو اعلی درجے کا مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فخر ہے میری حدیث کی سند میں انکا نام موجود ہے خاتم النبیین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں تک مولانا کا دماغ پہنچا ہے وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔قضیہ فرضیہ

کو واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے" (ڈھول کی آواز صفحہ ۱۱۶،۱۱۷)

بریلوی کہتے ہیں کہ یہ کتاب تو دیوبندیوں کی ہے

حالانکہ قمر الدین سیالوی صاحب کی اس بات کی تائید خود بریلوی کتاب فوز المقال سے ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ" حضور شیخ الاسلام نے ایک مرتبہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے اسے خانوادہ دیوبند میں بڑے پیمانے پر شائع کیا۔(فوز المقال ج ۴ ص ۵۵۳)

تو معلوم ہوا کہ جو الفاظ تحذیر الناس کے متعلق خواجہ قمر الداین سیالوی نے ادا فرمائے تھے وہی الفاظ دیوبند نے شائع کئے

خلیل احمد خان قادری برکاتی صاحب لکھتے ہیں" مولوی محمد قاسم مرحوم کی تصانیف کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتمیت زمانی یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ہونے کے منکر نہیں بلکہ مثبت ہیں اس لئے کفری قول کو ان کی طرف نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں"(انکشاف حق ص ۱۱۴)

بریلوی عقیدہ ختم نبوت:

مفتی جلال الدین بریلوی صاحب لکھتے ہے" شک سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعا محال اور عقلا ممکن بالذات ہے۔"(فتاوی فیض الرسول ج ا ص ۹)

اعتراض نمبر ۷

اعتراض نمبر ۷ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

التلبیسات میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالی کے لئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکان اور جملہ علامات حدوث سے منزّہ و عالی ہے(التلبیسات صفحہ ۱۳) مگر واقعہ میں وہابیوں کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالی کے جہت و مکان سے منزّہ جاننے کے عقیدے کو بدعت سمجھتے ہیں چنانچہ امام الوھابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایضاح الحق صفحہ ۳۵،۳۶ میں لکھا ہے" تنزیہ او تعالی از زمان مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولی و صورت نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال آن از مباحث فن کلام و الہیات فلاسفہ ہمہ از قبیل بدعات

حقیقیہ ست اگر صاحب آن اعتقادات مذکورہ از جنس عقائد دینیہ می شمارد

یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۳۹ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

یہاں پر مرادآبادی صاحب نے شرمناک خیانت کا مظاہرہ کیا ہے

پہلے ہم ایضاح الحق کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں پھر مرادآبادی صاحب کا دھوکہ آشکار کرتے ہیں

" معلوم ہونا چاہیے کہ وحدت وجود اور وحدت شہود کا مسئلہ اور تنزلات خمسہ کی بحث اور صادر اول کا ذکر اور تجدید مثال اور مکون و بروز کا بیان اسی طرح تصوف کے دوسرے مباحث اور اسی طرح واجب الوجود (یعنی حق تعالیٰ) کو زمان و مکان اور جہت و ماہیت اور ترکیب عقلی سے پاک و منزہ سمجھنا اور اس کی صفات کو اس کا عین سمجھنا یا عین ذات پر زائد سمجھنا اور متشابہات کی تاویل کرنا اور اللہ تعالی کا دیدار بلا جہت صورت نفوس اور عقول کو باطل ٹھہرانا یا اس کے برعکس ان کو ثابت کرنا اور اس مسئلہ تقدیر پر گفتگو کرنا اور عالم کے صادر ہونے کے وجود کا قائل ہونا اور عالم کے قدیم ہونے کو ثابت کرنا اور علم کلام الہیات اور فلسفہ کی دیگر بحثیں یہ سب بدعات حقیقیہ کی قسم سے ہیں (الی ان قال) اس لئے ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی تنقیح (چھان پھٹک) کرنا اور ان مسائل و مباحث پر گفتگو کرنے والے کا شمار علماء دین اور حکمائے ربانیین میں کرنا اور ان امور کی وجہ سے ان کی تعریف اس طرح کرنا جیسے دینی کمالات کی کرتے ہیں نہ صرف عوام میں رائج ہے بلکہ خواص بھی اسی قسم کی گفتگو کرتے ہیں". (ایضاح الحق مترجم ص ۷۷،۷۸)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ ایضاح الحق کی مکمل عبارت کے اندر بدعت کا لفظی مطلق نہیں ہے بلکہ ایک خاص اصطلاحی قید اس کے ساتھ حقیقیہ کی موجود ہے۔ بدعت اور بدعت حقیقیہ میں جو فرق تھا وہ مرادآبادی صاحب سمجھے ہی نہیں۔

پھر یہ کہ ایضاح الحق ایک کتاب ہے جس میں اس کے مصنف نے اپنی خاص خاص اصطلاحات کا استعمال فرمایا ہے جو شروع سے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کے علم میں آتی ہیں۔ ظاہر ہے مسلسل

عبارت کو اس کی اصطلاحات کی وضاحت سے کاٹ کر از راہ فریب اس کے ناقص اور غیر مربوط جمل نقل کرنا دینا مودھوکہ دینا ہے۔

دراصل ہمارے ہاں بدعت کا اطلاق اس عمل پر بولا جاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو اور اسی بات کا دھوکہ مرادآبادی نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت و زمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی کہہ رہے ہیں جو کفر ہے حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں "بدعت حقیقیہ" ایک مخصوص اصطلاح ہے اور ولا مشاحۃ فی لاصطلاح شاہ صاحب کے اصطلاح میں بدعت حقیقیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی دلائل شرعیہ کی روشنی میں نکالے گئے گو بجائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین ہی کا درجہ کیوں نہ رکھتے ہوں لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل و وضاحت موجود نہ تھی مگر اب اسے دین کا ایک جز بنا کر اسی میں مشغولیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لے اس لیے وہ اپنی جگہ بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آجاتی ہے۔ل نابریں وہ بدعت حقیقیہ ہیں تو شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالی کو جہت و زمان سے پاک ماننا تو واجب ہے مگر اللہ کے بارے میں مسائل کلامیہ کے تحت اس تفصیل سے گفتگو کرنا جو کہ صدر اول میں نہ تھا اس لئے اب ان امور پر بحث و مباحثہ بدعت حقیقیہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اللہ تعالی کو جہت و زمان سے پاک نہ ماننا بدعت حقیقیہ ہے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فلسفہ یونان کے عربی میں منتقل ہونے اور علم کلام کے وجود میں آنے سے پہلے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ موجود تو تھا لیکن جہت و مکان کی نفی کے ساتھ نہ تھا اس قسم کے مسائل ذات و صفات کے متعلق علم کلام کے وجود میں آنے اور فلسفہ یونان سے علوم شریعہ کے اختلاط کے بعد وجود میں آئے جو اپنی جگہ حق واجب التسلیم شعار اہل سنت کے باوجود بھی بہت سے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک بدعت حقیقی کے معنی کے تحت آتے ہیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل موجود ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی اکابر امت "علم کلام" کو بدعت ہی کہتے اور کلامی مسائل کو بدعتی مسائل سے تعبیر کرتے یہاں صرف ایک دو حوالے نقل کرتا ہوں۔ تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر کا مقدمہ دیکھیں۔

وقال الامام الشافعی حکمی فی اھل الکلام ان یضربوا بالجرید و النعال و یطاف بھم فی العشائر و القبائل و یقال ھذا جزاء من ترک الکتاب و السنہ و اقبل علی کلام اھل البدعہ

(شرح فقہ الاکبر ص ۲۹)

ترجمہ :اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا میرا فیصلہ اہل کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو جوتو اور شاخوں سے مارا جائے اور قبیلہ قبیلہ ان کا گشت کرایا جائے اور پکار کر اعلان کیا جائے کہ یہی سزا ہے اس شخص کی جس نے کتاب وسنت سے بے تعلقی برتی اور اہل بدعت کے کلام کی طرف راغب ہوا۔

عن ابی یوسف انه قال کنا جلوسا عند ابی حنیفة اذا دخل علیه جماعه فی ایدیهم رجلان انه فقال ان احدا هذین یقول القرآن مخلوق وهذا ینازعه ویقول هو غیر مخلوق قال لا تصلوا اخلفهما قلت اما الاول فنعم انه لا یقول لقدم القرآن و اما الآخر فما باله لا یصلی خلفه قال انهما ینازعان فی الدین و المنازعة فی الدین بدعة کذا فی مفتاح السعاده (شرح فقه الاکبر ص ۲۲)

ترجمہ :امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں تھے کہ اچانک ایک گروہ دو آدمیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آیا اور دونوں میں سے ایک قرآن کو مخلوق بتاتا ہے اور دوسرا اس سے جھگڑتا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق بتاتا ہے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ان دونوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر میں نے سوال کیا کہ پہلے شخص کے بارے میں تو یہ حکم درست ہے اس لئے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا لیکن دوسرے نے کیا کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں دین میں جھگڑا کر رہے ہیں اور دین میں جھگڑا کرنا بدعت ہے اس لیے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والا دوسرا شخص بھی بدعتی ہے اور اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

بریلویوں سے درخواست ہے کہ آنکھیں کھول کر ان حوالوں کو پڑھیں فقہائے متاخرین کے نزدیک قرآن کو غیر مخلوق ماننا واجبات دین اور شعار اہل سنت میں سے ہے جو نہ مانے وہ گمراہ اور بد دین ہے مگر ایک وقت تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو بدعت اور ان مسائل میں بحث مباحثہ کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے تو ایضاح الحق کا یہ قول بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا بدعت حقیقیہ ہے ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہے نہ یہ کہ یہ ان کا معاذ اللہ اپنا عقیدہ ہے جس طرح کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ مطلب لینا کہ وہ معاذ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے غلط ہے۔ مگر عند الضرورت مسائل پر بحث ومباحثہ کرنا بھی درست جیسے حنفیوں

نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر

معتزلہ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا۔

بدعت حقیقیہ کی ایک اور مثال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

" کیونکہ وہ اسی کو ہی اصل کمال شرعی سمجھتے ہیں یا شریعت کا تکملہ گردانتے ہیں" (ایضاح الحق مترجم صفحہ ۷۹)

خط کشیدہ عبارت اور بعد کی ایک عبارت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایضاح الحق میں ان کلامی مسائل میں تفصیلی گفتگو کرنے اور انہی کو مقصود شریعت سمجھ لینا کہ لوگ اسی وجہ سے ان کی تعریف کریں اور اسے عالم جانے اس کو بدعت کہ رہے ہیں کہ صدر اول میں ان مسائل پر اس تفصیل کے ساتھ بحث ومباحثہ نہیں کیا جاتا تھا نہ یہ کہ اللہ تعالی کو جہت ومکان سے پاک نہ ماننے کو بطور عقیدہ لینے کو وہ معاذ اللہ بدعت کہ رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں بات کیا تھی اور اسے سے کس طرح مراد آبادی نے گمراہ کن عنوان دیا۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس قائل کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حق تعالیٰ کو زمان ومکان کے ساتھ مقید یا محدود مانتا ہے بلکہ اسکی غرض صرف یہ ہے کہ یہ ابحاث دقیقہ اور تشقیقات منطقیہ وفلسفیہ سلف صالحین کے اندر معروف نہ تھیں اس لیے ان میں پڑنا بدعت ہے الخ۔ (کفایت المفتی جلد ا صفحہ ۲۳۷)

ظفر الدین بہاری مولانا عبدالحیؒ لکھنوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں " اللہ تعالیٰ کو تمام اھلسنت جہت ومکان سے پاک جانتے ہیں مگر آپ نے باتباع ابن تیمیہ اللہ جل شانہ کے لیے جہت ثابت کردی تھی اور اسکو بزور زبان صحابہ تابعین و ائمہ مجتھدین کا مذھب قرار دیا تھا"۔ (حیات اعلی حضرت جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ کو تو اپنا عالم شمار کرتے ہو تو کیا یہ عقیدہ بقول تمھارے اپنے عالم کا ہی ہوا اب جو جواب تمہارا وہی ہمارا

اعتراض نمبر ۸

اعتراض نمبر ۸ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

"التلبیسات صفحہ ۱۷ امیں لکھا ہے جو اس کا قائل ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی

فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔

یہاں تو یہ ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے کہ حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدے پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے چنانچہ ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان صفحہ ٦٨ میں لکھا ہے انسان سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے۔ دوسری کتاب براہین قاطعہ جس کے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنھوں نے التلبیسات میں مذکورہ عبارت لکھی۔ وہ براہین قاطعہ صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں.

"اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے."

اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار چھاپ چکے التلبیسات میں اس کا کیسا انکار کر دیا۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۱۴۴ النوریہ الرضویہ پبلیشنگ کمپنی لاہور)

الجواب:

یہ احمد رضا بریلوی کی دجالیت کی نحوست ہے کہ اس کے علمی ورثاء بھی درحقیقت خود دجال و مکار واقع ہوئے ہیں اسلئے صاف عبارات میں بھی ان کو تضاد نظر آرہا ہے حالانکہ ان تمام مذکورہ بالا عبارت میں کوئی تضاد نہیں بلکہ درحقیقت یہ مرادآبادی کی اپنی ایجاد کردہ تلبیس ہے۔

المہند علی المفند میں جس بات کو کفر کہا گیا ہے وہ بات تقویۃ الایمان میں موجود ہی نہیں المہند علی المفند کہ یہ الفاظ کہ بس اتنی ہی فضیلت صاف واضح کررہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت میں حصر کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بس یہی فضیلت حاصل ہے ہم پر کہ بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی اس پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا فتویٰ ہے جبکہ تقویۃ الایمان میں پوری ذریت رضاخانیت حصر کا کلمہ نہیں دکھا سکتی کہ جس میں لکھا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم پر محض اتنی ہی فضیلت ہے جتنے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے لہذا دونوں عبارات میں کوئی تلبیس و تضاد نہ ہوا بلکہ بقول حسن علی میلسی جوڑ توڑ کر تضاد کرنا بے ایمانی اور دجل کا تنکا اکھٹا کرنا ہے (محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ٦٤٠)

لہذا معلوم ہوا کہ المہند علی المفند میں کوئی بے ایمانی اور دجل نہیں بلکہ جوڑ توڑ کر کے دجل و بے

ایمانی مرادآبادی نے کی۔

اور جہاں تک بات ہے فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی براہین قاطعہ کی عبارت کی کہ اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ

آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی کہنا گستاخی ہے تو وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہوگا جو ابوجہل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانی ذات ہونے کے اعتبار سے آپس میں بھائی کہے۔۔

احمد یار گجراتی تفسیر نعیمی میں لکھتا ہے کہ۔

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی، مشرک بھی منافق بھی، پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی، گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسی علیہ السلام اسی میں ابوجہل ہے اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتے سے بھائی بھائی ہیں۔ (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۶۰۶)

یہاں دیکھیں کہ کیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور فرعون و ابوجہل کو ایک ہی درخت کا پھل کہا جا رہا ہے اور اس رشتے سے ان کو آپس میں بھائی کہا جا رہا ہے تفسیر نعیمی کی عبارت کے ہوتے ہوئے جن رضاخانی ملاؤں نے آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنوں کا بھائی کہنے پر گستاخی کا فتوی لگایا ہے دراصل آپ کے اصول پر تلبیس و مکاری انہوں نے کی۔

عتراض نمبر ۹

التلبیسات صفحہ ۱۸ میں ہے

" ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کہ ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول. اور بیشک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم

ہے"۔

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کرر ہے ہیں۔ اور عقیدہ دیکھیے تو نہایت ناپاک۔ کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمے اور انجام کا بھی علم نہیں دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں چناچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے۔

" جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں قبر میں آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا"۔

اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ لکھا ہے۔

"اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں"

حقیقی عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے التلبیسات میں اور ظاہر کیا۔(التحقیقات لدفع التلبیسات صفحہ ۴۵ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

ہم المہند کی مکمل عبارت نقل کریں گے اور یہی علماء دیو بند کا عقیدہ ہے۔

" ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کہ ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول. اور بیشک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالی کا فضل عظیم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانے کی ہر آن میں حادث وواقع ہونے والے واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع وعلم ہو کہ اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدہ شریف سے غائب رہے تو آپ کے علم اور معارف میں ساری مخلوق سے افضل ہونے اور وسعت علمی میں نقص آجائے اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزی سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر وہ واقعہ عجیبہ مخفی رہا کہ جس سے ہدہد کو آگاہی ہوئی۔ اس سے سلیمان علیہ السلام کے اعلم ہونے میں نقصان نہیں آیا چنانچہ ہدہد کہتی ہے کہ میں نے ایسی خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا سے ایک سچی خبر لے کر آئی ہو" (المہند علی المفند)

ثانیاً مرادآبادی صاحب نے براہین قاطعہ کی عبارت پیش کی ہے جس میں فرمایا کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں مرادآبادی کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اکابر کا یہ مذہب ہے اس لیے یہ قول علماً دیوبند نے نہیں بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور یہ اصول خود مخالفین کو مسلم ہے کہ ناقل پر فتوی نہیں لگتا چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں" اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" (براہین قاطعہ ص ۱۲۱ کتب خانہ امدادیہ دیوبند(

حضرت فخرالمحدثین شیخ سہارنپوری رحمہ اللہ نے شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ رقمطراز ہیں" او نیز فرمودہ است کہ من بشرام نمیدانم کہ درپس این دیوار چیست یعنی بے دانانیدن حق سبحانہ" (اشعۃ اللمعات ص ۱۸۴ ج ا مطبوعہ بمبئی)

اوراسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں نہیں جانتا ہوں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے بتلائے اللہ تعالی کے۔

یہ بات تو شیخ صاحب نے لکھی ہے لیکن نشانہ علمائے اہل السنت دیوبند اور فخرالمحدثین کو بنایا

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ میں زکوۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ایک انصاری خاتون میرے ہی جیسی ضرورت لیے موجود تھی پھر ہمارے پاس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ گذرے کو تو ہم نے ان سے کہاک کہ (ترجمہ)

ان آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ ادا ہو جائے گا جسے میں اپنے شوہر اور چند اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر خرچ کرونگی ہم نے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے) یہ بھی کہا

کہ ہمارے متعلق انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ کہنا چنانچہ وہ اندر گئے اور دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں کون خاتون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ زینب. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون زینب؟ کہا کہ عبداللہ کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں صدقہ ادا ہو جائے اور انھیں دو اجر ملیں گے ایک قرابت کا اجر دوسرا صدقے کا" (بخاری ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ قندھار افغانستان)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم ہوتا تو حضرت بلال سے نام دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہوتی؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور حضرت زینب کا نام معلوم ہونے پر یہ فرمانا کہ کون سی زینب صریح دلیل ہے اس بات کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تھا ورنہ استفہام نہیں کرتے۔

احمد رضا خان بریلوی سے کسی نے پوچھا" کتے کا رواں تو ناپاک نہیں" تو خان صاحب اسکا کیا جواب دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

" صحیح یہ ہے کہ کتے کا صرف لعاب نجس ہے لیکن بلا ضرورت پالنا نہ چاہیے کہ رحمت کا فرشتہ نہیں آتا حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا مگر وعدے میں دیر ہوئی جبریل علیہ السلام حاظر نہ ہوئے سرکار باہر تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام در دولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں عرض کیا (صرف ترجمہ) رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر. اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا نکل اسے نکالا تو حاضر ہوئے". (ملفوظات اعلیحضرت حصہ سوئم ص ۳۲۰ لاہور)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم ہوتا تو انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پلنگ کے نیچے کتے کا پلا کیوں نہ دیکھ سکے.

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں کہ" اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تھی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے صحیح جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے' (شرح مسلم ج ۵ ص ۵۶۴ فرید بک سٹال)

لیجئے دیوار کے پیچھے کا علم تو گجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا بقول بریلویہ علماء کے۔

علماء دیوبند اگر یہ کہیں کہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو کافر و گستاخ وغیرہ اور خود نبی علیہ السلام کی پشت کے علم کی نفی کرو تو مسلمان اور عاشق سبحان اللہ ایسا مذہب تمہیں ہی مبارک۔

مولوی جلال الدین امجدی بریلوی اپنی کتاب میں بخاری و مسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں" حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ اقدس پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے میں نے عرض کی" میں ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں (تو) میں بھی ہوں۔" (انوار الحدیث ص ۳۴۵ ضیاء القرآن)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم ہوتا تو کون ہے کون ہے کیوں فرماتے؟

بخاری میں روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے مرض الوفات میں پوچھا اصلی الناس تو جواب میں عرض کیا گیا نہیں وآپ کے انتظار میں ہیں۔ یہ سوال آپ ﷺ نے چار مرتبہ کیا۔ ان سوالوں کے درمیان بے ہوشی طاری ہوتی رہی الخ۔ آپ ﷺ حجرہ مبارکہ میں تھے اور درمیان رکاوٹ ایک دیوار ہی تو تھی۔ سعیدی صاحب اس روایت کا ترجمہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ (نعمۃ الباری ج ۲ صفحہ ۵۶۶)

ثالثاً مراد آبادی صاحب نے تقویۃ الایمان سے تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ بھی ادھوری عبارت نقل کر کے۔

ہم تقویۃ الایمان کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں۔

ترجمہ حدیث مشکوۃ کے باب البکاء والخوف میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا ہے کہ نقل کیا امام العلاء نے کہ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور کیا تم سے۔

فائدہ: یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی سے یا الہام سے بتائی کہ فلانے کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کر لینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی ان کے اختیار سے باہر ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۱ تا ۶۲ مجلس نشریات اسلام کراچی)

حضرت شاہ صاحب شہیدؒ کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں بلکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ آخرت میں کسی کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں ہاں مجملاً یہ بات ضرور ہے کہ کہ انبیاء واولیاء کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے آخری عبارت جو حضرت کے مقصود کو واضح کر رہی ہے مراد آبادی صاحب نے نقل نہ کی تا کہ اپنے جاھل مقلدین کو دھوکہ دے سکے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"

ظاہر این حدیث آن است کہ عاقبت مبہم است و ہیچ کس نمی داند کہ آخر چہ خواہد شد و چہ کار خواہد کرد و این در باب انبیاء و رسل خصوصاً در حق سید المرسلین منفی است بہ دلایل قطعیہ ک دلالت دارند بر جزم ویقین بہ حسن عاقبت ایشان یا مراد عدم دریافت احوال عاقبت است چہ در دنیا و چہ در آخرت بہ تفصیل چہ علم بہ احوال غیب بہ تفصیل جز پروردگار تعالی را نباشد اگر چہ مجملاً معلوم است کہ عاقبت انبیا علیہم السلام بہ خیر است۔" (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۳۴، ۱۳۵)

ترجمہ : ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہیں اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ درباره انبیاء اور رسل خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہیں جزم ویقین کے ساتھ ان کے حسن عاقبت پر یا پھر اس سے مراد انجام کے احوال کا دریافت نہ ھونا ہے کہ دنیا میں کیا اور آخرت میں کیا اور غیب کے تفصیلی احوال پروردگار کے سوا کسی کو معلوم نہیں اگر چہ اجمالی طور پر یہ بات معلوم ہے کہ انبیاء علیھم السلام۔ کا انجام بھلائی پر ھوگا"

بس جو باتیں شاہ صاحب نے فرمائی ہیں اس سے ملتی جلتی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمائی ہے مزید اس حدیث کی تشریح شیخ صاحب کی اشعۃ اللمعات صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۵ جلد چہارم ملاحظہ فرمائیں

اعتراض نمبر ۱۰

مراد آبادی صاحب تضاد نمبر ۱۰ کہ تحت لکھتے ہیں۔

التلبیسات صفحہ ۱۹ میں لکھا۔

اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتوی دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔

یہاں تو یہ لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعت علم کو ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار. یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود جناب ہی ہیں براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں ـــ

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے.

دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور التلبیسات میں اس کا صاف انکار ہے ایسے عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے کیا عیاری ہے۔(التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۰ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

جو الزام براہین قاطعہ کی عبارت پیش کر کے مرادآبادی صاحب نے لگایا ہے احمد رضا خان نے وہ عقیدہ علمائے اہل السنت کی طرف منسوب کر کے علمائے حرمین کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی اسی لیے یہ سوال علمائے حرمین نے علمائے اہل السنت دیوبند سے دریافت فرمایا تھا

" کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلاۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر اور کیا یہ مضمون تم نے اپنے کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا حکم کیا ہے؟" (المہند علی المفند ص ۴۶ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

قارئین کرام مرادآبادی صاحب نے المہند کے تضاد میں براہین قاطعہ عبارت کی عبارت کو پیش کیا ہے۔۔

جبکہ دونوں عبارات کے لکھنے والے مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ ہی ہیں

دلچسپ بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ کی جس عبارت کو تضاد میں پیش کیا ہے اس کی وضاحت۔خود المہند میں ہی حضرت نے کر دی تھی۔

چنانچہ ہم المہند سے ہی حضرت ہی تحریر نقل کرتے ہیں کیونکہ بریلویوں کو بھی یہ مسلم ہے کہ مصنف اپنی بات کی وضاحت خود بہتر انداز میں بیان کر سکتا ہے۔

جیسا کہ نعیم اللہ خان قادری صاحب لکھتے ہئں " ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے". (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۷۹ فیضان مدینہ پبلیکیشنز کامونکی)

بریلوی مناظر اشرف سیالوی لکھتے ہیں "اپنے اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا یہ تمہارا عقیدہ ہے اور تم نے یہ ثابت کرنا ہے" (تنویر الابصار بنور نبی المختار ص ۷ اہل السنہ پبلیکیشنز دینہ ضلع جہلم)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے لکھا کہ" اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حکم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہیں اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتوی دے چکے ہیں جو یوں کہہ کہ شیطان ملعون کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہاں پایا جا سکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کرسکتا جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہتیرے حقیر حادثوں کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال نہیں ہوسکتا کیونکہ ان پر فضل وکمال کا مدار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں ۔۔۔۔۔ ہمارے ملک کے مبتدعین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام شریف وادنی واعلی واسفل علوم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی وجزئی کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ ہر مسلمان کو شیطان پر فضل وشرف حاصل ہے بس اس قیاس کی بنا پر لازم آئے گا کہ ہر امتی بھی شیطان کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہوں اور لازم آئے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو جسے ہدہد نے جانا۔۔۔۔

یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو براہین قاطعہ میں بیان کیا ہے۔ جس نے کند ذہن بددینوں کہ رگیں کاٹ دیں اور دجال ومفتری گروہ کی گردن توڑ دی سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حادث جزئی میں تھی اور اسی لئے اشارہ کا لفظ ہم نے لکھا تھا تا کہ دلالت کرے کہ نفی واثبات سے مقصود صرف یہ ہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں اور شاہنشاہی محاسبہ سے ڈرتے نہیں اور ہمارا پختہ عقیدہ

ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہتیرے علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ان پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے۔(المہند علی المفند ص ۴۶ تا ۴۸ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

قارئین کرام یہ وہ بہترین وضاحت ہے بریلوی اصول کے مطابق جسے ہم نے خود مصنف سے نقل کردیا ہے لیکن آئینہ دکھانے کو ہم بریلویوں کے کچھ حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

"خضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم میں پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہوسکتا ہے" (فتاوی فیض الرسول ج ۱ ص ۳۹)

مولوی ابو الحسنات بریلوی لکھتے ہیں" داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کیا کوئی تیری مخلوق میں سے مجھ سے زیادہ ذکر کرنے والا ہے تو اللہ تعالی نے مینڈک کے متعلق وحی فرمائی" (تفسیر الحسنات ج ۵ ص ۴۴۵)

بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی لکھتے ہیں

"نبوت اعمال سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ محض رب کے فضل سے ورنہ شیطان یا کسی فرشتے کو ملنی چاہئے تھی۔" (تفسیر نعیمی ص ۲۸۵ ج ۱)

اعتراض نمبر ۱۱

اعتراض نمبر ۱۱ کرتے ہوئے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں کہ"

التلبیسات صفحہ ۲۴ میں ہے جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید وبکر و بہائم ومجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا اب دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جس کو کفر کہہ رہے ہیں وہ قول کس کا ہے۔ ملاحظہ کیجئے حفظ الایمان مطبوعہ مجتبائی مصنف مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸ میں ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وبکر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل

ہے۔

دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو التلبیسات میں کافر کہہ رہے ہیں خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کا ہے اس کے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ اس التلبیسات میں اشرف علی کی عبارت پیش کی تو اس میں قطع و برید کرلی کہ حفظ الایمان میں تو علم غیب کا حکم کیا جانا لکھا اور التلبیسات میں علم غیب کا اطلاق لکھا ہے کہاں حکم کرنا کہاں محض اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی اگر ان کے نزدیک حفظ الایمان والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو التلبیسات میں اس کو کیوں بدلا کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا اصل لفظ کو کیوں بچایا قول کچھ تھا علماء عرب کو کچھ دکھایا۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۱)

الجواب:

یہ اعتراض بھی مرادآبادی کی الٹی عقل کے مرہون منت ہے

احمد رضا خان اور مرادآبادی کا دجل تو تھا کہ جس نے حفظ الایمان کی عبارت کا انتہائی غلط مفہوم مراد لیا وہاں حضور علیہ السلام کے علم کی بات ہی نہیں ہو رہی بلکہ وہاں تو عالم الغیب کے اطلاق کی ہو رہی ہے،

چنانچہ احمد رضا خان صاحب نے حسام میں اس نقطہ کو پردہ اخفا میں رکھتے ہوئے عبارت یوں نقل کی تھی

ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے.

جبکہ اصل عبارت یوں تھی جو پورے معاملے کو کھول رہی تھی کہ یہاں عالم الغیب کی اطلاق کی بات کی جا رہی ہے نہ کہ حضور اقدس رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی. ہم اصل عبارت بھی نقل کرتے ہیں جس میں خان صاحب کے نقل کردہ جملوں سے آگے بھی بات جا رہی تھی جسکو خان صاحب بریلوی نے دیدہ دانستہ نقل نہ کیا کہ مبادا تکفیر کا پلو ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے. چنانچہ اصل عبارت یوں ہے

ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

لیجیے اگر خان صاحب اور مرادی آبادی اگلی عبارت بھی نقل کر دیتے تو بات صاف ہو سکتی تھی.

خان صاحب و مرادی آبادی نے اگلے جملے" تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے" کو بھی

اڑا گئے کیونکہ اس سے یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ بات عالم الغیب کے اطلاق کی چل رہی ہے نہ کہ مقدار علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی.

پس جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بات ہی نہیں کرر ہے تو المہند کا فتوی حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر نہیں لگتا بلکہ تمہارے اوپر لگتا ہے علم غیب وحاضر ناظر نبی پاک ﷺ کے لیے اوصاف گھڑتے ہو پھر شیطان اور جاوروں کو بھی ساتھ شریک بنا دیتے ہو بلکہ بعض دفعہ بڑھا دیتے ہو۔

لیجیے اب تو ثابت ہوا مرادآبادی اور ان کے امام دونوں تلبیس و دھوکہ دہی میں ملوث ہیں جبکہ ہماری عبارت دوجمع دو چار کی طرح واضح و بے غبار ہیں۔ ہاں غبار اگر ہے تو احمد رضا خان اور مرادآبادی کی سوچ میں خمار اگر ہے تو ان کے دماغ کا!

حکم یا اطلاق:

دوسرے الزام میں "حکم" کو "اطلاق" سے بدلنے پر مخالف سیخ پا ہے، جبکہ

مولانا تھانوی مرحوم کی عبارت کا سیاق وسباق حکم سے اطلاق مراد لینے پر واضح دال ہے۔

مرادآبادی صاحب نے یہاں بڑی بددیانتی کی ہے کہ المہند میں الفاظ "عالم الغیب کا اطلاق" ہے جبکہ مرادآبادی صاحب نے "علم غیب کا طلاق" قرار دیا ہے۔

پہلی بات کہ علم غیب کا حکم کہا جائے یا عالم الغیب کا اطلاق کہاں جائے بات ایک ہی ہے

حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں

"حکم اور اطلاق کبھی دونوں جمع ہوتے ہیں"۔ (رادالمہند ص ٦٨ میلاد پبلیکیشنز)

عبارت کے سیاق میں زید نے سوال کیا اور علم غیب کی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد عالم الغیب کے الفاظ دونوں قسموں کیساتھ لکھ رھاھے،

اور جواب میں مولانا تھانوی مرحوم کی متنازعہ عبارت سے پہلے مکمل ایک متصل صفحہ (جو زید کے سوال پر مشتمل ھے) پر بہت سے مقامات پر اطلاق کا لفظ موجود ہے اور حکم کا لفظ ایک مرتبہ بھی کھیں لکھا موجود نہیں،

اب مذکورہ عبارت کے سیاق کے بعد سباق میں متصل جو عبارت لکھی ہے اور یہ وہی مظلوم

عبارت ھے جسے اڑا کر خانصاحب نے اپنی دلی بھڑاس نکال کر علمی خیانت کی ریت قائم کی، اس مظلوم عبارت میں صاف لکھا ہے کہ

" کیونکہ ہر شخص کوکسی نہ کسی ایسی بات کا علم ھوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ھے تو چاھیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے"۔

اس مظلوم اور تختۂ مشق عبارت میں" عالم الغیب" کا واضح لفظ حکم سے اطلاق مراد لینے پر لاجواب قرینہ ھے.. مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں" ارباب فنون کی مخصوص اصطلاح کے اعتبار سے اگرچہ حکم اور اطلاق میں فرق ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام محاورات میں بھی اہل فن کی اس اصطلاح کا لحاظ رکھا جائے لہٰذا عام محاورات میں حکم بول کر اطلاق مراد لیا جاسکتا ہے اور اگر ضابطہ ہی کی توجیح درکار ہوں وہ بھی اس طرح کی جاسکتی ہے کہ حکم ازروئے لغت اطلاق کو مستلزم ہے یعنی جہاں حکم اصطلاحی کی تحقیق ہو وہاں لغۃ اطلاق ضرور صحیح ہوگا پس اس لزوم لغوی کے علاقے کی وجہ سے بھی حکم بول کر اطلاق مراد لے سکتے ہیں اور چونکہ حفظ الایمان کی عبارت میں سیاق وسباق کے قرائن اس پر دال ہیں اس لئے یہی احتمال متعین ہے"۔

مفتی خلیل احمد خان صاحب قادری برکاتی صاحب لکھتے ہیں" علماء کرام نے اپنی کتب معتبرہ میں تصریح فرمائی ہے کہ لفظ حکم چند معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جن میں سے ایک معنی نسبت تامہ کے ہیں یعنی پوری پوری نسبت کرنا چنانچہ علم کلام کی معتبر ومستند کتاب شرح البراہین کے حاشیہ مطبوعہ مصر ص ۳۳ پر علامہ شیخ ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔۔

اعلم ان الحكم يطلق عند اهل العرف العام على استاد امر الى الأخر ايجا بأو سلبا. ويطلق عند المناطقة على ادراك ان النسبت واقعة اويست بواقعة وتسمى حينذ تصديقا. و ويطلق على النسبة التامة. الخ

ترجمہ:۔ جان تو کہ لفظ حکم کا اطلاق اہل عرف عام کے نزدیک ایک امر کی اسناد دوسرے امر کی طرف ایجابا یا سلبا پر ہوتی ہے اور منطقیوں کے نزدیک اوراک نسبت واقعہ یا غیر واقعہ پر اس وقت اس کا نام تصدیق ہوگا اور اس ہی کلمہ حکم کا اطلاق نسبت تامہ پر بھی ہوتا ہے۔ بخوبی ثابت ہو گیا کہ علامہ دسوقی رحمۃ اللہ تعالے لفظ حکم کے تین معنی بتاتے ہیں تیسرے معنی نسبت تامہ کے بتاتے ہیں۔ جب تیسرے معنی حکم

کے نسبت تامہ کے فرمائیے لہذا ازرا انصاف و ایمان کی روشنی میں فیصلہ کیجئے کہ عبارت حفظ الایمان کے اول فقرہ میں لفظ حکم ہے یعنی آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا کا اب کیا مطلب ہوا یعنی آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کی پوری پوری نسبت کرنا اور ظاہر ہے کہ علم غیب کی پوری پوری نسبت عالم الغیب کہنے سے ہوتی ہے لہذا فقرہ اول سے مطلب صاف ظاہر ہو گیا کہ صاحب حفظ الایمان کا کلام علم غیب کی نسبت تامہ پر ہے جو اطلاق عالم الغیب سے ہی ہوتی ہے لہذا یہ کہنا کہ تھانوی صاحب کا عالم الغیب پر کلام نہیں ہے علم غیب پر ہے سخت نافہمی بلکہ کج فہمی پر دال ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں"۔(انکشاف حق ص ۱۱۷،۱۱۸)

اعتراض نمبر ۱۲

اعتراض نمبر ۱۲ کے تحت مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں

"مجلس مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپکی سواری کے گدھے کا پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلی درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔ دیکھیے یہاں مولود شریف کو اعلی درجے کا مستحب بتایا جاتا ہے اور اس کو بدعت سیہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے بڑا فریب ہے کیونکہ اس میں وہ اس کے منکر ہیں دیکھئے ذیل کے حوالے فتاوی رشیدیہ جلد ا صفحہ ۵۰ میں ہے

سوال : مولود شریف اور عرس کے جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں۔

الجواب : مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی عمل غیر مشروع نہ ہو مگر اور اہتمام تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانے میں درست نہیں۔

اسی فتاوی رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے۔

مسئلہ محفل میلاد جس میں روایات صحیح پڑھی جائیں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ نہو شریک

ہونا کیسا ہے؟ جواب : ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

اسی جلد میں لکھا ہے کہ

انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔

اس فتاوی کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے۔

کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں۔ انصاف کیجئے حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں اور التلبیسات میں ظاہر اس کے خلاف کیا۔" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۲ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

قارئین محترم یہاں پر المہند کی عبارات پیش کریں گے جس کے پڑھنے کے بعد قارئین جان جائیں گے کہ اس میں نفس ذکر ولادت شریفہ کو مندوب و مستحسن لکھا گیا ہے یا عقد مجلس میلاد کو۔

المہند صفحہ ۵۲ میں ہے" حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گھوڑے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلی درجے کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔ الخ۔

صفحہ ۵۴ میں اس مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں" حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے۔

قارئین کرام آپ ان عبارات کو ملاحظہ فرمالیں اور دیکھ لیں کہ کس نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور جھوٹ بولا ہے

اب ہم فتاوی رشیدیہ کی عبارات کہ طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کا مقصد بتاتے ہیں

فتاوی رشیدیہ جلد اول صفحہ ۷۰ پر ہے۔

"نفس ذکر ولادت کو کوئی منع نہیں کرتا"

،نیز اسی کے صفحہ ۱۰۹ پر ہے

"نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے"

پھر اسی کے صفحہ ۱۴۲ پر ہے

"نفس ذکر ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئ"

ان ہر سہ عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم نفس ذکر ولادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو مندوب و مستحب ہی سمجھتے ہیں البتہ عقد مجلس میلاد یا انعقاد مجلس میلاد کو نادرست کہتے ہیں۔ اب اگر نفس ذکر ولادت اور عقد مجلس یا انعقاد مجلس کا فرق آپ کی سمجھ سے باہر ہو تو فہم عالی کا قصور ہے۔ اطلاق اور تقیید کا فرق جن کی سمجھ سے باہر ہے وہ علماء امت و فضلاء ملت کے کلام پر تنقید کا شوق رکھتے ہیں. ناظرین اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی اللہ کا بندہ کہے کہ چوری کی بکری حرام ہے اور کوئی بریلوی کہے کہ لو صاحب ان کے نزدیک تو بکری بھی حرام ہے جسکی حلت نص سے ثابت ہے بس اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نفس ذکر ولادت جو درجہ اطلاق میں ہے ہمارے نزدیک امر مستحسن ہے اور عقد یا انعقاد جس کے مفہوم میں تداعی وغیرہ دیگر اہتمامات و تخصیصات بھی داخل ہیں تقیید میں ہے ہمارے نزدیک ممنوع اور نادرست ہے اس میں کس کو کلام ہوسکتا ہے کیا تداعی و دیگر اہتمامات کسی امر مباح یا مستحسن کے لئے بتصریح فقہاء حنفیہ مکروہ نہیں؟۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز کے لئے اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے دیکھا تو آپ نے ان لوگوں کے اس فعل کو بدعت قرار دیا حالانکہ چاشت کی نماز فی نفسہ ایک امر مستحب ہے جس کی فضیلت میں احادیث صحیح وارد ہیں۔ مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالی عنہ کسی ختنہ میں بلا گئے تو آپ نے جانے سے انکار فرمادیا کسی نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہم لوگ ختنوں میں نہیں جاتے تھے اور نہ یہ بلائے جانے کا دستور تھا۔ (مسند ج ۴ ص ۲۱۷)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس امر میں شرعت مطہرہ نے تداعی اور دوسرے اہتمامات کی تعلیم نہ دی ہو اس میں تداعی اور اہتمام کرنا بدعت و ممنوع ہے، اگر عقل سلیم چشم انصاف ہو تو مسئلہ میلاد کی تمام ترپیچیدگیاں انہی چند سطروں سے حل ہوسکتی ہیں، پھر اگر نفس ذکر ولادت اور عقد و انعقاد کے اس روشن فرق سے قطع نظر بھی کرلی جائے تب بھی سد اللباب اس مجلس کے انعقاد کی اجازت نہ دینا ہی اسلم تھے جیسا کہ

حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سیدنا شیخ احمد الفاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مجلس میلاد کے متعلق تحریر فرمایا ہے

"اگر بر ہنجے خوانند کہ تحریفے درکلمات قرآنی واقع نہ شود و در قصائد خواند نشرآئط مذکور نہ گردد و آں راہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است۔ مخدوما بخاطر فقیر میرسد تاں سد ایں باب مطلق نہ کنند بوالہوسان ممنوع نمے گردند اگرند تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قلیلہ یفضی الیٰ کثیرۃ قول مشہور است۔

ترجمہ: اگر اس طور پر پڑھا جائے کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف نہ ہو اور قصائد نعتیہ پڑھنے میں راگ اور تالی بجانا وغیرہ نہ ہو اور اس کو بغرض صحیح جائز کہا جائے کہ تو کوئی مانع نہیں۔

میرے محترم! فقیر کے دل میں تو یہ آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلقاً بند نہ کیا جائے گا اصحاب ہوی وہوس باز نہیں آسکتے تھوڑے کو جائز کہنا بہت سے تک پہنچا دے گا مثل مشہور ہے۔

قلیلہ یفضی الیٰ کثیرہ۔

آخر ہم بھی یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اِس عقد مجلس یا انعقاد مجلس کو منع کرنا صرف ہماری اور ہمارے اکابر کی خصوصیت نہیں بلکہ صد ہا برس سے علماء اُمّت محمدیہ بھی لکھ رہے ہیں چنانچہ علامہ ابن الحاج (جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی انباء المصطفیٰ میں امام لکھا ہے) اپنی مشہور کتاب مدخل میں لکھتے ہیں:

ومن جملہ ما احدا ثورہ من البدع مع اعتقادھم ان ذلک من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ فی الشھر الربیع الاول من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات الی اذا معک الی ان قال وھذہ المفاسد مترتبہ علی فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منہ و اعمل طعاما فقد ونوی بہ المولد ودعا الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فھو بدعۃ بنفسی نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین واتباع السلف اولی۔

(مدخل ابن الحاج مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۵)

ترجمہ: اور لوگوں کی اُن بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں وہ مجلس میلاد ہے جن کو وہ ماہِ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور واقعہ ہے کہ وہ بہت سے بدعات اور محرمات پر حاوی ہے (آخر میں فرماتے ہیں) اور اِس مجلسِ میلاد پر یہ مفاسد اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اُس میں سماع ہو پس جبکہ مجلس میلاد سماع سے پاک ہو اور

صرف بہ نیّت مولود کھانا تیّار کرلیا اور بھائیوں اور دوستوں کو اُس کے لیے بُلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ صرف نیّت (عقد مجلس میلاد) کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا اور اُن کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

مدخل کی اِس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مجلس میلاد اگرچہ دوسرے منکرات سے خالی بھی ہو۔ تب بھی صرف عقد مجلس اور اہتمام مخصوص کی وجہ سے بدعت اور نا مشروع ہے۔ اور یہی بعینہ فتاویٰ رشیدیہ کا مضمون ہے۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مغربی اپنے فتاویٰ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ان عمل المولد بدعة لم یقل به و لم یفعله رسول الله صلی الله علیه و سلم و الخلفاء و الائمة. کذافی الشرعة الالهیه.

ترجمہ: بہ تحقیق میلاد کا کرنا بدعت ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا نہ اس کا حُکم دیا۔

اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی لے فتاویٰ تحفۃ القضاء میں ہے۔ قاضی صاحب سے مجلس میلاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

لا ینعقد لانه محدث و کل محدث ضلالة و کل ضلالة فی النار.

ترجمہ: مجلس میلاد منعقد نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ نو ایجاد ہے اور ہر نو ایجاد گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنّم میں لے جانے والی ہے۔

اور مولانا نصیر الدین شافعی ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

لا یفعل لانه لم ینقل عن السلف الصالح و انما احدث بعد القرون الثلاثة فی الزمان الطالح و نحن لا نتبع الخلف فیما اهمل السلف لانه یکفی بهم الاتباع فای حاجة الی الابتداع.

ترجمہ: مجلس میلاد نہ کی جائے کیونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں بلکہ زمانہ خیر القرون کے بعد برے زمانہ میں اُس کی ایجاد ہوئی ہے اور ہم بعد والوں کو اُس فعل میں پیروی نہیں کریں گے جس کو سلف صالحین نے نہ کیا ہو اِس لیے کہ ہم کو سلف کا اتباع کافی ہے ایجاد و اختراع کی کیا ضرورت ہے۔

اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان ما یعمل بعض الامراء فی کل سنۃ اختفاالد لمولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فمع اشتمالہ علی التکلفات الشنیعہ بنفسہ بدعۃ احدثہ من یتبع ھواہ (من الفتاوی الرشیدیہ)

بہ تحقیق یہ جو بعض اُمراء ہر سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کے لیے مجلس کرتے ہیں پس یہ مجلس باوجود اُس کے مشتمل ہونے برے تکلفات پر فی نفسہ بدعت ہے اُس کو ایسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے جو اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔

اِن تمام عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم سے علمائے مذاھب اربعہ نے اس فعل کو کچھ اچّھی نظر سے نہیں دیکھا

اس کے بعد ہم علامہ احمد بن محمد مصری مالکی کی کتاب "القول المعتمد" سے ایک جامع عبارت اور نقل کرنا چاہتے ہیں علامہ موصوف فرماتے ہیں

(ومعھذا اتفق علماء المذاھب الاربعۃ بذم ھذا العمل فممن بذمہ قال العلامۃ معز الدین حسن الخوارزمی فی التاریخہ صحاب اربل الملک مظفر الدین ابو سعید الکوکیر کان مسرفا یامر علماء زمانہ ان یعملوا باستنباطھم وجتھادھم ولا یتبعوا مذاھب غیرھم حتی مالت الیہ جماعۃ من العلماء وطائفۃ من الفضلاہ وکان یحتفل المولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الربیع الاول وھو اول من احدث فی الملک ھذا. انتھی

ترجمہ : چاروں مذھب کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں علامہ معز الدین حسن خوارزمی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں" کہ اربل کا بادشاہ مظفر الدّین ابوسعید کوکری حد سے گذرنے والا شخص تھا اپنے زمانہ کے علماء کو حُکم دیتا تھا کہ اپنے اجتہاد سے فتویٰ لکھو اور دوسروں کے مذاھب کی پیروی نہ کرو (یعنی غیر مقلدیت کا زبردست حامی تھا) چنانچہ ایک جماعت اہلِ علم کو اُس طرف مائل بھی ہوگئی۔ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کیا کرتا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اِس کام کو ایجاد کیا۔

یہاں چونکہ اس قسم کی عبارتوں کا استیعاب مقصود نہیں اس لیے صرف انہی چند عبارتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس وقت تک جو عبارت پیش کی گئی وہ صرف ان حضرات کی ہیں جو امت میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ فریقین کے نزدیک مسلّم الثبوت بھی ہیں ان تمام عبارات سے مجلس میلاد کے

متعلق ہمارے مسلک پر کافی روشنی پڑ جاتی ہے۔

یہاں پر بہت اچھے طریقے سے ہم نے واضح کر دیا کہ المہند اور فتاوی رشیدیہ کی عبارات میں کسی بھی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔

آگے نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں" تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئی اب دوسرا انداز ملاحظہ فرمائیے خود سوالات لکھے اور خود ان کے جوابات دئیے اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیق کرائی جوابوں میں وہ فریب کاریاں کی جو اوپر بیان ہوئیں" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۲ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

مکاریاں المہند میں نہیں بلکہ حسام الحرمین میں کی گئی ہیں جس کا ہم بھرپور تذکرہ کر چکے ہیں اوپر کے اعتراضات کے جوابات سے المہند کی صداقت بھی قائم کر چکے ہیں فریب دینے کی کوشش مراد آبادی صاحب کی یہاں بھی ناکام ہوئی المہند کے سوالات علمائے دیوبند نے خود نہیں لکھے بلکہ یہ سوالات علمائے حرمین نے ہی کیے تھے تھے جس کا اعتراف بریلوی علماء بھی خود کر چکے ہیں۔

غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں علمائے حرمین نے مولوی خلیل احمد سے سوال کیا کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے؟ (عبارات اکابر ج ۱ ص ۳۵۲)

پیر محمد خالد سلطان القادری سروری لکھتے ہیں

" حرمین شریفین کے علماء کرام نے علمائے دیوبند سے سے اختلافی و اعتقادی نوعیت کے ۲۶ مختلف سوالات پوچھے۔ (مطالع الانوار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۹)

ایسا ہی اقرار دوسرے بریلوی اکابر علماء بھی کر چکے ہیں

رہی یہ بات کہ اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیقیں کروائی تو یہ نعیم الدین صاحب کی تلبیس ہے دھوکا ہے کیونکہ المہند میں نہ صرف علمائے دیوبند کی تصدیقات الگ سے موجود ہیں بلکہ علمائے حرمین طیبین اور مصر و شام کے علماء کی بھی تصدیقات موجود ہیں علمائے دیوبند کی تصدیقات کروانا ضروری تھی کیونکہ علمائے حرمین نے یہ سوالات صرف خلیل احمد سہارنپوریؒ صاحب سے نہیں پوچھے تھے بلکہ یہ انہوں نے علمائے

دیو بند سے ان کے عقائد معلوم کرنے کے لیے پوچھے تھے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جو وضاحتیں اور جوابات دئے وہ ان کا صرف اپنا موقف نہیں تھا بلکہ سارے دیوبندی حضرات کا وہی نظریہ تھا. کل کو کوئی کہہ سکتا تھا کہ المہند حضرت سہارنپوری کا تفرد ہے ہم نہیں مانتے۔

تو اس لئے ان جوابات پر اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات موجود ہونا ضروری تھی۔

اور ان تصادیق کی وضاحت المہند میں موجود ہے چنانچہ لکھا ہے

"چونکہ یہ رسالہ عربیہ تصادیق علماء ہندوستان سے مکمل کرانے کے بعد حجاز و مصر و شام کے بلاد اسلامیہ میں بھیجا گیا تھا اس لیے لیے اول علمائے ہند کی تحریرات درج کی جاتی ہیں۔(المہند علی المفند ص ۱۷ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

اس لیے المہند میں نہ صرف چوٹی کے ۲۴ علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں اس کے علاوہ چالیس سے زیادہ علماء حجاز و مصر و شام کی بھی تصدیقات موجود ہیں۔

اس کا اعتراف خود بریلوی فیض ملت فیض احمد بہاولپوری نے کیا ہے

" مولانا خلیل احمد دیوبندی سہارنپوری سے چند سوالات کا جواب طلب کیا مولانا موصوف نے ان سوالات کا مفصل جواب لکھا ان تمام جوابات کے ساتھ مکہ معظّمہ مدینہ منورہ دمشق اور جامعہ ازہر مصر کے ۴۴ حنفی شافعی مالکی اور حنبلی جلیل القدر علماء کرام نے بھی اتفاق فرمایا اور آخر مولانا خلیل احمد صاحب نے ان تمام سوالات وجوابات پر مواہیر تصدیقات کو کتابی صورت میں شائع کر دیا جس کا نام ہے التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بالمہند" (رسائل اویسیہ ج ۹ ص ۹۴ سیرانی کتب خانہ بہاولپور)

اس کا مزید تفصیلی جواب انوار آفتاب صداقت کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں جو اسی رسالے میں آگے آرہا ہے

تصدیقات کی بحث:

آگے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں" اب اس مجموعہ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے تا کہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین نے جن بدلگاموں پر کفر کا فتوی دیا ہے انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کرلیا مگر اللہ تعالی ربانی

علماء کا محافظ ہے مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماء اسلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو پکا سنی ظاہر کیا تھا مگر الحمدللہ کہ حرمین طیبین کے علماء کرام اس دام فریب میں نہ آئے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۲ نعیمی کتب خانہ لاہور)

مرادآبادی صاحب اپنے ہی علماء کا رد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس لیے اس میں وہ کچھ لکھا جس سے ان کے اپنے ہی علماء یہ سب کچھ ثابت ہوتے ہیں مفتی اجمل القادری بریلوی لکھتے ہیں کہ (المہند) مصدقین کے نزدیک جو کچھ حق تھا وہ انہوں نے لکھا۔ (ردسیف یمانی ص ۶۰ نعیمی کتب خانہ لاہور)

اب جب کہ ہم نے بریلوی گھر سے ہی علماء حرمین کی تصدیقات حاصل ہونے کو ثابت کر دیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علمائے حرمین کو دھوکا نہیں دیا گیا تھا۔

مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں علمائے حرمین کی تصدیقات تو حسام الحرمین میں دیکھیے التلبیسات کی جعلی کاروائی محض فریب کاری ہے عنوان میں تو لکھا ھذہ خلاصہ التصدیقات السادہ العلماء بمکہ المکرمہ اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتب کی کوئی عبارت کفری نہیں تو تصدیق کس بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے التلبیسات میں جو انہوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی وخارجی بتایا مولود شریف کو جائز لکھا اس کی مولانا نے تصدیق فرما دی تو یہ سنت کی تائید ہوئی وہابیہ کی عیاری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں ہیں" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

پہلی بات کہ ھذہ خلاصہ التصدیقات السادہ العلماء بمکہ المکرمہ کے ذیل میں صرف شیخ محمد سعید با الصبیل صاحب کی ہی تحریر نہیں بلکہ مزید پانچ علماء مکہ مکرمہ کی کی تصدیقات موجود ہیں ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں

(۱) الشیخ محمد رشید حنفی

(۲) الشیخ محب الدین مہاجر مکی حنفی

(۳) الشیخ محمد صدیق افغانی مکی

(۴) الشیخ محمد عابد مفتی مالکیہ

(۵) الشیخ مولانا محمد علی بن حسین المالکی مدرس حرم شریف

مزید یہ کہ تنگی وقت کی وجہ سے حضرت سہارنپوری مزید مکہ مکرمہ کی تصدیقات حاصل نہ کر سکے جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

"چونکہ جناب شیخ العلماء حضرت محمد سعید بابصیل تمام علماء مکہ مکرمہ زید شرفا فضلا کے سردار اور ان کے امام ہیں ہیں لہذا ان کی تصدیق وتقریظ کے بعد کسی عالم کی علماء مکہ معظّمہ میں سے تقریظ کی حاجت نہیں مگر تاہم مزید اطمینان کے واسطے جن بعض علماء مکہ مکرمہ کی تصدیقیں بلا جد و جہد حاصل ہوئی وہ ثبت کر دی گئی اور اسی وجہ سے اس وقت تنگ میں جو کہ بعد از حج قبل از روانگی مدینہ منورہ زید شرفا فضلا جو تصدیق میسر ہوئیں انہیں پر اکتفا کیا ("ص ۹۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

شیخ محمد سعید بابصیل صاحب شیخ العلماء کے منصب پر فائز تھے اس لئے ان کی تصدیق کے بعد کسی بھی تصدیق کی ضرورت نہیں رہتی تھی

قارئین کرام مختلف بریلوی علماء نے المہند کو جعلی وفراڈ ثابت کرنے کے لئے کچھ کتب ورسائل لکھے ان میں اکثر اعتراضات ایک ہی نوعیت کے ہیں اگلی کتاب میں پچھلی کتاب کے اعتراض کو دہرایا گیا ان میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کتب ورسائل میں المہند کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے جو اصول و ضوابط بیان کئے گئے ہیں اس سے المہند پر تو کچھ فرق نہیں پڑتا البتہ احمد رضا خان کی حسام الحرمین خود جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے۔

لہذا مرادآبادی صاحب کا یہ لکھنا کی سعید بابصبیل صاحب کی تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس و فتوی گنگوہی میں جو حکم دیا گیا وہ غلط ہے خود حسام الحرمین میں درج سعید بابصبیل صاحب کی تقریظ کو جھوٹی ثابت کر رہا ہے کیونکہ سعید صاحب نے حسام الحرمین میں اپنی تقریظ میں کہیں ایک جگہ بھی براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اکابر اربعہ دیوبند میں سے کسی کا نام تک بھی نہیں لکھا بریلوی ارشد مسعود لکھتے ہے کہ دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جو حوالہ پیش کیا اس میں میں وہ سیدی اعلی حضرت کا اسم گرامی تو نہ دکھا سکے اور نہ ہی دکھا سکتے ہیں۔ (کشف القناع عن مکر ماوقع فی الدفاع ص ۲۲۲ مکتبہ منظر الاسلام)

یعنی تحریر میں نام نہیں تو فتوی بھی نہیں۔

مراد آبادی صاحب اور ارشد مسعود اینڈ رضا خانی ٹیم کے اصول سے نہ صرف سعید بابصیل صاحب کی تقریظ جھوٹی ثابت ہوتی ہے بلکہ حسام الحرمین میں اکثر تقریظات جھوٹی ثابت ہو جاتی ہے حسام الحرمین کی ۳۳ تقریظات میں سے ۲۶ تقریظات میں کسی ایک دیوبندی عالم کا نام بھی نہیں لکھا اور نہ ہی کتب کا نام لکھا ہے۔

لیکن ہم یہاں بریلوی علماء کی تسلی کے لیے سعید بابصیل کا جملہ نقل کر رہے ہیں جو تقدیس الوکیل کی تقریظ میں موجود ہے آپ فرماتے ہیں" صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں" (تقدیس الوکیل ص ۶۴ ۳ نوری کتب خانہ لاہور)

احمد رضا خان صاحب نے بھی سعید بابصبیل صاحب کے یہ الفاظ الدولتہ المکیہ صفحہ ۱۱۳ مکتبہ رضویہ کراچی میں لکھے ہیں۔

شوکت سیالوی الدولتہ المکیہ سے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یعنی میں یقین کے ساتھ اس درجے پر نہیں پہنچ پایا کہ انہیں کافر کہہ دوں۔(علمی محاسبہ ص ۲۷۷)

اب بریلوی علماء فرمائیں کیا تقدیس الوکیل کی یہ تقریظ بھی جعلی ہے؟

یہ بات کہ خلیل احمد صاحب نے عبدالوہاب نجدی کو وہابی بتایا مولود شریف کو جائز لکھا اس کی مولانا نے تصدیق فرمادی کوئی بریلوی سعید صاحب کی تحریر میں سے یہ الفاظ نکال کر دکھادے کہ میں ان باتوں کی تصدیق کر رہا ہوں جس کے نعیم الدین صاحب مدعی ہیں تو ہماری طرف سے ۱۱ روپے انعام۔

حیرت ہے کہ مراد آبادی صاحب کو سعید صاحب کی تحریر میں براہین قاطعہ و دیگر کتب کے نام نہ مل سکے البتہ اپنے من چاہے الفاظ نظر آگئے۔

آگے نعیم الدین مراد آبادی صاحب مزید لکھتے ہیں" علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی بعینہ درج کرنا تھی اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا وہ کیا مضمون مخالف تھا جن کو چھپانے کے لئے ان تحریروں میں کاٹ چھانٹ کی اور اس التلبیسات میں خود اقرار ہے چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے

" یہ علماء مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفا وتعظیما کی تصدیقات کا خلاصہ ہے"

جن علماء کی تحریر اپنی بر بریت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی

گئی اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھی وہ نکال دیں یہ حال دیانت کا ہے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

کسی بھی تحریر یا۔مضمون کا خلاصہ مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے جس میں سب سے اہم بات مضمون تحریر کا طوالت پر مبنی ہونا ہے تحریر یا مضمون کو طوالت سے بچانے کے لیے خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مفتی انس رضا بریلوی صاحب لکھتے ہیں" خلاصہ بیان کرنا کوئی عیب و بددیانتی نہیں بلکہ بد دیانتی یہ ہوتی ہے کہ صحیح عبارات کو الفاظ کی ہیرا پھیری سے غلط بنا دیا جائے۔خلاصہ بیان کرنے پر اعتراض وہی کرسکتا ہے جو کتب دین سے نرا جاہل ہوگا۔دیگر کتب کی طرح فقہ کی کتاب میں جابجا ایسی عبارت ملتی ہیں جو تلخیص کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں جیسے الموسوعہ الفقیہ الکویتیہ الفقہ الاسلامیہ وادلتہ اس میں مختصرا احناف مالکہ حنابلہ اور شوافع کا مسلک نقل کردیا جاتا ہے عبارتیں پوری بیان نہیں کی جاتی بلکہ الفاظ بھی تبدیل ہوتے ہیں فقط موقف بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ کتب فقہ کا حوالہ دے دیا جاتا ہے حالانکہ دونوں کے الفاظوں میں بہت فرق ہوتا ہے ہے بلکہ احادیث کی کتب میں بعض اوقات طویل حدیث کو چھوڑ کر موقع کی مناسبت سے مختصر بیان کردی جاتی ہے"۔(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۳۵۸ مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار)

رضاخانی ضیغم ملت مولوی حسن علی میلسی لکھتے ہیں

"اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لئے الفاظ وکلمات کو بعینہ نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں" (محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ۴۵۸)

نعیم اللہ خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں

"جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد ونتائج لئے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام واتہام نہیں اس لئے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کیا" (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۴۹۷)

حسام الحرمین میں تو بریلوی اقرار کے مطابق بعینہ عبارات نقل نہیں کی گئی۔

شریف الحق بریلوی لکھتے ہیں" حسام الحرمین میں تحذیر الناس کہ اس طویل عبارت کے اختصار

کا عربی ترجمہ کیا گیا تھا."(تحقیقات ص ۲۸۰ فرید بک اسٹال)

فیض احمد اویسی نے شرح مثنوی میں قرآن کی آیات کو بھی بالمعنی بیان کرنے کی اجازت دی۔اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث شریف کو بھی روایت بالمعنی سے بیان کیا جاسکتا ہے تو علماء حرمین کے اقوال کو کیوں نہیں؟

ان حوالاجات سے ثابت ہو گیا کہ المہند میں تصدیقات کا خلاصہ کرنے میں کوئی خرابی نہیں بلکہ مفتی انس کے فتوے سے خلاصہ پر اعتراض کرنے سے نعیم الدین مرادآبادی نرے جاہل ثابت ہوئے۔

المہند میں ۴۴ علماء حرمین شریفین ومصر وشام کہ تصدیقات تھیں اگر ۴۴ علماء کی تصدیقات کو مکمل متن پیش کیا جاتا تو المہند ایک ضخیم کتاب بن سکتی تھی لہذا اس کا خلاصہ ہی بیان کر دیا گیا

تصدیقات میں تمام باتیں ہی تائید پر مبنی تھیں اس لیے خلاصہ میں جو باتیں اہم تھی وہ شامل کر دی گئی تصدیقات میں کوئی مضمون مخالف ہوتا تو اسے بھی ضرور لکھ دیا جاتا

ان تصدیقات کے خلاصے کے سچا ہونے پر ہم یہاں نعیم الدین مرادآبادی صاحب ہی کی گواہی نقل کرتے ہیں

اپنے اسی رسالے کے صفحہ ۴۵ پر شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی صاحب کی تصدیق کے تعلق سے لکھتے ہیں" اس تصدیق میں اکابرین دیوبند کا رد ہے اور ان کے دین پر خاک ڈالی ہے"۔حالانکہ یہ تصدیق بھی خلاصہ پر ہی مبنی ہے اگر خلاصہ میں مضمون مخالف کو چھپایا گیا تھا تو پر نعیم الدین صاحب کو شنقیطی صاحب کی تصدیق میں مضمون مخالف کیسے نظر آ گیا؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قطع وبرید دیکھنا ہو تو حسام الحرمین کو دیکھئے۔کچھ باتیں اس متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

عبدالحق انصاری الدولتہ المکیہ کی اشاعت کی تاخیر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی نے اس کے متن میں اضافات کئے۔(ملخص تاریخ الدولتہ المکیہ ص ۸۶)

یعنی الدولتہ المکیہ پر تقریظات لکھے جانے کے بعد متن میں قطع و برید کی گئی اب کیسے پتہ لگایا جاۓ کہ علماء حرمین نے کن باتوں پر الدولتہ المکیہ پر تائید لکھی تھی۔

اگر تصدیقات کا خلاصہ پر مبنی ہونا جعلی ہونے کی دلیل ہیں تو پھر الدولتہ المکیہ کی جو تصدیقات

خلاصے پر مبنی ہیں وہ بھی جعلی ثابت ہوئیں یا پھر یہ معیار المہند کے لئے ہی خاص بنایا گیا ہے؟

ہم اوپر بریلوی علماء سے بھی ثابت کر آئے ہیں کی سعید صاحب نے علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی جب آپ کے گھر سے ہی شہادت پیش کر دی ہے تو اب اپ کے لئے خلاصہ ہی کافی ہے

نعیم الدین مراد صاحب آگے مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی گئی ہے تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علمائے مکہ میں سے ہوں گے مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں بندہ احمد رشید خان نواب لکھا ہے دیکھو التلبیسات ص ۵۳

یہ نواب اور خاں بتلا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہے اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب اور علماء مکہ میں سے نہیں ان کی تحریر کو علمائے مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ جرات ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکا دیا جاتا ہے

چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے اس کو بھی علمائے مکہ کے سلسلے میں داخل کیا ہے ہندی و افغانی علماء مکہ بن گئے۔اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھا لے کر علماء مکہ شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

صحیح کہتے ہیں جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔نعیم الدین صاحب پہلے خود لکھ چکے تھے ھذہ خلاصۃ تصدیقات السادہ العلماء بمکہ المکرمہ کے ذیل میں صرف ایک تحریر ہے اب یہاں مزید تین افراد کے نام خود بتا دیے المہند کو جھوٹا ثابت کرنے چلے تھے پر خود جھوٹے ثابت ہو گئے۔

قارئین کرام اگر دھوکا دینا ہی مقصود ہوتا تو شیخ احمد رشید حنفی کی تحریر میں نواب اور خاں کا لفظ شامل کر دیتے دوسری بات کہ پوری دنیا سے جو علماء جا کر حرمین میں ٹھہر گئے تھے کیا وہ غیر معتبر ہو گئے اور ان سے تصدیقات حاصل کرنا دھوکا ہے تو پھر حسام الحرمین میں بھی کئی مصدقین عجمی ہیں جیسے

عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی

مولانا یوسف افغانی

مولانا عبدالکریم داغستانی

مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی

شیخ فضل بن ابراہیم خرپوتی

الشیخ محمد بن محمد موسی

حسام الحرمین میں احمد رضا خان نے نے متعدد عجمی تصدیقات شامل کی ہیں

ان تصدیقات کو نہ صرف علماء حرمین بلکہ علماء عرب کی حیثیت سے پیش کیا ہے

بریلوی علماء المہند کی صداقت کے واسطے کہتے ہیں کہ المہند میں شیخ عبدالحق الہ آبادی صاحب کی تصدیق ضروری تھی جیسا کہ ردالمہند اور انوار آفتاب صداقت میں لکھا ہے جبکہ نعیم الدین مرادآبادی صاحب ایسی تصدیقات کو دھوکا قرار دیتے ہیں لہذا اس مطالبے سے المہند کی صداقت پر تو کوئی حرف نہیں البتہ حسام الحرمین فراڈ ثابت ہوتی ہے۔

شیخ محب الدین مہاجر مکی کی تصدیق پر اعتراض کرنے سے پہلے آپ حسام الحرمین کے مصدق عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی صاحب کی تقریظ پر اعتراض کرتے تو اچھا تھا۔

محمد صدیق افغانی صاحب کی تصدیق پر اعتراض سے پہلے حسام الحرمین کے مصدق محمد یوسف افغانی پر اعتراض کرتے تو یہ اچھا تھا دھوکہ دہی کی انتہا حسام الحرمین میں دیکھئے۔

آگے نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں

" اسی سلسلے میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرسہ حرم شریف کی بھی درج ہیں یہ حضرات بے شک علماء مکہ سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں التلبیسات میں درج ہیں وہ جعلی ہیں چنانچہ التلبیسات صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے

" کہ جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کردی تھی۔ مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات واپس لے لیا اور پھر واپس نہ کیا اتفاق سے اس کی نقل کر لی گئی تھی سو ہدیہ ناظرین ہے". اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی اور مخادعت ہے فرض کرو یہ سچے ہی سہی اگر ان صاحبوں نے

اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر انکو مقبول نہ ہوئی اس کو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب ہے کہ ان کی تحریر قابل اعتبار ہو غرض کسی طرح انکی تحریر چھاپنا اور انکی طرف نسبت کرنا درست نہیں" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۴)

جواب:

یہ دیکھیے پہلے نعیم الدین مراد آبادی صاحب ھذہ خلاصۃ تصدیقات السادہ العلماء بمکۃ المکرمہ کے ذیل میں صرف ایک تحریر بتاتے تھے پھر بعد میں تین تحریروں کا مزید ذکر کیا اور اب خود مزید دو تحریروں کا اقرار کرلیا کوئی حد ہے اس جھوٹ اور تعصب کی؟

ان حضرات نے اپنی تحریریں واپس لی مگر المہند کی تغلیط نہیں کی۔

دوسری بات کہ مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کے حوالے سے تمام واقعہ کا ذکر کرنا ہے ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سہارنپوری رح نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی جو بات تھی نقل کر دی اگر دھوکا کرنا مقصود ہوتا تو حضرت اس واقعہ کو نقل کئے بغیر تصدیق نقل کر دیتے۔

یہ دونوں حضرات المہند کی اشاعت کے ایک عرصے بعد تک حیات رہے انہوں نے اپنی زندگی میں اگر ان تحریروں سے اختلاف کیا ہو تو وہ پیش کی جائے جیسا کہ ارشد مسعود لکھتے ہیں

" یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس منظوم مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا کیا". (کشف القناع ج ا ص ۲۷۷)

دوسری بات یہ انہی مفتی مالکیہ کی تصدیق فتاوی رشیدیہ کے ایک فتوے پر بھی ہے جس میں مغفرت کفار کو تحت قدرت باری تعالی تسلیم کیا گیا ہے اور یہ ہی فتوی المہند کے سوال نمبر تیئس کے جواب میں بھی موجود ہے۔

یہ بات بھی زیر نظر رہے کہ المہند کے جوابات کو انہوں نے پڑھ کر درست سمجھا اور تائید اور تصدیق لکھی مگر بریلوی حضرات کے حیلے اور مکر و خداع سے وہ ڈر گئے تو اپنی تصدیق واپس مانگ لی باقی ان عقائد سے وہ کلی طور پر متفق تھے۔

نعیم الدین مراد آبادی صاحب مزید لکھتے ہیں

"" التلبیسات میں علمائے مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں ان میں قطع و برید بھی

ہے ہندیوں اور افغانیوں کو مکی بنایا گیا ہے جعلی تحریریں بھی ہیں ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علمائے کرام مکہ مکرمہ کے کفر پر متفق ہیں اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی اس لیے انہوں نے جعلی تحریریں بنائی اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علمائے مکہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوا لیا ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے لیے اور کچھ کر ہی کیا سکتے تھے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۴ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

مرادآبادی صاحب نے علمائے مکہ کی تصدیقات کے تعلق سے جو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی اب اس پیراگراف میں انہوں نے دوبارہ انہی اعتراضات کو دہرایا ہے جس کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

مرادآبادی صاحب کا یہ کہنا کہ تمام علمائے مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے تو مرادآبادی صاحب کے پاس اس دعوے کی دلیل ہونی چاہیے تھی مرادآبادی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ بلاثبوت دعوی کرنا مردود ہوتا ہے۔

تمام علماء مکہ مکرمہ کی تقریظات تو حسام الحرمین میں بھی موجود نہیں۔

حسام الحرمین میں علمائے مکہ کی فقط بیس تقریظات ہیں اور اس میں سے ۱۶ تقریظ بریلوی اصولوں کے مطابق باطل قرار پاتی ہے جیسا کہ ارشد مسعود چشتی کا حوالہ پیش کر آئے ہیں کہ فتوے میں نام نہیں تو فتوی بھی قبول نہیں۔

فقط چار تقریظات باقی بچتی ہی ہیں جبکہ المہند میں تو پھر بھی چھ تصدیقات ہیں علماء مکہ کی۔

حسام الحرمین میں کیا افغانی و ہندی علماء کو علماء عرب نہیں بتایا گیا؟

تو کل کا کل فریب کارخانہ

حسام الحرمین ہے نا کہ المہند۔

آگے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں

" علمائے مدینہ کے نام سے التلبیسات میں عجب چال کھیلی ہے مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالے کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے اس پر جن ۲۴، ۲۵ صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیے وہ دستخط التلبیسات پر نہ تھے برزنجی صاحب کے رسالے پر تھے مگر التلبیسات میں سب

نقل کر دیے تا کہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اس قدر علما اس سے متفق ہیں چنانچہ التلبیسات کے صفحہ ۶۰ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جس کو لوگ دیکھتے اور وہ کیا فرماتے ہیں تین مقاموں کی کچھ عبارت لکھ ڈالی یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالے کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۵ نعیمی کتب خانہ لاہور)

جواب:

بات یہ ہے کہ جب احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب الدولتہ المکیہ مدینہ منورہ کے مشہور مفتی جناب علامہ برزنجی صاحب کے سامنے تقریظ کے لئے پیش کی اور انہوں نے اس کے مندرجات کو قرآن وسنت بلکہ تیرہ سو سالہ اجماع امت کے بھی خلاف پایا تو موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک کتاب غایتہ المامول نامی تصنیف فرمائی تھی جب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے اپنے اور اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد المہند میں لکھ کر علماء عرب کے سامنے تائید وتصدیق کے لیے پیش کیے تو علامہ برزنجی صاحب نے المہند کی تائید میں مستقل ایک رسالہ" کمال الثقیف والتقدیم تالیف فرمائی اور دیگر علماء مدینہ منورہ سے اپنی کتاب پر تائید حاصل کی جو دراصل المہند ہی کی تائید تھی کیونکہ یہ رسالہ لکھا ہی المہند کی تصدیق کے لئے تھا۔ جیسا کہ برزنجی صاحب نے اپنے رسالے کے آخر میں لکھا" اور جب اس مقام تک تقریر پہنچ چکی تو اب ایک قول عام بیان کرتے ہیں جو اس تمام رسالے کے ان سب چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جس کو علامہ فاضل شیخ خلیل احمد نے اس میں نظر اور اس کے احکامات میں غور کرنے کے لیے ہمارے سامنے کیا ہے کہ واقعی ہم نے ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں پائی جس سے کفر یا بدعتی ہونا لازم آئے". (بحوالہ المہند علی المفند ص ۹۹ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

یہ اعتراض کہ اس رسالہ کا خلاصہ کیوں پیش کیا گیا تو ہم پہلے وضاحت کر چکے خلاصہ بیان کرنے کی کیا وجوہات ہوتی ہے دوسری بات یہ کے اگر کوئی بات اس رسالہ کی چھپائی ہے تو وہ پیش کی جائیں۔

احمد رضا خان صاحب کو مدینہ منورہ سے اس رسالے کی نقل ان کے مرید احمد علی قادری اور کریم اللہ صاحب نے مدینہ منورہ سے بھیج دی تھی جس کا ذکر کتاب علماء عرب کے خطوط فاصل بریلوی کے نام ص ۴۵ میں موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی علماء دیوبند کے خلاف بات ہوتی تو علماء بریلوی ضرور پیش کرتے۔

بلکہ یہ رسالہ اگر المہند کی حمایت میں نہ ہوتا تو پھر اسکے جواب لکھے جانے کی مذکورہ خط میں بات بھی نہ کرتے۔

آگے مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں

" علمائے مدینہ کی تحریرات کے سلسلے میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہے اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس براہین قاطعہ وحفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر حسام الحرمین میں کفر کا حکم دیا گیا ہے درست ہیں یا کفر نہیں ہے یا ان کے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقت ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعا محمود اور اکابر علماء کا قرنا بعد قرن معمول اور مسلمانوں کا شعار بنایا ہے دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۱، ۶۲ اور اس سے بڑھ کر حضور کی روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اس کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لیے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہ تعالیٰ جہاں میں جیسا چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۲ یہ وہابیہ کے دین کا ابطال ہے اس نے تقویۃ الایمان کو جہنم رسید کر دیا اس کے علاوہ التلبیسات کی نقل کی ہوئی اور تحریرات بھی وہابیہ کے کھلم کھلا رد ہیں یہ ایک نہایت مختصر نقشہ التلبیسات کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا اب بحمد اللہ تعالی روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حسام الحرمین حق وصحیح اور التلبیسات کذب و باطل اور مردود ہے" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۶)

جواب:

مرادآبادی صاحب چلے تو تھے المہند کا رد کرنے اور اسے جھوٹا ثابت کرنے، پر چھپے الفاظ میں اپنا ہی رد کرلیا اور اقراری جھوٹا ثابت ہو کر المہند کی عظمت کو تسلیم کرلیا کہیں تو یہ لکھا کہ المہند میں تصدیقات کا خلاصہ اس لیے ہے کہ اس میں مضمون مخالف کو چھپایا گیا ہے قطع و برید کی گئی اور یہاں خود لکھتے ہیں کہ جن کی شنقیطی صاحب کی اس تصدیق میں دیوبندیوں کی مخالفت کی گئی ہے کوئی حد ہے اس ڈھٹائی کی۔

واضح رہے کہ شنقیطی صاحب کی تصدیق بھی خلاصہ پر مبنی ہے لہذا اپنے ہی جھوٹ پر پانی پھیرتے ہوئے مرادآبادی صاحب نے المہند کی تصدیقات کے خلاصہ کو سچا مان لیا۔

پہلی بات کہ شنقیطی صاحب کی تصدیق کوجس طرح مرادآبادی صاحب نے پیش کیا ہے وہ دجل پر مبنی ہیں شنقیطی صاحب کی تصدیق کے الفاظ المہند سے ہی نقل کرتے ہیں". شیخ خلیل احمد کے رسالے کا مطالعہ کیا بے نیاز شاہنشاہ کی توفیقات ان کے شامل حال رہے اور یکتا و یگانہ خدا کی عنایت ان پر قائم رہے جو کچھ اس میں ہے بالکل مذہب اہل سنت کے موافق پایا اور کسی مسئلے میں گفتگو کی گنجائش نہ پائی بجز ذکر مولود شریف کے وقت مسئلہ قیام اور ان حالات میں جن سے تعرض کیا ہے اور حق وہ ہے جیسا کہ شیخ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا بلکہ بعض کی تصریح بھی کردی ہے۔" (المہند علی المفند ص ۱۰۲ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد)

خلیل احمد صاحب نے جوحق فرمایا وہ بھی ہم المہند سے پیش کرتے ہیں

". ہم ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہے مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری چیزوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن و تشنیع ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شریعہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت تھے". (المہند علی المفند ص ۵۳ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدرآباد)

لیجئے شنقیطی صاحب نے تو یہاں پر بریلویت کی مجلس جشن میلاد کو ناجائز قرار دیا۔

مجلس جشن میلاد میں بریلوی جو قیام کرتے ہیں وہ بریلوی شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے نزدیک بوجہ شرک ناجائز ہے لکھتے ہیں قیام اگر اس طرح کیا جائے اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے ہر وقت ہر لمحہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا تو صرف رب العالمین یہ شان ہے۔(رسائل میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۶۰)

اب دیکھئے کہ بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی اپنے مسلک کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہوسکتی ہے۔(جاء الحق ص ۱۶۹ ضیاء الدین)

دوسری بات کہ فروعی مسائل مذموم نہیں ہوا کرتے جیسا کہ بریلوی علماء نے خود اقرار کیا ہے

مولانا تطہیر احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض فروعی اور نو پید مسائل جن کا ذکر صراحت بہت

کھلے الفاظ میں قرآن وحدیث اور فقہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا ان کے متعلق علماء کی رائے الگ الگ ہو جاتی ہے (غلط فہمیاں اوران کی اصلاح ص ۹۸)

آگے لکھتے ہیں" کچھ لوگ ان فروعی اختلافات کو علمائے دین کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں ایسے لوگ گمراہ بد دین ہیں اوران سے دوری ضروری ہے"۔

بالفرض محال شنقیطی صاحب نے اس پر اختلاف کیا ہو تو بھی اس سے مراد آبادی صاحب اور بریلوی علماء کو کچھ فائدہ نہیں جیسا کہ ارشد مسعود نے لکھا ہے" سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ میں چاہے اختلاف ہو اس کے باوجود یہ دونوں حضرات اکابرین دیوبند کی تکفیر پر متفق ہیں" (کشف القناع ص ۳۵۷)

تو ہم بھی کہتے ہیں کہ شنقیطی صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب سے لاکھ اختلاف کیا ہو لیکن وہ حضرات اکابرین دیوبند کے ایمان پر متفق تھے۔

اور رہی یہ بات کہ روح پرفتوح کے کہیں تشریف لانے کی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور علمائے دیوبند معجزات وکرامت کے ہرگز منکر نہیں کیونکہ معجزات وکرامت درحقیقت اللہ کے افعال ہوا کرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام دنیا میں جیسا چاہے تصرف فرماتے ہیں اگر مراد آبادی صاحب پوری عبارت نقل کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ شنقیطی صاحب نے کس طرح بریلوی دین پر خاک ڈالی ہے۔ چنانچہ شنقیطی صاحب اپنے تصدیق میں لکھتے ہیں کہ" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں مگر نہ بایں معنی کہ حضرت نفع اور نقصان کے مالک ہیں کہ نفع اور ضرر پہنچانے والا بجز اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مالک نہیں اپنی نفس کے لیے بھی نفع اور نقصان کا مگر جو کچھ اللہ چاہے ہے" (المہند علی المفند ص ۱۰۴ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

جبکہ بریلوی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔

بانی مسلک رضا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔" حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کے سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔" (برکات الامداد ۹)

بریلوی حکیم الامت احمد یار خان گجراتی صاحب لکھتے ہیں" دنیا و آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور ہیں سب کچھ ان سے مانگو". (رسائل نعیمیہ ص ۲۴ نعیمی کتب خانہ لاہور)

دیکھیں کس طرح شنقیطی صاحب کی تصدیق سے مراد آبادی صاحب نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی پر انکا حربہ ناکام ہوا کاش مراد آبادی صاحب حسام الحرمین کے مقرظ سید احمد برزنجی صاحب کے متعلق بھی کچھ عرض کرتے جنہوں نے احمد رضا خان کی کتاب الدولتہ المکیہ کے رد میں پورا رسالہ غایتہ المامول کے نام سے لکھا اور اور احمد رضا سے کھل کر اختلاف کیا لیکن ان کی تقریظ حسام الحرمین میں لے کر مراد آبادی صاحب اور ان کے حواری بہت خوش ہیں۔

مراد آبادی صاحب کے پاس بس یہی کچھ تھا جس سے وہ دھوکہ دے سکتے تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انکے ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا ہے اور جھوٹ کا پردہ فاش کر دیا اور ثابت کر دیا کہ المہند ایک سچی کتاب ہے اور اس پہ سچی تصدیقات ہیں اور جو اصول مراد آبادی صاحب نے پیش کیے تھے المہند کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ان اصول سے درحقیقت حسام الحرمین ہی جھوٹی فراڈ ثابت ہوتی ہے۔ **فللہ الحمد**

المہند علی المفند پر حشمت علی رضوی کے کئے گئے اعتراضات بنام **رادالمہند** کا تحقیقی جائزہ

الکلام المقند

فی

جواب رادالمہند

مولانا ابوایوب قادری

فہرست الکلام المقند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام اللہ کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَو أَنَّنَا نَزَّلنَا اِلَیھِمُ المَلآئِکَةَ وَکَلَّمَھُمُ المَوتیٰ وَحَشَرنَا عَلَیھِم کُلَّ شَیءٍ قُبُلاً مَّا کَانُوا لِیؤمِنُوا اِلَّا أَن یَشَاءَ اللّٰہُ وَلٰکِنَّ أَکثَرَھُم یَجھَلُونَ۔

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لاموجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے اِلّا ماشاء اللہ اور ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔(سورہ الانعام آیت ۱۱۱ پارہ ۸(

قوم ثمود کو ان کے مطالبے پر اونٹنی کا بصیرت افروز معجزہ دکھایا گیا مگر انہوں نے اس واضح معجزے کو دیکھ لینے کے بعد بھی حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے اس اونٹنی ہی کو مار ڈالا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مٹی سے زندہ پرندے بنانے اور ''قُم بِاِذنِ اللّٰہِ'' کہہ کر مردوں کو زندہ کرنے تک کے معجزات دیے گئے' پھر بھی کفار اپنی پٹ دھرمی پر قائم رہے حق سامنے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔

ایک کافر نے بند مٹھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے کہا کہ اگر آپ یہ بتا دیں کہ اس بند مٹھی میں کیا ہے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ خود بتا دیں تو؟ اس نے کہا کہ یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ چنانچہ اس کی مٹھی میں جو کنکریاں تھیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر خود بول اٹھیں اور بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا پر وہ ایمان نہ لایا۔

اسی طرح شق قمر کا معجزہ ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک رات مطلع صاف تھا، چاند مکمل تھا اور جناب رسول اکرم ﷺ چاند کی روشنی میں کھلے آسمان تلے تشریف فرما تھے۔ مکہ کے چند سر کردہ حضرات آئے اور کہا کہ ہم آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ چاند آپ کی سچائی کی گواہی دینے کے لیے دو ٹکڑے ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ آپ اشارہ کریں، آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا تو اللہ کریم نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اب وہ کافر

سردار ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، آنکھیں مل رہے تھے اور بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے تھے، مگر ایمان مقدر میں نہیں تھا کہنے لگے یہ تو جادو ہے۔

ابوالاسود ایک پہلوان تھا اتنا زوآور تھا کہ گائے کی کھال بچھا کر اس پر کھڑا ہوجاتا اور لوگوں کو کہتا میرے نیچے سے یہ کھال کھینچو لہذا دس دس جوانمرد زورآور اس کھال کو کھینچتے کھال ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی مگر ابوالاسود کو خراش تک نہ آتی اس نے بھی آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کی دعوت دی اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں یعنی میری پشت لگا دیں تو میں آپ پر ایمان لے آوں گا سرکار رحمت کائنات ﷺ تشریف لاتے اور اسے پکڑ کر پٹخ دیا، اس ابوالاسود کو شکست ہوگئی مگر وہ بدقسمت ایمان نہ لایا۔

ہارون رشید کا بیٹا مامون رشید ٨٩ ھجری میں جب خلیفہ ہوا تو اس کے دورِ حکومت میں خلق قرآن کا مسئلہ رونما ہوا۔ مامون اور اس کے حواری معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور دیگر مخلوقات کی طرح حادث ہے۔ مامون اور اس کے حواریوں نے اسے خوب ہوا دی۔ جو لوگ مامون کے قول کی موافقت کرتے مامون ان کو خوب داد و دہش سے نوازتا اور جو لوگ انکار کرتے ان کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ان ہی میں حضرت امام احمد بن حنبل نوراللہ مرقدہ بھی تھے۔ امام صاحب نے مامون اور کے حواریوں کو دلائل و براہین سے سمجھایا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں پر وہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق سے محروم رہے۔

مامون کے انتقال کے بعد معتصم باللہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو یہ بھی مامون کے قدم بہ قدم رہا۔ اس وقت آپ جیل کی سلاخوں کے پیچھے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ معتصم نے حضرت امام کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب آپ دربار میں پہنچے تو معتصم نے مجلس مناظرہ منعقد کی چار روز تک معتزلہ سے حضرت کا مناظرہ ہوتا رہا لیکن حق کو دیکھ کر بھی جھٹلاتے رہے اور کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی یہاں تک کہ معتصم نے آپ کو کوڑے برسانے کا حکم صادر فرمایا۔

قارئین کرام حق کو دیکھ کر بھی جھٹلانے کا یہ سلسلہ ابھی بھی بند نہیں بلکہ آج بھی ایسے ضدی ہٹ دھرم لوگ موجود ہیں جو حق کو قبول کرنے کی بجائے حق پر تنقید کرتے ہیں۔

معزز قارئین ہندوستان میں ایک شخص بنام احمد رضا خان بریلوی پیدا ہوا جس پر شیطان نے غلبہ حاصل کیا اس بندے نے امت مسلمہ کو توڑنے کے لیے اپنے غلیظ قلم کو حسام الحرمین جیسا مقدس نام دیا

تا کہ عوام کو دھوکہ دے سکے جیسا کہ مرزا قادیانی اپنی کتب کے نام خوشنما رکھتا تھا۔ احمد رضا خان نے پہلے تو ہندوستان مین بیٹھ کر امت کے خلاف سازش کی پر جب اس میں ناکام ہوا نئے طریقہ واردات پر عمل کرنے کے لئے حرمین جا پہنچا اور وہاں علماء اہلسنت کو مرزائی اور وہابی بتا کر انکی اردو کتب کی بعض سطروں کو اپنے من سے توڑ موڑ کر عربی زبان میں کفری عقائد ذمہ لگا کر علماء حرمین سے اپنے فتوی تکفیر پر تصدیقات حاصل کی۔ یہ تصدیقات کس طرح دھوکے سے حاصل کی گئی اس کے بارے میں ہم اسی رسالے میں بتائیں گے۔

مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے

حضرت مدنی نے وہاں علماء کو احمد رضا کے دھوکے کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

علماء مدینہ نے چھبیس سوالات حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ذریعے ہندوستان بھجوائے جو علماء دیوبند پر اس پروپیگنڈے کے متعلق تھے جو احمد رضا پھیلا کر چلا گیا تھا حضرت مدنی نے وہ سوالات ہندوستان روانہ فرمائے جن کا جواب مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ نے لکھا اور اس پر اکابر علماء دیوبند سے تصدیقات حاصل کر کہ اپنے ساتھ حرمین طیبین لے گئے وہاں علماء حرمین کو وہ جوابات دکھائے اور تقریظات حاصل کی۔

ان سوال وجواب اور تصدیقات کو المہند علی المفند کے نام سے شائع کیا گیا۔

اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اہل بدعت اس وضاحت کو قبول کر کے یہ معاملہ ختم کر دیتے پر اہل بدعت نے یہ معاملہ تو امت میں انتشار کے لئے کھڑا کیا تھا لہذا انہون نے المہند پر لایعنی اعتراضات شروع کر دیے۔

اور یہ بریلویوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے کہ دوسروں پر الزامات واعتراضات کرنا، چاہے اعتراض بنتا ہو یا نہ بنتا ہو لیکن انہیں کچھ نہ کچھ لکھنا اور کہنا ضرور ہوتا ہے تا کہ عوام کو کسی طرح خوش کیا جائے اور اہل حق سے دور رکھا جائے۔

فیض احمد بہاولپوری بریلوی بھی اس کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''مخالفین کی عادت ہے کہ اعتراض ہو نہ ہو خواہ مخواہ بنا ہی لیں گے'' (غایۃ المامول صفحہ 87)

نثار الحق سیفی لکھتے ہیں" ہر زمانے میں جہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر لانے والے اور اولیاء کرام کے دامن سے وابستگی پیدا کرنے لوگ موجود ہوتے ہیں ان حضرات کے مخالفین کی بھی ایک

جماعت معرکہ آرائی اور انگشت نمائی پر آمادہ رہتی ہے"۔(سیرت مجدد الف ثانی ص ۵۵۴)

ایسے ہی بے سروپا اعتراضات پر مشتمل ایک کتاب ہمارے سامنے ہے جسکا نام راد المہند ہے جس کے مصنف حشمت علی بریلوی ہیں۔

حشمت علی نے پوری کتاب میں وہ کام کیا ہے جس کا اویسی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ خواہ مخواہ میں اعتراضات کر ڈالے، نہ اس کا سر نہ پاؤں، کہیں کی بات کو کہیں فٹ کیا

بقول شخصے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے یوں کنبہ جوڑا

اس کتاب کے اکثر اعتراضات نعیم الدین مراد آبادی کی کتاب التحقیقات لدفع التلبیسات اور فضل احمد لدھیانوی صاحب کی انوار آفتاب صداقت سے سرقہ ہیں۔

اسی لئے جن اعتراضات کا جواب ہم التحقیقات لدفع التلبیسات کے جواب میں لکھے رسالے میں دے چکے ہیں ان کی نشاندھی کردی گئی ہے کہ قارئین وہاں رجوع کریں۔

حشمت علی بریلوی کو بریلویت میں ایک متشدد عالم دین کے طور پر دیکھا جاتا ہے جیسا کہ بریلوی فقیہ ہند مفتی مظہر اللہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ

"مولانا حشمت علی صاحب کا اسم گرامی سننے کے ساتھ ایک عرصہ سے ان کے کچھ اوصافِ بھی سنتا رہا ہوں کہ وہ اپنے کو بریلوی کہتے ہیں اور مزاج میں نہاہت درجہ متشدد جس کی اکثر اہلسنت کو بڑی شکایت ہے سنا جاتا ہے کہ وہ اگر کسی مسلمان کو کسی مسئلے میں اپنے مسلک کے خلاف سنتے ہیں تو اس پر خارج اہلسنّت کا حکم لگا دیتے ہیں۔(فتاوی مظہری صفحہ ۴۰۵ ادارہ مسعودیہ کراچی)

بریلوی شیخ الحدیث مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ "رہے حشمت علی رضوی صاحب تو وہ علمی وعملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے"(مقالات سعیدی صفحہ ۶۸۴ فرید بک اسٹال لاہور)

حشمت علی کی جہالتیں راد المہند میں آپ کو جگہ جگہ نظر آئینگی ہم بھی ان کی نشاندہی اس رسالے میں کریں گے۔

اس نے ایک لایعنی اعتراض یہ کیا ہے کہ المھند کے سرورق پر نام دائرے میں لکھے ہیں اور دائرے میں لکھے الفاظ کا پڑھنے کا طریقہ نیچے سے اوپر پڑھنے کا ہے جس سے المھند علی المفند کا مطلب تبدیل ہوجاتا ہے۔

جواب :

یہ شکست خوردہ مناظر کی جہالت ہے کیونکہ سرورق پر اس طرح لکھنا ایک خوبصورتی ہوتی ہے اور یہ فقط ایک ڈیزائن ہوتا ہے اور سرورق مصنف خود ترتیب نہیں دیتا بلکہ ناشر یا کاتب ترتیب دیتا ہے۔
حشمت علی نے ایک اعتراض کو بار بار دہرایا ہے کہ المھند میں اصل عبارات پیش نہیں کی۔
ہم یہاں اسکا اصولی جواب دیتے ہیں تا کہ بار بار اعادہ کی ضرورت نہ پڑے۔

جواب:

پہلی بات کہ فاضل بریلوی نے بھی اصل عبارات پیش نہیں کی تھی سیاق وسباق سے ہٹ کر عبارات پیش کر کہ دھوکہ دیا تھا
دوسری بات یہ ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے جیسا سوال علماء عرب نے کیا اس کے مطابق جواب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے دے دیا۔
احمد رضا نے وہاں علماء عرب کو علماء دیوبند کی جو کتب پیش کی تھی وہ اردو میں تھیں علماء عرب اردو نہیں جانتے تھے (اور خود حشمت علی کے اصول کے مطابق اردو نہ جاننے والے علماء عرب کو دھوکہ دیکر ان سے کوئی بھی فتوی لیا جاسکتا ہے ملاحظہ ہو راد المھند ص ۷۲) اور احمد رضا نے ان اردو کتب کی عبارات کا ترجمہ اپنی طرف سے کر کے علماء دیوبند کی طرف غلط عقائد منسوب کئے تھے لہذا ان تحریرات کا حاصل یعنی مراد کے متعلق اور جو عقائد احمد رضا نے منسوب کئے تھے ان کے متعلق علماء عرب نے سوالات کئے جیسا کہ المھند کے شروع میں ہی موجود ہے" اے علماء کرام اور سرداران عظام! تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے۔ اس لیے امید کرتے ہیں ہمیں حقیقت حال اور قول کی مراد سے مطلع کر دگے اور ہم تم سے چند امور ایسے دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ کا اہل سنت والجماعت کے خلاف مشہور ہے" المھند علی المفند ص ۲۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد دیکھیں یہاں بھی علماء عرب نے قول کی مراد معلوم کی ہے۔

اس طرح سوال نمبر ۱۶ ہے کہ" کیا کسی نبی کا وجود جائز سمجھتے ہو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد حالانکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور معنا درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے آپ کا یہ ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور جو شخص باوجود ان نصوص کے کسی نبی کا وقوع جائز سمجھے اس کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے اور کیا تم میں سے یا تمہارے اکابرین میں سے کسی نے ایسا کہا ہے؟" (المہند علی المفندص ۴۰ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

سوال نمبر ۱۷ میں دریافت فرمایا"

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بس ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم میں سے کسی نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے؟" (المہند علی المفندص ۴۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

سوال نمبر ۱۹ میں دریافت کیا"

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟" (المہند علی المفندص ۴۵ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

سوال نمبر ۲۰ میں دریافت کیا" کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و بکر اور چوپاؤں کے علم کے برابر ہے یا اس قسم کے خرافات سے تم بری ہو اور مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالے حفظ الایمان میں یہ مضمون لکھا ہے یا نہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے اس کا حکم کیا ہے؟" (المہند علی المفند ص ۴۹ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ ان تمام سوالات میں کسی خاص عبارت کے متعلق دریافت نہیں کیا بلکہ جو غلط عقیدہ احمد رضا خان نے منسوب کیا تھا اس عقیدے کے متعلق متعلقہ کتاب کے مضمون (حاصل یا کلام) کے بارے میں سوال کیا ہے۔

جبکہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے متعلق جھوٹے فتوے سے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس جھوٹے فتوے کی تردید کر کے خود حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے اصل فتوے کی اصل عبارت پیش کی ہے۔ ملاحظہ سوال نمبر ۲۳ اور اسکا جواب۔

حشمت علی نے چونکہ اعتراضات کرنے میں کافی لفاظی وحاشیہ آرائی سے کام لیا ہے اس لیے ہم انکے پورے اعتراض کو نقل کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ وہ بے جا طوالت کا سبب ہوگا اس لیے ہم نے اعتراض کو مختصر نقل کر دیا اور جہاں ممکن ہوا ہے مکمل اعتراض بھی نقل کر دیا ہے۔

اعتراض نمبر ا صفحہ نمبر: ۲۸

حشمت علی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب ایک اور دو متعلق شدر حال اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں تضاد پیش کیا ہے۔

قارئین کرام ہم یہاں تقویۃ الایمان کی عبارت پیش کرتے ہیں جس سے اس رضاخانی شکست خوردہ مناظر صاحب کا دجل سامنے آجائے گا۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سورہ مریم کی آیات ۹۳ اور ۹۴ کے فائدے کے تحت لکھتے ہیں۔"

پھر جو کوئی کسی پیر وپیغمبر کو، یا بھوت یا پری ، کو یا کسی سچی قبر کو، یا جھوٹی قبر کو، یا کسی تھان کو، یا کسی چلے کو، یا کسی کے مکان کو، کسی کے تبرک کو، یا نشان کو، یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے، یا اس کے نام کا روزہ رکھے، یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا جانور چڑھاوے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے، یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے چادر چڑھاوے، ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے

آپ نے دیکھ لیا کہ انسان کی قبر کو بوسہ دیوے مورچھل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دیوے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھا رہے، وہاں کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کریں تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے، اس کو اشراک فی العبادہ کہتے ہیں، یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی کرنی پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"

تقویۃ الایمان صفحہ ۴۳ تا ۴۵ مجلس نشریات اسلام کراچی عبارت میں کہیں بھی کسی نبی یا ولی کی قبر کا تذکرہ نہیں بلکہ کسی پیر یا پیغمبر کو سجدہ کرنے یا کسی کی قبر کو سجدہ کرنے یا کسی نشان یا تابوت کو سجدہ کرنے کا تذکرہ ہے حشمت صاحب نے انتہائی چالاکی سے دھوکا دیتے ہوئے کسی کی قبر کو نبی یا ولی کی قبر

قرار دے دیا حقیقت یہ ہے کہ حشمت صاحب کے پاس یہاں اعتراض کرنے کو کچھ نہ تھا تھا اس لیے اپنے آپ کو احمد رضا کا پکا چیلہ ثابت کرنے کے لیے ایسی دھوکہ دہی کی

قارئین کرام شاہ صاحب کی کی جس عبارت سے حشمت صاحب نے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی ہم نے وہ مکمل پیش کردی ہیں ان میں آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ اس عبارت میں کہیں پر بھی مسجد نبوی یا روضہ اطہر کی طرف سفر کرنے کے بارے میں دور دور تک ذکر نہیں ہے۔

شاہ صاحب یہاں جس گھر کی طرف سفر کرنے کی بات کر رہے ہیں. وہ مسجد نبوی نہیں ہے.

بلکہ شاہ صاحب اس عمل کا رد کر رہے ہیں کہ ایسا عمل کرنا جو کعبہ کہ ساتھ کیا جاتا ہے مخصوص ایام مین مخصوص طریقہ سے ایسا عمل کرنا کسی قبر کی طرف یا پہاڑ کی طرف یا دیگر چیزوں کی طرف یہ درست نہیں ہے.

ہندوستان میں بہت سے جاھل اور غلو پسند لوگ اولیاء اللہ کی قبروں اور مزارات کے لئے شدرحال کرتے ہیں اور ایسے آداب اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب واحکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط واہتمام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

دوسری بات کہ شاہ صاحب کی یہ عبارت قطعا و یقینا مسجد نبوی و روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہی کی جاسکتی کیوں کہ شاہ صاحب اپنی دوسری کتاب میں خود ان کی طرف سفر کو جائز اور درست لکھا ہے.

چنانچہ شاہ ساحب اپنی ایک کتاب مین لکھتے ہیں.

اخروی منفعت کے حصول کی خاطر جن مقامات کا قصد سفر جائز ہے اس سلسلے میں صرف تین مساجد کا تعین (یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصی) (ایضاح الحق والصریح ص ۶۰ مترجم قدیمی کتب خانہ)

اسی کتاب میں شاہ صاحب رح صفحۂ ۶۳ پر فرماتے ہیں

*مسجد نبوی اور مسجد قبا کی زیارت معین کرنا..... الغرض عبادات ومعاملات میں اور بہت سے لازمی امور ہین جن کا تعین شریعت سے ثابت ہے.

قارئین کرام ہم نے یہاں حشمت صاحب کا دھوکہ کھول کر رکھ دیا ہے کہ کس طرح انہوں نے المہند اور تقویۃ الایمان میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی تھی

حقیقت تو یہ ہے علمائے دیوبند شاہ صاحب سے کسی بھی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کر سکتے جیسا کہ خود بریلوی ضیغم ملت حسن علی بریلوی نے گواہی دی ہے ۔(علماء دیوبند) کو بابائے وہابیت قتیل بالا کوٹی سے قطعا اختلاف نہیں ."ص 109 محاسبہ دیوبندیت جلد 1 رہی یہ بات کہ صدر الدین دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا اور المہند میں دہلوی صاحب کو اپنے مشائخ میں سے تسلیم کیا گیا ہے تو یہ بھی اعتراض باطل ہے۔کیوں کہ یہاں حشمت صاحب نے کوئی دلیل یا ثبوت پیش نہیں کیا۔

غلام مصطفیٰ نوری قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں " بہر حال ابن تیمیہ کی یہ بات کیونکہ بے سند ہے کسی سند کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں دیا ہے اس لیے یہ بات مردود ہے ."(تسوید وجہ الشیطانی ص ۱۶)

البتہ ہم ثبوت پیش کرتے ہیں کہ صدر الدین دہلوی صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ اور تقویت الایمان کی تعریف کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں " تقویۃ الایمان کو نظر اجمالی سے دیکھا ہے باعتبار اصول اور اصل مقصد کیا ہے بہت خوب ہے اور مولوی محمد اسماعیل کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کے حق میں سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے

ولتکن منکم أمة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر وأولئک هم المفلحون.

اور یہ فرمایا

ان الذین آمنوا والذین هاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ أولئک یرجون رحمة اللہ واللہ غفور رحیم۔

اور یہ فرمایا۔

واللہ یختص برحمته من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

پس جو ان کو کافر و گمراہ کہے وہ آپ گمراہ ہے ۔(فضائل عالم با عمل ص ۴ طبع مجتبائی دہلی از مولانا محمد حسین فقیر بنتی دہلوی بحوالہ ماہنامہ الھلال مانچسٹر ۱۹/۴(

اعتراض نمبر ۲ صفحہ نمبر: ۳۱

حشمت علی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر تین اور چار متعلق توسل کے رد میں فتاوی رشیدیہ کی دو عبارات اور تقویت الایمان کی بھی دو عبارات پیش کی ہیں۔

قارئین کرام حشمت صاحب نے اعتراضات کی ضخامت بڑھانے کے لئے انتہائی دجل کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتاوی رشیدیہ میں درج ایک ہی فتوے کی عبارات کو دو الگ الگ مقامات پر اعتراض کے طور پر پیش کیا ہے۔ ہم یہاں وہ فتوی مکمل درج کرتے ہیں اور پھر متعصب معترض حشمت علی بریلوی کا دجل عیاں کرتے ہیں۔

جواب:

اس مسئلے کی پہلے تحریرات ہو چکی ہیں کہ مائۃ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحق مرحوم دہلوی کو دیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا۔ استعانت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالی سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے اعینونی عباد اللہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالی نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے یعنی حدیث سے۔ تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالی میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے اور سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیا علیہم السلام کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنی کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع کیا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے معہذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرنا بہر حال ہی مسئلے مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم"۔ (تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۴ ادارہ اسلامیات لاہور کراچی)

قارئین کرام اپ نے فتاوی رشیدیہ کا مکمل جواب ملاحظہ فرمایا غور کریں کہ کس طرح اس نامکمل عبارات کو پیش کر کے حشمت علی بریلوی صاحب نے توسل کا منکر ثابت کرنا چاہا۔ اسی فتوے کی عبارت (ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کرے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ) میں توسل کا جواز باتفاق تسلیم کیا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ المہند کے جواب تین اور چار متعلق توسل میں بھی دلیل کے طور پر اسی فتوی کا حوالہ دیا گیا ہے پر معترض کمال ڈھٹائی سے اسی فتوے کو توسل کا انکار بنا کر پیش کر رہا ہے فیا للعجب۔

حشمت علی صاحب نے فتاوی رشیدیہ کی جس پہلی عبارت کو پیش کیا ہے وہ درحقیقت توسل ہے ہی نہیں وہ تو استعانت مافوق الاسباب ہے جس کے علماء اہلسنت قائل نہیں۔

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں"

ولم یرد عن أحد من الصحابة رضی اللہ تعالی عنهم وهم أحرص الخلق علی کل خیر أنه طلب من میت شیئا۔"(روح المعانی الجز السادس ص ۱۲۵ (

ترجمہ: صحابہ تمام مخلوق میں نیکی کے سب سے بڑے حریص تھے مگر اس کے باوجود کسی صحابی کے بارے میں یہ بات ثابت نہیں کہ وہ کسی مردے کی قبر پر گئے ہوں اور ان سے کوئی چیز مانگی ہو۔

شیخ عیسی بن قاسم سندھی تنبیہ المرام لکھتے ہیں

"لایجوز الاستعانة یاھل القبور علیه الجمهور"

یعنی جمہور کے نزدیک اہل قبور سے استعانت جائز نہیں ہے۔

ملا عبد اللہ سمرقندی ہم عصر ملا علی قاری نہج السنہ میں لکھتے ہیں۔

حرم الاستمداد بالقبور لکثیر من القتور۔ انتهی"

۔یعنی قبروں سے استمداد حرام ہے بوجہ کثیر فتور کے۔

قاضی عبد الرحمن صاحب ہدایہ، اجوال الآخرہ میں لکھتے ہیں۔

ویکرہ الاستعانة بالاموات۔ انتهی"

یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا مکروہ ہے۔

ابو العلاء اسمعیل قرشی روضۃ الہدایہ میں لکھتے ہیں،

"لایجوز الاستعانة بالاولیاو الصلحاء بعد موتھم انتھی۔

یعنی اولیاء اور صلحاء سے ان کی موت کے بعد استعانت جائز نہیں۔

کاشف الاسرار مقصد ثانی میں ہے۔

قال الشیخ الامام علی بن ابی اسحاق ابن منصور النیشاپوری لایجوز ان یدور الرجل حول ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیھم ولا یمس القبرو لایقبله والاستعانة بھم غیر مستحسنة بالاجماع انتھی"

یعنی اولیاء کے قبور کے ارگرد بطور تقریب کے گھومنا ناجائز ہے۔اور قبر کو مس نہ کرے اور نہ اس کو چومے اور ان کے ساتھ استعانت بالاجماع غیر مستحسن ہے۔

مدارج العالمین میں ہے–

"من اقبح العقائد طلب الحاجته من الموتی و الاستعانة بھم فان الاموات لا یملک بنفسه نفعا و لا ضراو ھواحوج الناس الیٰ الا حیاء للدعاء وا لا ستغفار و الصدقة علی نھج الشریعته–(انتھی)

یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا اوران سے مدد مانگنا برا عقیدہ ہے اس لیے کے مردے تو خود احیاء کے صدقے اور استغفار اور دعا کے محتاج ہیں شرعی طریقہ پر اور نہ اپنے نفس کو اب نفع اور ضرر پہنچا سکتے ہیں–(**لانه لا قدرة و لا اختیار لھم**)

نتائج المرام سیّد عبدالصبور میں ہے"

قالا الشیخ الامام الاجل ابو صالح محمد بن ابراھیم الشیرازی مایقع فی بلاد العجم من فرش البسط و ضرب الخیام عند مقبر الاولیاء الکرام و العوام یستمدون بھم و یخشعون و یتضرعون الیھم فکله مکروہ و المکروہ اقرب الی الحرام–انتھی"–

یعنی اولیاء کرام کے مقبروں کے آس پاس جو بلاد عجم میں فرش بچھائے جاتے ہیں اور خیمے لگائے جاتے ہیں اور عوام الناس ان سے حاجتیں طلب کرتے ہے ہیں اوران کی طرف خشوع اور خضوع کرتے ہیں یہ سب مکروہ تحریمہ ہیں۔

مجالس الطالبین میں ہے۔

" من القبائح طلب الحاجة من الموتی و الا ستعانة بھم و التوجه الیھم لیشفعوا- انتھی"-

یعنی مردوں سے حاجت طلب کرنا اوران سے استعانت اوراُن کی طرف توجہ کرنا تاکہ وہ سفارش کریں امر قبیح ہیں.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کل من ذھب بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ماضاھا لاجل حاجة یطلبھا فانه اثم اثما اکبر من القتل و الزنا الیس مثله الامثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو الات و العزی.."(التفھیمات الھیه جلد ثانی ص ۴۵ مدینه برقی پریس بجنور)

ترجمہ : جو کوئی جائے اجمیر یا سالار مسعود غازی کے مزار کی طرف یا جہاں چاہے اپنی حاجت کیلئے مانگے ان سے تو یہ قتل اور زنا سے بھی بڑا گناہ ہے یہ مصنوعات اور لات وعزی کی عبادت کرنے کے مثل ہے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب لکھتے ہیں" اگر کوئی شخص قبروں کا طواف کرے یا اس قسم کی دعا مانگے کہ اے صاحب مزار میرا فلاں کام سرانجام دو تو بتوں کے پجاریوں کی مشابہت پیدا ہو جائیگی جو ناجائز ہے."۔ (اعلا کلمۃ اللہ ص ۱۷۵)

فتاویٰ رشیدیہ کی جس دوسری عبارت کو المہند کا تضاد اور توسل کے انکار پر پیش کی ہے اس کے متعلق حشمت صاحب پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ جس مسئلے کو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مختلف فیہ بتایا ہے اس کو انکار پر محمول کرلیا شاید حشمت صاحب کو مختلف فیہ کا مطلب نہیں پتا اس بارے میں حضرت نے اس مسئلے پر جواز وعدم جواز کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حشمت صاحب اس مسئلہ کا مختلف فیہ نہ ہونا ثابت کرتے پر حشمت صاحب معذور نظر ائے۔

الغرض حضرت گنگوہی رحمہ اللہ توسل کے قائل ہیں ہم نے اسی فتوے سے توسل کا قائل ہونا ثابت کیا ہے۔

توسل کے جواز پر ہم حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک اور فتوی نقل کرتے ہیں

"جواب : سلسلہ شجرہ نسب پڑھنے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کہ بزرگوں کے نام کے وسیلہ سے دعاء کرتے ہیں جیسے پڑھنے والوں کا کہنا : اے اللہ! بحرمت فلان انجام بخیر فرما۔ یہ دعاء بطور مثال ہے، پس دعاء میں مقبول بندوں کے نام سے توسّل کرنے میں کیا بات ہے." (باقیات فتاوی رشیدیہ ص ۵۷)

تیسری عبارت جو حشمت صاحب نے توسل کے رد میں پیش کی ہے وہ تقویت الایمان کی عبارت ہے ہم یہاں مکمل عبارت نقل کرتے ہیں اور پھر متعصب رضاخانی مناظر کا دھوکہ واضح کوتے ہیں۔

سورہ احقاف کی آیت نمبر 5 کے فائدہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں۔ کہ اللہ سے قادر علیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں کہ اول تو ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں، اور دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے، اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کرسکتے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعضے لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں، اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے، اور پھر یوں سمجھے کہ ہم نے شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے، سو یہ بات غلط ہے اس واسطیکہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھو کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جب ہی ان کو اس طرح پکارا حالانکہ اللہ تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے ورے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان کے پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں."
(تقویت الایمان ص ۵٦ تا ۵۷ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اس عبارت میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا اس میں توسل کا انکار نہیں بلکہ بزرگوں کو مافوق الاسباب پکارنے کو شرک لکھا ہے نا کہ دعا کروانے کو۔

سلطان العارفین قاضی حمید الدین ناگوری استاد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہما فرماتے ہیں

"منهم الذین یدعون الانبیاء و لاولیاء عند الحوائج و المصائب باعتقادان ارواحهم حاضرة تسمع النداء و تعلم الحوائج و ذلک شرک فبیح و جهل صریح قال اللہ تعالیٰ و من اضل ممن یدعون من دون اللہ الآیہ انتهی

یعنی بعض وہ لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجت اور مصیبتوں کے وقت اس عتقاد سے کہ ان کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں اور ان کی ندا کو سنتے ہے اور ان کی حاجتوں کو جانتے ہیں پکارتے ہیں۔ یہ شرک قبیح اور جہل صریح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہے ان سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا۔

ملا حسین خباز رحمۃ اللہ علیہ مفتاح القلوب میں فرماتے ہیں

" و از کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبات را بگمان آنکه حاضر اند مثل یا رسول اللہ و یا عبد القادر و مانند و آن۔انتھی

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الطالبین ص ۲۱ میں فرماتے ہیں"

مسئلہ آنچہ جہال میگونید یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئا للہ جائز نیست شرک وکفر است"

یعنی وہ جو بعض جاھل لوگ کہتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاً للہ یا یوں کہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاً للہ یہ جائز نہیں بلکہ شرک اور کفر ھے

تذکرہ مظہر مسعود میں ہے"

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاً للہ کہنا ممنوع ہے قائل کو توبہ کرنی چاہیے اور تجدید نکاح چاہیے"۔ (تذکرہ مظہر مسعود ص ۱۴۱ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

حشمت صاحب توسل کے تضاد میں جو چوتھی عبارت پیش کی ہے وہ بھی تقویت الایمان کی عبارت ہے۔

قارئین اس عبارت کا مفصل جواب اعتراض نمبر 15 میں آگے آرہا ہے۔

مختصر طور پر اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ اس عبارت میں بھی توسل کا دور دور تک ذکر نہیں۔

بریلوی مصنف نے جس طرح دوسرے اعتراضات میں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، یہاں بھی دھوکا دہی سے کام لیا ہے.

شاہ اسماعیل شہید رح کی عبارت سے ان کو سفارش وتوسل کا منکر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے. حالانکہ جس عبارت سے شاہ صاحب رح کو توسل کا منکر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کے بارے میں کئی دفعہ وضاحت کی گئی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی نہیں، لیکن بریلوی ایسے

گستاخ ہیں کہ زبردستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں شامل کہہ کر گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں.

حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رح نے واضح طور پر اسی تقویت الایمان میں انبیاء واولیاء کی سفارش کا اقرار کیا ہے.

شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"انبیاء اولیاء کی سفارش جو ہے اللہ کے اختیار میں ہے."(تقویت الایمان ص ۱۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں" ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے."۔ (تقویت الایمان ص ۱۲۳)

ان واضح عبارات کے باوجود بھی اگر بریلوی ان کو توسل کا منکر کہہ کر المہند سے اس کا تضاد کہہ کر دھوکا دیں تو یہی کہا جائے گا کہ ان کو اللہ کا خوف نہیں، بس اپنی دکان چمکانے کے لیے یہودی علماء کے طریقے پر چلتے ہوئے عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳ صفحہ نمبر: ۳۴

حشمت علی بریلوی نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر پانچ متعلق حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقویۃ الایمان کی ایک عبارت کو پیش کیا ہے۔

جواب:

قارئین کرام اسکا تفصیلی جواب ہم نے التصریحات لدفع التلبیسات میں ہم نے اعتراض نمبر تین کے ذیل مین دے چکے ہیں۔آپ وہاں ملاحضہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۴ صفحہ نمبر: ۳۵

رضوی جی اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" دیوبندیوں کے حکیم الامت وہابیوں کے مجدد الملت جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں۔

یہ تو حضور ﷺ کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیات برزخی کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔

(۱) دیکھئے تھانوی جی یہاں کھلے لفظوں میں وہابی دھرم کے عقیدہ کا اظہار کر دیا کہ قبر انور میں حضور ﷺ کی حیات برزخیہ ہے۔

(۲) مگر انبیہٹی جی علماء حرمین کے سامنے اس عقیدے کو چھپایا اور صاف لکھ دیا

(۳) کہ آپ کی حیات دنیا کی سی ہے برزخی نہیں ہے یہی کہ

لعنت اللہ علی الکذبین

جواب:

ہم یہاں حفظ الایمان اور المہند کی مکمل عبارات پیش کرتے ہیں تا کہ حشمت علی صاحب کا دجال ہونا ثابت ہو۔

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

" ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور حضرات شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ " انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیاء " میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسی علیہ السلام کا اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام آب حیات ہے" (المہند علی المفند ص ۳۱ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدر آباد)

اب ہم حفظ الایمان کی عبارت نقل کرتے ہیں

" یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں گفتگو تھی جس میں آپ نہایت قوی حیات برزخیہ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں حیات حضرات انبیاء علیہم السلام خود اہل حق کا عقیدہ ہے اور موت ان کی صرف

ظاہری اور ضعیف درجے کی ہے" (حفظ الایمان ص 885 انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

حشمت علی بریلوی نے جو اعتراض کیا ہے المہند پر وہ اعتراض درحقیقت مغالطے پر مبنی ہے جو ہمیشہ سے اہل باطل کا وطیرہ رہا ہے۔

یہ مغالطہ اس طرح دیا گیا ہے کہ المہند اور حفظ الایمان کی عبارت میں تضاد دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جی حفظ الایمان میں نبی علیہ السلام کی حیات برزخی کو تسلیم کیا گیا ہے جبکہ المہند میں نبی علیہ السلام کی حیات برزخی کا انکار کیا گیا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کتابوں کی عبارتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

کیونکہ حفظ الایمان میں بھی نبی علیہ السلام کی حیات برزخی کو تسلیم کیا گیا ہے اور المہند میں بھی نبی علیہ السلام کی حیات برزخی کو تسلیم کیا گیا ہے۔

حفظ الایمان کے بارے میں تو حشمت علی بریلوی کو بھی تسلیم ہے کہ اس میں نبی علیہ السلام کی حیات برزخی کو تسلیم کیا گیا ہے باقی المہند کے متعلق دھوکہ دیا اور جھوٹ بولا ہے حشمت علی بریلوی نے وہ اس طرح کہ المہند میں جس برزخی حیات کا نبی علیہ السلام کے لیے انکار کیا گیا ہے وہ اس برزخی حیات کا انکار کیا گیا ہے جو عام انسانوں کو حاصل ہیں کہ جیسے عام انسان برزخ میں حیات ہوتے ہیں کہ چاہیے جسم سلامت ہو یا نہ ہو لیکن برزخ میں حیات حاصل ہوتی ہے۔ لیکن نبی علیہ السلام کی حیات برزخی ایسی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ برزخی حیات حاصل ہے کہ جسمیں نبی علیہ السلام کا جسم مبارک بھی محفوظ ہے اور آپ علیہ السلام نماز بھی پڑھتے ہیں۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.

" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لیے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث میں بھی نص ہے۔ (ان نبی اللہ حی فی قبرہ یرزق۔) اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں کہ آپ اپنی قبر شریف میں زندہ ہے اور آپ کو رزق پہنچتا ہے، مگر یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ناسوتی نہیں ہے، دوسری قسم کی حیات ہے، جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں" (اشرف الجواب

ص۲۸۸و ۲۸۹)

تو المہند کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے لیکن حشمت علی بریلوی نے جھوٹ بولا اور دھوکا بھی دیا۔

اب ہم یہاں حشمت علی بریلوی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ نبی علیہ السلام کے لیے عام انسانوں والی برزخ کی حیات مانتے ہیں؟

بریلوی مورخ عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کو بھی اس بات کا اقرار ہے علماء دیوبند بعد از وصال حیات انبیاء کے قائل ہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں

"حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ

خود علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ المہند جس پر دیوبند کے مکتب فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں اس میں لکھتے ہیں" (پھر اگے المہند کا مذکورہ جواب نقل کیا ہے)(مقالات رضویہ ص ۸۱)

<u>اعتراض نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۶:</u>

<u>جواب:</u>

حشمت علی نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۶ اور تقویت الایمان کہ عبارت میں تضاد پیش کیا ہے۔

ہم پہلے تقویت الایمان کی عبارت مکمل نقل کرتے ہیں تا کہ حشمت علی بریلوی کا دھوکہ واضح ہو۔

شاہ صاحب سورہ الجن کی آیات ۱۸ تا ۲۰ کے فائدے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دِل سے اُس کو پکارتا ہے تو بیوقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بُزرگ ہو گیا ہے یہ جِس کو چاہے سو دیوے جِس سے جو چاہے چھین لے، سو اِس بات کی اُمیّد کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اِس بندے کو چاہیے کہ سچّی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع و نقصان کی اُمیّد رکھنی اسی سے چاہیئے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اُس سے راضی ہوں یہ ہرگز ممکن نہیں، اِس آیت سے معلوم ہوا کہ ادب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اُس کا نام جپنا اُنہیں کاموں میں سے ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے."۔
(تقویۃ الایمان ص ۸۳ مجلس نشریات اسلام کراچی)

بریلویوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے دوسروں پر الزامات واعتراضات کرنا، پھر اعتراض بنتا ہو یا نہ بنتا ہو لیکن انہیں کچھ نہ کچھ لکھنا اور کہنا ضرور ہوتا ہے تا کہ عوام کو کسی طرح خوش کیا جائے اور اہل حق سے دور رکھا جائے۔

فیض احمد بہاولپوری بریلوی بھی اس کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"مخالفین کی عادت ہے کہ اعتراض ہو نہ ہو خواہ مخواہ بنا ہی لیں گے" (غایۃ المامول ص ۸۷)

بس یہی کام حشمت علی نے پوری کتاب میں کیا ہے کہ خواہ مخواہ میں اعتراض کر ڈالا، نہ اس کا سر نہ پاؤں، کہیں کی بات کو کہیں فٹ کیا بقول کسے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

خیر یہاں بھی حشمت علی نے سابقہ اعتراضات کی طرح دجل مع بے وقوفی کا مظاہرہ کیا ہے، جناب کا اعتراض ہے کہ تقویت الایمان میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

"ادب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جنپنا انہیں کاموں میں سے ہیں کہ اللہ صاحب نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے" (تقویت الایمان ص ۴۳ بحوالہ راد المھند)

پہلی بات یہاں حشمت علی خان نے شرمناک تحریف کا مظاہرہ کیا ہے، وہ اس طرح کہ حشمت علی نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی جو عبارت پیش کی ءاس کے شروع میں لکھا تھا کہ "اس آیت سے معلوم ہوا" لیکن حشمت علی خان چونکہ مظہر اعلیٰ حضرت تھے اور تحریف وجوڑ توڑ ان کی رگوں میں بھرا تھا لہذا انہوں نے یہ الفاظ پیش نہیں کئے۔ اگر وہ یہ الفاظ پیش کر دیتے تو ان کا دجل خود بخود چگنا چور ہو جاتا اور یہ ظاہر ہو جاتا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے جو لکھا ہے وہ قرآن کریم کی آیت کی تشریح میں لکھا ہے۔

وہ آیات جن کی تشریح میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے یہ بات فرمائی ہے وہ یہ ہیں:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

ترجمہ : سجدے تو تمام تر اللہ ہی کا حق ہیں۔اس لیے اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

وَّ اَنَّہ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدعُوہُ کَادُوا یَکُونُونَ عَلَیہِ لِبَدًا

اور یہ کہ جب کھڑا ہوتا ہے بندہ اللہ کا کہ پکارے اسکو تو لوگ قریب ہے کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ۔

قُل اِنَّمَا اَدعُوا رَبِّی وَ لَا اُشرِکُ بِہ اَحَدًا

کہہ دو کہ : میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اوراس کے ساتھ کوئی شریک نہیں مانتا۔(سورہ جن آیات ۱۸ تا ۲۰)

قارئین بتائیے، کیا یہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا اپنا کوئی الگ مذہب ہے یا اللہ پاک کا بیان کردہ واضح حکم؟

امام ابن کثیر رحمہ اللہ ان آیات کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ اس کی عبادت کے مقامات صرف اسی کی وحدانیت کا اعتقاد رکھیں، یہاں نہ کسی اور کو پکارا جائے، نہ کسی غیر کی عبادت کی جائے اور نہ شرکیہ اعمال کا ارتکاب کیا جائے“ (تفسیر ابن کثیر مترجم اردو ج ۴ ص ۷۳۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

یہی کچھ دیگر تفاسیر مثلاً تفسیر عزیزی، قرطبی، خازن وغیرہ میں لکھا ہے،طوالت کے خوف کی بنا پر صرف تفسیر ابن کثیر سے وضاحت نقل کی گئی۔

قارئین، آپ نے دیکھا کہ مفسرین کرام جو کچھ اس آیت کے تحت نقل کرتے ہیں وہی شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے، کیا بریلوی حضرات علماء امت کے خلاف بھی کچھ بولیں گے؟

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے یہ آیات شرک فی العبادات کے باب میں نقل کی ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت جائز نہیں، ادب سے کھڑا ہونا یعنی قیام نماز کی طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا اور پکارنا جائز نہیں جیسا کہ مذکورہ آیات سے واضح ہے۔

یہاں بریلویوں کے گھر کی گواہی بھی ملاحظہ فرمائیے،غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی لکھتا ہے کہ:

”مخلوق میں کسی نبی، ولی، بزرگ کو بھی خواہ رسول اکرم ﷺ کیوں نہ ہوں عبادت کے مستحق سمجھنا شرک فی العبادۃ کہلاتا ہے۔“ (شرک کیا ہے؟ اور مشرک کون؟ ص ۴۱)

یہ باتیں ذہن میں رکھئے اور آگے چلئے،

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی اس عبارت سے حشمت علی نے جو امور اخذ کئے ہیں ان کا نمبر وار جواب پیش خدمت ہے:

(۱) کسی نبی ولی کے سامنے ادب سے کھڑا ہونا شرک۔

جواب:

بالکل کسی غیر اللہ کے سامنے قیام نماز کی حالت میں کھڑا ہونا اور اس کی عبادت کرنا شرک ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل گزر چکی ہے، صرف کھڑا ہونا اور حالت قیام میں عبادت کے لئے ادب سے کھڑا ہونا دو الگ الگ باتیں ہیں۔

سب سے پہلے عبادت کا مفہوم سمجھئے کہ کسی کی ذات میں اس قسم کی طاقت وقدرت اور وسعت علم ماننا کہ ہر کسی کی ہر بات جانتا ہو اور سنتا ہو اور ہر ایک کی امداد کرنا اس کی طاقت میں ہو۔ اب اس کے ساتھ جو معاملہ بھی کیا جائیگا عبادت کہلائیگا۔ ہم لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے سامنے کھڑے ہونے والوں کو اس اعتقاد کی بنیاد پر مشرک کہتے ہیں نہ کہ مطلق کھڑے ہونے کو اور چونکہ تمہارے لوگ اسی نیت اور اعتقاد کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اس لئے ایسا کھڑا ہونا بھی شرک ٹھہرے گا۔

عجم میں لوگ ایسا قیام بھی کرتے تھے جس سے شرک لازم آتا، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”فَاِنَّ العَجَمَ کَانَ مِن اَمرِھِم اَن تَقُومَ الخَدَمُ بَینَ اَیدِی سَادَتِھِم، وَالرَّعِیَّۃُ بَینَ اَیدِی مُلُوکِھِم، وَھُوَ مِن اِفرَاطِھِم فِ التَّعظِیمِ، حَتّٰی کَادَیَتَاَخَّمُ الشِّرکَ

ترجمہ: عجمیوں کی عادت تھی کہ خدام اپنے آقاؤں کے سامنے اور رعیت کے لوگ بادشاہ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ ایسا کرنا تعظیم میں افراط تھا اور شرک کے ساتھ اس کے تانے بانے مل جاتے تھے۔“ (حجۃ اللہ البالغہ ج دوم ص ۳۰۶)

(۲) کسی نبی ولی کو پکانے والا مشرک۔

جواب:

بالکل کسی غیر اللہ کو معبود سمجھ کر اور مافوق الاسباب امور میں حاجت روا سمجھ کر پکارنا شرک ہے جیسا

کہ مفسرین نے سورہ جن کی آیت نمبر 18 میں فَلاَ تَدعُو سے مراد فَلاَ تَعبُدُو مراد لیا ہے۔

(۳) کسی نبی ولی کا بار بار نام لینے والا مشرک۔

جواب :

اس کا مفصل جواب آگے آرہا ہے

پھر حشمت علی نے المہند کی یہ عبارت پیش کی

''اولی یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرہ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہئے اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے'' (بحوالہ راد المھند ص ۳۶)

اور اس کے بعد نمبر وار کچھ باتیں پیش کی جن کا جواب پیش خدمت ہے :

(۱) اصل عبارت تقویت الایمان پیش نہیں کی

جواب علماء عرب کا سوال کچھ یوں تھا:

''اَلسُّؤَالُ السَّادِسُ :

هَل لِلدَّاعِ فِی المَسجِدِ النَّبَوِیِّ اَن یَّجعَلَ وَجههُ اِلَی القَبرِ الشَّرِیفِ وَیَسأَلُ مِنَ المَولَی الجَلِیلِ مُتَوَسِّلاً بِنَبِیِّهِ الفَخِیمِ النَّبِیلِ؟

چھٹا سوال:

کیا مسجد نبوی میں دعا کرنے والے کے لیے یہ صورت جائز ہے کہ وہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور حضور علیہ السلام کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے؟''

اس میں کہاں تقویت الایمان کا ذکر ہے؟

حشمت علی صاحب خود اسی راد المہند میں لکھتے ہیں کہ :

''ہر شخص بداہتہً جانتا ہے کہ سوال کے موافق جواب ہوتا ہے'' (راد المہند ص ۳۶)

لہٰذا خود حشمت علی خان کے اصول سے اس کا اپنا ہی سوال غلط قرار پایا کیوں کہ سوال میں تقویت الایمان کا ذکر ہی نہیں تو جواب میں اس کا مطالبہ چہ معنی دارد؟

(۲) تقویت الایمان میں جسے شرک لکھا گیا ہے اسے المہند میں اولی اور بہتر لکھا۔

(۳) اسی شرک کو معتبر بتایا۔

(۴) اسی شرک پر اپنا اور اپنے پیشواؤں کا عمل بتایا۔

(۵) پھر پہلے تقویت الایمان کی جو عبارت گزری اس میں کسی نبی ولی کے مزار کے سامنے ہاتھ باندھ کر التجا یعنی دعا کرنے کو بھی امام الوہابیہ نے شرک لکھا۔

یہاں انبہٹی جی لکھتے ہیں۔

(۶) یہی حکم دعا مانگنے کا ہے یعنی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا بھی مانگنی چاہیے۔

(۷) اس میں بھی تقویت الایمان کی عبارت پیش نہیں کی۔

(۸) جسے وہاں شرک لکھا گیا انبہٹی جی کہتے ہیں وہی کرنا چاہئے (راد المہند ص ۳۶،۳۷)

جواب:

ان سب باتوں کا جواب پیش خدمت ہے:

المہند اور تقویت الایمان کی عبارت ایک دوسرے کے خلاف نہیں کیونکہ تقویت الایمان میں کسی غیر اللہ کے سامنے عبادت کی نیت سے قیام نماز کی طرح ادب سے کھڑا ہو کر عبادت کرنے کو شرک لکھا ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے بیان کیا گیا اور المہند میں قبر انور کی طرف منہ کر کے اللہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دے کر دعا کا ذکر ہے۔

جب دونوں کا موضوع ہی الگ الگ ہیں تو تضاد کیسا؟

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول و مکان
وحدت شرط و اضافت، جز و کل
ہم چنیں وحدت در آخر زماں

پھر حشمت علی کی دلیری بھی دیکھیے کہ تقویت الایمان کے متعلق لکھا کہ وہاں ”کسی نبی ولی کے مزار کے سامنے ہاتھ باندھ کر التجا یعنی دعا کو بھی امام الوہابیہ نے شرک لکھا۔“ (راد المہند ص ۳۷)

ہم پوچھتے ہیں یہ عبارت کہاں ہے؟

قُلْ ھَاتُوا بُرھَانَکُم اِن کُنتُم صَادِقِینَ

اعتراض نمبر ۶، ۷، ۸ صفحہ نمبر ۳۷ تا ۴۱:

حشمت علی صاحب نے اعتراض نمبر ۶ میں تقویت الایمان کی ایک عبارات اور المہند کے جواب نمبر ۷ متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود شریف پڑھنے پر تضاد پیش کیا ہے۔

جبکہ اعتراض نمبر ۷ میں تقویت الایمان کی عبارت اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے دلائل الخیرات کے تعلق سے تضاد پیش کیا ہے

اور اعتراض نمبر ۸ میں تقویت الایمان کی عبارت اور کلمہ طیبہ پڑھنے پر تضاد پیش کیا ہے۔

یہ تینوں اعتراضات ایک ہی نوعیت کے ہیں لہذا ہم انکا بنیادی جواب عرض کرتے ہیں۔ پہلے ہم تقویت الایمان کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں جس سے قارئین کے سامنے حقیقت خود واضح ہو جائے گی۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سورہ الجن کی آیات ۱۸ تا ۲۰ کے فائدے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دِل سے اُس کو پکارتا ہے تو بیوقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا ہے یہ جس کو چاہے سو دیوے جس سے جو چاہے چھین لے، سو اِس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اِس بندے کو چاہیے کہ سچّی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع ونقصان کی اُمیّد رکھنی اسی سے چاہیئے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اُس سے راضی ہوں یہ ہر گز مُمکن نہیں، اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اُس کا نام جپنا اُنہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے."

(تقویۃ الایمان ص ۸۳ مجلس نشریات اسلام کراچی)

یہاں شاہ صاحب کا مقصد واضح ہے کہ جس طرح دعا اور عبادت کی غرض سے اللہ تعالی کو پکارا جاتا ہے، اور اس کے پاک ناموں کا ورد کیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ کے سوا کسی اور بزرگ ہستی کو پکارنا اور اس کے نام کا ورد کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ عبادت صرف اللہ تعالی کی ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فتاوی عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں" پرستش آنست کہ (۱) سجدہ کند (۲) طواف نماید (۳) یا نام او را بطریق تقرب ورد سازد (۴) یا ذبح جانور بنام او کند (۵) یا خود را

بندہ فلانی بگوید، و برآنکہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور ایں چیزہا بعمل آرد فی الفور کافری گردد، از مسلمانی می برآید."(فتاوی عزیزی ۱/۴۵)

ترجمہ : عبادت یہ کہ

(1) سجدہ کرے

(2) یا طواف کرے

(3) یا اس کے نام کا تقرب کے طور پر ورد کرے

(4) یا اس کے نام پر جانور ذبح کرے

(5) یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے۔ جاہل مسلمانوں میں سے ہر وہ شخص جو اہل قبور کے ساتھ یہ چیزیں کرے گا فوراً کافر ہو جائے گا اور اسلام سے نکل جائے گا۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی ارشاد الطالبین میں ارقام فرماتے ہیں:

مگر آن کہ ذکر محمد رسول اللہ باذکر خدائے تعالی در اذان و اقامت وتشہد و باو مانند آں کہ عبادت است، وذکر محمد رسول اللہ ہم بروجہے کہ در شرع وارد نشدہ است، چنانچہ کسے بطور وظیفہ یا محمد یا محمد یا محمد، یا ان گفتہ باشد روا نباشد''۔(ص ۹۱)

ترجمہ : اللہ کے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ذکر اذان و اقامت اور تشہد وغیرہ میں عبادت ہے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایسے طریقہ پر کرنا جو شریعت میں وارد نہیں ہوا ہے مثلاً کوئی شخص وظیفہ کے طور پر "یا محمد یا محمد یا محمد" کہے گا تو جائز نہ ہوگا۔

اب بریلوی شاہ عبدالعزیز اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہما پر بھی فتوی لگائیں گے یا یہ فتوے علماء دیوبند کے لئے ہی مخصوص ہیں۔

قارئین یہاں درود پڑھنے کا اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کہ درود شریف میں اللہ سے دعا کی جاتی ہے نا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ورد کیا جاتا ہے آپ کی عبادت کے لئے۔

اسی تقویت الایمان میں تو شاہ صاحب نے خود درود۔ وسلام اور کلمہ طیبہ کا ذکر کیا ہے۔

شاہ صاحب تقویۃ لایمان کے آخر میں اللہ سے دعا کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اے مالک ہمارے اپنے ایسے پیغمبر رحیم و کریم پر ہزاروں درود وسلام بھیج اور انہوں نے جیسا ہم سے جاہلوں کو دین کے سکھانے

میں حد سے زیادہ کوشش کی سو تو ہی اس کوشش کی قدر دانی کر کے ہم تو ایک عاجز بندے ہیں محض بے مقدور سو جیسا تو نے اپنے فضل سے ہم کو شرک و توحید کے معنی خوب سمجھائے اور لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا اسی طرح اپنے فضل سے بدعت وسنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد الرسول اللہ کا مضمون خوب تعلم کرا اور بدعتی بد مذہبوں میں سے نکال کر سنی پاک متبع سنت کا کر۔ آمین یارب العالمین." (تقویۃ الایمان ص ۱۴۱،۱۴۰ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اعتراض نمبر ۷ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا دلائل الخیرات پڑھنے

اور اعتراض نمبر ۸ میں کلمہ طیبہ پڑھنے پر اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے

بریلوی خود درود کے منکر ہیں

بریلوی مفسر قرآن مفتی اقتدار احمد بریلوی لکھتے ہیں " نماز والا درود ابراہیمی صرف نماز میں پڑھ سکتے ہیں نماز کے علاوہ پڑھنا گناہ اور ناجائز ہے" (تفسیر نعیمی جلد ۱۶ ص ۱۱۰)

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں۔

شیر محمد شرق پوری صاحب نے ایک نوجوان کو لا الہ الا اللہ انگریر رسول اللہ اور لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ پڑھنے کیلئے کہا۔ (رضائے مصطفی شمارہ نمبر ۱۹۲۸ ستمبر ۱۹۵۸ ص ۳)

شیر محمد شرق پوری صاحب نے اپنے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ پڑھنے کی تلقین کی۔ (خذینہ معرفت ص ۱۵۵)

خواجہ معین الدین چشتی نے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ پڑھنے کا کہا۔ (فوائد فریدیہ ص ۸۳)

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (فوائد الفواد ص ۳۶۰)

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی لکھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ چشتی (سالک) رسول اللہ۔ (تحقیق الحق ص ۱۲۷)

۸ بریلوی پیر عمر بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب نے بعد ازاں فرمایا لا الہ الا اللہ انگر

یز رسول اللہ لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ۔ (انقلاب حقیقت ص ۳۱)

خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں حضرت مولانا (فخر الدین دہلوی) فرمایا کرتے تھے ہمارے حضرت کلیم اللہ دہلوی کے تمام مریدین برگزید تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ حضرت شیخ کے ڈر سے کہتے تھے ورنہ ان کا جی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔ (مقابیس المجالس ص ۱۷۶).

اعتراض نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۴۱:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس اعتراض میں المھند کے جواب نمبر ۷ متعلق درود و دلائل الخیرات کے تضاد۔ میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پیش کی ہے۔

ہم اعتراض کو مختصر پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین کی سمجھ میں آسکے۔

حشمت علی لکھتا ہے کہ المھند میں دلائل الخیرات پڑھنے کو جائز بتلایا گیا ہے اور اسی دلائل الخیرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اسمائے گرامی بتائے گئے ہیں جیسے کاشف الغمہ محیی مختار و دیگر جبکہ یہ تمام صفات تقویۃ الایمان میں اللہ کے علاوہ کسی اور میں تسلیم کرنا شرک بتلایا گیا ہے۔

جواب:

قارئین کرام پہلے تو آپ تقویۃ الایمان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جو کہ مصنف نے خود بھی نقل کی ہے" یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے پھر یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا یوں سمجھے کہ

اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے" (تقویت الایمان ص ۱۱)

یہاں شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے دو باتوں کو شرک قرار دیا ہے

(۱) خدا کا سا تصرف ماننا

(۲) خدا کی طرف سے عالم میں تصرف کرنے کی طاقت وقدرت کسی دوسرے میں ماننا

پہلی بات تو شاید مصنف خود بھی تسلیم کرتے ہو دوسری بات کے متعلق عرض کہ اگر یہ بات کہنا درست نہیں تو پھر خان صاحب بریلوی کے بارے میں آپکی کیا رائے جو لکھتے ہیں کہ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجے کوشش بلیغ ہو نفس و انفس نے اس

حد شدت پر اس کی خواہش فرمائی."(فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۷ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری جگہ لکھتے ہیں" سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اصرار دعوت اسلام فرمائی" (فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۳۶ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

دیکھئے خواجہ ابو طالب کے ایمان کی شدید خواہش بار بار اصرار کرنا مگر خدائی فیصلہ ہی ہو کر رہا تو کیا خان صاحب بریلوی کے اس فیصلے سے تصرف نبوی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اختیارات کے عطا ہونے کا انکار ثابت نہیں ہو رہا؟

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مشرکین کے عقائد کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں"

اور بعض دوسروں کا یہ خیال ہے کہ دنیاوی کئی حوادث کچھ صلحاء کی روحوں اور ان کے علاوہ دیگر برگزیدہ لوگوں۔ دیوتاؤں۔ قدوسیو اور اولیاء کے دست تصرف میں ہیں الخ۔۔۔(البدور البازغہ ص ۲۴۵)

یہ تقویۃ الایمان کی عبارت پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی ہے۔

اب ہم دلائل الخیرات کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ صاحب دلائل الخیرات ہرگز بریلوی عقائد کے حامل نہ تھے نہ تو وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے۔ تصرفات کا عقیدہ رکھتے تھے اور نہ ہی اختیارات کل کا اور نہ ہی حاظر ناظر علم غیب کا۔ مزید آپ کو ہمارے جواب سے معلوم ہو جائیگا۔ حشمت صاحب نے دلائل الخیرات کے حوالے سے جو اسمائے گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے ہیں اور ان ناموں کو تقویت ایمان کی رو سے شرک ثابت ہونا بتایا ہے ہم ان اسمائے گرامی میں سے کچھ کے بارے میں عرض کرتے ھیں کیونکہ حشمت علی صاحب نے تیس سے زائد نام لکھے ہیں ان تمام کے متعلق لکھنا جواب کی طوالت کا باعث ہوگا ہم چند اسمائے گرامی کا تذکرہ کرتے ہیں اور حشمت علی بریلوی صاحب کے دجل کو واضح کرتے ہیں۔

محیی اسلام کا مطلب حشمت علی صاحب نے زندہ کرنے والے لکھا ہے جبکہ کہ یہاں مجازی معنی کے طور پر ہے یعنی کہ کہ نبی علیہ السلام مردہ دلوں کو زندہ کرنے والے تھے

مختار :اس نام کا جو معنی حشمت علی صاحب نے لکھا ہے وہ دلائل الخیرات میں موجود ہی نہیں۔ اگر ہوتا بھی تو اس کا یہ معنی تھا کہ کائنات میں سے چنے ہوئے۔

کاشف الغمہ :اس نام سے صاحب دلائل الخیرات نے اللہ تعالی کو مخاطب کیا ہے جبکہ بریلوی مصنف صاحب نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا۔

قارئین کرام ایک نسبت حقیقی ہوتی ہے اور ایک نسبت مجازی ہوتی ہے مثلاً انبت الربیع البقل اگر کوئی مسلمان کہے کہ موسم بہار نے فصل کو اگایا تو ہم کہیں گے کہ یہ نسبت مجازی ہے حقیقت میں اگانے والا تو اللہ ہی ہے مگر چونکہ موسم بہار سبب بنتا ہے اس لیے یہ نسبت سبب کی طرف ہے جو کہ مجازی ہے۔ رزق المیر الجند۔ امیر نے لشکر کو روزی دی یہ بھی مجازی نسبت ہے اصل میں تو رزق دینے والا تو اللہ ہے مگر امیر چونکہ سبب بنا اس لئے نسبت سبب کی طرف ہوگئی۔

تو دلائل الخیرات میں اس قسم کے الفاظ مجازی نسبت کے طور پر ہیں کہ آپ علیہ السلام کے وسیلے سے دعا کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تکلیف دور ہوگئی مشکل ٹل گئی اور گناہ معاف ہوں گئے اور چونکہ یہ عمل بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے دعا فرماتے رہتے ہیں تو آپ علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے یا پھر امت آپ کے وسیلہ سے دعا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور فرمالیتا ہے اور تکالیف دور فرمادیتا ہے تو یہ نسبت حقیقی نہ ہوگی بلکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجازی ہوگی تو جو اوصاف تم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرتے ہو ما فوق الاسباب تصرفات حاضر ناظر اور عالم الغیب وغیرھا تو صاحب دلائل الخیرات کے ذہن کے کسی حصے میں بھی نہیں ہوں گے

جیسا کہ خود صاحب دلائل الخیرات نے لکھا ہے "اور وسیلہ پکڑتے ہیں ہم ساتھ ان کے طرف تیری اس لیے کہ وہ بہت نزدیک وسیلے کے ہیں طرف تیری" (ص ۲۹۶ تاج کمپنی لمیٹڈ)

اعتراض نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۴۶:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب ۸، ۹ اور ۱۰ متعلق تقلید اور تقویت الایمان اور تذکیر الاخوان کی عبارات کو متضاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم یہاں تقویۃ الایمان کی عبارات مکمل پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو حشمت علی بریلوی صاحب کتنے تعصب میں لتھڑے ہوئے ہیں کہ انکو دن بھی رات نظر آتا ہے۔۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ جس کے ایمان میں کچھ خلل ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے ہر

آدمی کو چاہئے کہ ایمان درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اسکے حاصل کرنے کو سب

چیزوں سے مقدم رکھے اور اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ ۔۔۔۔۔۔راہیں چلتے ہیں کوئی پہلو ں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں ؛ اور کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں اور ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو اصل رکھے اور ان کی سند پکڑے اور اپنی عقل کو کچھ دخل نہ دیجئے ؛ اور جو قصہ بزرگوں کا یہ کلام مولویوں کا اس کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیجئے اور یہ جو عوام الناس میں مشہور ہے کے اللہ ورسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے ؛ اس کو بڑا علم چاہیے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ انکا کلام سمجھیں ؛ اور اس راہ پر چلنا بزرگوں کا کام ہے ؛ سو ہماری کیا طاقت کے اسکے موافق چلیں بلکہ ہمکو یہی باتیں کفایت کرتی ہے ؛ سو یہ بات بہت غلط ہے اس واسطے کے اللہ صاحب نے فرمایا کہ قرآن مجید میں بتائیں بہت صریح ہیں ؛ انکا سمجھنا مشکل نہیں" (تقویۃ الایمان ص ۱۹، ۲۰ مجلس نشریات اسلام کراچی)

دوسری جگہ فرماتے ہیں

."یعنی ان باتوں کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں بلکہ ان پر چلنا نفس پر مشکل ہے اس واسطے کہ نفس کو حکم برداری کسی کی بری لگتی ہے

سو اسی لئے جو لوگ بے حکم ہیں وہ ان سے انکار رکھتے ہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیے کہ پیغمبر تو نادانوں کے راہ بتانے کو اور جاہلوں کے سمجھانے کو اور بے علموں کے علم سکھانے کو آئے تھے۔" (ص ۲۱)

سورہ جمعہ کہ آیت تین کے فائدے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور ناپاکوں کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور احمقوں کو عقلمند اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر۔سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا سو اس نے اس آیت کا انکار کیا اور اس نعمت کی قدر نہ سمجھی" آگے مزید لکھتے ہیں"

"غرض جو کوئی بہت جاہل ہے اسکو اللہ ورسول کے کلام سمجھنے میں زیادہ رغبت چاہیے اور جو بہت گنہگار ہو اس کو اللہ ورسول کی راہ میں زیادہ کوشش چاہیے—سو یہ ہر خاص وعام کو چاہیے کہ اللہ ورسول ہی

کے کلام کو تحقیق کریں اور اسکو سمجھیں ؛ اور اسی کو سمجھیں ؛ اور اسی پر چلیں اور اسی کو موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں ؛ سو سننا چاہیے کے ایمان کے دو جز ہیں اخدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا اور خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے اس کا شریک کِسی کو نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کے اس کے سوائے کِسی کی راہ نہ پکڑے اس پہلی بات کو توحید کہتے ہے اور اس کے اسکے خلاف کو شرک اور اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہے اور اسکے خلاف کو بدِعت ؛ سو ہر کسی کو چاہیے کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک اور بدعت سے خوب بچے یہ دو چیزیں ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے پیچھے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں   اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک و بدعت سے دور ہو اور لوگوں کو اس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر و استاد سمجھے" (ص ۲۲)

قارئین آپ دیکھ سکتے ہیں ان مکمل عبارات میں کہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی عبارات کو زبردستی حشمت علی بریلوی صاحب نے تقلید ائمہ کا رد لکھ دیا کس قدر حماقت ہے۔

ان عبارات میں شروع سے آخر تک ایمان کی بات ہو رہی ہے جاھل پیروں اور علماء سو سے بچنے کی بات ہے لوگوں کے ایمان درست کرنے کی بات ہے اس کے لئے قرآن پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں کہیں بھی ائمہ کا رد نہیں ہے۔

ہم یہاں ان عبارات کی روشنی میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں

(۱) ہر آدمی کو ایمان درست کرنے میں بڑی کوشش کرنی چاہیے" یہاں دیکھیے ایمان کو درست کرنے کی بات ہے کیا بریلوی ایمان میں تقلید کرتے ہیں؟

(۲) کوئی پہلوؤں کی رسموں کو پکڑتے ہیں کوئی قصے بزرگوں کے اور کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے ذہن سے نکال لی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں."

یہاں علماء سو کی اپنی اختراعی باتوں اور جاھل لوگوں کی ان باتوں کا رد ہے جو اپنی عقل سے نکالتے ہیں یہاں عوام الناس کی جہالت کو دیکھتے ہوئے انہیں سمجھایا جا رہا ہے تقلید ائمہ سے منع نہیں کیا جا رہا۔

(۳) اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیئے اور اپنی عقل کو دخل نہ دیجیے."

یہاں بھی اپنی عقل کے دخل کو روکا ہے یعنی قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنی عقل کے استعمال

کومنع کیا ہے قرآن وحدیث سے ایمان ٹھیک کرنا ہے اپنی عقل سے اپنے مطلب کی باتیں نہیں نکالنی ۔

(۴) جو کوئی آیت سن کر یہ کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور ان کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی چل نہیں سکتا"

یہاں بھی ان لوگوں کا ارادہ ہے جو جاھل مولویوں کی وجہ سے قرآن وحدیث پر عمل نہیں کرتے جبکہ ائمہ کی تقلید میں تو قرآن وسنت پر عمل ہوتا ہے ۔

(۵) اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کو تحقیق کریں اسی پر چلیں اور اسی کے موافق ایمان کو ٹھیک کریں ۔"

شاہ صاحب لوگوں کو جہالت سے نکلنے کی دعوت دے رہے ہیں اور یہاں پھر ایمان کو درست کرنے کی بات کی ہے

جس کو حشمت علی بریلوی صاحب نے ائمہ کی تقلید سے انکار پر محمول کیا ہے ۔

آخر میں شاہ صاحب نے مسئلہ واضح کر دیا لکھتے ہیں اور چاہیے کہ جو کوئی توحید اور اتباع سنت میں بڑا کامل ہو اور شرک وبدعت سے دور ہو اور لوگوں کو اس کی صحبت یہ بات حاصل ہو ہوتی ہو اسی کو اپنا پیر واستاد سمجھے ۔

یہاں شاہ صاحب نے واضح کر دیا کہ ایسا بندہ جس میں یہ صفات ہو اس کو اپنا پیر اور استاد بنالو یعنی ان جاھل اور گمراہ کرنے والوں کے مقابلے میں ان لوگوں کو اپنا رہنما بناؤ

قارئین کرام واضح ہو گیا کہ حشمت علی بریلوی صاحب نے شاہ صاحب کی وہ عبارت جو جاھل پیر اور مولویوں کے رد میں تھیں ان کو ائمہ مجتھدین کی تقلید کا رد ظاہر کر کے پیش کیا تھا جب کہ شاہ صاحب تو خود نیک لوگوں کی اتباع (تقلید) کا کہہ رہے ہیں.

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر جس صراط مستقیم کتاب پر اعتراض کئے جاتے ہیں اسی کتاب میں ائمہ مجتھدین کی تقلید (اتباع) کے بارے میں فرمایا ہے " چاروں مذاہب اسلام کے جو مروج ہیں ان کی اتباع عمدہ ہے " (ص ۹۶ مترجم)

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں ۔

مفتی سید شجاعت علی قادری بریلوی احمد رضا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " حقیقت یہ ہے کہ مولانا

رحمتہ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہوا گر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی" (حقائق شرح مسلم ودقائق تبیان القرآن ص ۷۰ فرید ک اسٹال لاہور)

۱۴۰۰ سال میں سینکڑوں فقیہ گزرے ہیں لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتماد نہیں۔

مزید لکھتے ہیں

"مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم ,امام مالک، امام احمد بن حنبل) رضی اللہ عھم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔" (حقائق شرح مسلم و وقائق تبیان القرآن ص ۷۳ فرید بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر شاہ احمد نورانی مفتی منیب الرحمان علامہ حسن حقانی علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۵۱:

حشمت علی رضوی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۱۱ بیعت واشغال اور تذکیر الاخوان کی ایک عبارت میں تضاد پیش کیا ہے۔پہلی بات کہ تذکیر الاخوان کے مولف شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ نہیں بلکہ مولانا سلطان صاحب ہیں۔مولانا سلطان صاحب نے قرآن کریم کی آیت کریمہ" ولا تکونوا کالذین تفرقوا سے شروع کر کے مکمل دو آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں :فائدہ :یعنی اگلی امتوں کو صاف حکم بھیج چکے تھے پر وہ آپس میں اختلاف کر کے بہت فرقے ہو گئے چنانچہ یہود اور نصاری بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے کہ ان کو عذاب ہوتا ہے پس تم ان کی طرح مت ہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو تم کو قرآن حدیث میں صاف صاف حکم آچکے ہیں تم اپنے دین میں نئی نئی رسم اور نئے نئے عقیدے اور طریقے نہ نکالو اور پھوٹ نہ ڈالو کوئی معتزلی ہوئے کوئی خارجی بنے اور کوئی رافضی اور کوئی ناصبی اور کوئی جبری اور کوئی قدری اور کوئی مرجی کہلائے اور کوئی سر پر بال رکھ کر اور چار ابرو کا صفایا دے کر فقیری جتاوے پھر ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی بنے حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور سنت کے طریقے کے موافق مسلمان رہو۔ (تذکیر الاخوان ص ۹۴ طبع اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر اسی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سلطان صاحب نے ہر فرقہ کی تفصیل بتائی اور اسی ضمن میں لکھا "اور ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اختیار کر کے شغل برزخ اور نماز معکوس اور ختم اور توشے اور طرح طرح کے نئے نئے ورد اور وظیفہ اور فال نامے گنڈے تعویز اور اتارے اور حاضراتیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور باجا راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلائے پھر کسی نے اپنے آپ کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرایا اور کوئی سر پر بڑے بڑے بال رکھ کر چار ابرو کا صفایا دے کر اور بڑی بڑی ٹوپیاں اور تاج دھر کر اور سیلیاں گلے میں ڈال کر مداریہ اور جلالیہ مشہور ہوا" (تذکیر الاخوان ص ۹۸)

قارئین کرام! یہ ہیں وہ عبارات جن سے ادھوری عبارتیں نقل کر کے رضوی صاحب نے اسی دجل وفریب کے مظاہرہ کیا رضوی صاحب نے تذکیر الاخوان کی عبارت سے جو مفہوم لے کر اعتراض کیا ہے وہ مفہوم ہرگز نہیں بنتا اس لئے ہم نے تذکیر الاخوان کی عبارتیں تفصیل سے ذکر کی ہیں جن میں تصوف کے سلسلوں قادری نقشبندی وغیرھما نہیں بلکہ ان نسبتوں سے اپنی وابستگی جتا کر اپنی بدعات پکانے والوں پر طعن کیا ہے۔ ان عبارات سے صاف واضح ہے کے مولف چشتی قادری نقشبندی وغیرہم نسبتوں پر نہیں بدعتی طبقہ جیسے رضاخانیوں میں سے خود ان نسبتوں سے وابستگی ظاہر کرنے والوں پر طعن کر رہے ہیں۔ ان کی اس عبارت کو بالکل اسی طرح سمجھیں جس طرح پیران پیر حضرت شیخ عبد القادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں "مسلک احناف'' کو فرقہ ضالہ مرجئیہ میں شمار کیا ہے مگر یہاں شیخ کی مراد مسلک حنفی نہیں بلکہ فرق غسانیہ کا بانی غسان بن ابان کوفی اور اس کے متبعین ہیں وہ چونکہ فروع میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے اور اپنا لقب "حنفیہ" مشہور کیا ہوا تھا اس لئے پیران پیر نے ان کو اسی مشہور لقب سے ذکر کیا اسی طرح مولانا سلطان رحمہ اللہ کی مراد ان سلاسل پر طعن نہیں بلکہ ان کی مراد وہ گمراہ پیر فقیر اور بدعتی ہیں جنھوں نے خود کو ان سلاسل کے نام سے مشہور کر رکھا ہے مگر جس طرح غیر مقلد احناف کے تعصب میں غنیۃ الطالبین میں حنفیہ سے مراد احناف کو لیتے ہیں اسی طرح یہ اہل بدعت بھی تذکیر الاخوان کی اس عبارت سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے۔

اعتراض نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۵۴:

حشمت علی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب "متعلق قبروں سے باطنی فیض" اور

تقویت الایمان کی دو عبارات میں تضاد پیش کیا ہے۔

ہم پہلے تقویت الایمان کی دونوں عبارات کو مکمل پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین کو معلوم ہو کہ تعصب میں اندھے ہو کر یہ معترض کتنا آگے تک جا سکتا ہے۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سورہ الجن کی آیات ۱۸، ۱۹، ۲۰ کے فائدے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ پاک دِل سے اُس کو پکارتا ہے تو بیوقوف لوگ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا ہے یہ جس کو چاہے سو دیوے جس سے جو چاہے چھین لے، سو اِس بات کی اُمیّد کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اِس بندے کو چاہیے کہ سچّی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع ونقصان کی اُمیّد رکھنی اسی سے چاہیئے، کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شریک اور شرک سے میں بیزار ہوں، سو جو کوئی یہ چاہے کہ یہ معاملہ مجھ سے کرے اور میں اُس سے راضی ہوں یہ ہرگز مُمکن نہیں، اِس آیت سے معلوم ہوا کہ آداب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اُس کا نام جپنا اُنہیں کاموں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی تعظیم کے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے."

(تقویۃ الایمان ص ۸۳ مجلس نشریات اسلام کراچی)

شاہ صاحب سورہ حج کی آیات ۲۷، ۲۸، ۲۹ کے فائدہ میں لکھتے ہیں۔

"یعنی اللہ تعالی نے اپنی تعظیم کے لیے بعضے مکان ٹھہرائے ہیں جیسے کعبہ اور عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور ساری مسجد الحرام بلکہ سارا مکہ معظّمہ بلکہ سارا حرم اور لوگوں کے دل میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرف سے خواہ سوار خواہ پیادہ دور دور سے قصد کرتے ہیں اور رنج اور تکلیف سفر کی اٹھا کے میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچتے ہیں اور اس کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں اور اپنی منتیں وہاں ادا کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور اپنے مالک کی تعظیم جو دل میں بھر رہی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں۔

غرض اس قسم کے کام اللہ کی تعظیم کے لیے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے اور ان کو دین و دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے سو اس قسم کی تعظیم کسی اور کے لیے نہ کیا جانا چاہئے اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر اور دور دور سے قصد کرنا اور سفر کی رنج وتکلیف اٹھا کر میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب

کرنا وہاں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا گھاس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی یہ سب شرک کی باتیں ہیں ان سے بچنا چاہیے کیونکہ معاملہ خالق سے ہی کیا جانا چاہیے کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیا جائے ۔ (تقویۃ الایمان ص ۸۴ تا ۸۵)

قارئین ہم نے یہاں تقویۃ الایمان کی دونوں عبارات مکمل پیش کردی ہیں ان میں آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ ان عبارات میں کہیں پر بھی قبروں سے باطنی فیض حاصل کرنے کے بارے میں دور دور تک ذکر نہیں ہے

بلکہ شاہ صاحب اس عمل کا رد کررہے ہیں کہ ایسا عمل کرنا جو کعبہ کہ ساتھ کیا جاتا ہے مخصوص ایام میں مخصوص طریقہ سے ایسا عمل کرنا کسی قبر کی طرف یا پہاڑ کی طرف یا دیگر چیزوں کی طرف یہ درست نہیں ہے.

ہندوستان میں بہت سے جاہل اور غلو پسند لوگ اولیاء اللہ کی قبروں اور مزارات کے لئے شدرحال کرتے ہیں اور ایسے آداب اور احکام کو ضروری قرار دیتے ہیں جو حج کے آداب و احکام اور اس کے لوازم کے برابر ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات خشوع اور احتیاط و اہتمام میں اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

یہاں شاہ صاحب قبروں پر ہونے والی اہل بدعت کی خرافات کا ذکر کررہے ہیں اسکی مذمت کر رہے ہیں۔

معترض کے قرآن وحدیث سے لاعلم ہونے کا یہ بین ثبوت ہے کہ وہ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرتا ہے اس لیے کہ شاہ صاحب کی عبارت تو قرآن وحدیث کے عین مطابق ہیں کیونکہ قرآن وحدیث اس بات پر شاہد ہیں کہ ہر چیز پر قادر صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے اور اس کے علاوہ کوئی انسان کسی کو نفع اور ضرر پہنچانے اولاد دینے رزق میں کشادگی مصیبتوں کو دور کرنے پریشانیوں کو ٹالنے کا اختیار نہیں رکھتے اختیار تو صرف اللہ رب العزت ہی کی ذات ہے اسی کو ہر مشکل میں پکارنے کا ہمیں حکم ہے

یہاں تک تو ہم نے تقویۃ الایمان کی عبارت کی وضاحت پیش کردی کہ حقیقی فاعل ومختار اللہ کریم کی ذات ہے اب ہم المہند کی عبارت کی وضاحت پیش کرتے ہیں

"اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا سو

بے شک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہیں" (المہند ص ۳۶ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

قبور سے فیض کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ ان القبر اما روضۃ من ریاض الجنۃ، او حفرۃ من حفر النار (رواہ الترمذی فی سننہ والبیہقی فی شعب الایمان والطبرانی)

یعنی قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

یہ قبر جس میں انبیاء کرام علیھم السلام، صحابہ عظام رضی اللہ عنھم، علماء امت اور صالحین حضرات انعامات، برکات اور تجلیات کے مقام پانے والے ہیں، تو انکی کی قبور پر اللہ تعالی کی خصوصی رحمت اور برکت کا نزول ہوتا ہے۔لہذا صرف ان صاحب قبر پر اللہ تعالی کی رحمتیں اور برکات نہیں بلکہ زائرین پر بھی یہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اگرچہ زائر اسکو محسوس نہ کرتا ہو۔... یہاں ہم وضاحت کردیں کہ ہمارے نزدیک فیض قبور کا صرف یہی مطلب ومفہوم ہے کہ جس طرح ان بزرگان دین کا ظاہری وجود اللہ کی رحمت کے نزول کا مقام تھا اسی طرح یہ جہاں مدفون ہیں وہاں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے لہذا ان کی قبور کے پاس خدا کی خصوصی رحمت نصیب ہوتی ہے لیکن اس بنیاد پر ان کو مشکل کشا سمجھنا یا حاجت روا سمجھنا یا ان کی کرامات کی بنا پر ان کو مختار کل سمجھنا اور مافوق الاسباب میں ان سے مرادیں ودعائیں مانگنا جیسا کہ اہل بدعت کا شیوہ وطیرہ ہے شرک ہے۔

باقی بعض صوفیاء مراقب ہوکر تصوف کے مسائل کی باریکیاں پوچھتے ہیں۔تو یہ بھی ایک ظنی چیز ہے نہ کہ حقیقی اور یقینی۔

تقویۃ الایمان کی عبارات اور المھند کی عبارت سے واضح ہوگیا کہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں تضاد مصنف تحقیقات کی عقل میں تھا تقویۃ الایمان میں تو بیان کیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عالم کا کرتا دھرتا نہیں جبکہ المھند میں کسی بھی جگہ اللہ کے سوا کسی کو فاعل و مختار تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ فقط اولیاء کرام سے باطنی فیض حاصل کرنے کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

اور اولیاء کرام سے بیعت واشغال اور ان سے باطنی فیوض حاصل کرنے کی نہ تقویۃ الایمان میں مذمت اور نہ کوئی سنی دیوبندی اسکی مذمت کرتا ہے۔۔

اعتراض نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۵۵:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۱۲ متعلق محمد بن عبدالوہاب اور فتاوی رشیدیہ کے ایک فتوے پر تضاد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات میں اعتراض نمبر ۵ کے جواب میں دے چکے ہیں۔لہذ آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۴ صفحہ نمبر ۵۶:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۱۳ اور ۱۴ اور ایضاح الحق کی ایک عبارت میں تضاد پیش کیا ہے۔

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات میں اعتراض نمبر ۷ کے جواب میں دے چکے ہیں۔لہذ آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۵ صفحہ نمبر ۵۷:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۱۵ متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق سے افضل ہونا اور تقویۃ الایمان کی ایک عبارت میں تضاد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلے ہم تقویت الایمان کہ مکمل عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سورہ لقمان کی آیت ۱۱۳ کے فائدے میں لکھتے ہیں۔

"یعنی اللہ تعالی نے لقمان کو عقلمندی دی تھی تو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے اس

آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے" (تقویۃ الایمان ص ۴۰،۴۱ مجلس نشریات اسلام کراچی)

بریلوی مصنف نے تقویۃ الایمان کا مطلب اپنی سوچ کے مطابق لے کر اور اس کے مقابل المھند کی عبارت پیش کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علماء دیوبند نے علماء حرمین کے سامنے تقیہ کر کے اپنے عقائد چھپائے۔

حالانکہ ہمارا اور شاہ اسماعیل شہید رح کا عقیدہ وہی ہے جو المھند میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

رہی بات تقویۃ الایمان کی عبارت کی یہاں سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء ہیں ہی نہیں،

حشمت علی بریلوی اور دیگر بریلوی علماء اس عبارت میں زبردستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شامل کر کے بریلوی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے مرتکب بن رہے ہیں۔

بریلوی فقیہ الھند مفتی مظہر اللہ دہلوی بریلوی لکھتے ہیں

" کسی کی اہانت کرنے کا ایک یہ ہی طریقہ ہے اور بڑا خوبصورت کہ اپنے کو اس کا خیر خواہ اور غم خوار ظاہر کرتے ہوئے اور دوسرے شخص پر تہمت لگاتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کو ایسی ایسی فحش گالیاں دیتا ہے اس طریقے سے وہ گالیاں دے کر اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ظاہر میں اس کا خیر خواہ بھی بنا رہتا ہے" (فتاوی مظہری ص ۳۹۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

حضرت شاہ صاحب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی و بے بسی کو بیان کرنا ہے

شاہ اسماعیل شہید رح کا یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل ہیں۔

جیسا کہ تقویۃ الایمان کے ص ۳۲ پر ہے کہ

سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے...

منصب امامت ص ۹، ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ

انبیاء علیہم السلام کو خدائے رحمان کے حضور میں تمام مخلوق کی نسبت ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور عنایات خداوند ذوالجلال کے منظور نظر ہیں..... درجات عظیمہ کا عطیہ انہی کی ذات بابرکات کو زیبا...ان کی محبت بلندی درجات کا باعث اور ان کا توسل وسیلہ نجات ہے..

قارئین آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح یہ بریلوی مصنفین شاہ اسماعیل شہید رح کی عبارات کا غلط مطلب اپنی سوچ کے مطابق نکال کر ان پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں جو خود ان کی تحریرات کے بھی خلاف ہوتی ہیں.

باقی اعتراض دیگر کئی بریلوی علماء نے کیا ہے لہذا اسکا مزید تفصیلی جواب کے لئے عبارت اکابر، دفاع اہلسنت اور دیگر کتب ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۵۸:

حشمت علی بریلوی یہاں تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک سید احمد شہید کا رتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے

معاذاللہ

جواب :

یہاں ہم پہلے تقویت الایمان کی مکمل عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب سورہ سبا کی آیات ۲۲، ۲۳ کے فائدے میں لکھتے ہیں " یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے اور وہ اس کی حاجت روا کر دیتا ہے، سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی یا مالک پر مالک اس کا دباؤ ہو، جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے، کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کے سلطنت کے رکن ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے، یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ نہ خواہ قبول کر لے، پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش، جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کرتا سو چار و ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے، سو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں، سو نہ تو وہ مالک ہیں آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے، اور نہ کچھ ان کا ساجھا ہے اور نہ اللہ

کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے، اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ نہ خواہ اس سے دلوادیں، بلکہ اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے، بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے، اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں، سوا آمنا و صدقنا کے کچھ کہ نہیں سکتے، پھر بات الٹنے کا تو کیا ذکر اور اس کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت۔ الخ۔۔(تقویۃ الایمان ص ۶۶، ۶۷ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اب یہاں بھی بریلوی مصنف نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، تقویۃ الایمان کی مذکورہ عبارت شاہ صاحب نے قرآن کی آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو شاہ اسماعیل شہید رح نے لکھی ہے،

اس عبارت میں کہیں بھی انبیاء و اولیاء کا تذکرہ نہیں بلکہ اس متعصب بریلوی نے خود بریکٹ لگا کر اپنی طرف انبیاء و اولیاء کا نام اس عبارت میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

بریلوی ضیغم ملت حسن علی میلسی لکھتا ہے کہ

اس کو شیطان نے پمپ مارا کہ اس عبارت میں گورنمنٹ کے لفظ سے پہلے بریکیٹ میں (انگریزی) کا لفظ بند کر کے عبارت یوں کر دی (انگریزی گورنمنٹ)". (مطالعہ بریلویت ص ۱۱۹ ج دوم انجمن انوار القادریہ)

لہذا یہاں یہ بات صادق آتی ہے کہ حسن علی میلسی کو شیطان نے پمپ مارا ہے۔

احمد یار خان گجراتی بریلوی لکھتا ہے" صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار جادو کیا گیا جس سے آپ کے ہوش و حواس بجا نہ رہ سکے" (نور العرفان ص ۵۹۵)

کوئی بریلوی ہے اپنے حکیم الامت پر فتوی لگائے؟

اس کے بعد صراط مستقیم کی عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رح کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ان کے پیر سید احمد شہید رح کی شان اور فضیلت ہے.

لیکن بریلوی مصنف کی یہ سوچ بھی شاہ اسماعیل شہید رح کے نظریے کے خلاف ہے.

شاہ صاحب نے تو تقویۃ الایمان میں خود لکھا ہے کہ

"سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے

انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انھیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوتی ہے" (ص ۵۸ مجلس نشریات اسلام کراچی)

شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنی کتاب منصب امامت کے ص ۸۰ پر لکھتے ہیں کہ

"ہر کمال مقام نبوت میں اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے".

یعنی انبیاء علیہم السلام کے کمالات سب سے زیادہ ہوتے ہیں.

اور اس سے پہلے اعتراض کے جواب میں شاہ اسماعیل شہید رح کی عبارات لکھی گئی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوق سے افضل اور درجات عظیمہ کا عطا ہونا لکھا گیا ہے ..

ان واضح عبارات کے بعد بھی اگر کوئی اعتراض کرے تو جاہل ہی کہا جائے گا

بریلوی خود احمد رضا خان کو نبی پاک علیہ السلام سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر ابوالخیر زبیر صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

"اعلی حضرت کے عقیدتمند ایسے بھی ہیں جو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلی حضرت فاضل بریلوی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر اور اعلیٰ سمجھتے ہیں" (ملحظا مغفرت ذنب ص ۴۸)

اعتراض نمبر ۱۷ صفحہ نمبر: ۶۰

حشمت علی صاحب نے اس اعتراض میں براہین قاطعہ کے ایک خواب پر اعتراض کیا ہے۔

جواب :

قارئین یہ ایک خواب کی عبارت ہے بریلوی علماء کو جب علماء اہلسنت پر اعتراض کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو جھلا کر ان کے خواب پر بھی اعتراضات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ خواب پر اعتراض کرنا بقول بریلویت نری جہالت ہے

علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں"

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب کی ظاہری صورت مکروہ ہوتی ہے اور اسکی تعبیر محبوب ہوتی ہے اور

کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے" (شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٦٥٨)

مولوی احمد رضا کہتا ہے بہت سے خواب ایسے ہوتے جو ظاہر کے خلاف ہوتے ہیں یعنی ظاہر پر محمول نہیں ہوتے۔ (فتاوی رضویہ ج ٢٧ ص ٥٧، ٥٨)

،ڈاکٹر طاہر القادری بریلوی لکھتے ہیں

"خواب میں صادر ہونے والے ظاہری الفاظ پر فتوی لگانا ظلم و زیادتی اور سراسر لاعلمی ہے" (خوابوں پر اعتراضات ص ٦٩)

ابو کلیم فانی لکھتے ہیں عالم رویا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے" (آئینہ اہلسنت۔ص ١٥٨)

اب ہم یہاں پوری عبارت نقل کرتے ہیں

شیخ سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں"

" کہ مدرسہ دیوبند کہ عظمت حق تعالی کہ بارگاہ میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا یہی سبب ہے کہ ایک صالح شخص نے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ کو اردو میں کلام کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا آپ ﷺ زبان تو عربی ہیں فرمایا۔ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا تو ہم کو یہ زبان آ گئی." (براہین قاطعہ ص ٣٠)

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ یہ ایک خواب کا تذکرہ ہے اور

خواب خود قابل تعبیر چیز ہوتی ہے خواب کی ایک صورت ہوتی ہے – اور ایک حقیقت جسکو تعبیر بھی کہتے ہے – پھر ان دونوں میں کبھی مناسبت ظاہری ہوتی ہے اور کبھی حقی جس کو فن تعبیر کے ماہر ہی جانتے ہے

اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ ﷺ احادیث کو اردو میں دار العلوم دیوبند نے متعارف کرایا ہے۔ یعنی حدیث پاک کو ہندوستان میں اردو زبان میں پڑھایا۔ اور اس کی شروحات لکھیں زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ جو خدمت دار العلوم دیوبند نے کی کسی دوسرے ادارے نے شاید ہی کی ہو۔

اس سے قبل اول تو اس درجہ علوم اسلامیہ کا شیوع نہ تھا اور سلطنت مغلیہ کے زمانے میں جو کچھ بھی ان علوم کی اشاعت ہوئی وہ بیشتر فارسی زبان میں تھی اس وقت اسلامی کتابیں ان کے شروح اور حواشی فارسی زبان میں تھے جب سے دار العلوم دیو بند قائم ہوا ہے تمام علوم اسلامیہ کی تقریری تحریری اور تدریسی خدمت اردو زبان میں ہو رہی ہے

۔اور دوسری بات کہ یہاں معاملہ صاف ہے کہ جب خواب میں مدرسہ دیو بند کے علماء سے بولنا شروع کیا تو اللہ کی طرف سے آپ علیہ السلام کو یہ اردو زبان آ گئی۔

اسمیں اسکا بھی کوئی ذکر نہیں کے معاذ اللہ تعالیٰ علماء دیو بند استاد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم ان کے شاگرد ہیں استاد وشاگرد کے الفاظ تو خود حشمت علی کا شیطانی کام ہے اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کے اردو زبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمائے مدرس دیو بند سے معاملہ ہوتے ہی آ گئی ہے نہ آپ نے انسے پڑھی ہے اور نہ انھوں نے آپ کو پڑھائی ہے ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر آپ جیسا ذہین انسان دنیا میں پیدا نہیں ھوا۔

احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں مہاجرین حبشہ جب مدینہ طیبہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ حبشی زبان کے بعض بعض کلمات بولے مثلاً سنہ سنہ جو حسن حسن کے معنی میں ہے، بخاری ج ا ص ۴۳۲،، وابو داود، ص ۲۰۲، اور اہل حبشہ کی زبان سے آپ پھر بھی واقف نہ تھے چنانچہ سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ المتوفی ۹۳ھ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

ترجمہ" : حبشی لوگ تیر اندازی اور نیزوں سے مشق کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے کھلتے تھے اور ایسے کلام سے گفتگو کرتے تھے جس کو آپ نہیں سمجھتے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہیں، جواب ملا کہ یہ کہتے ہیں محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نیک بندے ہیں."۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۲)

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مکمل حبشی زبان نہیں جانتے تھے جبھی تو پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسی طرح آپ دیگر زبانیں بھی نہیں جانتے تھے اور نہ یہ آپ کے منصب میں داخل تھا کہ سب بولیاں جانیں۔

بریلوی ان حوالاجات پر بھی غور کریں

سیدنا اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور انہوں نے قبیلہ جرہم سے عربی سیکھی ۔(بخاری ج ا ص ۴۷۵)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھود کر ہڈیاں جدا جدا کر رہے ہیں پھر ان ہڈیوں کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں ۔(رسائل اویسیہ ج ص ۱۲۷)

مولوی نعیم الدین مراد آبادی بریلوی لکھتے ہیں جب وہ (سموئیل علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔(خزائن العرفان البقر آیت ۲۴۵)

فرشتے اور ابلیس جو لاکھوں برس سے تھے انہیں اس نئی مخلوق کا استاد بنایا۔(معلم التقریر ص ۹۵)

لہذا بریلوی معترض کا خواب کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل نہیں مانتے باطل ہوا

دارالعلوم دیوبند میں حضور علیہ السلام کی حدیث کا پڑھایا جانا ہی اس بات کی قوی دلیل ہے کہ افضل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۸ صفحہ نمبر: ۶۰

قارئینِ کرام رضوی جی نے اس اعتراض میں حسام الحرمین میں درج تحذیر الناس کی تین عبارات درج کر کے ان عبارات کو المہند کے جواب نمبر ۱۶ کا مخالف بتایا ہے۔

جواب۔ رضوی جی کی درج تین عبارات میں سے ایک کا جواب تو ہم نے التصریحات لدفع التلبیسات میں مراد آبادی صاحب کے اعتراض نمبر ۶ میں دیا ہے قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔۔

یہاں باقی دو عبارات کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں اس موقع پر تحذیر الناس کی پوری عبارت اس طرح تھی۔" غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے". خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق حذف کر کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا

اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرے کے ساتھ اس طرح جوڑا کے صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے کی نقل میں بھی صریح خیانت کی اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔" ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بصوف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقتدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی بلکہ کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا". اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہوسکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہوجاتا اس اہم حصہ کو خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔ بہرحال صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتم ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی اور نبی ہو تب بھی آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں نہیں آتا۔

ایک عام فہم مثال سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے مطلب کی توضیح بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے یک ے بعد دیگر بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انھوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا آخر میں اس رحیم وکریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھیجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے اسی سے شفا ہوگی بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے چنانچہ دنیا کا آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفا خانہ کھولا جوق در جوق مریض اس کے دارالشفا میں داخل ہو کر شفایاب

ہوئے بادشاہ نے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں خاتم الاطباء کا خطاب بھی دیا اب عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانے کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروپ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی ولواقع آخری ہی طبیب ہے) کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کی شاگرد ہیں۔ انہوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے ہے لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں تم سب سے فائق سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا استاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے ہے مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہ اعظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں ہیں بہر حال یہ طبیب صرف زمانے ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانے میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے جبکہ اہل فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے حاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانے کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعوی کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہاں تحذیر الناس کے صفحہ 14 اور 28 کے فقرو کا صحیح مطلب عرض کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم مرتبی اور خاتم ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نبی بالعرض۔ آپ کو کمالات نبوت اللہ تعالی نے براہ راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے واسطے سے اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم منفرد نہیں بلکہ کہ بہت سے اگلے علماء محققین بھی اس کی تصریح

فرما چکے ہیں لیکن یہاں ہم ان کی عبارت نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلے میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ فاضل موصوف اپنے رسالے" جزاء اللہ عدوہ" کے صفحہ 23 پر لکھتے ہیں۔

" اور نصوص متواترہ نہ اولیاء اکرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل ہو یا کثیر صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روز اول سے اب تک ک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر مطیع یا فاجر ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی ان ہی کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے اور بٹے گی یہ سر الوجود اور اصل الوجود خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم" انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم" رواہ الحاکم فی المستدرک وصحیح واقرہ الناقدون۔

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلی درجے کی روحانی نعمت ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے سے ملی ہے اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔ (خلاصہ ماخوذ از فیصلہ کن مناظرہ)

اعتراض نمبر ١٩ صفحہ نمبر: ٦٣

حشمت علی بریلوی اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ١٧ متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام مخلوقات سے زیادہ اور تقویۃ الایمان کی ایک عبارت میں تضاد پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات میں اعتراض نمبر ٨ کے جواب میں دے چکے ہیں۔ لہذ آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۰ صفحہ نمبر: ۶۵

حشمت صاحب نے اس اعتراض میں میں المہند کے جواب نمبر ۱۹ متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ وسعت علمی اور براہین قاطعہ کی ایک عبارت کا تضاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب :

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات میں اعتراض نمبر ۱۰ کے جواب میں دے چکے ہیں۔ لہذ آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۱ صفحہ نمبر: ۶۸

حشمت علی بریلوینے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۲۰ اور حفظ الایمان کی ایک عبارت میں تضاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب:

قارئین کرام اسکا جواب ہم نے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعتراض نمبر ۱۱ کے تحت لکھ دیا ہے لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۲ صفحہ نمبر: ۷۶

رضوی جی لکھتے ہیں کہ

امام الوہابیہ اسمعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان مطبع اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور صفحہ نمبر 118 پر لکھا۔

" فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا سو میرا نام محمد ہے نہ اللہ نہ خالق نہ رزاق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور بندہ ہی ہونا میرا فخر ہے مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل" .

ہاں ہاں کیا ہے دم تھانوی انبیٹھی یا کسی وہابی دیوبندی غیر مقلدین میں کہ بتا سکے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کہاں فرمایا ہے۔ یہ کون سی حدیث ہے کس کتاب میں ہے کون سے راویوں نے اس کو روایت کیا ہے اور جب کچھ نہ بتا سکیں اور ہرگز نہیں بتا سکتے تو ذرا آنکھ کھول کر اپنے امام

کی بے ایمانی دیکھیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی عداوت اسے یہاں تک مجبور کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے مراتب جلیلہ کو گھٹانے اور فضائل جمیلہ کو مٹانے کے لئے جھوٹی حدیثیں گڑھ لیا کرتا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علیہ الظلمین۔

جواب۔ہم یہاں پہلے تقویۃ الایمان کی عبارت کو مکمل پیش کرتے ہیں پھر رضوی جی کے دھوکے سے قارئین کو آگاہ کریں گے۔۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"یعنی جیسے اور سردار اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں سو پیغمبر ان سے نہ تھے کیونکہ اور سرداروں کو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کچھ کام نہیں ہوتا خواہ درست ہو رہے خواہ بگڑ جائے اور پیغمبر خدا اپنی امت کے بڑے مربی شفیق تھے اور ان پر بہت مہربان اور رات دن ان کو اپنی امت کے دین ہی درست کرنے کا فکر تھا، سو جب انہوں نے معلوم کیا کہ میری امت کے لوگ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور بہت احسان مند، اور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو کسی کی محبت ہوتی ہے تو اپنے محبوب کے خوش کرنے کو اس کی تعریف میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، اور جو کوئی پیغمبروں کی تعریف میں حد سے بڑھے گا تو خدا کی ہی بے ادبی کرے گا اور اس سے اس کا دین بالکل برباد ہو جائے گا اور پیغمبر کا اصل دشمن بن جاوے گا سو اسی لیے فرمایا کہ مجھ کو مبالغہ خوش نہیں آتا، سو میرا نام محمد ہے، نہ اللہ نہ خالق نہ رزاق اور سب آدمیوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں، اور بندہ ہی ہونا میرا اظہر، مگر اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل، سو ان کو اللہ کا دین مجھ سے سیکھنا چاہیے"

(تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴۰ مجلس نشریات اسلام کراچی)

رضوی جی نے تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴۰ کی ادھوری عبارت نقل کر کہ یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے کہا فرمایا ہے یہ کونسی حدیث ہے؟

تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ شاہ صاحب نے مشکوۃ کے باب المفاخرت کی ایک حدیث کی معنی وتشریح بیان کی ہے۔

بریلوی مناظر عبد المجید سعیدی لکھتے ہیں

" باقی صاحب بدائع نے جو الفاظ لکھے ہیں تو ان کے بارے میں انہوں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ یہ حدیث کے لفظ ہیں۔ یہ تو آپ کے رہے ہیں انہوں نے تو بطور خلاصہ صحیح مسلم کی حدیث کو صحیح مفہوم کے ساتھ بیان کیا ہے" (مناظرہ مسئلہ رفع یدین ص ۳۰ نعمان اکادمی جہانیاں منڈی خانیوال)

اپنے اعلی حضرت کی بھی خبر لو۔

داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلوم ہے ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں میں اس پر غضب اور ارادہ قتل کہ وعیدیں وارد ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا" (احکام شریعت ص ۱۸۹)

اعتراض نمبر ۲۳ صفحہ نمبر ۷۶، ۷۷:

رضوی جی لکھتے ہیں۔

" اسی تقویۃ الایمان مطبع اہل حدیث اکادی کشمیری بازار لاہور صفحہ ۵۸ پر لکھتا ہے۔

" انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی ہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھاتے ہیں".

یہ بھی وہی مضمون ہے جو اوپر گزرا فرق اتنا ہے کہ اس عبارت میں اپنے جی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کو مٹایا اور اوپر کی عبارت میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر افترا جڑ دیا کہ خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ مسلمانوں! ملاحظہ فرماؤ۔ امام الوہابیہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم میں صرف اتنی بڑائی مانی کہ اللہ کی راہ بتاتے اور بھلے برے کاموں سے واقف ہیں تو معلوم ہوا کہ وہابی دھرم میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کے سوا اور کسی قسم کی فضیلت ثابت نہیں تو اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے تمام فضائل اور ظاہر و باطن کے تمام کمالات و (خوبیاں) محاسن اور معجزات سب سے انکار ہو گیا بلکہ رسالت بھی اڑ گئی کیونکہ راہ بتانا اور بھلے برے کاموں سے واقف ہونا خاص رسول کی شان نہیں۔

خود امام الوہابیہ نے اس عبارت میں اولیاء کے لئے بھی مانا تو وہابی دھرم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ صرف اتنا ہے جتنا ایک ہدایت کرنے والے عالم کا جو وہابیہ خود اپنے امام الوہابیہ و

گنگوہی ونانوتوی کے لئے مانتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے اور بھلے برے کاموں سے واقف تھے"۔

جواب:

ہم یہاں پہلے تقویۃ الایمان کی عبارت کو مکمل پیش کرتے ہیں پھر رضوی صاحب کے دھوکے سے آگاہ کریں گے۔

سورہ اعراف کی آیت ۱۷۷ کے فائدے میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" یعنی سب انبیاء اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے، انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں، اور سب بزرگوں کو انھیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، اسی لئے انھیں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کردیں، سب لوگوں کا حال معلوم ہوجاوے، سو انھیں نے بیان کردیا کہ مجھکو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں، تو دوسرے کا کیا کرسکوں اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام انجام معلوم کرلیتا اور بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا، اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا، غرض کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں، اور کچھ خدائی کا دعویٰ نہیں رکھتا، فقط پیغمبری کا دعویٰ ہے، اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈراوے اور بھلے کام پر خوش خبری سنا دیوے، سو یہ بھی انھیں کو فائدہ کرتی ہے کہ جن کے دل میں یقین ہے، اور دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء واولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں، اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں، سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں اور اللہ ان کے بتانے میں تاثیر دیتا ہے، بہت لوگ اس سے سیدھی راہ پر ہو جاتے ہیں اور اس بات کی ان میں کچھ بڑاء نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو چاہیں مار ڈالیں، یا اولاد دیویں، یا مشکل کھول دیویں، یا مرادیں پوری کردیویں، یا فتح وشکست دیویں، یا غنی وفقیر کردیں، یا کسی کو بادشاہ کردیویں الخ۔۔(تقویۃ الایمان ص ۵۹ کراچی)

تعصب میں بھرے رضوی صاحب اگر قل انما انا بشر المثلکم کا ترجمہ وتفسیر دیکھ لیتے تو شاید اعتراض نہ کرتے مگر رضوی صاحب پکے متصب ہیں اور کسی بھی طرح اعتراض کرنا اپنا رضا خانی حق سمجھتے ہیں

شاہ عبدلقادر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے تحت بالکل تقویت الایمان کے موافق موضح القرآن میں

لکھتے ہیں" یعنی پیغمبر آدمی کے سوا اور کچھ نہیں ہوجاتیکہ ان سے محال باتیں طلب کرے۔

معترض شاہ صاحب پر بھی کچھ فتوی لگائے۔

افسوس کی بات ہے کہ رضوی صاحب کو تقویت الایمان پر اعتراض کرنا تو آتا ہے جھوٹ اچھی طرح بولنا آتا ہے پر حبیب کبریا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف تقویۃ الایمان میں نظر نہیں آتی۔ مذکورہ عبارات میں میں شاہ صاحب صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان فضیلتوں کو بیان کررہے ہیں جو مذکورہ آیات وحدیث میں وارد ہیں یہاں شاہ صاحب نے حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کسی کمال و خوبی کا انکار نہیں کیا بلکہ تقویۃ الایمان کے متعدد مقامات پر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و اوصاف کا اقرار موجود ہے۔

چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں" اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اصل رکھیے اور اس کی سند پکڑیئے۔(ص ۲۰)

" یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا کہ اس نے بے خبروں کو خبردار کیا اور اللہ پاک کو کو پاک اور جاہلوں کو عالم اور آئمہ کو عقلمند اور راہ بھٹکتے ہوؤں کو سیدھی راہ پر".(ص ۲۱)

سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور لوگوں نے انہیں کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انھیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں اور سب بزرگوں کو انھیں کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوتی ہے" (ص ۵۸)

دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتا دیں ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم کردیا" (ص ۱۲۷)

پیغمبر خدا اپنی امت کے بڑے مربی شفیق تھے" (ص ۱۴۰)

شاہ صاحب رحمہ اللہ منصب امامت ص ۹، ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ

" انبیاء علیہم السلام کو خدائے رحمان کے حضور میں تمام مخلوق کی نسبت ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور عنایات خداوند ذوالجلال کے منظور نظر ہیں..... درجات عظیمہ کا عطیہ انہی کی ذات بابرکات کو زیبا... ان کی محبت بلندی درجات کا باعث اور ان کا توسل وسیلہ نجات ہے.".

احمد رضا حشمت علی رضوی کے اصول میں خود پھنس گیا۔

احمد رضا کے ملفوظ میں ہے

"مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کہ جب کبھی میں استعانت کی یا غوث ہی کہا" (ملفوظات اعلیحضرت حصہ سوم ص ۲۷۷)

حشمت علی کے اصول سے تو احمد رضا نے کبھی اللہ سے مدد طلب نہیں کی تو کیا احمد رضا اللہ کو مدد کرنے سے عاجز سمجھتا ہے۔

قارئین کرام درحقیقت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔

بریلوی احمد رضا کے کمال کو انبیاء سے زیادہ مانتے ہیں۔

بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی نعیمی لکھتے ہیں کہ

"انبیا کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنیسے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں نسیاناً خطاً صادر ہو سکتے ہیں" (جاء الحق ص ۲۲۰ نعیمی کتب خانہ لاہور)

یہاں انبیاء سے گناہ کا صدور تو ممکن تسلیم کیا گیا پے پر احمد سے گناہوں کا صدور ناممکن مانا گیا"

بریلوی محدث کچھوچھوی کہتے ہیں.

"اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولی تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اسکو ناممکن فرمایا۔" (تجلیات احمد رضا ص ۱۵۷)

ملفوظات اعلیحضرت میں ہے" بس سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہوسکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہوسکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں" (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۰)

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیروکار اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے۔

انبیاء و اولیاء کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کئی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں کوئی شان نہیں۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کنہیا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں۔

بریلوی حکیم الامت احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں

"معلوم ہوا کہ رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا کہ اس نے آئندہ کے متعلق جو خبر دی اج

ویسا ہی دیکھنا جا رہا ہے" (نور العرفان ص ۵۱۷ نعیمی کتب خانہ لاہور)

احمد رضا کے ملفوظات میں ہے

" کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا"

مولانا عبد السمیع رامپوری لکھتے ہیں

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ کا نہیں دعوی کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک و کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۵۲، ۵۳)

اعتراض نمبر ۲۴ صفحہ نمبر ۷۷:

رضوی جی نے اعتراض میں المہند کے سوال نمبر ۱۸ کہ " کیا تم اس کے قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کو صرف احکام شرعیہ کا علم ہے یا آپ کو حق تعالی شانہ کی ذات وصفات وافعال اور مخفی اسرار و حکمتہائے الھیہ کے اس قدر علوم عطا ہوئے ہیں جن کے پاس تک مخلوق میں کوئی نہیں پہنچ سکتا " اور تقویۃ الایمان کی وہ دونوں عبارتیں جو اعتراض نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں رضوی جی درج کی ہیں کو تضاد لکھا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام ہم نے اعتراض نمبر ۲۲ اور ۲۳ میں درج تقویۃ الایمان کی دونوں عبارات کو مکمل درج کر کے انکا صحیح مفہوم بھی عرض کر دیا تھا اور اور رضوی جی کا دھوکہ بھی واضح کر دیا تھا۔ لہذا جواب کو طوالت سے بچانے کو لیے ہم کہتے ہیں تقویۃ الایمان کی دونوں عبارات اور المہند کے جواب میں کوئی بھی تضاد نہیں۔ الحمدللہ تقویۃ الایمان اور المہند دونوں حق ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۵ صفحہ نمبر ۷۸:

حشمت علی صاحب نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر اکیس متعلق مجلس مولود اور فتاوی رشیدیہ و براہین قاطعہ کی عبارات کو تضاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

قارئین اس کا جواب تو ہم التصریحات لدفع التلبیسات میں دے چکے ہیں اپ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

باقی اس میں مزید اعتراضات بھی کئے ہیں کہ

(۱) جشن عید میلاد میں خرافات ہوتی ہیں،

(۲) جعلی روایات پڑھی جاتی،

(۳) جشن عید میلاد کو واجب قرار دیتے ہیں،

(۴) جو شخص ان محافل میں شریک نہ ہو اسے طعنہ دیتے ہیں،

ان تمام باتوں کے متعلق حشمت علی بریلوی صاحب کہتے ہیں یہ سب سہارنپوری صاحب نے جھوٹ بولا ہے۔

قارئین کرام جن باتوں کو حشمت صاحب نے جھوٹ قرار دیا ہے ہم ان تمام باتوں کو خود بریلوی گھر سے بھی سچ ثابت کریں گے جو دراصل المھند کی صداقت پر بھی دال ہوگا۔

(۱) جشن میلاد میں ہونے والی خرافات کا ثبوت۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"و من جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلک من اکبر العبادات و اظهار الشعائر ما یفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد، و قد احتوی علی بدع و محزمات جملة ."

(المدخل ص ۵ مکتبۃ العصریہ بیروت)

ترجمہ: اوران بدعات میں سے جو انہوں نے ایجاد کرلیں ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ سب سے بڑی عبادت اور شعائر اللہ کا اظہار یہ ہے جو وہ کرتے ہیں ماہ ربیع الاول میں میلاد کرتے ہیں جس میں کئی بدعتیں اور حرام باتیں ہوتی ہیں۔

شیخ مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

"اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی کلمات میں تحریف واقع نہ ہو، اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کونسی رکاوٹ، میرے مخدوم، فقیر کے دل میں خیال آتا ہے، کہ جب تک اس دروازہ کو پوری طرح بند نہ کریں گے بوالہوس باز نہ آئیں گے، اگر تھوڑا سا جائز کرو گے تو وہ زیادہ ہو جائے گا، مشہور مقولہ ہے کہ تھوڑی چیز سے زیادہ بن جاتی ہے، والسلام."

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم ص ۱۹۵ مترجم سعید احمد نقشبندی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں

" ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کر دیا گیا ہے جلوس تنگ راستوں سے گذرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکائے جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکاڈنگ ہوتی ہے نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھن پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا اس قسم کے جلوس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر بدنما داغ ہیں، اگرانکی اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوری بند کر دینا چاہیے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔(شرح مسلم ج ۳ ص ۱۸۹).

مفتی اکمل عطاری بریلوی صاحب لکھتے ہیں

" عوام الناس کثیر غلطیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں لہذا اس سلسے کو بند کر دینا چاہیے مثلا بہت سے لوگ ان دنوں میں بلند آواز سے گانا لگا لیتے ہیں کہیں زبردستی چندہ کیا جاتا ہے۔ کسی مقام پر جانوروں اور خیالی بزرگوں کی بڑی بڑی تصاویر آویزاں کر دی جاتی ہیں کہیں ہندوؤں کی رسم کے مطابق ایک دوسرے پر رنگ پھینکا جاتا ہے۔ کہیں جلوسوں میں سیٹیاں اور تالیاں بج رہی ہوتی ہیں۔ کہیں دوران جلوس ڈھول کی تھاپ پر نوجوان محورقص ہوتے ہیں بعض اوقات کھانا تھیلیوں میں بھر کر پھینکا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر رزق کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور اس کے علاوہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط بھی دیکھا گیا ہے۔ (عاشقوں کی عید ص ۴۸)

یہاں ہم نے خود بریلوی گواہی پیش کر دی کہ ان محافل میں مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے۔

امیر دعوت اسلامی مولوی الیاس قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں " جشن ولادت کی خوشی میں بعض جگہ گانے باجے بجائے جاتے ہیں ایسا کرنا شرعا گناہ ہے (صبح بہاراں ص ۳۰)

ایک جگہ قادری صاحب لکھتے ہیں

" کعبتہ اللہ کے نقشے (کھڑے کئے جاتے ہیں اور اس) میں معاذ اللہ کہیں کہیں گڑیوں کا طواف دکھایا جاتا ہے گناہ ہے ." (صبح بہاران ص ۲۸)

بریلوی علامہ عون محمد سعیدی صاحب لکھتے ہیں

ہمارے ہاں سارا سال عموما اور ربیع الاول میں خصوصا محافل نعت ہوتی ہے اور ان میں مقصدیت کے فقدان کے سبب دین ومسلک کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔"(اپنی محافل کا قبلہ درست کیجئے ص ۱۱)

مدرس جامعہ امجدیہ کراچی مفتی سید صابر حسین صاحب لکھتے ہیں

"میلاد شریف کے انعقاد کے لئے صبح ہی سے سڑکوں اور راستوں کو بند کردیا جاتا ہے") عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چند اصلاح طلب پہلو ص ۱۰۰)

قارئین کرام یہ پوری کتاب ہی جشن عید میلاد میں ہونے والی خرافات کے متعلق لکھی گئی ہے۔

مفتی منیب الرحمان بریلوی صاحب لکھتے ہیں

"مسجد نبوی اور کعبہ شریف کی شبیہ رکھ کر اس کے ارد گرد مرد وزن کا اختلاط، بازاروں میں ابتذال اور رزق کی بے حرمتی اس کی چند مثالیں ہیں۔"(اصلاح عقائد واعمال ص ۵۷)

جشن عید میلاد میں ہونے والی خرافات کے متعلق یہ صرف چند حوالے ہیں ورنہ اس موضوع پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

(۲) جعلی روایات پڑھی جاتی ہیں۔

جواب:

مسئلہ ۱۷۳، از بدایوں

۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الی یوم التناد، میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر ہو مگر تارک صلوٰۃ ہو اور شارب خمر ہو داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا ہو اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء ومزاح کرے بلکہ اپنے معتقدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہے، ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا منبر ومسند پر تعظیما بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس وحاضرین وسامعین کا ایسے اشخاص کو خوش آوازی کے چوکی پر مولود

پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ (فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۳۴)

اس سوال سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس زمانے بھی مجلس میلاد میں جعلی موضوع روایات پڑھی جاتی تھی پھر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی بات کو جھوٹ کہنا بڑی جرات کی بات ہے۔

مفتی منیب الرحمان بریلوی صاحب لکھتے ہیں

"مقدس محافل میں موضوع روایات پیش کرنے، مساجد کے اندر اور دروازوں پر تصاویر آویزاں کرنے، بعض مقامات پر نامحرم عورتوں کے ساتھ رقص کرنے تالیاں بجانے، مذہبی معاملات کا جاہل واعظین اور بدعمل غیر مشروع پیروں کے ہاتھ میں ہونے کی قباحت وشناعت ہر باشعور شخص پر واضح ہے۔" (اصلاح عقائد واعمال ص ۴۹)

(۳) جشن عید میلاد کو واجب قرار دیتے ہیں۔

جواب:

قاضی فضل احمد لدھیانوی بریلوی لکھتے ہیں" ان عبارات فتاوے علماء سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پہلے زمانہ مولود شریف کا کرنا صرف مستحسن یا مستحب اور مسنون تھا لیکن اب اس زمانہ میں اسکو ضروری تصوّر کر کے فرض کفایہ تحریر فرمایا ہے۔" (انوار آفتاب صداقت ص ۳۵۳)

اس کتاب پر بانی بریلویت احمد رضا خان بریلوی کی بھی تائید ہے۔

(۴) جو شخص ان محافل میں شریک نہ ہو اسے طعنہ دیتے ہیں۔

جواب:

کیسی ڈھٹائی ہے کہ اسی اعتراض میں خود یہ ان مجالس میں شریک نہ ہونے والوں پر طعنہ دینے کا اقرار بھی کیا ہے اور پھر اسے جھوٹ بھی کہتے ہیں۔

چنانچہ خود لکھا کہ " جو شخص محافل میلاد کو بدعت و حرام وکہے اس پر ضرور طعن کرتے ہیں" (راد المھند ص ۸۳)

لیجیے قارئین کرام جن باتوں کو حشمت علی بریلوی صاحب نے جھوٹ کہا ہم نے اسے سچ ثابت کر دیا۔

یہ مختصر حوالے ہم نے اختصار کی وجہ سے پیش کئے ہیں ورنہ بوقت ضرورت مزید بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۶ صفحہ نمبر ۸۴:

حشمت علی بریلوی نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۲۲ اور براہین قاطعہ کی ایک عبارت میں تضاد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

جواب:

قارئین کرام حشمت علی کی عیاری ملاحظہ فرمائیں کہ جس اعتراض کا جواب المہند میں موجود ہے دوبارہ وہ ہی اعتراض کردیا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ المہند کے جواب میں اگر کچھ خامی تھی تو وہ بیان کرتے پر شاید معترض کو بھی معلوم تھا کہ حقیقت وہ ہی جو حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے المہند میں بیان کی ہے۔

ہم یہاں مزید وضاحت کردیتے ہیں

دیکھیے اس بدعتی گروہ نے اس معاملے میں تصرف کیا ہے کہ اعادہ ذکر ولادت کی جگہ اعادۃ ولادت قرار دیا پھر اتنے تصرف سے بات کہاں سے کہاں پہنچادی —غرض علماء اہل حق ذکر ولادت کے منکر نہیں بلکہ نقل ولادت کے منکر ہے نصاری اور ہنود اور روافض کی دیکھا دیکھی جب مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کی ولادت مبارکہ کی نقل اتارنا شروع کی تو لازمی طور پر حامی سنت کو اندیشہ ہوا کے رفتہ رفتہ کہیں یہ بات کنہیا جنم کی صورت نہ اختیار کرلے چنانچہ بدعتیوں کا ایک گروہ صوبہ راجپوتانہ کی ایک ریاست میں بروقت ذکر ولادت توپ کے گول چھوڑتا ہے گویا اس وقت حضور کی پیدائش ہوئی ہے اور مدراس میں نقارہ اور ڈھول بجاتے ہے اور بعض جگہ مارے خوشی کے رقص بھی کرتے ہیں کیونکہ وہاں کی یہ رسم ہے کہ لڑکے کی پیدائش کے وقت بندوق یا توپ چھوڑتے ہے اور کہیں نقارے اور ڈھول بجاتے ہے اور ہندوستان میں عام رواج ہے کے بروقت ذکر ولادت تعظیما کھڑے ہوتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں اور بعض جگہ جھک جھک کر زبان اور ہاتھ سے لکھنوی سلام کرتے ہے اس خیال سے کے گویا اس وقت حضور بطن مادر سے عالم شہود میں تشریف لا رہے ہے اور انکے اکثر علماء قیام میلاد کی یہی وجہ اپنے معتقدین اور اپنے رسالوں میں بیان کرتے ہیں یہ محض ذکر ولادت نہیں ہے بلکہ اس کی نقالی بھی ہے پس مولود شریف میں ایسی ناشائستہ حرکات دیکھکر اگر علماء اہل حق نے منع کیا اور ان نقالیوں کو ہندوں کی نقالی کی طرح بتایا تو کیا برا

کیا وہ ذکر ولادت کو برا نہیں کہتے بلکہ ولادت کی نقل اُتارنے کو انہوں نے برا کہا ہے کنہیا جنم میں پورا چربہ اتارا جاتا ہے اور مسلمانوں میں بھی اسی طرح کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ دیکھو رسالہ طریقۃ السنت للعلامہ حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کما مر فی ص ۱۷۹ مگر معترض صاحب بیچارے اعادہ ولادت اور اعادہ ذکرِ ولادت میں بھی فرق نہ سمجھے۔ دیکھو ہدایہ میں لکھا ہے قرآن کریم کو دیکھ کر نماز میں نہ پڑھے کہ تشبہ باہل کتاب ہے اور آگ کا مصلی کے سامنے ہونا تشبہ بالمجوس ہے۔ اب کہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے قرآن اور نماز کو یہود اور مجوس کے فعل سے مشابہ کر دیا۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

اعتراض نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۸۸:

حشمت علی نے اس اعتراض میں شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی صاحب کی ایک تقریظ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں علماء دیوبند سے اختلاف کیا گیا ہے قیام اور میلاد کو جائز لکھا ہے۔

جواب:

. کاش حشمت علی صاحب شنقیطی صاحب کی تقریظ میں سے وہ بھی نقل کرتے جو ہم اگے نقل کر رہے ہیں۔

شنقیطی صاحب لکھتے ہیں

"میں نے صاحب تحقیق استاذ اور صاحب تدقیق علامہ شیخ خلیل احمد کے رسالے کا مطالعہ کیا بے نیاز شاہنشاہ کی توفیق سدا ان کے شامل حال رہے اور یکتہ و یگانا خدا کی عنایت ان پر دائم رہے جو کچھ اس میں ہے بالکل مذہب اہل سنت کے موافق پایا اور کسی مسئلے میں گفتگو کی گنجائش نہ پائی بجز ذکر مولود شریف کے وقت مسئلہ قیام اور ان حالات میں جن سے تعرض کیا ہے اور حق وہ ہے جیسا کہ شیخ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا بلکہ بعض کی تصریح بھی کر دی ہے۔" (المہند علی المفند ص ۱۰۲ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدر آباد)

خلیل احمد صاحب نے جو حق فرمایا وہ بھی ہم المھند سے پیش کرتے ہیں

". ہم ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہے مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائیشوں میں فضول خرچی

ہوتی ہے اوراس کوواجب سمجھ کر جوشامل نہ ہواس پر طعن وتکفیر ہوتی ہے ہے اس کے علاوہ اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے". (المہند علی المفند ص ۵۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

لیجئے شنقیطی صاحب نے تو یہاں پر بریلویت کی مجلس جشن میلاد کو ناجائز قرار دیا۔

مجلس جشن میلاد میں بریلوی جو قیام کرتے ہیں وہ بریلوی شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے نزدیک بوجہ شرک ناجائز ہے لکھتے ہیں " قیام اگر اس طرح کیا جائے اس میں شرک آجائے تو وہ وہ ناجائز ہے ہر وقت ہر لمحہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا تو صرف رب العالمین کی شان ہے."(رسائل میلاد مصطفی ﷺ ص ۵۶۷)

اب دیکھئے کہ بریلوی حکیم الامت احمد یار گجراتی اپنے مسلک کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے."(جاءالحق ص ۱۶۹)

دوسری بات کے فروعی مسائل مذموم نہیں ہوا کرتے جیسا کہ بریلوی علماء نے خود قرار کیا ہے

مولانا تطہیر احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ "

بعض فروعی اور نو پید مسائل جن کا ذکر صراحتاً کھلے الفاظ میں قرآن و حدیث اور فقہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا ان کے متعلق علماء کی رائے الگ الگ ہوجاتی ہے"

آگے لکھتے ہیں

" کچھ لوگ ان فروعی اختلافات کو علمائے دین کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں ایسے لوگ گمراہ بددین ہیں اور ان سے دوری ضروری ہے"(غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح ص ۹۸)

بالفرض محال شنقیطی صاحب نے اس پر اختلاف کیا ہو تو بھی اس سے مراد حشمت علی بریلوی اور بریلوی علماء کو کچھ فائدہ نہیں جیسا کہ ارشد مسعود بریلوی اینڈ ٹیم نے لکھا ہے" سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ میں چاہے اختلاف ہو اس کے باوجود یہ دونوں حضرات اکابرین دیوبند کی تکفیر پر متفق ہیں"(کشف القناع ص ۳۵۷)

تو ہم بھی کہتے ہیں کہ شنقیطی صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب سے لاکھ اختلاف کیا ہو لیکن وہ

حضرات اکابرین دیوبند کے ایمان پر متفق تھے۔

اور یہ بات کہ روح پرفتوح کے کہیں تشریف لانے کی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت ہے اور علمائے اہل السنت دیوبند کرامت کے ہرگز منکر نہیں کیونکہ کرامت درحقیقت اللہ کا فعل ہوا کرتا ہے۔

رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام دنیا میں جیسا چاہے تصرف فرماتے ہیں اگر حشمت علی بریلوی صاحب پوری عبارت نقل کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ شنقیطی صاحب نے کس طرح بریلوی دین پر خاک ڈالی ہے۔ چنانچہ شنقیطی صاحب اپنے تصدیق میں لکھتے ہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں مگر نہ بایں معنی کہ حضرت نفع اور نقصان کے مالک ہیں کہ نفع اور ضرر پہنچانے والا بجز اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مالک نہیں اپنی نفس کے لیے بھی نفع اور نقصان کا مگر جو کچھ اللہ چاہے ہے"
(المہند علی المفند ص ۱۰۴ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

جبکہ بریلوی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔

بانی مسلک رضا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

" حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا وآخرت کے سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں."
(برکات الامداد ص ۹)

بریلوی حکیم الامت احمد یار خان گجراتی صاحب لکھتے ہیں

" دنیا وآخرت کی ہر چیز کے مالک کو حضور ہیں سب کچھ ان سے مانگو."(رسائل نعیمیہ ص ۲۴)

دیکھیں کس طرح شنقیطی صاحب کہ تصدیق سے حشمت علی بریلوی صاحب نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی پر انکا حربہ ناکام ہوا کاش مراد آبادی صاحب حسام الحرمین کے مقرظ سید احمد برزنجی صاحب کے متعلق بھی کچھ عرض کرتے جنہوں نے احمد رضا خان کی کتاب الدولتہ المکیہ کے رد میں پورا رسالہ غایتہ المامول کے نام سے لکھا اور اور احمد رضا سے کھل کر اختلاف کیا لیکن ان کی تقریظ حسام الحرمین میں لے کر حشمت صاحب اور ان کے حواری بہت خوش ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۹۰:

ہم یہاں مختصر اعتراض پیش کرتے ہیں۔

حشمت علی بریلوی لکھتے ہیں کہ براہین قاطعہ میں درمختار کی جو عبارت امکان کذب کی دلیل میں پیش کی ہے وہ دراصل خلف وعید ہے اور خلف وعید جود و کرم کو کہتے ہیں جو کہ واقع ہے لہذا ثابت ہوا کہ دیوبندی علماء وقوع کذب کے قائل ہیں جبکہ المہند کے تئیسویں جواب میں وقوع کذب کے عقیدہ کا انکار کیا ہے۔

جواب:

بنیادی بات جس سے حشمت علی بریلوی صاحب نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے وہ یہ ہے کہ خلف وعید الگ ہے امکان کذب الگ ہے جبکہ حقیقت یہ ہے خلف وعید و امکان کذب ایک ہی بات ہے۔ جسے ہم ثابت کرتے ہیں۔

الخلف بالضم الاسم من الاخلاف وھو فی المستقبل کالکذب فی الماضی"

ترجمہ: یعنی خلف پیش کے ساتھ۔ ایک اسم ہے اخلاف سے اور مستقبل میں مثل کذب کے ہے. (قاموس ربع ثالث ص ۵۹)

خلف بالضم دروغ و دروغ کردن وعدہ را یعنی خلاف کردن آن وہی فی المستقبل کالکذب فی الماضی

ترجمہ: یعنی پیش کے ساتھ جھوٹ اور وعدہ کے جھوٹا کرنے کو کہتے ہیں اور وہ مستقبل میں ایسا ہی ہے جیسا کذب ماضی میں۔ (ملاحظہ ہو صراح ج ۲ ص ۷۴)

لہذا خلف اور کذب دونوں کی ایک حالت ہے۔ حشمت صاحب صرف ظاہری فرق کی بناء پر جو محض لفظوں میں ہے سے دھوکہ دینا چاہ رہے تھے پر منصف ہرگز ان کے فقروں سے دھوکہ نہیں کھا سکتے۔

حشمت علی صاحب نے کمال چالاکی سے یہ بات باور کروانے کی کوشش کی تھی کہ خلف وعید اور چیز ہے اور امکان کذب اور چیز ہے جبکہ رضا خانی کتابوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی چیز کے دو نام ہیں

چنانچہ قاضی فضل احمد صاحب لکھتے ہیں

خلف وعید یا کذب باری تعالیٰ جائز نہیں یہ مذہب معتزلہ کا ہے (انوار آفتاب صداقت باب نمبر ا ص ۲۲)

مزید لکھتے ہیں

خلف وعید یا کذب باری تعالی کا کوئی بھی اہل سنت سے قائل نہیں (ص ۲۲)

ان تمام عبارات سے یہی ثابت ہوا کہ خلف وعید ہی امکان کذب ہیں اور اشاعرہ کے متعلق کہنا کہ وہ خلف وعید مانتے ہیں گویا بریلویوں کے نزدیک اس بات کا ثبوت ہے کہ اشاعرہ امکان کذب کے قائل ہوئے ہیں اور اب تو حشمت علی صاحب یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ اشاعرہ وقوع خلف وعید کے بھی قائل ہیں بلکہ واقع مانتے ہیں گویا تمام اشاعرہ وقوع کذب کے قائل ہوئے اور حشمت علی کے نزدیک وہ خدا کو بالفل جھوٹا مان بیٹھے معاذ اللہ۔

دوسری بات کہ حشمت علی بریلوی نے دجل دیتے ہوئے امکان کذب کو وقوع کذب سے جوڑ دیا۔

براہین قاطعہ میں جو عقیدہ بتایا گیا ہے وہ خلف وعید یعنی امکان کذب ہے جبکہ المہند میں جس عقیدہ کی تردید کی ہے وہ وقوع کذب ہے. ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کو قدرت ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ گار حتیٰ کہ کافر ومشرک کو جنت میں داخل کردے یقینا وہ اپنے اختیار سے ایسا کرسکتا ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ کرے گا ہرگز نہیں، کیونکہ اس کا وعدہ سچا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا وہ وہی کچھ کرے گا جو خود فرما چکا ہے اور اس عمل کو اہل حق خلف وعید اور امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ یاد رہے کہ امکان کذب سے اصل کذب کا امکان نہیں، بلکہ صورت کذب مراد ہے۔

نوٹ: ایک بات یاد رہے کہ اگر اس لفظ سے مراد کفار کی وعید کے خلاف ہونا ہو تو پھر تو یہ لفظ امکان کذب کے ہم معنی ہے اور اگر یہ لفظ مراد ہو کہ گناہ گاروں کی وعید کے خلاف ہوسکتا ہے تو اس کا وقوع ہم بھی مانتے ہیں اس کو ہم امکان کذب نہیں مانتے فلھذا اعتراض ہی ختم ہوا۔

بریلوی حکیم الامت کی گواہی۔

احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں

تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع." (تفسیر نعیمی پارہ ۴ سورہ آل عمران ص ۱۷۲)

حشمت علی صاحب اسی اعتراض میں لکھتے ہیں کہ

"ثابت ہوا کہ گنگوہی وانبیٹھی کے دھرم میں ان کا خدا یقینا جھوٹا ہے اس کا جھوٹ ممکن ہی نہیں

بلکہ واقع ہے ."(راد المھند ص ۹۲)

یہاں جناب نے علما دیوبند کے خدا کو جدا کر دیا گویا علما دیوبند کا خدا جدا ہے اور بریلویوں کا خدا جدا ہے.

جبکہ ان کی اس حرکت پر حسن علی میلسی بریلوی یوں گویا ہیں:

: مصنف شیطانی نے اپنے اس بیان میں شرک کدہ دیوبند کے چہرے پر سے نقاب کشائی کرتے ہوئے اہل دیوبند کے دو خداؤں کے تصور کو بے نقاب کر دیا گیا ہے کیونکہ اہل دیوبند کے اس جاہل مطلق وکیل نے ص ۲۰۱ کی سرخی میں خود لکھا ہے کہ بریلویوں کا خدا مشرک ہے

گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں۔ بریلویوں کا خدا جدا ہے۔ اہل دیوبند کا خدا جدا ہے، مرزائیوں کا خدا جدا ہے، شیعوں کا خدا جدا ہے، دو خداؤں کا تصور پیش کر مصنف سیف شیطانی مشرک ہوا کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی خیال نہیں کرتا کہ ان کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے: (برق آسمانی ص ۱۵۶)

یعنی حسن علی رضوی کے بقول حشمت علی نے دو خداؤں کا تصور پیش کیا اور مشرک ہو گیا۔

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی بریلوی ایسا خیال نہیں کرتا کہ دیوبند والوں کا خدا جدا ہے اور بریلویوں کا جدا۔

اعتراض نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۹۵:

حشمت علی بریلوی صاحب نے اس میں اعتراض کیا ہے کہ المھند کے جواب نمبر تئیس ۲۳ میں احمد رضا خان کو گالیاں دی گئی ہیں۔

جواب:

قارئین کرام لگتا ہے حشمت صاحب کو گالی اور حقیقت میں فرق کا علم نہیں ہے

حشمت علی نے جن الفاظ کو گالیوں میں شمار کیا ہے ان میں سے چند الفاظ تو خود قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور کچھ تو خود بریلویوں کی کتب میں ایسے الفاظ موجود ہیں؟ پھر دوسری بات یہ ہے کہ احمد رضا نے دجل وفریب کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے علماء اہل سنت کی تکفیر کی جس کے جواب میں علماء اہلسنت کی طرف سے سخت زبان استعمال کی گئی جس کا جواز خود بریلوی کتاب میں موجود ہے۔

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف بریلوی لکھتا ہے کہ۔

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب نجدی علماء عامۃ المسلمین کو بے دریغ کافر و مشرک قرار دیں گے تو اس کے جواب میں انہیں دوستی اور اخوت و محبت کی ہر گز توقع نہیں رکھنی چاہیے جوابا جتنا بھی سخت سے سخت لب ولہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور روا ہوگا۔(البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۸۳)

یہاں عبدالحکیم شرف بریلوی نے تسلیم کیا کہ جب کسی کو کافر قرار دیا جائے تو جواب میں جتنا بھی سخت لب ولہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور درست ہے لہذا احمد رضا کی طرف سے ناحق علماء اہلسنت کی تکفیر کرنے کے جواب میں اگر کسی سنی عالم نے سخت لب ولہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

المہند کے جواب میں جو کچھ احمد رضا کے بارے میں لکھا گیا وہ حقیقت پر الفاظ ہیں۔

دلچسپ بات ہے کہ اس میں سے اکثر تو خود بریلوی علماء نے اپنی کتب میں احمد رضا کے بارے میں یہ باتیں لکھی ہیں۔

بریلوی شمس العلماء معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"(فاضل بریلوی کی) خصوصیت نمبر ۴ بہتان طرازی"(تجلیات انوار المعین ص ۱۱)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"(فاضل بریلوی کی) خصوصیت ۱۰ خلاف بیانی"(تجلیات انوار المعین ص ۱۷)

خلیل احمد خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"اس عبارت کے کلمات پر غور فرمائیے ان کو قطع برید وتحریف کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کے کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے -الخ علما بدایوں فاضل بریلوی کے متعلق صاف صاف بتارہے ہے کے ان کو قطع و برید وتحریف عبارت غیر کا چسکا پڑ گیا ہے–مربوط اور معنی خیز الفاظ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ بات واقعی صحیح ہے۔(انکشاف حق ص ۱۸۹)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

" (فاضل بریلوی کی) خاصیت ۱۱ افترا وتحریف"(تجلیات انوار المعین ص ۱۷)

اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"خصوصیت ۲ الزام بمالم یلتزم :

یعنی جس امر کا مخالف کو الزام نہو نہ شرعاً نہ عرفاً اُ سکا لزوم ہو اسکو اپنے مخالف کے سر تھوپنا اعلیحضرت کی صفت خاصہ ہے" (تجلیات انوار المعین ص ۸)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"خاصیت نمبر ۳ مغالطہ دہی' (تجلیات انوار المعین ص ۹)

خلیل احمد خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"مولوی رشید احمد صاحب گنگوھی کو کافر و مرتد بنانے کے لیے ایک جعلی مردود قلمی فتوے کو جس کے خلاف ان کی تحریرات مطبوعہ موجود سند بنایا گیا. مسلمانوں کسی کو کافر بنانے کے لیے ایسی کاروائیاں کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے- کیا ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہوسکتا ہے نعوذ باللہ منہ" (انکشاف حق ص ۱۹۰)

اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"اور دبی زبان سے اہل بدایوں کی تکفیر فرما گئے، آپکی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں" (تجلیات انوار المعین ص ۳۹)

کوکب نورانی اوکاڑوی لکھتا ہے

" آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے سے جھجکتا ہے۔ عام طور پر امام احمد رضا خان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین (مسلمانوں کو کافر گردانئے والے) تھے بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی." (سفید وسیاہ ص ۳۵)

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور اکابر کو کافر ٹھرایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتبِ فکر کے مقابلے میں ممیز کرتی ہے" (مجلہ انوار رضا تاجدار بریلی نمبر ص ۵۳)

ایک اور بریلوی لکھتا ہے

"انکا (فاضل بریلوی) اسمِ گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے" (ماہنامہ المیز ان بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۳۸)

مسلمانوں کو کافر کہنے والا

"محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی پر دنیائے اسلام کو مائل کردیں جس کا یہ قول تھا کے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرف اسی جملہ عبدہ ورسولہ استعمال کرنا چاہیے اس سے ذرا ایک قدم بڑھایا فقد اشرک شرکا کے دائرے میں آئے وہ کہتا تھا کہ مدح صرف اسی جملے عبدہ ورسولہ میں ہے اس کے سوا جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں کہا جائیگا وہ سب داخل مذمت اور شرک ہے۔ اس کی تقلید کی بنا پر اعلیحضرت نے حضرت امیر خسرو ومولانا جامی وحضرت نظامی جیسے اکابر کی نعتیہ اشعار کو ردہی کریا"۔
(تجلیات انوار المعین ص ۴۱)

نیز لکھتے ہیں

"دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلی حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا" (تجلیات انوار المعین ص ۳۷)

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ المہند میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے احمد رضا کی جو حقیقیت بیان کی تھی وہ خود بریلوی علماء کو بھی مسلم ہیں۔لہذا اگر المہند میں فاضل بریلوی کو گالیاں دی گئی ہیں تو بریلوی کتب میں بھی احمد رضا کو گالیاں دی گئی ہیں۔

اگر تم کہتے ہو کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے فاضل بریلوی کو گالیاں دی ہیں تو پہلے فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کو ملاحظہ کرو جس میں علماء اہل السنت دیوبند کو درجنوں گالیاں دی ہیں فاضل بریلوی نے،کافر،مرتد،ضروریات دین کے منکر،اشقیا،اسلام سے خارج،رافضی کی طرح،شیطان کے چیلے،دم چھلے،ابلیس کے مرید،ہٹ دھرم،مغرور،دغاباز،ظالم لکھا ہے۔

خود بریلویوں کو بھی اس کا اقرار ہے کہ احمد رضا کی کتب میں گالیاں ہیں۔

ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں" (فیضان اعلی حضرت ص ۲۷۵)

فاضل بریلوی گالیاں کیوں دیتا تھا ملاحظہ کریں۔

"بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان

کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا، ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس گیا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا" (ملفوظات اعلیحضرت حصہ چہارم ص ۴۵)

باقی حشمت علی بریلوی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے فتوے کے جعلی ہونے کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں دیا یہ حشمت صاحب کی نری جہالت ہے۔

ثبوت مدعی کے ذمے ہوتا ہے نا کہ مدعا علیہ کے ذمے۔

مثلاً زید کہتا ہے کہ یہ جائیداد میری ہے تو زید کے ذمے ہے کہ وہ ثبوت دے کہ وہ جائداد زید کی ہے اب زید ثبوت دینے کہ بجائے بکر سے کہے کہ تم ثبوت دو یہ کہ یہ جائیداد زید کی نہیں ہے تو یہ زید کی جہالت ہی کہلائی جائیگی۔

لہذا ثبوت کا بار بریلویوں پر ہے۔

بریلوی حجتہ الاسلام مفتی حامد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں

"جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دیں اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون" (فتاوی حامدیہ ۱۳۶ شبیر برادرز لاہور)

سب سے اہم بات کہ اگر حشمت علی بریلوی صاحب تعصب کی عینک اتار کر المہند جواب نمبر ۲۳ ملاحضہ کرتے تو یہ اعتراض ہی نہ کرتے۔

کیونکہ اسی جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس جعلی و نا معلوم فتوے کے رد میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا مطبوعہ فتوی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کریں (المہند علی المفند ص ۵۸ حیدر آباد)

المہند میں پیش کیا گیا یہ فتوی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ۱۳۰۷ھ میں علماء مکہ سے تصدیق بھی کروایا تھا۔

یہاں ہم بریلویت کے فیصلہ کن حوالہ کہ یہ فتوی جعلی خود بریلوی گھر سے پیش کرتے ہیں۔ مولوی خلیل احمد خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"مولوی رشید احمد صاحب گنگوھی کو کافر و مرتد بنانے کے لیے ایک جعلی مردود قلمی فتوے کو جس کے

خلاف ان کی تحریرات مطبوعہ موجود ہیں سند بنایا گیا مسلمانو کسی کو کافر بنانے کے لیے ایسی کاروائیاں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ۔ کیا ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہوسکتا ہے نعوذ باللہ منہ" (انکشاف حق ص ۱۹۱)

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ المہند کے شائع ہونے کے بعد حشمت علی بریلوی یا دوسرا کوئی بریلوی اس جعلی فتوے کو اصل ثابت کرتا پر چور مچائے شور کے مصداق حشمت علی بریلوی صاحب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ پر غصہ نکال رہے ہیں ۔

پوری بریلویت آج تک اس جعلی فتوے کو اصل ثابت نہیں کر پائی ۔ قارئین کرام جب بریلویوں نے محسوس کرلیا کہ وہ ہزار کوششوں کے باوجود بھی احمد رضا کے پیش کردہ فتوے کو صحیح ثابت نہیں کر سکے تو انہوں نے اپنی جان چڑانے کے لیے نہایت کمال چابکدستی سے یہ چال چلی کہ حضرت گنگوہی کے جانب وقوع کذب کے بجائے امکان کذب کو منسوب کر دیا جائے ، حالانکہ احمد رضان نے تو وقوع کذب منسوب کیا ہے ۔

چنانچہ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی حضرت گنگوہی سمیت تمام علمائے دیوبند پر اعلی حضرت احمد رضا کے عائد کردہ وقوع کذب کے فتوے کا اس طرح انکار کرتے نظر آے ۔

" تیسرا اعتراض ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور جسے چاہے عذاب اگرچہ نبی ہی کیوں نہ ہو ۔ لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہوگیا ۔

جواب ۔ اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے ، نہ کفار سے کوئی واسطہ ، تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع (تفسیر نعیمی ج ۴ ص ۱۶۹ آیت ۱۲۹)

مفتی احمد یار گجراتی بریلوی نے تو وقوع کذب کی جگہ امکان کذب مان کر جان چھڑانے کی کوشش کی لیکن دیگر بریلوی علماء کو صاف سمجھ آ گیا کہ اس طرح بات نہیں بنے گی اس لئے ضروری ہے کہ حضرت گنگوہی کے متعلق احمد رضا کے پیش کردہ اس مذکورہ جعلی فتوے کو ہی بحث سے خارج کر دیا جائے تا کہ جب ہم اس تعلق سے گفتگو نہیں کریں گے تو کوئی ہم سے اس کا ثبوت بھی نہیں مانگے گا گویا دبے الفاظ میں بریلوی نے تسلیم کرلیا کہ حضرت گنگوہی کے متعلق احمد رضا کا پیش کردہ فتوی بالکل جھوٹا فرضی ہے ، جب فتوی ہی جھوٹا ہے تو اسے بنیاد بنا کر دیا گیا کفر کا فتوی بھی باطل ہے ، چنانچہ ایک بڑی بریلوی جماعت نے حسام الحرمین سے بغاوت کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ اکابرین دیوبند کی جن عبارات پر بنیادی اعتراض

ہے وہ صرف تین عبارات ہیں

(1) حضرت نانوتوی کی تحذیر الناس والی عبارت (۲) حضرت مولانا خلیل احمد کی براہین قاطعہ والی عبارت (۳) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت۔

چنانچہ بریلویوں کے علامہ ارشد القادری نے علمائے دیوبند کے ساتھ بریلویوں کے اختلاف کی تین یہی عبارتیں بتائی ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا جعلی فتوی بھی غائب ہو گیا اور وقوع کذب و امکان کذب کا مسئلہ بھی۔ بریلویوں کے ایک اور علامہ محمد منشا تابش قصوری بریلوی نے بھی یہی تین عبارتیں ذکر کی اور انہیں ہی اختلاف کہ بنیاد بتایا۔ (دیکھیں دعوت وفکر ص ۲۶)

جعلی فتوی اور امکان کذب و وقوع کذب کو بھی چھوڑ گیا۔

اسی طرح بریلویوں کی ایک اور مصدقہ کتاب معرفت میں بھی انہی مذکورہ تین عبارتوں کو بنیاد بنایا اور جعلی فتوی چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"بریلوی دیوبندی (اہل سنت و جماعت) کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں (معرفت ص ۸)

ایک اور جگہ لکھا ہے

"اہل سنت و جماعت (بریلوی و دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان حائل ہے" (معرفت ص ۱۰۸)

ایک اور جگہ اپنے اعلی حضرت سے بغاوت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتوی ہے" (معرفت ص ۱۰۳)

یعنی ۱۱۰ سال سے بریلوی علماء چلا رہے ہیں کہ وقوع کذب اور امکان کذب کا الزام احمد رضا نے جھوٹا لگایا ہے۔ خیال رہے کہ معرفت نامی یہ کتاب ۳۶ بریلوی علماء کی مصدقہ ہے اور بعض نسخوں میں مصدقین کی تعداد ۴۲ ہے۔

مزید بھی ہمارے پاس کئی بڑے بریلوی علماء کے حوالیں موجود ہیں جنہوں نے بنیادی اختلاف تین عبارتوں کو قرار دیا ہے جس میں جعلی فتوی شامل نہیں۔

اعتراض نمبر ۳۰ صفحہ نمبر ۹۶:

حشمت علی بریلوی نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر چوبیس اور یکروزی کی ایک عبارت الجہد المقل سے نقل کی ہے اور اسے المہند کے جواب کا تضاد کہا ہے۔

جواب:

پہلی بات یہ ہے کہ حشمت علی بریلوی نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ ایک طرف شاہ اسماعیل شہید رح کی بات الجہد المقل سے پیش کی جس میں ہے کہ جو انسان کرسکتا ہے وہ اللہ بھی کرسکتا ہے یعنی امکان کی بات ہے کہ اللہ کو قدرت ہے کہ جو بندہ کرسکتا ہے وہ خدا بھی کرسکتا ہے.

اور دوسری طرف المھند کی عبارت نقل کی جس میں وقوع کذب کی نفی کی گئی ہے اور اللہ کے کلام کو سچا مانا گیا ہے.

تو اس نے ایک طرف شاہ اسماعیل شہید رح سے امکان کذب کا حوالہ دے کر دوسری طرف اس کے مقابلے میں المھند سے وقوع کی نفی کا حوالہ دے کر تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مزید یہ کہ یکروزی کی اس عبارت کا مطلب الجہد المقل میں بیان کر دیا گیا تھا اب ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حشمت علی بریلوی صاحب ان دلائل کا رد کرتے یا ان دلائل پر اعتراض کرتے پر انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسی عبارت کو اپنے مذموم مقصد کے لیے استعمال کیا۔

اب آئیں الجہد المقل سے ہی اس کا دھوکا واضح کرتے ہیں.

ص ۵۲ پر ہے کہ کسی چیز کا وقوع الگ چیز ہے اور اس کا تحت قدرت ہونا الگ، قدرت کے اندر کوئی چیز داخل ہو تو اس سے اس کا وقوع لازم نہیں آتا.

ص ۱۴ پر موجود ہے کہ

قبائح تحت القدرۃ داخل ہو کر بوجہ حکمت، عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہیں.

یعنی یہ چیز قدرت میں تو داخل ہیں لیکن واقع نہیں ہونگی

اگر امکان کو وقوع لازم ہے تو بریلوی جواب دیں کہ ان کے نزدیک تو انبیاء علیہم السلام کے

لیے بھی گناہ کرنا ان کی قدرت میں داخل ہے لیکن ان کا وقوع ممتنع ہے۔

بریلوی حکیم الامت احمد یار خان گجراتی بریلوی لکھتے ہیں "انبیاء کرام کا جھوٹ بولنا ممکن بالذات اور محال بالغیر ہے۔"(تفسیر نعیمی ص ۱۷۲)

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں "انبیاء علیہم السلام بھی اس معنی کے اعتبار سے صادق ہیں کہ جھوٹ بولتے تو نہیں لیکن بول سکتے ہیں۔"(توضیح البیان ص ۳۰۹)

تو کیا انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں بھی یہ اعتراض کہیں گے کہ نعوذ باللہ ان سے گناہ کا صدور ہوا ہے؟

اور اگر امکان کو وقوع لازم نہیں تو پھر ہم پر بھی اعتراض نہیں بنتا

اس لفظ قبائح سے مراد زنا، شراب خوری وغیرہ نہیں ہے کیونکہ ان چیزوں کو وہاں بھی ممتنعات ذاتیہ میں شمار کیا گیا ہے البتہ اس سے مراد ظلم و کذب و سفاہت وغیرہ چیزیں مراد ہیں کیونکہ ان کے دو دو معانی ہیں مثلاً ظلم کے دو معنی ہیں تصرف فی الملک الغیر ۔ وضع الشئ فی غیر محلہ جسکو خلاف حکمت فعل کہتے ہین ۔ تو پہلا معنی تو ممتنعات ذاتیہ میں ہے کیونکہ ایسی کوئی شے نہیں جو خدا کی ملک سے باہر ہو جبکہ دوسرا معنی خلاف حکمت فعل ۔ یہ تحت قدرت ہے مگر وقوع نہیں ہوگا۔ اسی طرح جہل و سفاہت کا ایک معنی ضد علم ہے یہ تو ممتنعات ذاتیہ میں ہے مگر دوسرا معنی خلاف حکمت افعال تو یہ تحت قدرت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۹۷:

حشمت علی نے اس اعتراض میں المہند کے جواب نمبر ۲۵ کو المہند ہی کے جواب نمبر 24 کا تضاد بتایا ہے اور کہتا ہے کہ علماء حرمین سے تصدیقات کے وقت چوبیسواں جواب کچھ اور تھا لیکن ہندوستان آ کر اسے تبدیل کر کہ شائع کیا۔ اس پر اس پر حشمت علی نے اپنے زعم میں چار ثبوت دیئے ہیں آئیے ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

الجواب:

پہلے ثبوت میں جناب نے یہ ناسمجھی دکھائی ہے کہ چوبیسویں جواب میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے وقوع کذب کو کفر لکھا ہے اور جواب نمبر ۲۵ کا تعلق امکان کذب سے ہے لہذا ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

جناب کے اس بے وقوفانہ ثبوت کی حقیقت سب بخوبی جان سکتے ہیں کہ وقوع کو امکان سے ملا کر کس طرح دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں.

یعنی ان صاحب کے بقول جو وقوع کا منکر ہو وہ امکان کا بھی منکر ہونا چاہیے، اور کوئی اہل علم اس طرح کی حماقت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا.

حشمت علی کی بات سے یہ لازم آتا ہے کہ جو جو اشیاء مقدور اللہ ہو کر ممتنع بالغیر ہیں، ان کو ممتنع ماننا گویا وقوع کا قائل ہونا ہے.

جناب کی اس کم علمی والی بات سے کوئی بریلوی ہی متفق ہوگا اہل علم نہیں۔

تو پہلے ثبوت کا لایعنی اور بے کار ہونا قارئین کے سامنے آ گیا ہوگا۔

دوسرے ثبوت میں جو بات جناب نے کی ہے اور اس کو مولانا سہارنپوری رح کے عقیدے سے متضاد بنانے کی کوشش کی ہے، حقیقت میں یہی ہمارا عقیدہ ہے جو مفتی برزنجی رح نے لکھا ہے کہ علماء دیوبند بھی خبر، وعد و وعید کے خُلف کو ممکن بالذات اور محال بالغیر مانتے ہیں.

جناب نے دوبارہ وہی ناسمجھی دکھائی ہے کہ خبر، وعد اور وعید کے خُلف کو کذب سے الگ سمجھ کر تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے.

جناب اگر خبر اور وعد کا خُلف کذب نہیں تو پھر کذب کیا چیز ہے؟

تضاد ثابت کرنے کے نشے میں جناب کیا کیا خرافات لکھ گئے ہیں جو ان کے ہم مسلک سنجیدہ قسم کے لوگ بھی ان سے اتفاق کرنے کو تیار نہیں ہونگے.

قارئین اب ذرا ان کی دورنگی اور کم عقلی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ پہلے ثبوت میں جناب نے وقوع کے انکار اور امکان کے ماننے کو ایک دوسرے کے متضاد سمجھ کر مولانا سہارنپوری رح کا رد کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اب یہاں مفتی برزنجی رح کے اسی عقیدے پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے.

یعنی یہ عقیدہ اگر مولانا سہارنپوریؒ لکھیں تو ان کو اعتراض اور یہی عقیدہ مفتی برزنجیؒ بیان کریں تو ان کو کوئی تکلیف نہیں.

تیسرے ثبوت کا حال بھی گزشتہ دو ثبوتوں والا ہے، جناب نے اس ثبوت میں اس بات کو بنیاد بنایا ہے کہ مفتی برزنجی رح نے یہ فرمایا ہے کہ عوام کے سامنے یہ مسئلہ بیان نہ کیا جائے، کیونکہ عوام کفر والحاد

میں مبتلا ہو سکتی ہے.

پہلی بات تو یہ کہ عوام کے سامنے یہ مسئلہ لانے والے آپ ہی ہیں نہ کہ ہم، ہمارے علماء نے تو اپنی کتب میں مسئلہ بیان کیا تھا جس کو آپ لوگوں نے زبردستی گستاخی بنا کر عوام کے سامنے کھڑا کیا۔

دوسرا یہ کہ اس بات کا المھند کے سوال کو بدلنے سے کیا واسطہ؟ مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ نے تو علماء حرمین کے سوالات پر یہ جوابات لکھے نہ کہ عوام کے لیے.

تیسری بات یہ کہ مفتی برزنجی رح نے امکان کذب کو کفر نہیں لکھا جو یہ دھوکا دیا جا رہا ہے کہ مفتی برزنجی رح نے اس کو کفر لکھا، بلکہ وہ عوام کا کفر والحاد میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر کر رہے ہیں۔.

چوتھا یہ کہ پچھلے صفحے پر جناب خود ہی مفتی برزنجی رح کے حوالے سے یہ لکھ آئے ہیں کہ وہ خبر و وعدہ و وعید میں خلف کے قائل ہیں، اور جناب یہاں لکھ رہے ہیں کہ مفتی برزنجی رح اس کو کفر کہہ رہے ہیں. تو حقیقت میں یہ صاحب خود تضاد کا شکار ہیں.

چوتھے ثبوت پر جناب نے شیخ شنقیطی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کر کے لکھا کہ یہ مسئلہ ماتریدیہ اور اشاعرہ کے نزدیک مختلف فیہ ہے، اشاعرہ خلف وعید کو ممکن مانتے ہیں نہ کہ کذب کو، اور اللہ کا جھوٹ بولنا اشاعرہ اور ماتریدیہ دونوں کے نزدیک محال ہے.

پہلی بات تو یہ کہ شیخ شنقیطی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کر کے جناب نے تو گویا مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے پچیسویں سوال کے جواب کی تصدیق کردی، کیونکہ اگر یہ مسئلہ کفریہ ہوتا تو شیخ شنقیطی رح یہ نہ لکھتے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بلکہ اس کو کفر لکھتے۔

تو جناب کی پوری محنت پانی میں چلی گئی.

دوسرا یہ کہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ خلف وعید خبر کی قسم ہے، تو جب امکان کذب خلف وعید کی ہی قسم ہے تو ان جناب کی پوری محنت ضائع ہوگئی کہ اشاعرہ خلف کے قائل ہیں نہ کہ کذب کے.

تیسری بات یہ کہ جناب نے کذب کے وقوع کے محال ہونے کے حوالے بھیجے ہیں جو ہمارے عقیدے کے خلاف نہیں، کیونکہ وقوع کذب کو ہم بھی محال مانتے ہیں.

تو جناب کے چاروں ثبوتوں کی کوئی حیثیت نہیں، سوائے صفحات کالے کرنے کے اور کچھ نہیں

قارئین کرام حشمت علی بریلوی نے المھند کے جواب نمبر پچیس کو تبدیل کرنے کا دعوی تو بہت

بڑے انداز میں کیا تھا پر اسکے لیے جوثبوت دیئے وہ تمام دھوکے پر مبنی نکلے۔اب بریلوی ہمیں جواب دیں کہ احمد رضا کی کتاب الدولتہ المکیہ جس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں وہ تالیف کے پچپن سال بعد کیوں شائع کی گئی اور جب شایع بھی کی تو تبدیل کر کے شائع کی جیسا کہ بریلوی محقق عبدالحق انصاری صاحب لکھتے ہیں

"چنانچہ نہ صرف آپ نے الدولتہ المکیہ کے متن میں اضافات کئے"(تاریخ الدولتہ المکیہ ص ۸۵ مکتبہ تاج محل لاہور)

اب کیسے معلوم ہوگا کہ علماء حرمین کی تقریظات کا جو دعوی کیا جاتا ہے اسے سچ کیسے تسلیم کیا جائے کیونکہ نا معلوم احمد رضا نے ان سے کس بات پر تقریظات حاصل کی۔

حسام الحرمین بھی ہند میں تحریف ترمیم کر کے شائع کی گئی۔

بریلوی مجدد پروفیسر مسعود صاحب لکھتے ہیں

:فاضل بریلوی نے ان تقاریظ و تصدیقات کو مرتب کر کے حسام الحرمین نام رکھا مفید اضافے کئے اور شائع کیا۔(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۴۲)

اعتراض نمبر ۲۳ صفحہ نمبر 103:

حشمت علی نے اس اعتراض میں ایک فرضی دیوبندی اور قادیانی مکالمہ پیش کیا ہے جس میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گرچہ دیوبندی قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں پر جو عقائد قادیانیوں کے ہیں ویسے ہی عقائد دیوبندیوں کے بھی ہیں۔

اس فرضی مکالمہ میں حشمت علی بریلوی نے کچھ مزید اعتراضات کئے ہیں جس سے کتاب کی ضخامت بڑھانا مقصود تھا اور نہ درحقیقت ان اعتراضات کا المھند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہم یہاں ان اعتراضات کے جوابات پر کچھ اور عرض کرتے ہیں بریلویت کا مکروہ چہرہ دنیا کو دکھاتے ہیں۔

پہلا اعتراض کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے خدا کو جھوٹا لکھا ہے۔

جواب:

قارئین کرام یہ بات بھی بالکل جھوٹ پر مبنی ہے۔حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے تعلق سے جو بات

لکھی ہے اسکا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا اور حسن علی میلسی بریلوی کے اصول کے مطابق یہ حرامی حوالہ ہوا۔ جب کہ فتاوی رشیدیہ میں حضرت کا فتوی موجود ہے کہ اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں وہ جھوٹ جیسے عیب سے پاک ومنزہ ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاوی رشیدیہ کتاب العقائد)

اس کا تفصیلی جواب اعتراض نمبر ۲۸ میں دیا گیا ہے وہ بھی قارئین دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔

دوسرا اعتراض کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے براہین قاطعہ میں حضور علیہ السلام کے علم کو شیطان سے کم لکھا اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو چوپایوں کے مثل لکھا ہے۔

جواب۔ ان اعتراضات کے جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات کے اعتراض نمبر ۱۰ اور ۱۱ کے تحت لکھ چکے ہیں لہذا قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرا اعتراض کہ حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا ہے۔

جواب۔ اس کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات کے اعتراض نمبر ۶ کے تحت لکھ چکے ہیں لہذا قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

چوتھا اعتراض کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ام المومنین سے اپنی بیوی کو تعبیر دی۔

جواب۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کرنا کہ اس تعبیر سے انھوں نے ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا کی توہین کی ہے العیاذ باللہ۔ سراسر فن تعبیر سے جہالت اور تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

قارئین کرام خواب بعض اوقات بہت ہی وحشت ناک ہوتا ہے مگر اس کی تعبیر بہت ہی عمدہ ہوتی ہے اسی طرح خواب بہت عمدہ ہوتا ہے مگر تعبیر بہت ہی خراب ہوتی ہے جس کی متعدد مثالیں موجود ہیں جو ہم اگے انہی صفحات پر حضرت حکیم الامت پر مرید کو کلمہ پڑھوانے کے اعتراض کے جواب میں نقل کریں گے۔

لہذا خواب کو یا اس کی تعبیر کو ظاہری حالت پر قیاس کرنا جہالت اور نادانی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں " کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب کی ظاہری

صورت مکروہ ہوتی ہے اور اسکی تعبیر محبوب ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے" (شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٦٥٨)

مولوی احمد رضا کہتا ہے بہت سے خواب ایسے ہوتے جو ظاہر کے خلاف ہوتے ہیں یعنی ظاہر پر محمول نہیں ہوتے۔ (فتاوی رضویہ ج ٢٧ ص ٥٨، ٥٧)

،ڈاکٹر طاہر القادری بریلوی لکھتے ہیں

"خواب میں صادر ہونے والے ظاہری الفاظ پر فتوی لگانا ظلم وزیادتی اورں سراسر لاعلمی ہے" (خوابوں پر اعتراضات ص ٦٩)

ابو کلیم فانی لکھتے ہیں عالم رویا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں پوتے" (ائینہ اہلسنت ص ١٥٨)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس خواب کی تعبیر دی وہ بالکل ٹھیک اور فن تعبیر کے عین کے مطابق ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جو فن تعبیر کے موضوع پر ہے بنام "تعطیر الانام فی تعبیر المنام" میں لکھتے ہیں کہ:

ومن رای رجل احدا من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و کان اعزب تزوج امراۃ صالحۃ"(تعطیر الانام فی تعبیر المنام ھی ص ١٧ طبع بیروت}

ترجمہ :اور جس کسی شخص نے خواب میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو دیکھا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک صالحہ عورت سے شادی کرے گا۔

حشمت علی بریلوی اب یہاں شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ پر کیا فتوی لگائیں گے جو صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ نہیں بلکہ تمام ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق لکھتے ہیں کہ اگر کسی مرد نے ان کو خواب میں دیکھا تو یہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک صالحہ عورت سے شادی ہوگی۔

حشمت علی بریلوی صاحب یہ وہی شیخ عبد الغنی ہیں جن کے متعلق آپ کے اعلحضرت مولوی احمد رضا خان فتاوی رضویہ جلد ٢٦ صفحہ ٥٦٧ میں امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی لکھا ہے.

اگر حکیم الامت اس تعبیر سے گستاخ ہیں تو پھر شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ پر کیا فتوی ہے اور شیخ کو امام لکھنے والے اپنے اعلی حضرت پر کیا فتوی لگائینگے۔

دوسری بات کہ آپ حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۶ کے اشعار کیوں بھول جاتے ہیں؟

پانچواں اعتراض کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جادو شعبدے کو معجزے سے قوی اور کامل بتایا ہے۔

جواب

اس چیز کو بریلویوں کی الٹی کھوپڑی کہیں یا علماء اہلسنت سے بغض، کہ وہ انبیاء و اولیاء کی شان میں کہی گئی بات کو گستاخی اور بے ادبی سمجھتے ہیں.

شاہ صاحب رح کی کتاب منصب امامت مترجم صفحہ ۳۴ پر خرق عادت افعال کی بحث موجود ہے اور فتاوی رشیدیہ میں بھی یہ بحث نقل ہے جہاں سے معترض نے اعتراض نقل کیا تھا اگر وہ بھی پوری عبارت نقل کرتا تو قارئین پر اسکا دھوکہ کھل جاتا۔

ہم پوری عبارت یہاں نقل کرتے ہیں۔

" تفصیل اس کی یوں ہے کہ جن چیزوں کا وجود قانون الٰہی کے موافق ان کے اسباب وآلات پر موقوف ہوتا ہے۔ پس جو کوئی ان چیزوں کے اسباب وآلات رکھتا ہے اس سے ان چیزوں کا ظہور خرق عادت سے نہیں ہے۔ اور جو کوئی ان کے اسباب وآلات نہیں رکھتا اگر اس سے اس کا ظہور ہو تو یہی خرق عادت ہے۔ مثلاً اگر کاتب لکھے تو یہ خرق عادت نہ ہوگا اور اگر امی لکھے تو یہ خرق عادت ہوگا۔ اور اوزاروں سے کسی کو قتل کرنا یہ خرق عادت نہیں ہے مگر صرف دعا سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت ہے۔

خرق عادت کی اصلیت ۔۔۔ پس اس بیان سے واضح ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ خرق عادت طاقت بشریہ سے باہر ہے بلکہ اسی قدر لازم ہے کہ صاحب خارق سے اس چیز کا ظہور بوجہ فقدان آلات و اسباب ہو۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ ان کا اظہار مقبولان خدا سے خارق عادات سے سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے فعل بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جادوگردوں اور اہل طلسم سے ممکن الوقوع ہوتے ہیں۔ پس جس وقت کہ ایسے واقعات کے دیکھنے سے یہ ثابت ہو جائے کہ سحر و طلسم کی مہارت نہیں رکھتا تو پھر ایسے خوارق اسی کے صدق کی شہادت دیتے ہیں چنانچہ مائدہ کا نزول حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزوں سے شمار کیا جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ بہت سے جادوگر نفیس اشیاء از قسم میوہ جات وشیرینی وغیرہ شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور مشیروں میں فخر کرتے ہیں۔ مگر ان کو جادو ہی کیا جائیگا برخلاف اس کے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایسا ہونا معجزہ سمجھا گیا"

خلاصہ یہ ہے کہ اسباب کے بغیر بھی ان سے خرق عادات افعال کا صدور ہوتا ہے جسے معجزہ و کرامت کہتے ہیں، لیکن جادو گر اور اہل طلسم کے پاس خرق عادات افعال کے اسباب اور طاقت ہونے سے اگر ان سے خرق عادات افعال ظاہر ہوں تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں اور نہ اس کو معجزہ یا کرامت کہا جائے گا، کیونکہ معجزہ و کرامت وہی چیز ہے کہ کسی نبی یا ولی کے پاس اس چیز کے صدور کی طاقت نہ ہو پھر بھی ان سے وہ چیز صادر ہو.

آگے شاہ اسماعیل شہید رح نے عیسی علیہ السلام کے معجزے آسمان سے دسترخوان اترنے کی مثال دے کر بھی سمجھایا ہے.

لیکن ان خائن اور بغض کے مریض بریلوی علماء کو صرف دو سطر لے کر اعتراض کرنا تو آ گیا لیکن سیاق وسباق سے بات سمجھنے کی توفیق نہیں ہوئی.

اب دیکھیں کہ شاہ اسماعیل شہید رح اسی منصب امامت مترجم صفحہ ۸۰ پر لکھا ہے کہ

ہر کمال مقام نبوت میں اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے..

قارئین آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ بریلوی کس طرح علماء اہل السنت دیوبند سے بغض رکھتے ہیں اور کس طرح ان کی عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر غلط مطلب لے کر گستاخی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

چھٹا اعتراض کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مرید کو اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا۔

جواب

قارئین کرام اس اعتراض کا بہترین جواب حضرت منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیف یمانی میں تحریر کیا تھا۔

ہم پہلے وہ پورا خواب نقل کرتے ہیں پھر ''سیف یمانی'' سے جواب کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

"ایک روز کا ذکر ہے کہ" حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سوجانے کا ارادہ کیا حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا جب بندے نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہوگئی اس لیے رسالہ "حسن العزیز'' کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور

سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی بجائے حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار سے یہ ہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ علم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اسی روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔'' انتہی (بلفظ الامداد مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵)

اس خط کا جو کچھ جواب حضرت مولانا نے ارسال فرمایا تھا اس کے نقل کرنے سے پہلے ہم ناظرین کو واقعہ مذکورہ بالا کے چند ضروری اور قابل لحاظ اجزا کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

(۱) حالت خواب میں صاحب واقعہ کلمہ طیبہ کو بغیر کسی ترمیم اور تغیر کے پڑھنا چاہتا ہے لیکن اضطراری طور پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے دوسرا نام زبان سے نکلا ہے۔ یہاں قابل لحاظ یہ امر ہے کہ خواب میں بھی بالقصد باختیار خود اس کلمہ کو نہیں پڑھتا بلکہ بے اختیار زبان سے اس طرح نکل جاتا ہے۔

(۲) باایں ہمہ حالت خواب ہی میں اس کا بھی احساس ہو گیا کہ یہ مجھ سے سخت غلطی ہوگئی اس کی

تصحیح ضروری ہے۔

(۳) وہ شخص اس سخت غلطی کی تلافی کے لیے خواب ہی میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صحیح طور پر پڑھنا چاہتا ہے۔

(۴) اس شخص کو اس وقت بھی اس کا یقین ہے کہ یہ نادرست ہے لیکن ان کی زبان بے اختیار ہے۔

(۵) صاحب واقعہ نے بیدار ہونے کے بعد بھی اس کو ایک غلطی ہی سمجھا اور اس خیال کے دل سے دور کرنے کی کوشش کی۔

(۶) اس نے بیدار ہونے کے بعد خواب کی اس غلطی کی تلافی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا چاہا۔

ان چھ نمبروں سے ہمارے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ صاحب واقعہ کے عقیدہ میں حالت بیداری تو کیا خواب میں بھی کبھی ایک لمحہ کے لیے تذبذب نہیں آیا وہ دونوں حالتوں میں اس کو ایک غلطی اور وسوسہ ہی سمجھتا رہا یہ اس کے راسخ لا ایمان ہونے کی نہایت روشن دلیل ہے

اب اگر ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ پیش بندی کے طور پر اپنی ذات سے نبوت ورسالت کی نفی کردی جائے

تا کہ یہ خیال آئندہ کسی وقت گمراہی کا باعث نہ ہو اور اس کے اس وحشت انگیز خواب کی صحیح تعبیر بتا کر اس کی پریشانی کو بھی دور کردیا جائے۔ جس طرح کہ جب حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت آج رات میں نے ایک بہت برا خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ گویا حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کی وحشت اور پریشانی کو دور فرما دیا

کہ اے ام الفضل نہ گھبراؤ

یہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ الزہرہ (رضی اللہ عنہا) کے بچہ پیدا ہوگا جس کو تم کھلاؤ گی۔ (مشکوۃ)

الحمد اللہ مولانا اشرف علی صاحب دامت فیوضہم نے سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس کے

جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ

"اس واقعہ میں یہ تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالی متبع سنت ہے."

ان صاحب واقعہ کی پریشانی کو بھی دور کردیا اور لفظ "متبع سنت" لکھ کر یہ بھی بتلادیا کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اور صرف غلامی کی نسبت ہے یہاں نبوت ورسالت کا احتمال بھی نہیں۔

نیز بنظر انصاف غور فرمایا جائے کہ اگر بالفرض یہی واقعہ مرزا غلام احمد قادیانی یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے سامنے پیش آتا تو کیا وہ بھی یہی لکھتا جو حضرت مولانا نے تحریر فرمایا۔

یہ تو تھا اس جواب کا خلاصہ جو حضرت نعمانی رحمہ اللہ نے سیف یمانی میں تحریر فرمایا تھا مکمل جواب کے لیے سیف یمانی ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوی اپنے گھر کی خبرلیں۔

شیر محمد شرق پوری صاحب نے ایک نوجوان کو لا الہ الا اللہ انگریر رسول اللہ اور لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ پڑھنے کیلئے کہا۔(رضائے مصطفی شمارہ نمبر ۱۹۲۸ ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۳)

شیر محمد شرق پوری صاحب نے اپنے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ پڑھنے کی تلقین کیا۔ (خنزینہ معرفت ص ۱۵۵)

خواجہ معین الدین چشتی نے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ پڑھنے کا کہا۔(فوائد فریدیہ ص ۸۳)

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔(فوائد الفواد ص ۳۶۰)

مولوی محمد عمر بیربلوی صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب نے بعد ازاں فرمایا لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ لا الہ الا اللہ لندن کعبۃ اللہ۔(انقلاب حقیقت ص ۳۱)

خواجہ غلام فرید فرماتے ہیں حضرت مولانا (فخرالدین دہلوی) فرمایا کرتے تھے ہمارے حضرت کلیم اللہ دہلوی کے تمام مریدین برگزید تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ حضرت شیخ کے ڈر سے کہتے تھے ورنہ ان کا جی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔(مقابیس المجالس ص ۱۷۶).

آگے حشمت علی نے مزید اعتراض کیا ہے کہ جس طرح کی تکفیر علماء حرمین نے قادیانیوں کی کی ہے ویسی ہی تکفیر علماء دیوبند کی کی ہے لہذا کافر ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ قادیانیوں کی تکفیر پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ اوران باتوں پر قادیانیوں کی تکفیر کی جاتی ہے ان باتوں کو قادیانی خود تسلیم بھی کرتے ہیں۔ جبکہ علماء دیوبند کی جس تکفیر کا حشمت علی ذکر کررہے ہیں وہ علماء دیوبند کی تکفیر ہی نہیں ہے کونکہ وہ عقائد علماء دیوبند کے ہے ہی نہیں ایسے عقائد سے خود علماء دیوبند نے براۃ ظاہر کی ہے۔

اور جس طرح احمد رضا نے یہ یہ عقائد دھوکہ دے کر علماء دیوبند کی طرف منسوب کئے تھے اسکا کچا چٹھہ علماء دیوبند اپنی کتب میں کھول چکے ہیں حتی کہ خود علماء حرمین وطیبین ومصرو عراق اورشام کے علماء نے بھی علماء دیوبند کے مسلمان ہونے کی گواہی دی ہے جو کہ المہند علی المفند میں دیکھی جاسکتی ہے

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور کے جج محمد اکبر خان صاحب نے بھی اپنے فیصلے میں لکھا تھا کہ "دیوبندی صاحبان کے خلاف فتوی تکفیر غلط فہمی کی بنیاد پر دیا گیا تھا جو بعد میں واپس کے لیا گیا تھا" (فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص ۲۵۹)

واضح رہے کہ اس فیصلے کی روئداد پر بریلوی علماء کی تقریظات موجود ہیں جن میں بریلوی غزالی زماں احمد سعید ملتانی بریلوی سید محمود احمد رضوی مفتی محمد حسین نعیمی جیسے علماء شامل ہیں۔

بریلوی شیخ الحدیث کی گواہی کہ علماء عرب علماء دیوبند کی تکفیر پر متفق نہیں۔

دعوت اسلامی کے سابق شیخ الحدیث علامہ فیض رسول قادری صاحب لکھتے ہیں

"تمام علماء عرب اور بے شمار عوام علماء خصوصاً بانیان منہاج وبھیرہ ونیڑیاں یونیورسٹی اوران سے گھرے روابط رکھنے والے بہت سے علماء ومشائخ تکفیر اربعہ کے قائل نہیں ہیں اسی طرح میاں شیر محمد شرقپوری صاحب و پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما اورانکے لواحقین کے ملفوظات وتحریریں و تقریریں بھی اس پر بین گواہ ہیں اوراسی پر علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ اوران کے خواص کا طرز عمل شاہد ہے۔"

(ماہنامہ متاع کارواں اپریل ۲۰۱۷ء ص ۴۹)

اعتراض نمبر ۳۳ صفحہ نمبر ۱۱۴:

مختصر اعتراض یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کو المہند پر علماء حرمین سے زیادہ تصدیقات نہ ملی تو اپنے ہی علماء کی تصدیقات چھاپ دی۔

جواب۔ یہ اعتراض نہیں بلکہ جہالت ہے

المہند پر چالیس سے زائد علماء حرمین، شام وعراق کی تصدیقات ہیں جبکہ حسام الحرمین پر ۳۳ علماء حرمین کی تصدیق کا دعوٰی ہے۔

نیز المہند پر پہلے علماء اہلسنت دیوبند کی تصدیقات حاصل کی گئی تھی اس کے بعد علماء عرب سے تصدیقات حاصل کی گئی۔

وہ اس لئے کہ حسام الحرمین میں اکابرین دیوبند کے چار علماء کو ہی نشانہ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) اور انکو باقاعدہ الگ الگ فرقہ کے طور پر پیش کیا تھا۔

لہٰذا مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جب جوابات لکھے تو ضروری سمجھا کہ دیگر علماء دیوبند کی تصدیقات لی جائیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ دیوبندیت کی اکثریت حسام الحرمین کے خلاف ہیں

دوسری بات اس وقت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ وفات پاچکے تھے لہٰذا ان کے موقف کی تصدیق کے لئے ان دو بزرگوں کے متعلقین کے دستخط لئے گئے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت سہارنپوری نے اپنی طرف سے ان کی وضاحت کی۔

متعلقین کے متعلق بریلویوں کا اصول ہے کہ وہ شیخ یا والد کے موقف سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

لہٰذا بریلویوں کو اس پر اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے

تیسری بات یہ کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جو وضاحتیں اور جوابات دئے وہ ان کا صرف اپنا موقف نہیں تھا بلکہ سارے دیوبندی حضرات کا وہی نظریہ تھا. کل کو کوئی کہہ سکتا تھا کہ المہند حضرت سہارنپوری کا تفرد ہے ہم نہیں مانتے___!

لہٰذاء جید علماء دیوبند سے تصدیقات لی گئیں جس سے فتنہ مماتیت کا بھی قلع قمع ہو گیا نیز اگر بعد میں

المہند پر تصدیقات لی جاتی تو شاید کوئی یہ اعتراض کرتا کہ انہوں نے تحریف کرلی لہٰذا پہلے ہی سب کام انجام دیا گیا پھر صرف علماء حرمین کی تصدیقات باقی تھی، جنہیں بعد میں لے کر سیدھا المہند کو چھاپ دیا گیا تا کہ تحریف والا الزام دینے کا بھی کسی کو موقعہ نہ ملے

اب بریلوی حضرات جواب دیں کہ اگر حسام الحرمین میں تصدیقات موجود تھی تو الصوارم الھندیہ میں دیگر مولویوں کی تصدیقات لینے کی کیا ضرورت پیش آئی ؟

اعتراض نمبر ۳۴:

حشمت علی صاحب لکھتے ہیں. " مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ کے دستخط المہند پر نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ان پر المہند کی مکاری کھل گئی۔ اور انھوں نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی۔ حالانکہ حسام الحرمین میں ان کی تقریظ موجود ہے" (ص ۱۱۶)

جواب

بلاوجہ اعتراض پیدا کرنا حشمت علی بریلوی صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حشمت علی بریلوی صاحب نے یہ اصول کہاں سے اخذ کیا ہے؟

حشمت علی بریلوی صاحب نے کچھ ایسا ثبوت بھی نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ مفتی حنفیہ کے سامنے المہند پیش کی گئی اور انہوں نے نے تصدیق سے انکار کردیا لہذا بلاثبوت بات مردود ثابت ہوئی جیسا کہ خود بریلوی علماء نے یہ اصول لکھا ہے۔

یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ حشمت علی نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ حسام الحرمین میں مفتی حنفیہ کی تصدیق موجود ہے جبکہ مفتی حنفیہ کی تصدیق حسام میں موجود ہی نہیں ہے کیوں کہ اس وقت مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس تھے۔

احمد رضا کے ملفوظات میں ہے کہ "

مکے میں میں بنام "علم" کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہو سوا مولانا عبد اللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے۔" (ملفوظات اعلیحضرت حصہ دوم ص ۱۹۹)

رہی بات کہ جس مفتی حنفیہ کی تصدیق حسام میں ہے وہ سابقہ مفتی ہیں انکی تصدیق کسی بریلویت کو مفید نہیں کیونکہ اس میں نہ تو علمائے دیوبند میں سے کسی کا نام ہے اور نہ ہی ان کی کسی کتاب کا ذکر ہے یہ

اصول نعیم الدین مرادآبادی اور ارشد مسعود بریلوی اپنی نے کتب میں ذکر کیے ہیں۔

انہی سابق مفتی حنفیہ صالح کمال صاحب کی تصدیق فتاوی رشیدیہ کے ایک فتوے پر ہے جس میں مغفرت کفار کے تحت قدرت باری تعالی ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے اور یہی المہند میں نقل کیا گیا ہے۔

نعیم الدین مرادآبادی المہند میں سعید بابصیل صاحب کی تقریظ کے بارے میں لکھتے ہیں "اس تحریر میں کچھ ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں تصدیق کس بات کی ہے۔" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ)

بریلوی مولوی ارشد مسعود بریلوی لکھتے ہیں کہ تحریر میں نام موجود نہیں تو مضمون قبول نہیں (مفہوم) (کشف القناع ص ۲۱۹ مکتبہ منظر الاسلام)

ان بریلوی اصولوں پر حسام الحرمین میں مفتی حنفیہ کی تصدیق خود باطل ہوگئی لہذا المہند میں مفتی حنفیہ کہ تصدیق کہ فرمائش درست نہیں۔

دوسری بات کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے المہند میں خود وضاحت کی ہے کہ وقت کی کمی کے باعث یہ تقاریظ حاصل کی گئی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"چونکہ جناب شیخ العلماء حضرت محمد سعید بابصیل تمام علماء مکہ مکرمہ زید شرفا فضلا کے سردار اور ان کے امام ہیں لہذا ان کی تصدیق وتقریظ کے بعد کسی عالم کی علماء مکہ معظّمہ میں سے تقریظ کی حاجت نہیں مگر تاہم مزید اطمینان کے واسطے جن بعض علماء مکہ مکرمہ کی تصدیقیں بلا جد و جہد حاصل ہوئیں ثبت کردی گئیں اور اسی وجہ سے اس وقت تنگ میں جو کہ بعد از حج قبل از روانگی مدینہ منورہ زید شرفا وفضلا جو تصدیقیں میسر ہوئیں انہیں پر اکتفا کیا گیا" (المہند علی المفند ص ۹۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد)

یہ بات بھی ہم بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حسام الحرمین میں مکے کے مفتی حنابلہ اور مدینے کے مفتی حنابلہ کے دستخط نہیں ہے تو کیا حشمت علی بریلوی صاحب نے اپنے اصول سے حسام الحرمین کو جھوٹا تسلیم کر لیا ہے؟

مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں مکی اور مدنی علماء کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے سام الحرمین کی تصدیق نہیں کی ہم یہاں الشہاب الثاقب سے وہ تفصیل نقل

کرتے ہیں۔

احمد رضا خان کی تصدیق نہ کرنے والے دیگر علماء مکہ مکرمہ۔

چونکہ احقر بڑے بڑے مشہور علماء مکہ سے واقف ہے اور متوسطین اور اصاغر سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا اس لیے چند اکابر کے نام لکھتا ہے جنھوں نے مجدد صاحب کی موافقت فقط اسی وجہ سے نہیں کی کہ مجدد صاحب کی تحریر وتکفیر کو قابل اعتبار نہ جانا اور جان گئے کہ ضرور اس تحریر میں شائبۂ نفسانیت و افترا پردازی ہے۔اور ضرور یہ شخص اصحاب عقائد باطلہ میں سے ہے۔

(١) حضرت شیخ الاجل والفاضل وحید عصرہ فرید دہرہ البحر الفہام وابحر المقام نوری الزماں ورازی الدوراں جناب الشیخ حب اللہ المکی الشافی یہ اقران شیخ دحلان مرحوم میں سے ہیں۔علامہ وقت صاحب فہم وذکا متقی و پرہیزگار جملہ علوم عموماً اور تفسیر۔میں خصوصاً حرمین میں انکا کوئی نظیر نہیں۔عمر بھی تقریباً اسی سے متجاوز ہے ان دنوں انکھوں سے معذور ہو گئے ہیں۔اکثر علماء حرمین ان کے شاگرد ہیں۔عموما شوافع سے سنا جاتا ہے کہ مکہ معظّمہ میں مذہب شافعی میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں جو کچھ دنوں بھی مکہ معظّمہ میں رہ آیا ہے وہ ان سے ضرور واقف ہوگا۔اور جس کا جی چاہے حرمین شریفین کے لوگوں سے ان کی حالت دریافت کرے۔احقر نے ان کا وصف کچھ بھی ان کی حالت اصلیہ کے مقابلہ میں بیان نہیں کیا۔غرض کہ انھوں نے بوجہ احتیاط مجدد صاحب کے رسالہ کی تصدیق کرنے سے انکار کیا ہے۔

(٢) شمس العلماء التحقیق بدر فلک التدقیق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول امام المحدثین ورئیس المفسرین مولانا الشیخ شعیب المالکی دامت برکاتہم العام والخطیب بالحرم الشریف المالکی علی ہذا القیاس ان کا حلقہ درس سب سے بڑا حرم محترم میں ہوتا ہے۔اور ہزار ہا احادیث ان کو مع اسناد متن حفظ یاد ہیں۔

(٣) حضرت الامام الجلیل والفاضل النبیل مرکز الزکاوۃ والفتوۃ رئیس الشجاعت والسخاوۃ مقدام فرسان المعقولات الجامع قصبات السبق فی میادین المنقولات مولانا الشیخ احمد فقیہ الامام والخطیب بالحرم الشریف دام فضلہ آمین، یہ صاحب بھی نہایت تیز طبع ذی علم شخص ہیں۔دونوں حضرات حرم محترم کی نسبت تعلق خدمت امامت وخطابت کا رکھتے ہیں۔بوجہ غزارت علم وفطانت اعلی درجہ کے علماء سے شمار ہوتے ہیں۔شریف صاحب کے ندمانہ میں سے ہیں۔

(۴) حضرت رئیس العلماء العالمین وسید الفضلاء الکاملین الماہر فی صناعات العربیہ الفائق علی الاقران فی الفنون الادبیہ سید المحدثین وامام المتکلمین مولانا الشیخ عبد الجلیل افندی الحنفی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت معمر وصالح شخص تھے حرمین کے مشہور ومعروف علماء واتقیا میں سے شمار ہوتے تھے علم وادب میں انکا نظیر کوئی نہ تھا۔علاوہ علم وادب دیگر علوم میں بھی دسترس کامل رکھتے تھے ابتدائے 27ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔اگرچہ مدینہ منورہ کے علماء میں سے تھے مگر چند سال سے مکہ مکرمہ میں آ گئے تھے جب مجدد بریلوی صاحب وہاں رونق افروز ہوئے تو یہ مکہ معظّمہ میں موجود تھے ان کے پاس بھی اپنا رسالہ لے کر اعلیٰ حضرت بریلوی تشریف لے گئے تھے۔مگر چونکہ وہ تجربہ کار ذی عقل وشعور بڑی عمر کے شخص تھے،فوراً پہچان گئے کہ یہ شخص قابل اعتبار نہیں، یہ چاروں مشخص بہت بڑے اور مشہور علماء مکہ میں سے اس وقت تھے" (الشہاب الثاقب ص ۱۷۲)

مزید لکھتے ہیں "احمد رضا خان کہ تصدیق نہ کرنے والے دیگر علماء مدینہ۔

(۱) حضرت الشیخ الاجل والامام الاول الاحد الاکمل رئیس الصوفیۃ الکرام امام الفقہاء الفخام مولانا الشیخ یاسین المصری الشافعی جو کہ صبح باب الرحمۃ کے پاس تصوف اور فقہ شافعی کا درس دیتے ہیں تقریباً 70، 80 آدمی حلقہ درس میں ہوتے ہیں۔

(۲) حضرہ امام العلماء الکاملین ورئیس الفقہاء العالمین سند المحدثین وسید المفسرین مولانا الشیخ عبد اللہ النابلسی الحنبلی جو کہ بعد مغرب و عصر وظہر حدیث وتفسیر وفقہ حنبلی وغیرہ کا درس دیتے ہیں اور نہایت معمر اور بزرگ شخص ذی علم وتقویٰ ہیں اور اعلیٰ درجے کے مدرسین میں سے شمار ہوتے ہیں۔

(۳) حضرت العالم الجلیل والفاضل النبیل ذوالمجد الثاقب والرائی الصائب ابو حنیفۃ الزمان و ابن مالک الدوران مولانا الشیخ عبد الحکیم صاحب البخاری الحنفی یہ بھی معمر اور صالح معتمد مدرسین حرم شریف میں سے ہیں بعد از ظہر حرم محترم میں درس فقہ وحدیث وغیرہ دیتے رہے ہیں مدرسہ اوزبکیہ کے مدرس اعلیٰ بھی ہیں۔

(۴) حضرت شمس العدالۃ البھاء و بدر الزکاوۃ والسخاء محی السنۃ البیضاء ومبید البدعۃ الشوہاء علم المحققین وفخر المدرسین حضرت السید ملا ستقر البخاری الحنفی یہ شخص نہایت صالح اور متقی ہیں۔صبح وظاہر وعصر و مغرب کو ہمیشہ علوم مختلف میں درس کتب دیتے رہتے ہیں۔ہزاروں طلبان سے مستفید ہیں۔

(۵) حضرت جنید الزمان ومزنی الدوران ترمذی عصرہ وبوصیری دہرہ مولانا الشیخ السید امین رضوان الشافعی نہایت معمر اور صالح شخص ہیں۔ دلائل الخیرات کی اجازت دینے والے شخصوں میں ان سے بڑا اس وقت کوئی نہیں، صبح اور مغرب کے بعد درس حدیث کا اور فقہ شافی کا دیتے رہتے ہیں

(۶) حضرت عمدۃ الخلف الصالحین وفخر السلف العارفین منبع الحنفیۃ ومخزن الفیوض المصطفویۃ مولانا الشیخ الآفندی مامون بری شیخ الخطباء الحرم الشریف المدنی نہایت صالح اور ذکی شخص ہیں بعد نماز ظہر درس فقہ حنفی کا دیتے رہتے ہیں۔ قائم مقام شیخ الخطباء اور امام وخطیب ہیں۔

(۷) حضرت رئیس العلماء الزاہدین وامام الفضلاء المنورعین سند الفقہاء المحققین سید النحاۃ المدققین مولانا الشیخ فالح الظاہری المالکی یہ بھی معمر اور صالح شخص ہیں علم حدیث اور فقہ مالکی میں نہایت معروف ہیں بوجہ بعض امراض کے گھر پر ہی درس دیتے ہیں۔

(۸) حضرت الحاکم الشریعۃ الغراء والقائم باحیاء الحنفیۃ البیضاء رئیس القضاۃ والحکام محی العدل والانصاف فی بلدۃ سید الانام مولانا القاضی دام عزہ — یہ وہ علامہ ہیں جو سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کی طرف سے حاکم شرعی ہوکر مدینہ منورہ میں ہر سال تبدیل ہوکر آتے ہیں عالم جلیل ہونا شرط ہے۔

(۹) حضرت السید الفخیم والمقدام العظیم البحر الفہام والبحر المقام مولانا الشیخ نائب المفتی بھی ایک شخص معمر ذی علم وفتوی ہیں۔ شیخ اسماعیل آفندی ترکی زمانہ دراز سے وہاں مشغلی رکھتے ہیں۔

علاوہ ان کے اور علماء ومدرسین ومعتبرین ہیں

(۱۰) جیسے سید عبد اللہ اسعد حنفی

(۱۱) شیخ موسی ازہری مالکی

(۱۲) شیخ محمد مہدی مالکی

(۱۳) مولانا محمد حماد آفندی الحنفی

(۱۴) عمر آفندی امین الفتوی

(۱۵) عمر الشافعی الکردی شاعر المدینہ

(۱۶) شیخ یاسین الشافعی جبرتی نقیب الفتوی

(۱۷) شیخ احمد السنادی المالکی

(۱۸) شیخ احمد آفندی الحنفی امام طابور

(۱۹) شیخ عیسی آفندی بوسنوی حنفی

(۲۰) شیخ احمد الخیلی

(۲۱) ملا خاں محمد بخاری

(۲۲) ملا عبد الرحمن بخاری

(۲۳) شیخ عبد الوہاب آفندی ارزنجانی وغیرہ وغیرہ

جن کے اسماء واحوال لکھنے کے لیے دفاتر کی ضرورت ہے اختصار کے واسطے فقط ان مشہورین پر اکتفا کیا گیا" (ص ۱۷۶)

اعتراض نمبر ۳۵:

حشمت علی صاحب لکھتے ہیں۔" حضرت شیخ الدلائل مولانا مولوی عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی تقریظ شریف حسام الحرمین میں موجود ہے اور المہند پر ان کے دستخط بھی نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الدلائل رحمۃ اللہ تعالی علیہ اردو عربی دونوں زبانیں جانتے اور دیو بندیوں کے عقائد کفریہ سے بخوبی واقف تھے اگر انبیٹھی جی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو انکی ساری دجالی کا لفافہ حضرت ہی کھول ڈالتے۔ اس لئے انکے دستخط بھی نہیں لے گئے۔ یہ بھی کذابی کی دلیل ہے۔" (ص ۱۱۶)

جواب:

یہ اعتراض بھی پچھلے اعتراض کی طرح کا ایک لغو اعتراض ہے۔ عبد الحق الہ آبادی صاحب کی تقریظ حاصل نہ ہونے کہ وجہ ہم پچھلے اعتراض کے جواب میں خود حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ سے نقل کر چکے ہیں کہ تنگی وقت کی وجہ سے مزید تقریظات حاصل نہ ہو سکیں۔

لیکن سب سے پہلے تو کوئی بریلوی ہمیں یہ راز سمجھادے کہ عبد الحق الہ آبادی صاحب کا انتقال تو ۱۳۲۳ہجری میں ہوا ملاحظہ ہو کتاب (فیض الملک الوہاب المتعالی مولف عبد الستار حنفی ص ۲۵)

اب جو شخص دنیا میں موجود ہی نہیں اس سے تقریظ کیسے حاصل کی جائے

یہاں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ حسام الحرمین میں عبد الحق الہ آبادی صاحب کی تقریظ میں علمائے

دیوبند میں سے کسی کا نام اور ان کی کسی کتاب کا ذکر ہی نہیں ہے لہٰذا پہلے اعتراض کے جواب میں پیش کیے گئے بریلوی اصولوں سے ان کی تقریظ باطل ہے۔

دوسری بات کے حسام الحرمین میں کسی جگہ یہ وضاحت نہیں کہ عبدالحق الہ آبادی صاحب کو احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کی اردو کتب بھی دکھائی تھی احمد رضا نے اپنی طرف سے جو غلط عقائد علمائے دیوبند کی طرف منسوب کئے تھے ممکن ہے عبدالحق الہ آبادی صاحب نے ان پر دستخط کئے ہو کیونکہ مفتی کے سامنے جیسا سوال آتا ہے ویسا ہی جواب لکھ دیتا ہے۔

اعتراض نمبر ۳۹ کے جواب میں ہم ان حقائق سے پردہ اٹھاینگے کہ احمد رضا نے تصدیقات لینے میں کیسے علماء کو دھوکہ دیا اور مختلف علماء کو مختلف تحریریں دکھا کر دستخط لئے۔

نیز عبدالحق الہ آبادی صاحب ہند کے عالم تھے عرب کے نہیں تھے جب کہ بریلوی علماء ان کو عرب علماء میں شمار کرتے ہیں جب کہ نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہ "لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب اور علماء مکہ میں سے نہیں ان کی تحریر کو علمائے مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے یہ جرت ہے کہ ہندوستانیوں کی تقریریں علمائے مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکا دیا جاتا ہے." (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

لہٰذا حشمت علی صاحب اور دیگر بریلوی علماء کا عبدالحق مہاجر الہ آبادی صاحب کی حسام الحرمین کی تقریظ پر خوش ہونا دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

حشمت صاحب لکھتے ہیں" مدرسہ صولتیہ جو مکہ مکرمہ میں تھا۔ اس کے مدرسین اکثر دیوبندیوں کے عقائد سے واقف تھے۔ ان میں سے بعض حضرات نے حسام الحرمین پر تقریظ لکھی المہند میں ان میں سے کسی کے بھی دستخط نہیں۔ یہ بھی کذابی کی دلیل ہے". (راد المہند ص ۱۱۶)

جواب: یہ کیسا اصول ہے کہ مدرسہ صولتیہ کے علماء کی تصدیق ہو تو المہند حق ہے ورنہ جھوٹ ہے۔ خیر کذاب کون ہے ہم بتاتے ہیں۔

حشمت علی بریلوی صاحب نے یہ کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ المہند میں مدرسہ صولتیہ کے کسی عالم کی تقریظ نہیں حالانکہ المہند میں تقریظ لکھنے والے شیخ محمد صدیق افغانی صاحب کا تعلق مدرسہ صولتیہ سے تھا

اسکی گواہی خود بریلوی کتاب میں موجود ہے۔

بریلوی محقق خرم محمود صاحب (فاضل جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی) لکھتے ہیں"" آج غالبا آٹھ روز کا عرصہ ہوا ہے کہ مولانا الحاج القاری محمد صدیق صاحب افغانی محدث نقشبندی تشریف لائے ہوئے ہیں، جن سے بالتحقیق معلوم ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے فاضل صاحب بریلوی کو بچشم خود دیکھا مکہ معظّمہ میں اور خود بھی وہیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں عرصہ دو سال سے مقیم تھا" (مکتوب شیخ الدلائل پس منظر و پیش منظر ص ۳۸)

لہذا کذابی المہند میں نہیں بلکہ حشمت علی رضوی صاحب کی راد المہند مین ثابت ہوگئی۔

دوسری بات کہ حسام الحرمین میں صرف یوسف افغانی صاحب کے نام کے ساتھ تعارف میں مدرسہ صولتیہ سے تعلق کا لکھا ہے باقی کسی مقرظ کا تعلق مدرسہ صولتیہ سے نہیں بتایا گیا۔

یوسف افغانی صاحب کہ یہ تقریظ بھی بریلی اصولوں سے باطل ہے کیوں کہ اس میں نہ تو کسی دیوبندی عالم کا نام ہے اور نہ ان کی کتاب کا ذکر ہے۔

حسام الحرمین میں یوسف افغانی صاحب کی تقریظ کو مکی تقریظ بنا کر پیش کیا گیا ہے جبکہ یہ افغانی تھے۔

نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں" ہندی افغانی علماء مکہ بن گئے اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے؟". (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

لہذا یوسف افغانی صاحب کی تقریظ پر بھی پانی پھر گیا۔

لہذا اب المہند میں مدرسہ صولتیہ کی تصدیق تو ہے پر حسام الحرمین میں نہیں

حشمت صاحب کے اصول سے حسام الحرمین میں کذابی ثابت ہوگئی اور المہند حق قرار پائی۔

فللہ الحمد

اعتراض نمبر ۳۷:

اسی المہند ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے صفحہ ۱۱۴ پر ہے۔

جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب سے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو

ہدیہ ناظرین ہے۔

اول تو مسلمانو! یوں جو ہر شخص چاہے ہزار عالموں کی مہر چھاپ دے اور کہہ دے کہ ان کی اصل ہمارے پاس نہیں ان عالموں نے مہریں کر کے ہم سے واپس لے لی ہیں مان کر مکر گئے ہیں۔

دوسرے اگر یہ سچ بھی ہو تو جب ان عالموں نے رجوع کر لیا اور تمہارے فریب پر مطلع ہو کر اپنی مہریں تم سے واپس لے لیں

اب تمہیں ان کے چھاپنے کا کیا اختیار رہا مگر بے ایمانی دجل کذابی کیا علاج" (راد المھند ص ١١٦)

جواب:

قارئین کرام پہلی بات کہ ان حضرات نے اپنی تحریریں واپس لی مگر المہند کی تغلیط نہیں کی۔

دوم یہ کہ مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کے حوالے سے تمام واقعہ کا ذکر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی جو بات تھی نقل کر دی اگر دھوکا کرنا مقصود ہوتا تو حضرت اس واقعہ کو نقل کئے بغیر تصدیق نقل کر دیتے۔

یہ دونوں حضرات المہند کی اشاعت کے ایک عرصے بعد تک حیات رہے انہوں نے اپنی زندگی میں اگر ان تحریروں سے اختلاف کیا ہو تو وہ پیش کی جائے جیسا کہ ارشد مسعود بریلوی لکھتے ہیں

"یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا گیا."(کشف القناع ج ا ص ٢٧٧)

اعتراض نمبر ٣٨:

حشمت علی لکھتے ہیں" اسی المہند کے صفحہ ١١٧ سے صفحہ ١٢٣ تک مفتی برزنجی سید احمد شافعی کے رسالہ کمال التنقیف والتقدیم کے شروع کا کچھ کلام نقل کیا اور کچھ اخیر کا اور بیچ سے ذرا زیادہ لمبا پکڑ لیا اور سارا رسالہ ہضم کر گئے۔ غرض تین جگہ سے تین کلام نقل کر لائے اور اس طرح ظاہر کیا کہ برزنجی صاحب نے المہند کی تصدیق لکھی ہے" (راد المہند ص ١١٧ تا ١٢٣)

جواب:

قارئین کرام جب احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب الدولۃ المکیہ مدینہ منورہ کے مشہور مفتی جناب علامہ برزنجی صاحب کے سامنے تقریظ کے لئے پیش کی اور انہوں نے اس کے مندرجات کو قرآن وسنت بلکہ تیرہ سو سالہ اجماع امت کے بھی خلاف آیا تو موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک کتاب غایۃ المامول نامی تصنیف فرمائی تھی جب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے اپنے اور اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد المہند میں لکھ کر علماء عرب کے سامنے تائید وتصدیق کے لیے پیش کیے تو علامہ برزنجی صاحب نے المہند کی تائید میں مستقل کل ایک رسالہ" کمال التثقیف والتقدیم تالیف فرمائی اور دیگر علماء مدینہ منورہ سے اپنی کتاب پر تائید حاصل کی جو دراصل المہند ہی کی تائید تھی کیونکہ یہ رسالہ لکھا ہی المہند کی تصدیق کے لئے تھا۔ جیسا کہ برزنجی صاحب نے اپنے رسالے کے آخر میں لکھا" اور جب اس مقام تک تقریر پہنچ چکی تو اب ایک قول عام بیان کرتے ہیں جو اس تمام رسالے کے ان سب چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جس کو علامہ فاضل شیخ خلیل احمد نے اس میں نظر اور اس کے احکامات میں غور کرنے کے لیے ہمارے سامنے کیا ہے کہ واقعی ہم نے ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں پائی جس سے کفر یا بدعتی ہونا لازم آئے". (بحوالہ المہند علی المفند ص ۹۹ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

احمد رضا خان صاحب کو مدینہ منورہ سے اس رسالے کی نقل ان کے مرید احمد علی قادری اور کریم اللہ صاحب نے مدینہ منورہ سے بھیج دی تھی جس کا ذکر کتاب علماء عرب کے خطوط فاصل بریلوی کے نام ص ۴۵ میں موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی علماء دیوبند کے خلاف بات ہوتی تو علماء بریلوی ضرور پیش کرتے۔

بلکہ یہ رسالہ اگر المہند کی حمایت میں نہ ہوتا تو پھر اسکے جواب لکھے جانے کی مذکورہ خط میں بات بھی نہ کرتے۔

اعتراض نمبر ۳۹:

حشمت علی صاحب لکھتے ہیں کہ" المہند' پر مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کی کل اکتیس مہریں ہیں ان میں دو تو مفتی مالکیہ اور انکے بھائی صاحب کی مہریں فرضی ثابت ہوئیں اور ایک مہر مفتی برزنجی کی ان کے رسالے سے اتاری گئی ہے تئیس اس کے ساتھ کی المہند پر نہیں علامہ برزنجی کے رسالہ پر ہیں اور ایک محمد صدیق افغانی کی ہے۔ ایک کسی محب الدین مہاجر کی ہے تو المہند پر حرمین شریفین کی نہ رہیں مگر تین مہریں۔ یہی المہند تھی

جسے راندیر کے دیو بندیہ لے کر بہت ناز سے اچھلے تھے کہ کے المہند میں حرمین شریفین کی پچاس مہریں ہیں جب اصل واقعہ انہیں اچھی طرح کھول کر دکھادیا گیا تو سب ساکت ومبہوت ہوگئے". (ص ۱۱۷)

جواب:

یہاں حشمت علی بریلوی صاحب نے پچھلے کچھ اعتراض اجمالی طور پر دوبارہ نقل کئے ہیں کے المہند میں مکہ ومدینہ کہ ۳۱ مہروں میں سے ۲۸ مہریں فرضی ہیں جب کہ ہم پچھلے جوابات میں لکھ آئے ہیں کہ مفتی مالکیہ و برادر اور برزنجی صاحب اور ان کے رسالے کی مہریں بالکل درست اور اصل ہیں قارئین وہاں دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر: ۴۰

آگے حشمت علی صاحب شیخ صدیق افغانی صاحب اور مولانا محب الدین مہاجر مکی صاحب پر افغانی اور مہاجر ہونے پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دونوں مکہ ومدینہ کے نہیں تھے لہذا ان کی مہریں مکہ اور مدینہ کی نہیں ہیں۔

یہاں حشمت علی صاحب اور ان کے حمایتی مفتی یہ بتانا پسند کریں گے کہ اب حسام الحرمین کی ان تصدقات کا کیا ہوگا جن کا تعلق مکہ اور مدینہ سے نہیں ہیں۔

اب ہم یہاں ان افراد کا نام لکھتے ہیں جن کی تصدیقات حسام الحرمین میں مکہ ومدینہ کی تصدیقات کے نام سے لکھی گئی ہیں لیکن ان کا تعلق بھی اصلاً مکہ ومدینہ سے نہیں ہیں۔

(۱) عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی

(۲) عمر بن ابوبکر باجنید

(۳) شیخ یوسف افغانی مہاجر مکی

(۴) شیخ عبدالکریم ناجی داغستانی

(۵) شیخ محمد سعید بن محمد یمانی

(۶) شیخ حامد احمد محمد جداوی

(۷) شیخ محمد بن احمد عمری

(۸) شیخ عمر بن حمدان محرسی

(۹) شیخ محمد عزیر وزیر مغربی اندلسی

(۱۰) شیخ عبد القادر توفیق طرابلسی

اس کے علاوہ بھی مزید تحقیق کے بعد کئی نام اس فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں جنکا تعلق مکہ و مدینہ سے نہیں تھا۔

اب جو جواب آپ ان افراد کا دینگے وہ ہی جواب ہماری طرف سے بھی قبول فرمالیں۔

اعتراض نمبر ۴۱:

آگے مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ انبیٹھی جی ''المہند'' کے ساتھ رد وہابیہ میں بھی کوئی رسالہ لکھ کر لے گئے تھے۔ جن پر ''المہند'' کا جادو چل گیا ان سے المہند پر تقریظ لکھوائی اور جہاں فریب و مکر سے کام بنتا نہ دیکھا وہاں رد وہابیہ کا رسالہ پیش کر کے اس پر تقریظ لکھوائی اور ہندوستان آ کر سب "المہند' پر چھاپ دیں۔ چنانچہ دمشق کے علامہ شیخ مصطفی بن احمد حنبلی کی تقریظ میں یہ عبارت موجود ہے۔

" خاصان خدا میں سے جناب عالم فاضل فہیم کامل اس رسالے کے مولف بھی ہیں جو چند شرعی مسئلوں اور شریف علمی بحثوں پر مشتمل ہے وہابی فرقہ کی تردید کے لیے."

اسی طرح علامہ محمود رشید عطار کی تقریظ میں یہ عبارت موجود ہے۔

"میں مطلع ہوا اس تالیف جلیل پر۔ بس پایا اس کو جامع ہر باریک و باعظمت مضمون کا جس میں رد ہے بدعتی وہابیوں کے گروہ پر."

ان دونوں عبارتوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ ان دونوں صاحبوں نے کسی ایسے رسالہ پر دستخط کیے تھے جو وہابیوں کے رد میں تھا۔ اور ظاہر ہے کہ المہند وہابیوں کے رد پر نہیں بلکہ دیوبندیوں کے اوپر سے وہابیت کا الزام دور کرنے میں ہے تو ظاہر ہوا کہ ان دونوں صاحبوں نے المہند پر مہریں نہیں کیں بلکہ انبیٹھی جی نے رد وہابیہ کے رسالہ پر حاصل کیں اور اس پر سے المہند پر اتار لیں" (ص ۱۱۸ تا ۱۱۹)

انتہائی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اصل میں کوئی انسان اتنا بھی اندھا ہو سکتا ہے کہ اسے سچ اور جھوٹ کی بالکل ہی پہچان ختم ہو جائے۔

پوری دنیا جانتی ہے کہ احمد رضا خان نے حرمین میں علمائے دیوبند کو وہابی ظاہر کیا تھا اس لیے

علماء حرمین شریفین نے وہابی عقائد سے متعلق بھی علمائے دیوبند سے سوالات پوچھے تھے اسی لیے المہند میں وہابی عقائد کی تردید بھی موجود ہے کہ ہم ایسے عقائد سے بری ہیں۔

چنانچہ بریلوی مجدد ومورخ بریلویت پروفیسر ڈاکٹر مسعود اسی بات کی گواہی دیتے ہوئے لکھتے ہیں "المہند میں علماء حجاز سے جو استفتا منسوب کیا گیا ہے اس میں ان عقائد وہابیہ کے متعلق سوالات ہیں جو علماء دیوبند سے منسوب کئے جاتے ہیں لیکن مولوی خلیل انبیٹھی نے ان عقائد سے علماء دیوبند کی برات کا اعلان فرمایا ہے۔" (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۹۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

لیجئے بریلوی مجدد نے ہی رضوی صاحب کو جھوٹا ثابت کر دیا۔

اب بریلوی حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ احمد رضا خان کون کون سے رسائل پر علماء حرمین سے دھوکے سے تصدیقات حاصل کی اور ان کو حسام الحرمین میں شامل کر دی۔

مفتی مالکیہ عابد بن حسین کی تقریظ میں یہ عبارت ہے

"اس (احمد رضا) کے اس رسالے پر واقف ہوا جسے اس نے اپنے ان رسائل کا خلاصہ ٹھہرایا جس میں حجتیں قائم کی" (حسام الحرمین ص ۱۹۳ اکبر بک سیلرز لاہور)

قارئین یہاں غور فرمائیں کہ احمد رضا خان۔ و دیگر بریلوی علماء کا دعوی تھا کہ المعتمد المستند کے خلاصے پر علماء حرمین سے تصدیقات حاصل کی گئی جبکہ مفتی مالکیہ کی تصدیق سے ثابت ہوتا ہے کہ احمد رضا نے ان سے ایک نہیں بلکہ دو یا زائد رسائل کے خلاصے پر مہر لگوائی تھی۔

مولانا شیخ احمد مکی امدادی اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں۔

میں اس رسالہ پر مطلع ہوا جو چار بیانوں پر مشتمل ہے' (تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۱۰۶)

یعنی امدادی صاحب سے ایسے رسالے پر تصدیق کروائی گئی جس میں چار بیانات تھے اور یہ بھی واضح نہیں کہ وہ چار بیان کون سے تھے۔

مولانا حامد احمد جداوی صاحب اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں "میں نے یہ مختصر رسالہ کہ المعتمد المستند کا نمونہ ہے مطالعہ کیا۔" (ص ۱۱۳)

مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں " اللہ تعالیٰ حضرت جناب احمد رضا خان کو جزائے خیر عطا کرے کہ اس نے شفا دی اور کفایت کی اپنے فتوے سے جو کتاب المعتمد المستند

میں لکھا جس پر آخر میں علماء مکہ مکرمہ کی تقریظیں ہیں" (ص ۱۱۶)

مولانا عمر بن حمدان محرسی صاحب اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں"

اس خلاصہ میں جو اس کی کتاب المعتمد المستند سے لیا گیا ہے تو میں نے اسے نہایت اعلیٰ درجے کی تحقیق پر پایا" (ص ۱۲۵)

قارئین کرام ان تصدیقات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہیں تو المعتمد المستند کتاب پر ہی تقریظ کا ذکر ہے کہیں اس کے خلاصے کا ذکر ہے کہیں اس کے نمونے کا ذکر ہے۔

ان تمام تصدیقات سے حسام کی باقی تصدیقات بھی غیر معتبر اور مشکوک ثابت ہوتی ہیں۔

اب مفتی شافعیہ سید احمد برزنجی صاحب کی حسام الحرمین پر تصدیق کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی اجمل سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ" تمہارا مکر و کید دجل و فریب بعض علماء مدینہ پر چل جائے گا اور خصوصاً مفتی شافعیہ علامہ برزنجی جو نابینا بھی ہو چکے ہیں تو تم اپنی افترا کی مشین اور کذب کی ایجنسی سے مفتی صاحب پر پیٹ بھر کر جھوٹ بولو" .

آگے مزید لکھتے ہیں" وہ (علامہ برزنجی) اپنی ظاہری بینائی کی وجہ سے معذور تھے اور انہوں نے اعتماد فرما کر انہیں یہ رسالہ دے دیا." (رد شہاب ثاقب ص ۱۴۷ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

سنبھلی صاحب نے یہ باتیں تو برزنجی صاحب کے رسالے غایۃ المامول کے بارے میں یہ لکھی ہیں درحقیقت یہ حسام الحرمین کا پول کھول رہی ہیں کیونکہ جب احمد رضا نے علامہ برزنجی صاحب سے حسام الحرمین پر تصدیق لکھوائی تو اس وقت بھی علامہ بڑزنجی صاحب نابینا تھے اس کا اقرار خود احمد رضا خان نے کیا ہے۔

الملفوظ ص دوم میں ہے " تیسری باری مفتی شافعیہ کی آئی یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے " (ص ۲۲۰ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ان تمام حقائق سے ثابت ہوا کہ حسام الحرمین میں ایک بھی تصدیق قابل اعتبار نہیں۔

المہند کی تصدیقات تو ہم نے بخوبی سچ ثابت کر ہی دی پر لگے ہاتھوں حشمت علی صاحب نے حسام الحرمین کی تصدیقات کو بخوبی جھوٹا بھی تسلیم کرلیا۔

اعتراض نمبر ۴۲:

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیٹھی جی نے رسالہ ردوہابیہ پر بھی کچھ مہریں لیں اوراس پر سے المہند پر اتارلیں تو اب جتنی تقریظیں ایسی ہیں جن میں مضمون کا تذکرہ نہیں صرف اتنا لکھ کر تصدیق کردی ہے کہ ہم نے یہ رسالہ دیکھا اسے صحیح پایا وغیرہ وہ سب اعتبار کے قابل نہیں رہیں کیا معلوم وہ مہریں بھی ردوہابیہ ہی کے رسالہ پر سے المہند پر اتاری گئی ہوں" (ص ۱۱۹)

جواب :

قارئین کرام ہم نے پچھلے جواب میں بخوبی ثابت کردیا ہے کہ المہند میں ان وہابی عقائد کا بھی تذکرہ ہے جو احمد رضا خان نے علماء دیوبند کی طرف منسوب کئے تھے کوئی الگ سے رسالہ نہیں تھا لہذا تمام تقریظات بالکل درست ہیں۔

حشمت علی صاحب کا اب یہ کہنا کہ ایسی تقریظات جن میں مضمون کا تذکرہ نہیں قابل اعتبار نہیں اس سے المہند پر فرق نہیں پڑتا البتہ حسام الحرمین کی تصدیقات ضرور مردود و باطل ہوجاتی ہیں۔

حسام الحرمین کی ۳۳ تقریظات میں سے پچیس تقریظات میں نہ تو علماء دیوبند کا نام ہے اور نہ ہی کتاب کا نام ہے۔

جو جواب آپ یہاں دیں گے وہ ہی جواب ہماری طرف سے بھی قبول کریں یا پھر حسام الحرمین کی تصدیقات کو بھی جعلی تسلیم کریں۔

المہند علی المفند پر احمد رضا خان کی مصدقہ کتاب میں قاضی فضل احمد لدھیانوی کے اٹھائے گئے اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ

تجلیات آفتاب

بجواب

انوار آفتاب صداقت

مولانا ابو ایوب قادری

فہرست تجلیات آفتاب

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد

معزز قارئین کرام اس دنیائے فانی میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے انہوں نے توحید کا ڈنکا بجایا اور اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی اپنی امتوں تک پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔لیکن ان کو اس کے بدلے میں طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلاَنبِیاءُ'' (یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب انبیائے کرام علیھم السَّلام پر آتے ہیں)۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد صل اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار نے کیا کیا سلوک کیا وہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔اسی طرح جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کرتے ہیں ان کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہوں تابعین ہوں یا تبع تابعین جنہوں نے بھی اللہ کے پیغام کے لئے آواز بلند کی ان پر مشکلات کے بادل لہرائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ بخار ہو رہا تھا۔ میں نے چادر پر سے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو آپ ﷺ کے بخار کی گرمی مجھے محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ! اتنا تیز بخار ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا : ہاں ہم پر مصیبت بھی سخت آتی ہے اور ثواب بھی دوگنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ، کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا : انبیاء پر۔ میں نے عرض کیا : پھر کن پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا : نیک لوگوں پر اور بعض نیک لوگ ایسی تنگ دستی میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک کمبل کے سوا، جسے وہ اوڑھے ہوئے ہیں، کچھ نہیں ہوتا۔ ان میں سے بعض مصیبت سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم لوگ مال و دولت ملنے سے ہوتے ہو۔(اخرجہ ابن ماجہ الرقم ۴۰۲۴ :، وابن حبان فی الصحیح، ۱۶۱/۷ الرقم ۲۹۰۱:)

اس حدیث سے معلوم ہوا جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام پر مصائب آتے ہیں اسی طرح ان کے متبعین پر بھی آتے ہیں۔

امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''امت کا کوئی امام ایسا نہیں ہے جس کو حملہ کرنے والوں نے اپنے حملوں کا نشانہ نہ بنایا ہو اور جس کی شان میں گستاخیاں کر کے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔(طبقات شافعہ الکبری بحوالہ فتوحات نعمانیہ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ نے جہاں دین کی اشاعت وحفاظت کے لئے ہر زمانے میں جگہ جگہ علماء حق کو پیدا فرمایا وہی برصغیر میں بھی علماء اہلسنت و الجماعت علماء دیوبند کی شکل میں امت کو ایک عظیم سرمایہ عطا فرمایا۔ان حضرات نے اپنی زندگی کا مقصد ہی دین کی اشاعت اوراس کا تحفظ بنالیا

میری زندگی کا مقصد ،تیری دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں ، میں اسی لیے نمازی

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اکابر دیوبند کا مختصر تعارف یوں پیش کرتے ہیں

''اکابر دیوبند کیا تھے؟ اس کا جواب مختصر لفظوں میں یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے،سلف صالحین کا نمونہ تھے، اسلامی مزاج ومذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے،لیکن ان مختصر جملوں کی تشریح وتفصیل کرنے بیٹھیں تو اس کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی خصوصیات کو لفظوں میں سمیٹنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ اس لیے کہ ان کی خصوصیات کا تعلق درحقیقت اس مزاج ومذاق سے ہے جو صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) کی سیرتوں اوراُن کے طرزِ زندگی سے مستمیز تھا اور مزاج ومذاق وہ چیز ہے جسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے لیکن الفاظ کے ذریعے ٹھیک بیان نہیں کیا جاسکتا۔جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا تو جاسکتا ہے لیکن اس کی پوری کیفیت کو الفاظ میں ڈھالنا ممکن نہیں۔اسی طرح اُن حضرات کے مزاج ومذاق کو ان کی صحبتوں اوران کے واقعات سے سمجھا جاسکتا ہے مگر اس کی منطقی تعبیر ناممکن ہے۔'' (اکابر دیوبند کیا تھے صفحہ/ ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۱۰، ۹، ج ۹۴ رمضان، ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ مطابق ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء)

اسی لئے کسی نے کہا تھا کہ دیوبند کے عظمت کو تاریخ کے ترازو میں نہ تولو یہ تو ہر دور میں

انمول رہا ہے۔

حق تعالی شانہ نے علماء دیوبند (اللہ تعالی ان پر خاص برکتیں نازل فرمائے) کو اس دور میں یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ وہ افراط وتفریط کے گردوغبار میں اہل سنت والجماعت کے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہے ہیں، اس سلسلہ میں جمہور علماء کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں کبھی جھجھک محسوس ہوئی نہ ملامت کے خوف سے کبھی ان کی آواز پست ہوئی ہے، وہ ہر دور میں صراط مستقیم پر گامزن رہے ہیں، ان کے یہاں عقائد کی سختی، روایت حدیث پر نظر جمہور کے مسلک کی حفاظت، فقہ کی رنگارنگی اور تصوف کا سوزوگداز اس خوبصورت تناسب کے ساتھ ملتا ہے کہ جس سے دین کے کسی شعبہ کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

اس صراط مستقیم پر جو قرآن وحدیث کی نصوص اور مزاج ومذاق کے عین مطابق ہے اور جس پر یہ علماء حقانین گامزن ہیں، گاہے بگاہے افراط وتفریط کی ظلمتیں نمودار ہوکر آثار منزل کو دھندلا کردیتی ہیں، مگر خدام اہل سنت والجماعت اپنے قول وفعل اور تحریر وتقریر سے یہ گردوغبار صاف کرکے عامتہ المسلمین کے لئے راہ حق واضح کرتے رہے ہیں،۔

"المہند علی المفند« فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس اللہ سرہ کی وہ مشہور تصنیف ہے۔ جس میں بعض متعصب گمراہ لوگوں کے مکروہ پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے، اہل السنت والجماعت کے ان مسلمہ عقائد کو پیش کیا گیاہے۔ جن کو پوری امت کے محقق علماء ہمیشہ سے مانتے چلے آئے ہیں اور اب علماء دیوبند بھی اسی کے حامل ہیں۔

اسی المہند کو علماء حرمین شریفین ومصر شام وعراق نے تو قبول کیا پر ہند کے اہل بدعت کو ایک آنکھ نہ بھائی کیونکہ المہند کو قبول کر لینے کے بعد امت میں انتشار پیدا نہ ہوتا۔

المہند علی المفند پر طرح طرح کے لایعنی اعتراضات کئے گئے ان اعتراض کرنے والوں میں سے ایک قاضی فضل احمد لدھیانوی صاحب ہیں۔

لدھیانوی صاحب کی کتاب میں ویسے تو علماء اہلسنت پر بہت الزام ترشیاں کی گئی ہیں جن کے جواب علماء نے وقتاً فوقتاً دئے ہیں۔ (ایک مضمون بنام" انوار آفتاب صداقت پر ایک نظر" بھی قارئین ضرور ملاحظہ فرمائیں) اس کتاب میں المہند پر تقریباً پچاس اعتراضات کئے ہیں۔ یہ اعترض ان کے حسد بغض کا پتہ دیتے ہیں۔ کئی ایک اعتراضات تو پڑھ کر بھی ہنسی بھی اتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے کہ فقط امت

کوتوڑنے کے لئے کیا کیا جتن کئے جاتے ہیں۔

لدھیانوی صاحب کی اس کتاب پر فاضل بریلوی کی بھی تائید ہے۔

اس کتاب کے کچھ اعتراضات کے جوابات ہم پہلے دے چکے ہیں اس لئے دوبارہ جواب لکھنے کی بجائے جہاں جواب موجود ہے وہاں کا صفحہ نمبر اور کتاب کا نام درج کر دیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی فضل احمد لدھیانوی اعتراض نمبر ا صفحہ ۴۱۸ پر لکھتے ہیں

رسالہ التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بمہند مولفہ حضرت مولوی خلیل احمد صاحب کی حقیقت اور اس کے فرضی وجعلی ہونے کی کیفیت

اعتراض نمبر ایک:

مولوی خلیل احمد صاحب نے خود ہی ۲۶ سوالات لکھے اور خود ہی ان کے جوابات دیے جو فاضل بریلوی کی حسام الحرمین کتاب کے جواب میں نقلا اتارے گئے جس میں علمائے دیوبند کی نسبت علماء حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما نے تکفیر کے فتاوی دیے ہیں (جو ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی تھی)".

الجواب:

قارئین کرام حرمین کی ایسی صیقل المہند پر ہے کہ سے زنگ آلود کرنے کے لئے بریلوی علماء عجیب وغریب اعتراضات قائم کرتے ہیں بلکہ بریلوی مولوی کے بقول اعتراض بنتا نہ ہو پھر بھی اعتراض بنا دیتے ہیں ہیں ایسا ہی یہ اعتراض بھی ہے۔

قارئین محترم لدھیانوی صاحب نے یہاں المہند کے جعلی و فرضی ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ مولوی خلیل صاحب نے خود ہی سوالات لکھے اور خود ہی ان کے جواب دیئے جبکہ یہ قطعات جھوٹ ہے کہ یہ چھبیس سوالات حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے لکھے۔ حضرت نے صرف جوابات لکھے تھے۔ اور لدھیانوی صاحب نے یہاں کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں دیا جس سے ان کے دعویے کی تصدیق ہوتی۔ لہذا یہ لدھیانوی صاحب کا جھوٹ ہے۔

معزز قارئین ہندوستان میں ایک شخص بنام احمد رضا خان بریلوی پیدا ہوا جس پر شیطان نے تصرف حاصل کیا اس بندے نے امت مسلمہ کو توڑنے کے لیے اپنے غلیظ قلم کو حسام الحرمین جیسا مقدس نام دیا تا کہ عوام کو دھوکہ دے سکے جیسا کہ مرزا قادیانی اپنی کتب کے نام خوشنما رکھتا تھا۔ احمد رضا خان نے پہلے تو ہندوستان میں بیٹھ کر امت کے خلاف سازش کی پر جب اس میں ناکام ہوا تو نئے طریقہ واردات پر عمل کرنے کے لئے حرمین جا پہنچا اور وہاں علماء اہلسنت کو مرزائی اور وہابی بتا کر انکی اردو کتب کی بعض سطروں

کو اپنے من سے توڑ مروڑ کر کفری عقائد ذمہ لگا کر علماء حرمین سے اپنے فتوی تکفیر پر تصدیقاٹ حاصل کیں۔

مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں موجود تھے

حضرت مدنی نے وہاں علماء کو احمد رضا کے دھوکے کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

علماء مدینہ نے چھبیس سوالات حضرت مدنی کے ذریعے ہندوستان بھجوائے جو علماء دیوبند پر اس پروپیگنڈے کے متعلق تھے جو احمد رضا پھیلا کر چلا گیا تھا ح جن کا جواب مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ نے لکھا۔

قارئین محترم ہم نے اپ کے سامنے پس منظر بیان کردیا ہے کہ یہ سوالات علماء مدینہ کے تھے حصرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے ہرگز نہیں تھے۔

اب ہم یہاں بریلوی حضرات کی گواہی بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ سوالات علماء حرمین کے ہی تھے۔

غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں "علمائے حرمین نے مولوی خلیل احمد سے سوال کیا کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے؟ (عبارات اکابر جلد اول ص ۳۵۱)

پیر محمد خالد سلطان القادری سروری لکھتے ہیں

" حرمین شریفین کے علماء کرام نے علمائے دیوبند سے سے اختلافی و اعتقادی نوعیت کے ۲۶ مختلف سوالات پوچھے۔ (مطالع الانوار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۹)

ایسا ہی اقرار دوسرے بریلوی اکابر علماء بھی کر چکے ہیں

بریلوی فیض ملت فیض احمد اویسی بہاولپوری بریلوی کا اقرار ہے کہ

"مولانا خلیل احمد دیوبندی سہارنپوری سے چند سوالات کا جواب طلب کیا مولانا موصوف نے ان سوالات کا مفصل جواب لکھا" (رسائل اویسیہ ج نہم ص ۹۴ سیرانی کتب خانہ بہاولپور)

اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ احمد رضا خان کی کتاب الدولتہ المکیہ جس پر بریلویوں کو بڑا ناز ہے اس کا سائل کون تھا؟ احمد رضا خان نے تو بعض ہندی سائل کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے جیسا کہ خود لکھا" میرے پاس علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وصحبہ افضل الصلاۃ والسلام کے بارے میں بعض

ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو (ان کی ہجرت سے جنہوں نے حجت تمام فرمائی اور راہ حق روشن کردی ان پر سب سے کامل درودیں اور سب سے افضل تر سلام) ایک سوال آیا" (الدولتہ المکیہ ص ۹ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی)

کیا بریلوی ان بعض ہندیوں کے نام بتا سکتے ہیں؟

اعتراض نمبر ۲ ص ۴۱۹:

اس رسالے میں نہ ابتدا میں اور نہ آخر میں تاریخ طبع درج ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ رسالہ کب طبع ہوا؟۔

الجواب:

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ کیسا تعصب میں بھرا اعتراض ہے کہ کسی کتب کی صداقت و حقانیت کو جانچنے کا معیار اس کی تاریخ طبع کو قرار دیا ہے۔ لدھیانوی صاحب کو شاید معلوم ہوتا کہ ان کے اس اعتراض سے تو خود احمد رضا خان بلکہ مسلمہ اکابر کی کتب و رسائل بھی فرضی وجعلی قرار پاتے ہیں۔

المہند کے جس نسخے کے حوالے لدھیانوی صاحب نے دیے ہیں وہ نسخہ ہمارے پاس بھی موجود ہے اس کے صفحہ ۴۴ میں جواب نمبر چھبیس کے اختتام پر حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے خود تاریخ لکھی جو کہ شوال ۱۳۲۵ ھجری ہے۔

اور لدھیانوی صاحب نے اپنی اس کتاب کو ۱۳۲۷ھ میں لکھی تو ظاہر سی بات ہے کہ یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے جبھی تو آپ اس پر اعتراض کر رہے ہیں۔

اب ہم بریلوی علماء سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ ہمیں حسام الحرمین کی مستند و حتمی تاریخ طبع بتا سکتے ہیں؟

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر کتب احادیث کی مستند و حتمی تاریخ طبع بتا سکتے ہیں؟

کیا بریلوی علماء بتا سکتے ہیں الدولتہ المکیہ تصنیف کے پچاس سال بعد کیوں شائع ہوئی

اعتراض نمبر ۳ صفحہ ۴۲۰:

رسالہ کے طبع کرنے والے مولوی محمد یحیی تاجر کتب سہارن پور ہیں۔ جنہوں نے اس کو بلالی سٹیم

پریس ساڈھورہ سے چھپوایا اس سے پتہ نہیں لگتا کہ ان کو کس نے یہ رسالہ طبع کے لیے دیا اور کس نے حکم اس کے طبع کرانے کا دیا۔ دھوکا۔

الجواب:

قارئین کرام ضرور ایسے اعتراضات پر ہنستے ہوں گے۔ ہم یہاں بتاتے چلیں کہ لدھیانوی صاحب نے المہند کے جس نسخے کا ذکر کیا ہے وہ ہماری تحقیق کے مطابق المہند کا دوسرا نسخہ ہے جو مولانا محمد یحیی کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ نے بلالی سٹیم پریس سادھورہ سے شائع کیا تھا جبکہ اس سے پہلے المہند کا ایک اور نسخہ بھی شائع ہو چکا تھا جو ہماری تحقیق کے مطابق المہند کا سب سے پہلا نسخہ ہے جو مطبع عزیز المطابع میرٹھ سے شائع ہوا تھا جیسا کہ مولانا اسحاق بلیاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ "المہند علی المفند مطبوعہ مطبع عزیز المطابع میرٹھ کو دیکھ کر اپنا اطمینان کریں جواب مکرر بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ میں التصدیقات لدفع التلبیسات کے نام سے بوجہ رغبت طالبین چھپ گئی ہے" (قاطع الوریدص ۱۶۰)

واضح رہے کہ مولانا اسحاق بلیاوی صاحب نے یہ کتاب ۱۳۳۳ھ میں تالیف فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب میں لکھا موجود ہے۔

المہند کے مولف جناب مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ تھے تو ظاہر ہے کہ حضرت نے ہی یہ پہلا نسخہ طبع کروایا ہوگا۔ اور اسکو طبع حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے کروایا اس کا اقرار خود بریلوی اجمل العلماء مفتی اجمل سنبھلی نے بھی کیا ہے۔

لکھتے ہیں "انہوں نے (یعنی مولانا خلیل احمد صاحب) نے التصدیقات کو چھپوایا" (ردسیف یمانی ص ۶۰ نعیمی کتب خانہ لاہور)

قارئین محترم ہم نے تو لدھیانوی صاحب کے اعتراض کا جواب دے دیا کہ المہند کو چھپوانے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب تھے۔ اب کیا ہمیں بریلوی علماء بتا سکتے ہیں کہ حسام الحرمین کو کس نے طبع کروایا اور کس نے طبع کروانے کا حکم دیا

کیونکہ ہمارے پاس حسام الحرمین کا جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع اہلسنت وجماعت کا ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ یہ کس نے طبع کروایا لہذا لدھیانوی صاحب کے اصول سے تو حسام الحرمین فرضی وجعلی قرار پاتی ہے

اعتراض نمبر ۴ صفحہ ۴۲۰:

اس میں اس عالم محقق مدنی کا نام درج نہیں کیا جس سے سوالات قلمبند کروائے گئے تا کہ اس بات کی تصدیق ہو سکے نام نہ لکھنے کا موجب ظاہر کرتا ہے کہ یہ صرف فرضی بات ہے اور دھوکا۔

الجواب:

یہ بھی عجیب ہی معیار ہے کہ سوال قلمبند کرنے والے کا بھی نام معلوم ہونا ضروری ہے ورنہ کتاب ہی جعلی ہو جایے۔

خیر ہم بتادیتے ہیں کہ ان سوالات کو قلمبند کرنے والے مولانا حسین احمد مدنی صاحب تھے اور حضرت نے ہی یہ سوالات مدینہ طیبہ سے ہندوستان بھیجے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب احمد رضا خان صاحب اپنی دستاویز پر تصدیقات حاصل کرنے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ موجود تھے حضرت نے احمد رضا خان کی حقیقیت علماء مدینہ کے سامنے واضح کی تو ان علماء نے حضرت مدنی سے علماء دیوبند کے عقائد کے متعلق سوالات کئے چونکہ حضرت مدنی نے وہ سوالات ہندوستان بھیجے تا کہ وہاں سے علماء دیوبند کے اجماعی عقائد کو تفصیل سے بیان کر کہ ان پر اکابر علماء سے تصدیق کروا کر علماء حرمین کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ان تمام احوال کا تذکرہ مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات میں بھی موجود ہے۔مفتی صاحب کے خلیفۃ مجاز مولانا رحمت اللہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں" اسی زمانے میں مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی وہیں تھے حجاز مقدس میں انھوں نے اٹھائیس (چھبیس سوالات کی جگہ غلطی سے اٹھائیس لکھا گیا از ناقل) سوالات لکھ کر سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے پاس ان ہی مسائل سے متعلق جو حسام الحرمین میں لکھے تھے بھیجے مولانا خلیل احمد صاحب نے عربی میں ان کے جوابات لکھے اور بہت سارے علماء کے اس پر دستخط کرائے" (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ﷺ ۶۸ مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور)

لیجئے ہم نے یہاں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ سوالات قلمبند کرنے والے حضرت مولانا حسین مدنی صاحب تھے۔

اعتراض نمبر ۵ صفحہ ۴۲۰:

اس رسالے میں یہ بھی درج نہیں کہ کس تاریخ کا واقعہ ہے اور یہ بھی درج نہیں کہ یہ سوالات کس شخص نے بتلائے اور درج کروائے اور چھبیس نمبر تک پہنچایا اس لئے یہ فرضی ہے اور دھوکا۔

الجواب:

سوالات کی ضخامت بڑھانے کے لئے معترض نے ایک ہی سوال کو پھر دہرایا ہے یہ بات ہم اعتراض نمبر ایک کے جواب میں لکھ آئے ہیں کہ یہ سوالات علماء مدینہ نے کئے تھے اور اس پر ہم نے بریلویوں کے گھر سے ہی گواہیاں بھی پیش کی تھی اور اعتراض نمبر چار کے جواب میں ہم نے تفصیل سے لکھا تھا کہ یہ سوالات مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے قلمبند کئے تھے۔ رہی بات یہ کہ یہ کس تاریخ کا واقعہ تو اس پر ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔

اگر معترض میں حسد و بغض نہ ہوتا تو وہ اپنی آنکھوں سے ہی دیکھ لیتا کہ یہ تمام معاملہ کن تاریخوں کا ہے۔

احمد رضا خان ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ میں حرمین گیا تھا اور وہاں علماء اہلسنت کے خلاف اپنے فتوے پر تصدیقات حاصل کی تو حضرت مدنی کے آگاہ فرمانے پر علماء مدینہ نے حضرت سے سوالات پوچھے حضرت مدنی نے وہ سوالات قلمبند فرما کر ہندوستان بھیجے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان چھبیس سوالات کے جوابات لکھے۔ حضرت نے جواب نمبر چھبیس مکمل کرنے کے بعد آخر میں تاریخ بھی لکھی جو شوال ۱۳۲۵ھ ہے جو کہ المہند علی المفند کے ہر نسخے میں لکھی موجود ہے۔

ان جوابات پر اکابر علماء دیوبند سے تصدیقات حاصل کرنے بعد حضرت سہارنپوری ۱۳۲۸ھ کے آخر میں حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں پر علماء حرمین سے ان جوابات پر تصدیقات حاصل کی۔ حضرت کے ساتھ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے حضرت میرٹھی ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ سے ہی دمشق شام عراق تشریف لے گئے اور وہاں علماء کرام سے تصدیقات حاصل کی۔

قارئین کرام ہم نے یہاں تمام معاملے کی تاریخ بیان کردی ہے۔ باقی حسد و بغض کا علاج تو شاید ہمارا یہ جواب بھی نہیں۔

لدھیانوی صاحب ایک اور اعترض کرتے ہیں کہ کس نے یہ چھبیس سولات ان تک پہنچائے۔

قارئین کرام بہت سے بریلوی علماء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حسام الحرمین میں تو چار عبارات تھی علماء دیوبند کی پھر چھبیس سوالات علماء حرمین نے کیوں پوچھے۔

اسکا ہم تفصیلی جواب عرض کرتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب سوالات کیئے گئے تھے اس وقت تو حسام الحرمین کا وجود بھی نہ تھا اس وقت تو صرف یہ ایک مسودہ تھا جس پر دستخط کروائے گئے تھے اسی مسودہ کے ساتھ الدولتہ المکیہ کے مسودہ پر بھی دستخط کروائے گئے ان دونوں کتب کے مسودوں میں علماء دیوبند پر الزامات لگائے گئے

قارئین کرام المہند کے شروع کے چودہ سوالات تو اسی بات سے تعلق رکھتے ہیں کہ احمد رضا نے علماء دیوبند کو جگہ جگہ وہابی لکھا ہے اسی پروپیگنڈہ کی وجہ سے علماء حرمین نے علماء دیوبند سے چودہ سوالات ان عقائد کے بارے میں دریافت فرمایا جو وہابیوں کے بارے میں مشہور تھے چنانچہ اس کی گواہی خود بریلوی مجدد پروفیسر مسعود نے بھی دی ہے۔

چنانچہ المہند کے شروع کے سوالات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں" یہ تو تھے وہ عقائد جو علماء وہابیہ کے ساتھ مخصوص تھے"۔(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۹۵ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

محترم قارئین یہاں تک تو ہم نے المہند کے ۱۴ سوالاتکو حسام الحرمین اور بریلوی مخدومِ ملت پروفیسر مسعود سے ہی ثابت کر دیئے۔

اب مزید آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ علماء حرمین کے سامنے احمد رضا خان نے حسام الحرمین ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ الدولتہ المکیہ بھی پیش کی تھی اور اس میں بھی علمائے دیوبند پر اعتراض کئے تھے

چناچہ المہند کا سوال نمبر ۱۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے افضل ہونے کا اعتراض الدولتہ المکیہ میں موجود ہے۔

احمد رضا خان لکھتا ہے کہ

"یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے جیسے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں یہ عادت قدیم مشرکین میں بھی پائی جاتی تھی وہ اپنے رسولوں سے کہا کرتے تھے

ما انتم الا بشر مثلنا (یس ۱۵)

ترجمہ: تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔"

اس صورتحال کو نگاہ میں رکھا جائے تو وہابیہ مشرکین قدیم سے بھی بدتر نظریات رکھتے ہیں۔ مشرکین تو نبوت سے انکار ہی کر دیتے تھے۔ اور انبیاء کرام کو عام آدمی جانتے ہوئے کہا کرتے تھے " تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔" اپنی علمی معلومات کی بڑائی کیوں کرتے ہو مگر وہابیہ نبوت پر ایمان لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل تسلیم کر لینے کے باوجود رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر پکارتے ہیں" (الدولتہ المکیہ ص ۲۷ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

جبکہ المہند کا سوال نمبر ۱۶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونے کا اعتراض حسام الحرمین میں ہی موجود ہے

احمد رضا لکھتا ہے" اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالے میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تآخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ۔" (حسام الحرمین ص ۱۰۱)

جبکہ المہند کا سوال نمبر ۱۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطا ہونے کا اعتراض الدولتہ المکیہ میں موجود ہے۔

احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے

" کیا دلی کے وہابی نے نہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ جانتے تھے یہاں تک خود اپنے خاتمے کا حال" آگے مزید لکھتا ہے" کیا ان کے دہلوی پیشوا نے تقویۃ الایمان میں نہ کہا جو کسی نبی کے لئے غیب کی بات جاننے کا دعوی کرے اگرچہ ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا" (الدولتہ المکیہ ص ۷۱ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی)

جبکہ المہند کا سوال نمبر ۱۹ شیطان ملعون کے علم کے متعلق براہین قاطعہ کی عبارت پر اعتراض حسام الحرمین میں موجود ہے

احمد رضا خان لکھتا ہے

"چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں وہ شیطان الطاق کے

پیرو تھے اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں اور یہ بھی اسی تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی (اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے) کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا براقول خود اس کے بدالفاظ میں صفحہ ۴۷ پر یوں ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے "(حسام الحرمین ص ۱۰۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۲۰ حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض بھی حسام الحرمین میں موجود ہے.

احمد رضا لکھتا ہے کہ

" فرقہ وہابیہ شیطانیہ کے بڑوں میں ایک اور شخص اسی گنگوہی کے دم چھلوں میں ہیں جسے اشرفعلی تھانوی کہتے ہیں اس نے ایک چھوٹی سی رسلیا تصنیف کی کہ چار ورق کی بھی نہیں اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر چار پائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے الی قولہ "(حسام الحرمین ص ۱۰۹ نعیمی کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۲۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے ذکر کے محبوب و مستحب ہونے کا اعتراض الدولۃ المکیہ موجود ہے احمد رضا خان بریلوی براہین قاطعہ کا حوالہ دے کر لکھتا ہے" اور جب کہ اہلسنت نے اس کے سامنے علماء حرمین شریفین سے استناد کیا کہ وہ مجلس میلاد کرتے ہیں اور انہوں نے بارہا اس عظمت والے کام کے استحباب میں بکثرت فتاوی لکھے تو اس نے ان کی ہجو اور ایمان وامانت ان کی میں تنقیص شروع کردی"(الدولۃ المکیہ ص ۱۱۷ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی)

جبکہ المہند کا سوال نمبر ۲۲ کہ حضرت کی ولادت کا ذکر کنھیا کے جنم کی طرح ہے یا نہیں؟ کا اعتراض بھی الدولۃ المکیہ میں ہی موجود ہے۔

احمد رضا خان لکھتا ہے

"اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میلاد اور ذکر ولادت کے وقت قیام کو اسکا نظیر و مانند بتایا جو ہند کے مشرک اپنے معبود کنھیا کے لئے کرتے ہیں" (الدولۃ المکیہ ص ۱۱۷ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی)

المہند کا سوال نمبر ۲۳ کہ حق تعالی جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ یہ اعتراض حسام الحرمین میں موجود ہے۔

احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے.

"اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو ممبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا صاف لکھ گیا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالی کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کی کہ (معاذ اللہ تعالی) اللہ تعالی جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا الخ" (حسام الحرمین ۱۰۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

المہند کا سوال نمبر ۲۴ کیا حق تعالی کے کلام میں وقوع کذب ممکن ہے؟ کا اعتراض بھی حسام الحرمین میں موجود ہے۔

احمد رضا خان لکھتا ہے کہ

"امکان کذب ماننے کا برا حال دیکھ کیونکر وقوع کذب ماننے کی طرف کھینچ کر لے گیا" (حسام الحرمین ص ۱۰۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

سوال نمبر ۲۶ قادیانیوں کے بارے میں سوال کا اعتراض حسام الحرمین میں موجود ہے قادیانیوں کا ذکر کرنے کے بعد آگے جا کر لکھتا ہے "ومنہم الوہابیہ" (حسام الحرمین ص ۱۰۰)

یعنی ان قادیانیوں میں سے یہ وہابی ہیں احمد رضا خان تاثر دیتا ہے کہ قادیانیوں میں سے ہی کوئی یہ فرقہ ہے جس کی وجہ سے علماء حرمین نے قادیانیوں کے بارے میں یہ سوال کیا۔

سوال نمبر ۱۷ اور ۲۵ کے متعلق عرض ہے کہ احمد رضا نے ہندوستان آکر ان دونوں کتب میں ترمیم کی تھی ورنہ ان دونوں سوالوں کے ماخذ بھی مل جاتے.

بریلوی محقق عبدالحق انصاری صاحب لکھتے ہیں۔

آپ نے نہ صرف دولتہ المکیہ کے متن میں اضافات کئے۔ (تاریخ الدولتہ المکیہ ص ۸۶)

بریلوی مجدد پروفیسر مسعود لکھتے ہیں

فاضل بریلوی نے ان تقاریظ وتصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین نام رکھا، مفید اضافے

کئے اور شائع کیا۔(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۴۲)

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دو اعتراض احمد رضا نے زبانی بیان کئے ہو۔

قارئین کرام المہند میں ان ۲۶ سوالات کا ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سوالات علماء حرمین نے دریافت فرمائے اگر سوالات خود ہی گھڑنا مقصود ہوتا تو پھر چار اعتراضات کے متعلق ہی سوالات ہوتے۔

لہذا اہل بدعت کا یہ دعوی کہ المہند کے سوالات خود علماء دیو بند نے گھڑے ہیں باطل ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۶ صفحہ نمبر ۴۲۰:

شروع رسالہ میں بسم اللہ کے بعد لکھا ہے کہ اے علماء کرام اور سرداران عظام (اپنے منہ میاں مٹھو) تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے۔اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ پوچھنے والے کون لوگ ہیں۔اوران کے نام کیا ہیں"

الجواب:

یہاں متعصب معترض نے اس بات کو رسالہ فرضی ہونے کی بنیاد بنایا ہے کہ اس میں سوالات کرنے والوں کے نام نہیں ہیں۔قارئین لدھیانوی صاحب کا یہ اعتراض کتنا لغو ہے ہر عقل والا جانتا ہے ہے اگر بالفرض سائل کا نام معلوم ہونا شرط ہے تو پھر فتاوی رضویہ میں کئی مقامات پر سوالات کرنے والوں کے نام نہیں ہیں ملفوظات اعلی حضرت میں ۶۱۰ سوالات ہیں اس میں تقریبا ۹۰ فیصد سوالات میں سائل کا نام معلوم ہی نہیں کہ کون ہے لدھیانوی صاحب کے اصول پر تو فتاوی رضویہ اور ملفوظات اعلحضرت باطل ٹھہرتی ہیں۔

دوسری بات کہ المہند کے شروع میں سوالات سے پہلے مقدمہ ہے جسے حضرت مرتضی حسن چاند پوری رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے اس میں حضرت نے وضاحت کی ہے کہ یہ سوالات علما مدینہ نے کئے تھے حضرت لکھتے ہیں" خان صاحب کی اس مجرمانہ کاروائی کی خبر بعض علماء مدینہ کو ہوئی تب ان حضرات نے چھبیس سوالات حضرات علماء دیو بند کی خدمت مبارک میں بھیجے کہ آپکا ان میں کیا خیال ہے صاف صاف لکھئے تا کہ حق و باطل واضح ہو جائے"(المہند علی المفند ص ۴ عزیز المطابع میرٹھ)

باقی رہی یہ بات کہ وہ علمائے مدینہ کون تھے ان حضرات کے نام بھی موجود ہیں جو کہ حضرت مولانا

حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی آپ بیتی میں لکھے ہیں کیونکہ کہ اس زمانے میں حضرت مدنی مدینہ میں ہی موجود تھے جس کا اقرار خود بریلوی علماء نے کیا ہے۔

جیسا کہ حسن علی میلسی بریلوی لکھتا ہے کہ

"جب حسام الحرمین پر علماء حرمین طیبین دھوم دھام سے ڈنکے کی چوٹ پر تصدیقات فرما رہے اور تقریظات لکھ رہے تھے تو بے چارہ مصنف المہند مولوی خلیل انبیٹھوی سہارنپوری وہیں تھا اور کانگریسی گاندھی مدنی مولوی حسین احمد اجودھیا باشی ٹانڈوی بھی وہیں حجاز مقدس میں رہتا تھا" (حسام الحرمین کی حقانیت وصداقت وثقاہت ص ۱۵ انجمن انوار القادریہ)

حضرت مدنی رحمہ اللہ اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں" خلاصہ یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہمنوا مجاورین اہل ہند نے اس رسالہ کو (جو حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین نام سے موسوم کر کے بعد میں شائع کیا گیا) تصدیق اور مہر ودستخط کے لیے وہاں کے اہل علم اور مذہبی رؤسا کے سامنے پیش کیا ظاہر ہے کہ ان عنوانات سے ہر ناواقف مسلمان پورے غیظ وغضب میں آجائے گا اور جو کچھ بھی اس سے ہو سکے گا کر گزرے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا برا بھلا لکھ کر دے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ بعض ناواقفوں نے تو غیظ وغضب میں آ کر تصدیق کر دی اور اکثر سمجھدار اور محتاط لوگوں نے شرط لگائی کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے ایسے ہی اقوال وعقائد ہیں اور ان سے اس کے خلاف ثبوت نہیں اور نہ انھوں نے رجوع کیا ہے تو بے شک جو کچھ مولف رسالہ نے لکھا ہے صحیح ہے۔

یہ کاروائی نہایت جدو جہد اور اخفاء کے ساتھ ہو رہی تھی ہم کو صرف اس قدر معلوم ہو سکا تھا کہ یہ اشخاص علماء اور مفتی صاحبان اور اہل اثر کے پاس دوڑ دھوپ کر رہے ہیں مگر کسی مقصد کے لیے یہ کاروائی ہو رہی ہے؟ اس کا پتہ بالکل نہیں چلتا تھا اور صرف یہ خیال تھا کہ چونکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ابھی تشریف لائے تھے اور ان سے یہاں کے اعاظم علماء اور اکثر طلباء ملے تھے اور سند حدیث اور اجازت وغیرہ حاصل کی تھیں۔ اہل علم میں ان کی بہت مقبولیت تھی اس لئے حاسدوں اور دشمنوں کو ان کے خلاف اور اسی ذریعے سے ہمارے خلاف پروپگنڈہ کرنا منظور ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کوئی بات ہمارے یا ہمارے اکابر کے خلاف ہو گی تو کم از کم ہم سے پوچھا تو جائیگا اسی حالت میں کئی روز گزر گئے پھر تجسس پر یہ معلوم ہوا کسی تحریر پر تصدیق کرائی جا رہی ہے تو اس کی تلاش ہوئی کہ وہ تحریر کیا ہے بالا آخر شیخ عبد القادر

شلبی طرابلسی کے پاس جب وہ تحریر پہنچی تو انھوں نے مجھ کو بلا بھیجا اور یہ رسالہ دکھلایا میں نے ان کو حقیقۃ الامر سے مطلع کیا اور پھر میں ابین الفتوی شیخ عمر حمادمرحوم کے پاس گیا اور تحذیر الناس اور فتاوی رشیدیہ وغیرہ کی عبارتیں دکھلائیں تو انھوں نے بہت افسوس کیا پھر مفتی احناف افندی تاج الدین الیاس مرحوم کے پاس پہنچا اور ان سے تمام حقیقت بیان کی انہوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم کو تو حقیقت کا علم نہ تھا تو نے ہم کو پہلے کیوں مطلع نہ کیا۔ چونکہ میرے تعلقات ان لوگوں سے پہلے سے بہت گہرے تھے مفتی صاحب موصوف کا نواسہ میرے پاس پڑھتا تھا نیز دوسرے اہل مدینہ نوجوان بڑے خاندان والے یا احباب تھے یا مجھ سے پڑھتے تھے اس لیے میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو اعتماد تھا کہ اگر میرے مشائخ اور اساتذہ یا میرے متعلق آپ کے پاس کسی قسم کی کوئی خبر پہنچے گی تو آپ ضرور بالضرور مجھ سے اس بات کو دریافت کریں گے انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو بالکل علم نہیں کہ یہ حضرات تیرے اساتذہ اور مشائخ ہیں۔ بہر حال اب تو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ ہم نے تصدیق میں کافی احتیاط کر لی ہے اور لکھ دیا ہے کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے یہی اقوال اور عقائد ہیں اور رجوع ثابت نہیں ہے تو مصنف رسالہ کا قول صحیح ہے۔ اگر پہلے سے اس کا علم ہوتا تو ہم ہرگز اتنی بھی تصدیق نہ کرتے۔ اسی طرح اور دوسرے اشخاص نے جواب دیا." (نقش حیات ص ۱۳۵ حصہ اول میگنا پرنٹنگ پریس اردو بازار لاہور)

یہاں حضرت مدنی نے وضاحت فرمادی ہے کہ سوالات کرنے والے کون تھے۔ حضرت کا جملہ لکھنا کہ "اسی طرح اور دوسرے اشخاص نے جواب دیا" یہ ان علماء کی طرف اشارہ ہے جنکو احمد رضا خان نے حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ دکھائی تھی۔

قارئین محترم یہاں ہم دوبارہ بتاتے چلیں کہ علماء مدینہ نے جب حضرت مدنی سے یہ سوالات پوچھے تو حضرت نے ان سوالات کو قلمبند کر کہ ہندوستان روانہ فرمایا تھا تا کہ علماء دیوبند کا اجماعی موقف علماء مدینہ کے سامنے آسکے۔

اس کی وضاحت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات میں بھی موجود ہے۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں ""اسی زمانے میں مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی وہیں تھے حجاز مقدس میں انھوں نے اٹھائیس (چھبیس سوالات کی جگہ غلطی سے اٹھائیس لکھا گیا) سوالات لکھ کر بھیجے" (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ﷺ ص ۶۸ مکتبۃ الحرمین اردو بازار لاہور)

واضح رہے کہ حسام الحرمین میں علماء مدینہ کی تیرہ (۱۳) تصدیقات کا دعوی ہے۔ان تیرہ میں ۱۲ علماء مدینہ طیبہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وضاحتکے بعد اپنی تقاریظ کو مشروط کردیا تھا کہ اگر علمائے دیوبند کے عقائد وہی ہیں جو احمد رضا خان نے ذکر کیا ہے تو وہ کافر ہوں گے ورنہ نہیں۔اور بریلوی علماء کو شاید معلوم ہو کہ جملہ شرطیہ کے اندر نہ شرط میں حکم ہوتا ہے اور نہ جزا میں بلکہ بسا اوقات تو ناممکن امور کو شرط و جزا بنادیا جاتا ہے۔

شرط لگانے کی تفصیل اس طرح ہے کہ مفتی سید احمد برزنجی صاحب نے احمد رضا خان کے رسالے الدولتہ المکیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا جسکا نام غایتہ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول تھا۔

اس میں احمد رضا کے تعلق سے لکھا کہ

ترجمہ" علماء ہند میں سے ایک شخص اسے احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا جب وہ مجھ سے ملا تو اولا اس نے مجھے یہ بتایا کہ

ہند میں اہل کفر وضلال میں سے کچھ لوگ ہیں۔"

پھر شیخ اگے لکھتے ہیں کہ "اور (اس نے مجھے بتایا) اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لئے ایک رسالہ موسومہ المعتمد المستند لکھا ہے پھر اس نے مجھے اس رسالے کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اوران کا مختصر سارد تھا اوراس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق وتقریظ طلب کی ہم نے اس پر تقریظ وتصدیق لکھ دی

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہوجائیں تو یہ لوگ کافر وگمراہ ہیں."(ص ۲۶۵ و ۲۶۶)

مفتی سید احمد برزنجی کے اس رسالے پر حسام الحرمین کے مدنی علماء کرام میں سے مفتی عثمان بن عبد السلام داغستانی کے علاوہ تمام علماء کی تقریظات موجود ہیں۔

قارئین کرام ہم نے المہند کے سائلین علماء مدینہ کے نام درج کردیے ہیں لیکن اب ہم ان بریلوی علماء سے بھی ان علماء حرمین کے نام پوچھتے ہیں جنہوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ سوال علماء حرمین نے ہی پوچھے تھے۔

غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں" علمائے حرمین نے مولوی خلیل احمد سے سوال کیا کیا تم

اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے؟ (عبارات اکابر ج اول ص ۵۲ ۱۳ اہلسنہ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم)

پیر محمد خالد سلطان القادری سروری بریلوی لکھتے ہیں

" حرمین شریفین کے علماء کرام نے علمائے دیوبند سے سے اختلافی و اعتقادی نوعیت کے ۲۶ مختلف سوالات پوچھے (مطالع الانوار فی مولد النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۹)

ایسا ہی اقرار دوسرے بریلوی اکابر علماء بھی کر چکے ہیں

بریلوی فیض ملت فیض احمد اویسی بہاولپوری بریلوی کا اقرار ہے کہ

"مدینہ طیبہ کے عالم نے مولانا خلیل احمد دیوبندی سہارنپوری سے چند سوالات کا جواب طلب کیا مولانا موصوف نے ان سوالات کا مفصل جواب لکھا" (رسائل اویسیہ ج نہم ص ۴۹)

کیا کسی بریلوی مولوی میں ہمت ہے کہ وہ ان علماء کے نام بتا سکے؟

سائلین کے نام معلوم نہ ہونے کو المہند کے فرضی وجعلی ہونے کا معیار بنانے والے بریلوی علماء کیا الدولتہ المکیہ کو بھی فرضی وجعلی تسلیم کریں گے کہ اس میں سائل کا نام موجود نہیں ہے پھر بھی کتاب لکھ کر علماء حرمین سے تصدیقات حاصل کی گئیں۔

جیسا کہ خود احمد رضا لکھتا ہے کہ

" میرے پاس علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وصحبہ افضل الصلاۃ والسلام کے بارے میں بعض ہندیوں کی طرف سے پیر کے دن عصر کے وقت ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو (ان کی ہجرت سے جنہوں نے حجت تمام فرمائی اور راہ حق روشن کر دی ان پر سب سے کامل درودیں اور سب سے افضل تر سلام) ایک سوال آیا" (الدولتہ المکیہ ص ۹ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی)

اعتراض نمبر ۷ صفحہ ۴۲۰:

اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کے سوالات و جوابات ہندوستان سہارنپور میں جہاں مولوی خلیل احمد صاحب رہتے ہیں لکھے گئے اور لکھے جانے کی تاریخ شوال ۱۳۲۵ھ ہے دیکھو (ص ۴۴)

اس سے کتاب حسام الحرمین کی تاریخ طبع کے بعد روک لی گئی ہے حالانکہ سوالات کا مدینہ منورہ

میں لکھا جانا بیان کیا جاتا ہے۔ فرضی اور دھوکا ہے

الجواب:

عجیب جاہلانہ اعتراض ہے کیسی عجیب عجیب باتوں کو پیش کر کے المہند کو جعلی کتاب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس جہالت پر فاضل بریلوی کہ تصدیق بھی ہے۔

المہند کے صرف جوابات ہندوستان میں لکھے گئے تھے جبکہ سوالات مدینہ طیبیہ میں لکھے گئے تھے جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ احمد رضا کا حجاز مقدس کا سفر ۱۳۲۴ھ کا تھا اور مدینہ میں موجودگی ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کی بتائی جاتی ہے جیسا کہ بریلوی کتب میں لکھا ہے۔ اسی دوران حضرت مدنی رحمہ اللہ سے یہ سوالات علماء مدینہ نے دریافت کیے تھے وہاں سے سوالات حضرت نے ہندوستان بھیج دئے۔ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے جوابات مکمل کرنے کے بعد تاریخ بھی لکھ دی جو کہ شوال ۱۳۲۵ھ ہے۔

اس سے حسام الحرمین کی تاریخ طبع کا کیا تعلق ہے؟

اعتراض نمبر ۸ صفحہ ۴۲۰:

مگر برخلاف اس کے صفحہ ۶۹ میں سید احمد برزنجی کے رسالہ کا خلاصہ اول، اوسط آخر کا درج کیا ہے اس میں حضرت سید احمد برزنجی سابق مفتی مدینہ منورہ فرماتے ہیں کہ مولوی خلیل احمد صاحب ہمارے پاس آئے اور ایک رسالہ انہوں نے پیش کیا جس میں سوالات کے جوابات تھے۔ الخ۔ یہ تاریخ دوسری ماہ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ہے گویا چار سال کے بعد ان کے روبرو یہ رسالہ پیش کیا گیا اور وہ مولوی خلیل احمد صاحب نے پیش کیا مگر اصل رسالہ ان کا اس رسالہ کے ساتھ ضم نہیں تا کہ ان کی پوری تقریظ معلوم ہو جاتی اور نمبر ۴ اس کے خلاف ہے۔

الجواب:

لدھیانوی صاحب کے پاس المہند کو باطل ثابت کرنے کے لئے کچھ اصل نہیں اسی لئے ایسے اعتراض کرتے ہیں جس کے نہ سر ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر۔

۱۳۲۵ھ میں سولات کے جوابات مکمل کرنے کے بعد حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس پر

اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات حاصل کی اور پھر ۱۳۲۸ھ میں سفر حج پر تشریف لے گئے تو وہاں علماء حرمین سے تصدیقات حاصل کی۔

ذی الحج اسلامی سال کا آخری مہینہ ہوتا ہے حج سے فراغت اور علماء مکہ سے تصدیقات حاصل کرنے کے بعد جب حضرت مدینہ منورہ پہنچے تو نیا اسلامی سال ۱۳۲۹ھ شروع ہو چکا تھا۔ لہذا جب مفتی سید احمد برزنجی کے سامنے المہند کے جوابات تصدیق کے لئے پیش کئے گئے تو حضرت نے مکمل ایک رسالہ المہند کی تائید کے لئے تالیف کیا لہذا اس رسالے کو تین مقامات سے یکجا کر کے خلاصہ کے طور پر المہند میں شامل کیا گیا۔

احمد رضا خان نے بھی المعتمد المستند ۱۳۲۰ھ میں تالیف کی تھی پر اس پر علماء حرمین کی تصدیقات ۱۳۲۴ھ میں حاصل کی تھی۔

رہی یہ بات کہ اصل رسالہ ضم نہیں تو اس پر اصل اعتراض کیا ہے وہ لدھیانوی صاحب نے بتایا ہی نہیں۔

بریلوی اصول کے مطابق کسی بھی تحریر یا۔مضمون کا خلاصہ مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے جس میں سب سے اہم بات مضمون یا تحریر کا طوالت پر مبنی ہونا ہے تحریر یا مضمون کو طوالت سے بچانے کے لیے خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مفتی انس رضا قادری صاحب لکھتے ہیں" خلاصہ بیان کرنا کوئی عیب و بد دیانتی نہیں بلکہ بد دیانتی یہ ہوتی ہے کہ صحیح عبارات کو الفاظ کی ہیرا پھیری سے غلط بنا دیا جائے۔خلاصہ بیان کرنے پر اعتراض وہی کر سکتا ہے جو کتب دین سے نرا جاہل ہوگا۔ دیگر کتب کی طرح فقہ کی کتاب میں جابجا ایسی عبارت ملتی ہیں جو تلخیص کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں جیسے الموسوعۃ الفقیہ الکویتیہ الفقہ الاسلامیہ وادلتہ اس میں مختصرا احناف مالکہ حنابلہ اور شوافع کا مسلک نقل کر دیا جاتا ہے عبارتیں پوری بیان نہیں کی جاتیں بلکہ الفاظ بھی تبدیل ہوتے ہیں فقط موقف بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ کتب فقہ کا حوالہ دے دیا جاتا ہے حالانکہ دونوں کے الفاظوں میں بہت فرق ہوتا ہے بلکہ احادیث کی کتب میں بعض اوقات طویل حدیث کو چھوڑ کر موقع کی مناسبت سے مختصر بیان کر دی جاتی ہے"۔(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۳۵۸ مکتبہ فیضان شریعت داتا دربار مارکیٹ لاہور)

بریلوی ضیغم ملت مولوی حسن علی میلسی بریلوی لکھتے ہیں" اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لئے الفاظ وکلمات کو بعینہ نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں" (محاسبہ دیوبندیت ج دوم ص ۴۶۸)

نعیم اللہ خان قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں

" جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد ونتائج لئے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام واتہام نہیں اس لئے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کیا" (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۴۹۷)

حسام الحرمین میں تو بریلوی اقرار کے مطابق بعینہ عبارات نقل نہیں کی گئی۔

شریف الحق امجدی بریلوی لکھتے ہیں

" حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی اس طویل عبارت کے اختصار کا عربی ترجمہ کیا گیا تھا." (تحقیقات ص ۲۸۰ فرید بک اسٹال)

ان حوالاجات سے ثابت ہو گیا کہ المہند مین شیخ برزنجی صاحب کے رسالے کا خلاصہ کرنے میں کوئی خرابی نہیں بلکہ مفتی انس کے فتوے سے خلاصہ پر اعتراض کرنے سے لدھیانوی صاحب و فاضل بریلوی نرے جاہل ثابت ہوئے۔

المہند میں ۴۴ علماء حرمین شریفین ومصر وشام کہ تصدیقات تھیں اگر ۴۴ علماء کی تصدیقات کو مکمل متن پیش کیا جاتا تو المہند ایک ضخیم کتاب بن سکتی تھی لہذا اس کا خلاصہ ہی بیان کر دیا گیا۔

رسایل محدث قصوری ج دوم ص ۳۷۶ پر لکھا ہے

" اس رسالے کے اخیر بایس (۲۲) مشاہیر علماء ہندوستان کی تقریظات درج ہیں تقریظوں کے نقل کرنے میں طوالت ہے صرف مواہیر منقول ہوتی ہے"۔

تصدیقات میں تمام باتیں ہی تائید پر۔مبنی تھیں اس لیے خلاصہ میں جو باتیں اہم تھی وہ شامل کر دی گئی تصدیقات میں کوئی مضمون مخالف ہوتا تو اسے بھی ضرور لکھ دیا جاتا

ان تصدیقات کے خلاصہ کے سچا ہونے پر ہم یہاں نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی گواہی نقل کرتے ہیں

"اپنی اسی رسالہ کے صفحہ ۴۵ پر شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی صاحب کی تصدیق کے تعلق سے لکھتے ہیں

اس تصدیق میں اکابرین دیوبند کا رد ہے اور ان کے دین پر خاک ڈالی ہے ." (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۲۲)

حالانکہ یہ تصدیق بھی خلاصہ پر ہی مبنی ہے اگر خلاصے میں مضمون مخالف مواد چھپ گیا تھا تو پھر نعیم الدین صاحب کو شنقیطی صاحب کی تصدیق میں مضمون مخالف کیسے نظر آ گیا؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اعتراض نمبر ۹ صفحہ نمبر ۴۲۰:

اسی جگہ مدینہ منورہ میں حضرت سید احمد برزنجی جن کا نام صفحہ ۷۶ میں درج موجود تھے اس میں ۱۳۸۲ھ درج ہے ان دونوں تحریروں میں بھی ایک سال کا فرق ہے جو نہایت مشکوک امر ہے

الجواب:

قارئین کرام لدھیانوی صاحب نے المہند پر اعتراض کیا کرنا تھا بلکہ اپنی جہالتوں کی داستان رقم کردی ہے۔ المہند کے صفحہ نمبر ۷۶ میں جس تاریخ کا ذکر ہے وہ تاریخ شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی صاحب کے مہر کی تاریخ ہے۔ اگر مہر کی تاریخ سے فیصلہ حق و باطل کرنا ہے تو پھر حسام الحرمین بھی فرضی جعلی اور باطل ثابت ہوتی ہے۔

کیونکہ اسی حسام الحرمین میں شیخ اسماعیل خلیل صاحب کی تاریخ مہر ۱۲۸۱ھ ہے جبکہ محمد عمر فاروقی صاحب کی تاریخ مہر ۱۳۱۹ھ ہے اب بتائیں کہ آپ کے خودساختہ اصول سے حسام الحرمین مشکوک و باطل ٹھہرتی ہے یا نہیں۔

اسی طرح کے جاہلانہ اعتراض آپ کی علمیت کا پول کھولنے کے لیے کافی ہیں اسی طرح لدھیانوی صاحب کے پیشوا فاضل بریلوی کا بھی پول کھل جاتا ہے۔

المہند پر مکہ مکرمہ کی تصدیقات زمانہ حج ۱۳۲۸ھ کی ہیں۔ یہاں سے فراغت کے بعد حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ جب مدینہ پہنچے تو یہاں نیا اسلامی سال ۱۳۲۹ھ شروع ہو چکا تھا پھر آپ نے مدنی تصدیقات حاصل کی جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ شیخ بغدادی صاحب کی تقریظ پر تاریخ ۱۳۲۹ھ ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۴۲۰:

اس رسالہ میں سب سے اول دیوبندی علماء کی تقاریظ درج ہیں اوراس پر بھی عجب یہ ہے کہ کسی تقریظ میں کوئی تاریخ درج نہیں ہے کہ کب اور کس کس تاریخ کوانہوں نے اپنی اپنی تقریظ لکھی اورلازمی ضروری بات یہ تھی کہ سب سے پہلے علماء حرمین شریفین کی تصدیق ہوتی نہ کہ دیوبندی اپنے بھائیوں کی یہ بھی ایک چال ہے اوردھوکا۔

الجواب:

یہ اعتراض نہیں بلکہ جہالت ہے۔ وہ اس لئے کہ حسام الحرمین میں اکابرین دیوبند کے چار علماء کو ہی نشانہ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ انکوایک فرقہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا

یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جوان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر)

لہذا مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جب جوابات لکھے تو ضروری سمجھا کہ دیگر علماء دیوبند کی تصدیقات لی جائیں جس سے یہ ظاہر ہو کہتمام اہل السنۃ دیوبند کی اکثریت حسام الحرمین کے خلاف ہیں اور علماءُ دیوبند کا اجماعی موقف بھی سامنے آسکے۔

دوسری بات اس وقت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ وفات پاچکے تھے لہذا ان کے موقف کی تصدیق کے لئے ان دو بزرگوں کے متعلقین کے دستخط لئے گئے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت سہارنپوری نے اپنی طرف سے ان کی وضاحت کی ہے۔ متعلقین کے متعلق بریلویوں کا اصول ہے کہ وہ شیخ یا والد کے موقف سے زیادہ واقف ہوتے ہیں (عبارات اکابر کا جائزہ)

لہذا بریلویوں کو اس پر اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے

تیسری بات یہ کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جو وضاحتیں اور جوابات دئے وہ ان کا صرف اپنا موقف نہیں تھا بلکہ سارے دیوبندی حضرات کا وہی نظریہ تھا. کل کو کوئی کہہ سکتا تھا کہ المہند حضرت سہارنپوری کا تفرد ہے ہم نہیں مانتے!

نیزا گر بعد میں المہند پر تصدیقات لی جاتی تو شاید کوئی یہ اعتراض کرتا کہ انہوں نے تحریف کردی لہذا پہلے ہی سب کام انجام دیا گیا پھر صرف علماء حرمین کی تصدیقات باقی تھی، جنہیں بعد میں لے کر سیدھا

المہند کو چھاپ دیا گیا تاکہ تحریف والا الزام دینے کا بھی کسی کو موقع نہ ملے۔

اب بریلوی حضرات جواب دیں کہ اگر حسام الحرمین میں تصدیقات موجود تھی تو الصوارم الہندیہ میں دیگر مولویوں کی تصدیقات لینے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ رہا یہ اعتراض کہ علماء دیوبند کی تحریروں میں تاریخ نہیں تو یہ بھی ایک لغو اعتراض ہے کیونکہ اگر تصدیقات کے ساتھ تاریخ کا درج نہ ہونا تصدیقات کے باطل یا پورے رسالے کے ہی جعلی ہونے کی علامت ہے تو حسام الحرمین کی ۳۳ تصدیقات میں سے صرف ۴ تصدیقات کے آخر میں تاریخ ہے باقی ۲۹ تصدیقات میں کوئی تاریخ درج ہی نہیں۔

حسام الحرمین کی تائید میں بریلوی تصدیقات کا مجموعہ الصوارم الہندیہ کے نام سے تیار کیا گیا اس میں ۲۶۸ تصدیقات میں ۲۰۰ سے زائد تصدیقات کے اخر میں تاریخ درج نہیں۔ جو جواب اب آپکا وہ ہی ہمارا۔

اعتراض نمبر ۱۱ صفحہ ۴۲۰:

پھر علماء مصر و دمشق وشام کے بھی دستخط ثبت ہیں لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ یہ رسالہ ان کے پاس کس طرح پہنچا آیا مولوی خلیل احمد صاحب خود لے گئے یا کسی نوکر کے ہاتھ بھیجا یا ڈاک میں روانہ کیا۔ ان تینوں باتوں کا کوئی پتا نہیں اور نہ ان کے دستخطوں میں کوئی تاریخ درج ہے۔ اور نہ انہوں نے کچھ لکھا ہے کہ ہم کو اس دستخط کرنے کی کس طرح تحریک ہوئی دیکھو صفحہ ۷۷ سے ۸۲ تک۔ یہ سب فرضی ہے۔

الجواب:

یہ بھی کوئی اعتراض والی بات نہیں۔ مصنف یا مؤلف کوئی کتاب یا رسالہ لکھتا ہے تو ضروری نہیں ہوتا کہ وہ غیر ضروری تفصیلات بھی لکھے۔

خیر جن تفصیلات کے موجود نہ ہونے کو لدھیانوی صاحب نے المہند کو جعلی و فرضی ہونے کی دلیل قرار دیا ہے وہ تمام تفصیلات ہم عرض کر دیتے ہیں جو کہ ہمارے علماء پہلے بھی اپنی کتب میں بتا چکے ہیں۔

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ جب ۱۳۲۸ھ میں جب سفر حج کے لئے تشریف لے گئے تو المہند پر تصدیقات حاصل کرنے کے لئے یہ اصل مسودہ بھی ساتھ لے گئے۔ حضرت کے ساتھ سفر میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ بھی موجود تھے۔ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ میں حضرت میرٹھی مدینہ منورہ سے مصر عراق وشام تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء کرام سے المہند پر تصدیقات حاصل کی۔

جیسا کہ مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ اس (المہند) کو لے کر گئے حجاز مقدس وہاں سے شام گئے وہاں کے علماء سے بھی اس دستخط کروائے" (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول ﷺ ص ۶۸ مکتبۃ الحرمین لاہور)

خود حضرت میرٹھی صاحب نے عبدالحئی سورتی صاحب کی کتاب البصائر کے ترجمہ الجواہر الزواہر میں لکھا ہے کہ "مولانا خلیل احمد صاحب مع چند رفقاء حج کو جانے لگے تو میں نے دفعتہ حج کا اردہ کر دیا اور شروع ذیقعدہ میں گھر سے روانہ ہو گیا ۱۱ محرم کو مکہ مکرمہ سے رخصت ہو کر براہ رابغ مدینہ منورہ گیا اور پھر حضرت مولانا سے اجازت لے کر حجاز ریلوے میں شام و فلسطین اور مصر کی سیاحت کو چلا گیا" (ص ۷)

اسی طرح تذکرۃ الخلیل میں حضرت میرٹھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

۱۳۲۰ھ میں جب بندہ حضرت (مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب) سے اجازت لے کر براہ حجاز ریلوے فلسطین گیا" (تذکرہ الخلیل ص ۵۰ مکتبۃ الشیخ کراچی)

رہی یہ بات کہ ان تصدیقات میں یہ نہیں لکھا کہ تحریک کس طرح ہوئی تو حسام الحرمین کی اکثر تصدیقات میں بھی یہ موجود نہیں کہ ان کو کس طرح تصدیق پر تحریک ہوئی۔

رہی بات تاریخ کی تو عرض ہے لدھیانوی صاحب نے صفحہ ۷۷ سے صفحہ ۸۶ تک علماء مصر عراق و شام کی تصدیقات کا ذکر کیا ہے جبکہ ان علماء کرام کی تصدیقات صفحہ ۹۰ تک ہیں۔ اور صفحہ نمبر ۸۷ پر شیخ محمد سعید صاحب کی تصدیق کے آخر میں تاریخ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ موجود ہے۔

جبکہ اعترض نمبر ۱۰ کے جواب میں بھی یہ بتا چکے ہیں کہ حسام الحرمین میں بھی ۳۳ میں ۲۹ تصدیقات میں میں تاریخ نہیں ہے تو کیا پھر حسام الحرمین بھی جعلی ہے۔؟

اعتراض نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۲۱:

اسی رسالہ کے صفحہ ۸۷ پر تاریخ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ درج ہے مگر پہلے سے ۱۳۲۸ھ ہے۔ اور ۱۳۲۹ھ میں اس رسالہ کا مدینہ منورہ میں ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ دیکھو نمبر ۹

الجواب:

قارئین کرام آپ نے لدھیانوی صاحب کی ایک اور جہالت ملاحظہ کر لی۔

ہم نے اعتراض نمبر ۹ کے جواب میں عرض کیا تھا کہ صفحہ نمبر ۷۶ پر شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی

صاحب کی تصدیق کی تاریخ نہیں ہے بلکہ مہر کی تاریخ ہے۔

مدینہ منورہ سے حضرت میرٹھی رحمہ اللہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی اجازتِ سے مصر وعراق اور شام تشریف لے گئے تھے اور ساتھ ۲۶ سوالات کے جوابات (المہند) کی نقل بھی ساتھ لے گئے لہذا وہاں بھی حضرت نے علما کرام سے تصدیقات حاصل کیں۔ صفحہ نمبر ۸۷ پر شیخ محمد سعید صاحب نے تصدیق کے آخر میں تاریخ بھی لکھ دی تھی جو کہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ تھی۔

قارئین کرام آگے اعتراض نمبر ۱۳ سے اعتراض نمبر ۱۹ تک اعتراضات میں المہند کے جوابات کو لدھیانوی صاحب نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تقویۃ الایمان کی عبارات کے خلاف بتایا ہے۔

لیکن ان ۷ اعتراض میں موجود ہے نہ تو کسی ایڈیشن کا تذکرہ ہے اور نہ ہی مطبع کا نام لکھا ہے اور نہ ہی کوئی عبارت تحریر کی ہے جس سے معلوم ہوتا کہ کون سی عبارت المہند کے خلاف ہے۔

ہم نے نعیم الدین مرادآبادی صاحب کی کتاب التحقیقات لدفع التلبیسات اور حشمت علی بریلوی صاحب کی کتاب رادالمہند کے اعتراضات سے ان ۷ اعتراضات کو ملایا تو ایک ایڈیشن میں کچھ عبارات مل گئیں لیکن ہم ان اعتراضات کے جوابات ان دونوں کتب کے جوابات میں دے چکے ہیں لہذا یہاں جواب دوبارہ نقل کرنے کی بجائے جہاں جواب موجود ہے اس مقام کی نشاندہی کر دی ہے تا کہ قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

اعتراض نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۴۲۱:

اس سلسلے میں سوال پہلا اور دوسرا زیارت حضرت سید کائنات علیہ الصلاۃ والسلام میں جو اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ تحریر کیا ہے دیکھو صفحہ ۵ وہ محض غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ ان کے اکابر میں سے ان کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ لایمان کے صفحہ ۱۱ سطر ۴ اور صفحہ ۱۹۷ سطر ۵ میں اسکے برخلاف لکھ چکے ہیں۔ اور کتاب تقویۃ الایمان دیوبندیوں کے نزدیک ایمان کے قائم رکھنے والی کتاب ہے۔ یہ نرا دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات اعتراض نمبر ۲ کے جواب کے تحت لکھ

دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض ۱۴ صفحہ نمبر ۴۲۱:

"اسی رسالہ کے تیسرے اور چوتھے سوال میں توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں جو عقیدہ اپنا اور اپنے مشائخ کا صفحہ ۷ میں درج کیا ہے وہ غلط اور جھوٹ ہے کیوں کہ ان کے مشائخ سب سے بڑے امام الطائفہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۱ اور صفحہ ۱۹ سطر ۲۲ اور صفحہ ۱۹۶ سطر ۱۸ میں اس کے خلاف لکھ چکے ہیں۔یہ بھی نرا دھوکا ہے۔

جواب:

قارئین کرام اس کا جواب ہم الکلام المقند فی جواب رادالمہند کے اعراض نمبر ۲ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۵ صفحہ ۴۲۱:

اسی رسالہ کے پانچویں سوال حیات انبیاعلیہم السلام کے جواب صفحہ ۸ میں جو لکھا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۰ سطر ۲۱ میں اس کے خلاف لکھا ہوا موجود ہے۔نرادھوکا۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۳ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۴۲۱:

اسی رسالہ کے چھٹے سوال کے جواب میں صفحہ ۹ پر جو عقیدہ لکھا ہے۔اس کے خلاف آپ کے امام الطائفہ کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۴ اور صفحہ ۱۹۷ سطر ۵ میں لکھ چکے ہیں۔یہ بھی صرف دھوکا ہے۔اس میں درج ہوا موجود ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اسکا جواب ہم حشمت علی بریلوی صاحب کی کتاب رادالمہند کے جواب میں الکلام المقند فی جواب رادالمہند کے اعراض نمبر ۵ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ

فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۷ صفحہ ۴۲۱:

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰ ساتواں سوال وظائف واوراد پڑھنے کے بارے میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف بھی تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۳ سطر ۱ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرا دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین اس کا جواب ہم الکلام المقتد فی جواب راد المہند کے اعراض نمبر ۶ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔ لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۸ صفحہ نمبر ۴۲۱:

اسی رسالے کے صفحہ ۱۱ سوالات آٹھواں نواں دسواں کے جواب میں جو عقیدہ بیان کیا ہے اس کے برخلاف تقویۃ الایمان کے صفحہ ۲۰۵ سطر ۲۲ میں لکھ چکے ہیں۔ صاف دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم الکلام المقتد فی جواب راد المہند کے اعراض نمبر ۱۰ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔ لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۱۹ صفحہ ۴۲۱:

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۲ سوال ۱۱ میں جو عقیدہ درج کیا ہے اس کے خلاف کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۷ تا ۴۳ میں درج ہونا موجود ہے۔ صاف دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم الکلام المقتد کے کے اعراض نمبر ۱۱ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔ لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۰ صفحہ نمبر ۴۲۱:

اسی رسالے کے صفحہ ۱۳ بارہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ رکھا ہے۔ اس کے برخلاف مولوی رشید احمد صاحب آپ کے خاتم المجتہدین نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ کی جلد اول صفحہ ۸ اور جلد سوم کے

صفحہ ۹۶ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کولکھا ہے کہ ان کے عقائد عمدہ تھے مذہب ان کا حنبلی تھا۔ ان کے مقتدی اچھے تھے۔ اوروہ اچھا آدی تھا۔ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ عامل بالحدیث تھا۔ الخ۔ یہ بھی صاف صاف دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس کا تفصیلی جواب ہم نے اپنے رسالے التصریحات لدفع التلبیسات کے کے اعراض نمبر ۵ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔ لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۱ صفحہ نمبر ۴۲۲:

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۵ تیرہویں سوال کے جواب جوعقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف آپ کے امام الطائفہ اپنی کتاب ایضاالحق کے صفحہ ۳۵ میں لکھ چکے ہیں یہ بھی کھلا دھوکا.

الجواب:

قارئین کرام اس کا جواب ہم نے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۷ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔ لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۲ صفحہ ۴۲۲:

اسی رسالے کے صفحہ ۱۶ پندرھویں سوال کے جواب میں جوعقیدہ لکھا گیا ہے اس کے برخلاف خود مولوی خلیل احمد صاحب رسالہ اپنی دوسری کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ شیطان لعین کے علم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی صاف اور بظاہر دھوکا ہے۔

الجواب:

(۱) بریلوی کیونکہ دیوبندیوں کے بغض میں اندھے ہو چکے ہیں اس لیے وہ اپنا بغض لے کر خوامخواہ علماء دیوبند پر اعتراضات کرنے کو دین کا کام اور ہر فرض سے اہم سمجھتے ہیں.

یہاں المہند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات میں سے افضل ہونے کا عقیدہ واضح طور پر بتایا گیا ہے لیکن بریلوی اپنی حرکتوں سے مجبور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رح کی کتاب براہین قاطعہ سے اپنی گستاخانہ ذہنیت والا مطلب کشید کر کے زبردستی اعتراض کرنے کی کوشش کر کے دھوکہ دیتے

ہیں۔

حالانکہ اسی المہند میں سوال ۱۹ کے جواب میں مولانا سہارنپوریؒ نے براہین قاطعہ کی عبارت کا واضح مطلب بھی بیان کیا ہے کہ

جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم ہے وہ کافر ہے۔

تو اس واضح عبارت کے بعد بھی بریلوی اگر اپنے گندے ذہن سے گھڑا ہوا مطلب ہم پر تھوپنے کی کوشش کریں تو ان کی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

(۲) اب ذرا دیکھیں کہ بریلویوں کے اس بارے میں کیا اصول ہے۔

بریلویوں کی معتبر کتاب آئینہ اہل السنت ص ۱۴۷ پر ہے کہ

اعلیٰ حضرت کا اس حکایت کی تردید میں فتویٰ موجود ہے تو اعلیٰ حضرت پر الزام کیسا؟۔

قارئین دیکھیں کہ جب ان کے اعلیٰ حضرت کی باری آئی تو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اعلیٰ حضرت کا اس کی تردید میں فتویٰ موجود ہے تو ان پر الزام نہیں لگایا جا سکتا، تو ہم بھی اسی اصول کے مطابق یہی کہتے ہیں کہ براہین قاطعہ کے کی عبارت سے غلط مطلب لے کر ان پر الزام لگانے کے خلاف جب مولانا سہارنپوری رح کا فتویٰ موجود ہے تو ان پر الزام کیسا؟

اعتراض نمبر ۲۳ صفحہ نمبر ۴۲۲:

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۶ سولہویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بزرگ دیوبندیہ اپنی کتاب تحذیر الناس میں چھ خاتم النبیین بالفعل قرار دے چکے ہیں۔

الجواب:

اہل السنت والجماعت دیوبند کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، جو ختم نبوت کا منکر ہو وہ یقینی طور پر کافر ہے۔

رہا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب تحذیر الناس پر ختم نبوت کے انکار والا اعتراض تو اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے لیکن بریلوی اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ جب تک یہ علماء دیوبند پر اعتراض نہیں کرتے ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

یہاں مولانا نانوتوی رح کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چھ خاتم النبیین بالفعل قرار دے چکے ہیں.

حالانکہ یہ دھوکے کے سوائے کچھ نہیں.

تحذیر الناس میں مولانا نانوتویؒ نے صفحہ ۶ پر واضح طور پر لکھا ہے کہ

یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض، اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں، آپ پر سلسلہ نبوت مختم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں.

اسی کتاب میں صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں کہ

سو حرکت سلسلہ نبوت کے لیے نقطہ ذات محمدی منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسے نقطہ اس زاویہ تا کہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین وزمان کو شامل ہے

یہاں سے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نقطہ نبوت کہا ہے یعنی ہر زمین وزمان کی نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے

یہ واضح عبارات بریلوی علماء کو نظر نہیں آئیں یا ان کا مقصد صرف دھوکا دینا ہے

اعتراض نمبر ۲۴ صفحہ ۴۲۲:

اسی رسالہ کے صفحہ ۱۹ سترھویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ درج کیا ہے اس سے انکار کیا ہے کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں حالانکہ آپ کے امام الطائفہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۰ میں تمام انبیا علیہم السلام اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے بھائی کا درجہ دے چکے ہیں کہ ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے۔ اور اس کی تصدیق اور تائید میں مولوی رشید احمد صاحب اپنے فتاوے کی جلد اول صفحہ ۵۱ میں کر چکے ہیں نیز مؤلف رسالہ خود اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۳ میں جملہ بنی آدم کے برابر (کافر، چوہڑ چمار وغیرہ) لکھ چکے ہیں العیاذ باللہ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری تصانیف میں ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ یہ بھی صاف دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم اپنے رسالے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۸ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۵ صفحہ ۴۲۲:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۰ اور ۲۱ اٹھارہویں سوال کے جواب میں عقیدہ لکھا ہے۔اس کے خلاف آپ کے پیغمبر اشرف علی تھانوی اپنے اسی رسالہ حفظ الایمان کے صفحہ ۷ میں لکھ چکے ہیں۔ یہ بھی نرا دھوکا ہی دھوکا ہے۔"

جواب:

قارئین کرام لدھیانوی صاحب کو بس اعتراض کرنا مقصود ہے خود شاید انکو بھی نہیں معلوم کہ وہ کیا اعتراض کرنا چاہتے ہیں اور لکھ کیا دیتے ہیں۔اور اعتراض میں کچھ تفصیل نہیں لکھتے کہ اس میں تضاد کیا ہے۔

المہند میں لکھا ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل اور بے شک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا" (المہند علی المفند ص ۴۵)

جبکہ حفظ الایمان میں بھی نبی علیہ السلام کو سب سے زیادہ علوم ہونے کو تسلیم کیا گیا ہے۔چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"نبوت کے لیے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتامہا حاصل ہو گئے تھے۔" (حفظ الایمان ص ۱۹۹ انجمن ارشاد المسلمین)

اب کوئی بریلوی بتائے کہ ان کتب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کو ہی تسلیم کیا گیا ہے تو اعتراض کیسا؟

اعتراض نمبر ۲۶ صفحہ نمبر ۲۲۴:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۱ انیسویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف خود خلیل احمد صاحب مولف مذکور اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ میں شیطان لعین کے علم کو سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ لکھ چکے ہیں۔ حافظہ ندارد دھوکا۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم اپنے رسالے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۱۰ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۲۲۴:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۴ بیسویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے برخلاف اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۷ میں موجود ہے۔ یہ بھی بالکل دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم اپنے رسالے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۱۱ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۲۲۴:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۴ اکیسویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کی بابت مولوی رشید احمد صاحب کے فتاوی میں بھی شرک کفر بدعت وغیرہ اس محفل مبارک (مولود شریف) کو لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ بھی بالکل دھوکا ہے۔

الجواب :

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم اپنے رسالے التصریحات لدفع التلبیسات کے اعراض نمبر ۱۲ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۲۲۴:

اسی رسالہ کا صفحہ ۲۹ بائیسویں سوال کے جواب میں پہلے انکار کیا پھر اقرار کیا۔ اس ہیر پھیر کو

ملاحظہ کیجئے۔مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ موجود ہے۔ نیز مؤلف رسالہ کی کتاب براہین قاطعہ میں موجود ہے۔جس کو اسی سوال میں خوقبول کیا ہے۔اور مولود شریف کو خرافات اور شرعاً حرام لکھ دیا ہے۔(صفحہ ۳۱) نرا دھوکا۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم نے اپنے رسالے الکلام المقند فی جواب راد المہند کے اعراض نمبر ۲۵ اور ۲۶ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۳۰ صفحہ ۲۳ ۴:

"اسی رسالہ کے صفحہ ۲۳ تئیسویں سوال کے جواب میں جو خداوند تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کی بابت عقیدہ ہے۔اور فتوی حرمین شریفین درج کیا ہے یہ نرا دھوکا ہے۔

مختصرا کیفیت اس کی اس طرح پر ہے کہ جب مولوی خلیل احمد صاحب نے جو ریاست بہاولپور میں مدرس تھے۔کتاب انوار ساطعہ کے رد میں کتاب براہین قاطعہ لکھی۔اور شائع کی تو مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ کے ملاحظہ میں گزری وہ فوراً اس کتاب کو لے کر ریاست بہاولپور میں پہنچے وہ ایک اسلامی ریاست ہے۔وہاں پر انہوں نے ظاہر کیا کہ یہ کتاب براہین قاطعہ مذہب اہلسنت و جماعت کے بالکل خلاف ہے۔اس میں سے سات مسائل مندرجہ براہین قاطعہ کو نکال کر دکھلایا۔اس پر بحکم نواب صاحب بہادر والی ریاست شوال ۱۳۰۶ھ میں مناظرہ ہوا۔نہایت عمدہ تحریری بحث ہوئی اور مولوی خلیل احمد صاحب نہایت ذلت کے ساتھ ریاست سے بدر کیئے گئے۔اور علماء پنجاب سے فتوی جاری ہوا۔کہ مولوی خلیل احمد مع موئدین کے اہلسنت سے خارج ہے۔اور فرقہ وہابیہ اسمٰعیلیہ میں سے ہے۔اس کے بعد مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمہ اس تمام بحث کے کاغذات کو لے کر کعبۃ اللہ شریف کو روانہ ہو گئے۔اس بحث کا عربی میں ترجمہ کر کے علمائے عظام حرمین شریفین کے روبرو پیش کیا گیا۔اول علماء مکہ معظّمہ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کو لے کر وہاں کے علماء کے روبرو پیش ہو کر تصدیق ہو گئی۔جب مدینہ منورہ سے واپس ہو کر حضرت مولانا مکہ معظّمہ میں آئے تو ان کو وہاں پر معلوم ہوا۔کہ مولوی رشید احمد صاحب کا ایک استفتاء امتناع کذب باری تعالیٰ کا یہاں پہنچا ہے۔اور مفتی حنفی مکہ معظّمہ کے دستخط ہو کر آرندہ واپس لے گیا ہے۔اس پر حضرت مولانا مغفور و مرحوم مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے وہ فتوے جو اس وقت فتاوی رشید

یہ کی جلد اول صفحہ ۱۱۹ اور اس رسالہ کے صفحہ ۴۳ پر ہے دکھلایا۔تب مولانا مرحوم نے ایک استفتاء مغفرت کفار کے امکان کے رد میں (جو مولوی رشید احمد صاحب نے بہ لطائف الحیل حاصل کیا تھا) لکھ کر بخدمت حضرت مولانا پایہ حرمین شریفین مولوی محمد رحمت اللہ علیہ الرحمہ مہاجر مکی کے پیش کیا۔اوران کی تصدیق کے بعد مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں پیش ہوا۔تب اس پر مفتی حنفی مکہ معظّمہ نے صاف تصریح فرمائی اور پورے طور پر مسئلہ امکان کذب باری تعالی اور مغفرت کفار کی (جو مولوی رشید احمد کے فتوے میں درج تھا) رد بلیغ فرمائی۔ یہ سب حال کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے صفحہ ۳۱۶ سے ۳۱۹ تک واضح طور پر درج ہے۔اسی پر حضرت حاجی شاہ امداداللہ علیہ الرحمہ کی بھی تصدیق موجود ہے۔ چند فقرات اقتباسا نقل کرتا ہوں۔

فقیر (غلام دستگیر) کان اللہ لہ چار مہینہ تک مکہ معظّمہ میں رہا۔رسالہ شریفہ (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل) بھی علماء کبار سے مکمل ہوا۔تب بعد ادائے حج نے فقیر اخیر ذوالحجہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا فقیر جب مکہ معظّمہ میں واپس آیا تو حضرت مولانا پایہ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتوی امتناع کذب باری تعالی بھیجا ہے۔جس کے اخیر میں درج ہے کہ حق تعالی مغفرت کفار پر قادر ہے اور یہ عقیدہ جمیع علمائے امت سعیدہ کا ہے۔الخ۔ہم نے اس کی تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکے سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظّمہ سے ان کے بعض دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوالیا ہے۔تب فقیر نے مفتی صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے یہ فتوی اوراپنی تصدیق دکھلائی بلفظہ بصفحہ ۹۱۳۔اس فتوے کو دیکھ کر فقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحوں کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا پایہ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی۔جس پر انہوں نے یہ تقریظ لکھوائی۔قد اجاد فیما افاد فللہ درہ۔(بے شک عمدہ بیان کیا ہے جو فائدہ دیتا ہے۔اس کی خوبی خدا ہی جانتا ہے) محمد رحمت اللہ ۱۲۶۳۔بلفظہ صفحہ ۳۱۷

جواب:

قارئین کرام اس اعتراض میں مناظرہ بہاولپور اوراس کی روئداد تقدیس الوکیل کا ذکر ہے اس ایک اعتراض میں کئی جھوٹ لدھیانوی صاحب نے لکھے ہیں۔ ہمارے جواب سے تمام حقیقت سامنے آجائے گی۔

ہم جواب کی کچھ تفصیل مطالعہ بریلویت جلد سے بھی نقل کریں گے۔

بہاولپور میں نواب آف بہاولپور نے جامعہ عباسیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔نواب صاحب آف بہاولپور خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے کے مرید تھے۔نواب صاحب نے خواجہ صاحب کومشورہ دیا تھا کہ صدر مدرس دیوبند سے منگوائیں۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علمی حلقوں میں آج کی طرح اس وقت بھی دیوبند ہی کا نام چلتا تھا۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری شارح ابوداؤد جامعہ عباسیہ تشریف لائے۔آپ کے یہاں آنے سے علمی زندگی میں بہار آ گئی۔علاقہ کے بعض علماء حسد کی آگ میں جلنے لگے اورنواب صاحب آف بہاولپور کواس پہلو سے بدگمان کیا کہ آپ کی علماء دیوبند سے وابستگی آپ کو انگریز حکومت کے ہاں مشکوک بنادے گی اور ہمارے سیاسی وسماجی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے، آپ ان سے ہر طریق سے بچیں۔ ریاست میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خلاف ایک طوفان اٹھا اور ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ جس طرح بن پڑے مولانا یہاں سے ہندوستان واپس چلے جائیں۔

یہاں پر دو واقعے تزکرۃ الخلیل سے پیش کرتا ہوں تا کہ معلوم ہوگا کہ حضرت کو بہاولپور میں کیسے افراد اور کن حالات کا سامنا تھا

ایک شیعہ کی مذہبی چھیڑ چھاڑ...

مدرسہ دینیات جس کے آپ صدر مدرس تھے جب ریاست سرشتہ تعلیم کی ماتحتی میں آ گیا تو اتفاق سے ایک شیعہ مذہب سید چراغ شاہ آپ کے افسر ہوئے اور چونکہ اپنے آپ کو مذہبی امور کا واقف وتبحر سمجھے ہوئے تھے اس لئے جب حضرت مدرسہ کے کسی کام کی خاطر ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ مذہبی قصہ چھیڑ کے اہل سنت پر اعتراضات شروع کر دیتے اور حضرت ان کو جواب دیتے رہتے تھے۔ جب حضرت نے دیکھا کہ ان کی عادت ہی یہ ہوگئی تو بعض لوگوں کی معرفت آپ نے ان سے کہلایا کہ میرا آپ کا معاملہ ہے افسری اور ماتحتی کا اور میں دینی معاملہ میں آپ کی رعایت نہ کروں گا اس لئے بہتر ہے کہ آپ اس معاملہ میں گفتگو نہ فرمایا کریں لیکن انھوں نے اس طرف توجہ نہ کی اور آخر آپ نے میر ابراہیم علی صاحب وزیر اعظم کی خدمت میں اپنا استعفی پیش کر دیا۔ وزیر صاحب نے وجہ دریافت کی تو آپ نے صاف کہدیا کہ سید چراغ شاہ صاحب مذہبی چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آتے اور مجھے ان کی افسری کے سبب ضروریات

مدرسہ کے لئے ان کے پاس جانا ضرور پس جواب دوں تو ان کی طرف سے مضرت دنیا کا اندیشہ اور جواب نہ دوں تو دینی نقصان اور منصب کے خلاف۔ اس لئے یہی مناسب ہوا کہ عزت وآبرو کے ساتھ علیحدگی اختیار کروں."

وزیر صاحب نے آپ کو چراغ شاہ کی ماتحتی سے نکال لیا اور استعفی نامنظور کر کے آپ کو اپنے کام پر بحال رکھا۔ اس طرح پر آپ تعلیم کے مشغلہ میں مطمئن و دل نہاد ہو گئے مگر چراغ شاہ کو آپ سے دشمنی بڑھ گئی اور وہ آپ کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہنے لگا." (تزکرۃ الخلیل ص ١٣٠ مکتبۃ الشیخ کراچی)

دوسرا واقعہ:

شرعی حکم کے اظہار میں رورعایت سے انکار۔

اسی اثناء میں ایک اور واقعہ پیش آ گیا کہ ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم کے پیر صاحب نے اپنے مرید کی بیوی کو گھر میں رکھ لیا اور اس کا مقدمہ انھیں ڈائریکٹر کی عدالت میں گیا کہ وہ چیف جج بھی تھے مسل برائے تحقیقات وحکم شرعی مدرسہ دینیات میں حضرت کے پاس بھیجدی گئی اور وہ پیر صاحب اس زعم میں کہ مجوز انکا مرید اور حضرت کا افسر ہے خود حضرت کے پاس آئے اور دوسروں کو سفارشی بھی لائے کہ ان کے جاہ کا لحاظ بھی رکھا جائے۔ مگر حضرت نے اس معاملہ میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تحقیق کے بعد جو حکم شرعی ذہن میں آوے گا اس کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ شرعی ذمہ داری ہے اور اس میں کسی کی رعایت و جانب داری حرام ہے۔ اس پر پیر صاحب بہت ناراض ہوئے اور جج صاحب سے طرح طرح کی شکایت کر کے ان کو بھڑکایا". (تزکرۃ الخلیل ص ١٣١ مکتبۃ الشیخ کراچی)

حضرت رمضان میں وطن گئے ہوئے تھے۔ دشمنوں کو آپکے خلاف کے شور مچانے کا موقع ملا اور عوام وخواص میں طرح طرح کی بدگوئی وعناد کا پھیلاوا ہونے لگا۔ بالآخر فرمانروائے بھاولپور کی خدمت میں بھی عرضداشت پیش کر کے کہ مولوی خلیل احمد نے براھین قاطعہ میں حق تعالی کو کاذب لکھا ہے اس پر آمادہ کیا کہ ان مسائل میں مولوی خلیل احمد صاحب سے مناظرہ کرایا جائے۔ خواجہ غلام فرید صاحب رحمہ اللہ حکم قرار پائے۔

مناظرہ کے بعد کس کا پلہ بھاری رہا اور کس کا کمزور؟ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ مناظرہ کے بعد خواجہ غلام فرید صاحب کا مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے جانا اور اپنی مہمانی میں رکھنا اور

نواب صاحب کا انہیں بصد عزت واحترام واپس بھیجنا، اصل صورت حال کی خبر دے رہا ہے۔خواجہ غلام فرید نے مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ کی کتاب ہدایت الرشید پر جو تقریظ لکھی ہے، اس سے بھی مولانا خلیل احمد صاحب سے خواجہ صاحب کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

خواجہ صاحب کا مناظرہ کے بعد بھی علماء دیوبند کے بارے میں عقیدت ومحبت قائم رکھنا ایک عام قاری کو" تقدیس الوکیل'' کا مطالعہ ضرور الجھن میں ڈال دیتا ہے۔خواجہ غلام فرید کی دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے محبت وعقیدت کے حوالے سے ان کے ملفوظات ''اشارات فریدی'' کا مطالعہ اس ضمن میں کافی مفید رہے گا۔ایک حوالہ اس ضمن میں پیش کیے دیتا ہوں۔اشارات فریدی کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے : ''

تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی زیادہ سخت طبع تھے۔آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء ہندوستان میں سر پرست اور سر براہ مولانا رشید احمد گنگوہی مانے جاتے ہیں۔آپ پر شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا'' (اشارات فریدی ص ۳۷۱)

آگے ایک اور مقام پر خواجہ صاحب کے حوالے سے لکھا ہے۔مولانا رشید احمد گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہ...اگر چہ دارلعلوم کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوری مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارلعلوم حضرت حاجی امداداللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔'' ارشادات فریدی ص ۲۵۳)

حاشیہ پر لکھا ہے:

حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفۂ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے وہابی کہتے تھے۔'' (ایضاً)

مولانا غلام دستگیر قصوری کے ایک شاگرد مولانا زمان شاہ ہمدانی بہاولپور رہتے تھے۔آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے بھی شاگرد تھے اور ان سے اکتساب علم کیا تھا۔مولانا غلام دستگیر قصوری جب بھی بہاولپور جاتے تو مولانا سید زمان شاہ کے ہاں قیام فرماتے،سو ان کی ذات اس جہت سے مجمع البحرین بنی ہوئی تھی۔

مناظرہ کی فتح شکست کی اصل صورت حال کا اندازہ مولانا سید زمان شاہ ہمدانی کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ یہ خط فارسی میں ہے اور تین پائی (ایک پیسہ) کے پوسٹ کارڈ (جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر والی ٹکٹ ہے پر لکھا ہوا ہے۔ یہ قصور کے حضرت مولانا سید محمد عبدالحق شاہ صاحب کے نام ہے۔ موصوف مولانا سید زمان شاہ ہمدانی کے بہنوئی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ مولانا سید عبدالحق صاحب مولوی غلام دستگیر کے شاگرد بھی تھے اور اس مناظرہ کی اصل صحیح صورت حال جاننا چاہتے تھے۔ یہاں خط کا ترجمہ مطالعہ بریلویت جلد تین سے نقل کیا جاتا ہے

''وہ جو آپ نے انجام مباحثہ کی اصل حقیقت کے بارے میں پوچھا ہے، زمانے کی دگرگونی کے باعث میرے لیے یہ تکلیف مالایطاق ہے، تاہم جناب کے حکم کو مقدم سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عالمانہ انصاف کی نظر میں سہارنپوری مولوی کا غلبہ تامہ رہا اور کسی قسم کی ان میں کمزوری نہ رہی، بلکہ یہ بات ممکنات میں سے نہ رہی کہ دوسرا فریق غالب آ سکے، مگر چونکہ یہاں کے کچھ لوگوں کو مولانا سہارنپوری سے ذاتی عداوت ہوگئی ہے اس لئے وہ مولانا کو ناحق اور بے موجب شکست کا الزام دینے لگے اور آپ کی ایذارسانی کے درپے ہوئے لیکن الحق یعلو ولا یعلی کے مطابق دشمنوں کے برے ارادے پورے نہ ہونے پائے اور اللہ عزاسمہ نے مولانا سہارنپوری کو حفظ وشان اور عافیت سے وطن واپس پہنچایا۔ اس تحریر کو قسم اور حلف سے موکد تصور کرلیں اور ساری بات کو مولانا غلام دستگیر صاحب سے پوری طرح مخفی رکھیں اور اس سلسلہ میں تاکید مزید عرض ہے اور خبر دینے والے تمام لاگوں سے اسے چھپائے رکھیں، بلکہ پڑھنے کے بعد اسے پھاڑ دیں۔

دستخط سید محمد زمان شاہ

یہ اصلی خط حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی کے پاس محفوظ تھا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب ہمدانی نے مکہ مکرمہ میں شیخ الحدیث مولانا زکریا کو دیا۔

تقدیس الوکیل کی کاروائی خانہ ساز تھی اس کا اندازہ تذکرۃ الخلیل ص ۱۴۵ کہ روایت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

"یہ بلفظہ مناظرہ جس طرح تحریر ہوا تھا اس لیے ہم نہیں لکھ سکے کہ جو مناظرہ مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے تھے، ہم نے اس کی نقل لینے کی درخواست بخدمت جناب میر ابراہیم علی صاحب، جناب سید

غلام مرتضی شاہ صاحب کی تھی اور انہوں نے ہم کو اس کی نقل کی اجازت دے دی تھی اور وہ کاغذات سرکاری طور پر بتوسط جناب مرزا جنڈ وڈہ خان صاحب، جناب میاں صاحب کی خدمت میں محفوظ رکھے تھے اور جناب سید غلام مرتضی شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کل صبح کو کسی کو بھیج دینا نقل کر کے لے جائے گا۔ دوسرے روز مولانا خود مع چند طلبہ دولت خانہ بخدمت جناب شاہ صاحب گئے اور نقل کے لیے کہا۔ جناب شاہ صاحب نے براہ مہربانی اسی وقت آدمی کو بھیج کر میاں صاحب کے ایک خلیفۃ کو بلایا اور کاغذات مناظرہ کے لانے کے واسطے حکم کیا۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر یہ جواب لایا کہ جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں خلیل احمد کا آدمی لکھتا تھا، اس کے پاس ہوں گے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی یہ میاں صاحب کا ہی جواب ہے بلکہ کچھ عجیب نہیں یہ پیچ میں حضرت غلام دستگیر ہی کی کاروائی ہے ...الخ۔"

مناظرہ کی بلفظہ تحریر نہ دینے میں خدا جانے کون سے عوامل کارفرما تھے لیکن اگر اس مناظرہ کی بلفظہ تحریر فریقین کو مل جاتی اس سے فریقین کا موقف بہتر طور پر اندازہ کیا جاسکتا تھا۔

غلام دستگیر قصوری مرتب تقدیس الوکیل کی علمی حیثیت

ملفوظات مہریہ ص ۹۲ میں پیر مہر علی شاہ صاحب کا چشم دید واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ:

''الغرض حسبِ وعدہ جب میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے۔ اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق وتعارف نہ تھا۔ میں نے خلوت میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحثہ میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی نہ ہونے کے برابر ہے۔'' (ملفوظات مہریہ ص ۹۲)

یہ ہے غلام دستگیر قصوری کا تعارف۔ آگے پڑھئے:

''اس لئے مولوی غلام دستگیر صاحب اوراق کے الٹ پلٹ اور حدیث کی تخریج میں مشغول ہو گئے لیکن کافی تلاش کرنے پر بھی حدیث نہ ملی''۔ (ایضاً ص ۹۲)

آگے جب پیر مہر علی شاہ صاحب ان کی مدد کیلئے بولے تو اختتام پر کیا ہوا وہ پڑھیے:

''جب مجلس برخاست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکریہ ادا

کرنے لگے اور اثنائے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے تائید غیبی بنا کر بھیج دیا ہے ورنہ کام مشکل تھا''۔(ایضاً ص ۳۰)

یہ آپ کے غلام دستگیر صاحب کی علمی وسعت کا حال ہے۔

قارئین کرام یہاں ہم نے مناظرہ کا کچھ پس منظر اور مناظرے کے بعد حکم مناظرہ کا حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ سے رویہ اور علماء دیوبند سے تعلق اور تقدیس الوکیل اور مرتب تقدیس الوکیل کا کچھ حال بیان کیا ہے۔تفصیل کے کئے آپ تذکرۃ الخلیل کو ملاحظہ فرمائیں جہاں اس مناظرے کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

قارین کرام لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ گنگوہی صاحب نے اپنے فتوے پر دھوکے سے سے تصدیق حاصل کی۔

قارئین کرام حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے جس فتوے پر تصدیقات علماء مکہ سے حاصل کی گئی تھیں اس عقیدے کو تو بریلوی علماء نے بھی اپنا عقیدہ تسلیم کرلیا ہے پھر یہ دھوکہ کا تاثر دینا دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ فتوی المہند کے جواب نمبر 23 میں بھی نقل کیا گیا ہے اور المہند کے عقائد کو بریلوی علماُ ے اپنے عقائد لکھا ہے۔اگر المہند کے عقائد بریلویوں کے بھی ہیں تو پھر تصدیق کا دھوکا کیسا۔

دوسری بات کہ اس فتوے پر مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ کے ہی نہیں بلکہ مفتی شافعیہ مفتی مالکیہ اور مفتی حنابلہ کے بھی دستخط ہیں۔

اس فتوے کی حقانیت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس فتوے کے تصدیق کنندہ مفتی مالکیہ محمد عابد بن حسین اور مفتی شافعیہ محمد سعید بن بابصیل صاحب نے مکرر اسی فتوے پر المہند میں تسدیق کی۔

باقی لدھیانوی صاحب کا یہ کہنا کہ تقدیس الوکیل کا کسی نے جواب نہں لکھا لدھیانوی صاحب کی کم علمی ہے۔

دراصل یہ مناظرہ شوال ۱۳۰۶ھ بمطابق جون ۱۸۸۹ء میں ہوا۔

مناظرہ کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی خفت مٹانے کے لیے ایک اخبار صادق

الاخبار بہاولپور مورخہ ۱۱ جولائی ۱۸۸۹ء کو مناظرہ کے حوالے سے ایک تحریر شائع کی۔

اس کے جواب میں علماء دیو بند کی طرف سے ایک شریک جلسہ نے تحریر لکھی جو اخبار نظام الملک مراد آباد مورخہ ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو شائع ہوئی۔

تذکرۃ الخلیل میں یہ پورا جواب موجود ہے۔

رہی بات تقدیس الوکیل کے جواب کی تو سب سے پہلے یہ تو آپ ثابت کرو کہ یہ کتاب مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ یا ان کے متعلقین میں سے کسی کو ملی ہو۔

دوم یہ کہ المہند علی المفند حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ کے ساتھ ساتھ تقدیس الوکیل کا بھی جواب ہے کیونکہ ایسے اعتراضات جو تقدیس الوکیل میں اٹھایے گیے ہیں وہ ہی جواب حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ میں اٹھائے گئے ہیں۔تقدیس الوکیل کا مزید مفصل جواب عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

اعتراض نمبر ۳۱ صفحہ نمبر ۴۲۳:

.اسی رسالہ (التصدیقات) کے صفحہ ۳۵ چوبیسویں سوال کے جواب میں جو عقیدہ لکھا ہے اس کے خلاف آپ کے امام الطائفہ کے رسالے یکروزی کے صفحہ ۱۴۵ میں حق تعالیٰ کے کلام پاک میں وقوع کذب ممکن لکھا ہوا موجود ہے نیز خود مولف رسالہ کے رسالہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۳ میں موجود ہے یہ بھی دھوکا ہے۔

الجواب

: قارئین کرام اس اعتراض کا جواب ہم اپنے رسالے الکلام المقند فی جواب رادالمہند کے اعراض نمبر ۳۰ کے جواب کے تحت لکھ دیا ہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر 32 صفحہ نمبر 423

.اسی رسال کے صفحہ ۲۶ پچیسویں سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ " کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی طرف امکان کذب منسوب کیا ہے؟." اس میں سولات نمبر ۲۳ اور ۲۴ امکان کذب باری تعالیٰ کو خود قبول کیا ہے اور یوں تحریر کیا ہے۔وہو ھذا۔

"ہم یوں کہتے ہیں ان جیسے (ظلم کذب) وغیرہ افعال یقیناً قدرت میں داخل ہیں۔

البتہ اہلسنت و جماعت اشاعرہ ماتریدیہ کے نزدیک ان کا وقوع جائز نہیں ماتریدیہ کے نزدیک نہ شرعاً جائز نہ نقلا۔اوراشاعرہ کےنزدیک صرف شرعاً جائز ہے۔"(بلفظہ ص٣٦)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلسنت و جماعت ماتریدیہ(جس میں دیوبندی بھی اپنے آپ کو داخل کرتے ہیں) کےنزدیک امکان کذب کامسلہ شرعاً جائز ہے نہ عقلا۔لیکن اشاعرہ کےنزدیک صرف شرعا جائز نہیں۔لیکن عقلا جائز ہے۔اس لیے عقل کوشریعتِ پر مقدم کرکےفتویٰ جواز کادیا گیا۔جو بالکل غلط اوردھوکاہے۔

الجواب:

قارئین کرام اس اعتراض کاجواب ہم اپنےرسالے الکلام المقند فی جواب رادالمہند کے اعراض نمبر٢٨ کے جواب کےتحت لکھ دیاہے۔لہذا آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ٣٣ صفحہ نمبر ٤٢٥:

اسی رسالہ کےصفحہ ٤٢ چھبیسویں(٢٦) سوال کےجواب میں خود مان لیا کہ قادیانی مدعی مسیحیت اورنبوت کوہم پہلےمردصالح مانتے تھے۔ورجانتے رہے ہیں باوجودیکہ علماء پنجاب بالخصوص مولوی محمدمرحوم لدھیانوی (جوآپ کے جدفاسد ماجد ہیں) نےمولوی رشید احمد صاحب کو بہت سمجھایامگروہ قادیانی کومرد صالح ہی کہتے رہے۔تحریران کی چھپی ہوئی موجود ہے۔اورحضرت پایہ حرمین شریفین مولانارحمت اللہ مہاجر مکی نے بھی اپنی تقریظ میں جودرج ہوچکی ہے۔مولوی رشیداحمدصاحب اورقادیانی کے اتفاق باہمی کاحال لکھاہےلیکن جب سب اطراف سےاورعرب وعجم سےقادیانی کی تکفیر ہوئی۔تب آپ کوبھی کچھ تاثیر ہوئی۔یہ بھی دھوکاہے۔

الجواب:

قارئین سب سے پہلےتو ہم اسکامختصر جواب یہ دیتے ہیں کہ مولانا رشیداحمدگنگوہی رحمہ اللہ سمیت تمام دیوبندی مرزا قادیانی اوراس کے ماننے والوں کا کافرسمجھتے ہیں۔اور اسکا اقرارخود بریلویوں اور قادیانیوں نےبھی کیاہے۔

مظہرفاضل بریلوی حشمت علی رضوی المہند کے اسی جواب پراپنےتبصرے میں یہ اقرارکرتے

ہوئے لکھتا ہے کہ "

میں کہتا ہوں یہ سب ٹھیک ہے بے شک دیو بندیوں نے مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے دیئے اور وہ چھپ کر شائع بھی ہو گئے "(راد المہند ص ۱۰۳ میلاد پبلیکیشنز لاہور)

بریلوی اجمل العلماء اجمل سنبھلی صاحب لکھتے ہیں کہ '

اکابر وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی اشرف علی تھانوی مولوی قاسم نانوتوی وغیرہم کے حق میں کیا کہیں گے جو روافض وخوارج اور قادیانیوں وغیرہ کی تضلیل وتذلیل وتکفیر کرتے ہیں "(ردسیف یمانی ص ۲۲ ادارہ غوثیہ رضویہ لاہور)

اسی طرح خود قادیانیوں کی گواہی بھی ہے

مرزا قادیانی نے ایک اشتہار خاص حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے شائع کیا جس کا عنوان یہ تھا:

''میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پر کھنے کیلئے جنہوں نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے اور اس پر لعنت اور شب وشتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے اس اشتہار کے وہ سب مکفر مخاطب ہیں جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے خواہ لدھیانوی ہیں یا امرتسری یا غزنوی یا بٹالوی یا گنگوہی ۔۔الخ (مجموعہ اشتہارات: ج ۲، ص ۱۱۷ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ)

قارئین کرام اب ہم یہاں مولوی عبدالحق خان بشیر صاحب کا ایک مضمون نقل کرتے ہیں جو لدھیانوی صاحب جیسے ہی ایک اعتراض کے جواب میں حضرت نے لکھا تھا جو کہ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی سے جنوری ۲۰۰۹ء میں دو اقساط میں شائع ہوا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف حضرت مولانا رشید احمد کا فتویٰ کفر ایک تاریخی حقیقت

ایک تحقیقی جائزہ

۱۹۸۴ کا واقعہ ہے کہ ایک غالی فرقہ کی طرف سے ''فتاویٰ قادریہ'' کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی جسے لاہور کے ایک نشریاتی ادارہ ''مکتبہ قادریہ'' نے شائع کیا اور اسے پورے ملک میں پھیلایا گیا' بعض احباب کی وساطت سے یہ کتاب ہم تک بھی پہنچی۔ یہ کتاب درحقیقت تحریک آزادی ہند کے عظیم جرنیل' فخر المجاہدین حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے جلیل القدر صاحبزدگان : حضرت

مولانا محمد لدھیانوی، حضرت مولانا عبد اللہ لدھیانوی، حضرت مولانا عبد العزیز لدھیانوی اور حضرت مولانا اسماعیل لدھیانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختلف فتاویٰ جات کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے اپنے والد گرامی قدر کے اسم گرامی کی طرف منسوب کر کے شائع کیا ہے۔

ان علمائے لدھیانہ کو یہ شرف وسعادت حاصل ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اولین فتویٰ کفران ہی کی طرف سے جاری ہوا، حالانکہ اس وقت اکثر وبیشتر علماء کرام مرزا قادیانی کے افکار ودعاوی سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے میں متردد تھے اور اس کے نظریات کے بارہ میں ٹھوس معلومات اور ثبوت نہ ہونے کی بناء پر فتویٰ کفر جاری کرنے سے گریزاں تھے، ان ہی محتاط ومتردد علماء میں قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز بھی شامل تھے۔

علماء لدھیانہ کا فتویٰ اور حضرت گنگوہی کا ابتدائی مؤقف ۱۳۰۱ ہجری میں جب مرزا قادیانی کی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' منظر عام پر آئی تو اس کی بعض غیر محتاط عبارات سے علماء کرام کا ایک گروہ چونک اٹھا اور ان کے دلوں میں مرزا قادیانی کے بارہ میں شکوک وشبہات سر اٹھانے لگے، اسی دوران مرزا قادیانی نے اپنے چند روزہ قیام لدھیانہ کے دوران کچھ عجیب قسم کے دعوے کر دیئے، گویا وہ مامور من اللہ ہے، جس سے علماء کرام کا وہ گروہ مزید چوکنا ہو گیا اور اس نے مرزا قادیانی پر کفر وضلالت کا فتویٰ جاری کر دیا۔ یہ فتویٰ جاری کرنے والے یہی علماء لدھیانہ تھے جو مرزا قادیانی کی کتاب اور اس کے زبانی دعوؤں سے نبوت ورسالت کی طرف اس کی غیر محسوس پیش قدمی بھانپ گئے۔

لدھیانہ کے بعض دیگر علماء مرزا قادیانی کے ان پوشیدہ مقاصد اور نبوت کی طرف اس کی خفیہ پیش رفت کا ادراک نہ کر سکے اور انہیں علماء لدھیانہ کا فتویٰ کفر ناگوار گزرا، چنانچہ وہ فتویٰ کفر دینے والے علماء کے خلاف شکایت لے کر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے علم وفہم کے مطابق حضرت گنگوہیؒ کو دو طرفہ صورت حال بتائی، حضرت گنگوہیؒ نے ان کا مؤقف سنا تو اس مؤقف کی روشنی میں فتویٰ دینے والے علماء لدھیانہ کی طرف ایک مکتوب جاری فرمایا، جس میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ:

''گو کتاب ''براہین احمدیہ'' کے بعض اقوال میں کچھ خلجان سا ہوتا ہے، مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے، لہذا آپ جیسے اہل علم سے تعجب ہے کہ ایسے امر متبادر المعانی کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم

فرمایا' اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو اسلام سے خارج نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ تکفیر مسلم ایسا سہل امر نہیں کہ ذراسی بات پر کسی کو جھٹ کافر کہہ دیا جائے ۔۔۔۔۔ بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شک پر جائز نہیں' اگر القائے شیطانی بھی ہو تو بھی ارتداد اور تکفیر کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہو سکتی اور آپ کا یہ فرمانا کہ :اس کا دعویٰ انبیاء سے بڑھ کر ہے' یہ بیان میری سمجھ سے باہر ہے' کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی ہے' یہ بندہ جیسے اس بزرگ (مرزا قادیانی) کو کافر' فاسق نہیں مانتا' اس کو مجدد و ولی بھی نہیں کہتا' صالح مسلمان سمجھتا ہوں اور اگر کوئی پوچھے تو ان کے ان کلمات کی تاویل مناسب سمجھتا ہوں اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے''۔ (فتاویٰ قادریہ' مطبوعہ لاہور)

حضرت گنگوہیؒ کا مؤقف' لدھیانہ سے آنے والے ان علماء کی فراہم کردہ معلومات پر مبنی ہے جو اس وقت تک مرزا قادیانی کے بارہ میں حسن ظن رکھتے تھے اور فتویٰ دینے والے علماء لدھیانہ کی سخت گیری اور جلد بازی سے نالاں بھی تھے' ایسے حالات میں اصولِ فتویٰ کی حدود وقیود اور تکفیر مسلم کی حساسیت ونزاکت سے واقفیت رکھنے والے اصحاب علم وفہم اچھی طرح واقف وباخبر ہیں کہ فتویٰ میں کس قدر احتیاط لازم ہے' اس لئے اس وقت کے حالات وواقعات کے مطابق یہ حضرت گنگوہی کا ایک انتہائی محتاط فتویٰ تھا' لیکن بعد میں جوں جوں مرزا قادیانی کے افکار ودعاوی کی اصل حقیقت حضرت گنگوہی پر واضح وآشکارا ہوتی چلی گئی' ان کے مذکورہ مؤقف میں بھی نمایاں اور واضح تبدیلی آتی چلی گئی اور مرزا قادیانی سے متعلق ان کا فتویٰ رفتہ رفتہ سختی وشدت اختیار کرتا چلا گیا۔

تحقیق یا جہالت؟

بدقسمتی سے لاہور کے جس مکتبہ نے ''فتاویٰ قادریہ'' دوبارہ شائع کیا ہے' اس نے حقیقت پسندی کا ثبوت بالکل نہیں دیا' بلکہ بدترین مسلکی تعصب کا مظاہرہ کیا ہے' اس نے جوش تعصب میں ''فتاویٰ قادریہ'' کے خول سے نکل کر حضرت گنگوہی کا مؤقف سمجھنے کی سرے سے کوشش ہی نہیں کی' اس نے مرزا قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہی کے دیگر تمام فتاویٰ کو (جن میں اس کے کفر وضلالت کا فتویٰ دیا گیا تھا) کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ''فتاویٰ قادریہ'' کے مذکورہ فتویٰ کو ہی بنیاد بنا کر یہ تأثر قائم کرلیا ہے کہ حضرت گنگوہی نے تادم آخر مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ چنانچہ مذکورہ متعصب مکتبہ کی طرف سے جو ''فتاویٰ قادریہ'' شائع ہوا' اس کے آغاز میں ایک ورقی ابتدائیہ کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس میں ان کے ایک

متعصب اسکالر جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ابو القاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب ''رئیس قادیان'' جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ : آخر گنگوہی صاحب نے بھی مرزا قادیانی کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا جہاں تک ''فتاویٰ قادریہ'' کا تعلق ہے' اس سے اس اتفاق کا نشان تک نہیں ملتا' فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ایسا کوئی عنوان نہیں ہے' اگر کوئی صاحب اس کی نشاندہی کریں تو تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کے قبول کرنے سے کوئی باک نہ ہوگا''۔(ابتدائیہ' فتاویٰ قادریہ' مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

حیرت ہے کہ شرف قادری صاحب کو ۱۳۰۱ ہجری کا ایک فتویٰ تو مل گیا' جس پر انہوں نے بڑے طمطراق کے ساتھ اپنی ریسرچ کو فائنل اور حتمی قرار دے دیا اور اس کے بعد حضرت گنگوہی کی وفات (۸' جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ) تک تقریباً ۲۲/ سال کے طویل عرصہ میں ان کی طرف سے مرزا قادیانی کے خلاف جو کفر وضلالت کے فتویٰ جاری ہوئے' وہ قادری صاحب کو کسی مارکیٹ یا لائبیریری سے دستیاب نہ ہو سکے' ہماری عقل و دانش اس مفروضہ پر ایمان لانے کو قطعاً تیار نہیں کہ اپنے مکتب فکر کے ایک نامور محقق واسکالر (جسے اپنی تاریخ پر بھی بہت ناز ہے کہ جو تاریخ سازی میں بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے) نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اس متفقہ ''فتویٰ کفر'' کا مشاہدہ و مطالعہ نہ کیا ہو جو ۱۸۹۲ء ۱۳۰۸ھ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرتب کیا تھا' اس میں مرزا قادیانی کے کفر پر حضرت گنگوہی؟ کے دستخط موجود ہیں اور پھر ہماری چھٹی حس یہ تسلیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں کہ شرف قادری جیسے اسکالر نے اپنے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی دجل وتلبیس پر مبنی کتاب ''حسام الحرمین'' کے جواب میں فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی معروف ومشہور کتاب ''المہند علی المفند'' کا مطالعہ نہ کیا ہو' جس میں مرزا قادیانی کے خلاف حضرت گنگوہی؟ کے مطبوعہ فتویٰ کفر کا تذکرہ بصراحت موجود ہے' بہرحال خدا غارت کرے اندھی' گونگی' بہری عصبیت کا جو اچھے بھلے محقق کو بھی صم' بکم' عمی بنا دیتی ہے۔

فتویٰ امام ربانی بر مرزا قادیانی:

جناب شرف قادری صاحب کی طرح بعض غیر مقلدین نے بھی حضرت گنگوہی کے بارہ میں یہی غالیانہ اور متعصّبانہ مؤقف اختیار کیا تھا' جس کا جواب ہم نے ۱۹۸۴ء میں ''فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی'' کے نام سے شائع کر دیا تھا' ہمارے ۸۰' صفحات کے اس رسالہ کو بے حد پذیرائی ملی۔شہید اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ اور سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس سرہ العزیز نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا' بلکہ حضرت لدھیانوی نے تو انتہائی شفقت وحسرت بھرے انداز سے فرمایا کہ :اس رسالہ کے ذریعہ حضرت گنگوہی کے مرزا قادیانی کے خلاف متعدد فتوے میرے مطالعہ میں پہلی بار آئے ہیں' پہلے وہ میری نظر سے نہیں گزرے۔

ختم نبوت کانفرنس لندن کے موقع پر حضرت گنگوہی کے مرزا قادیانی سے متعلق مؤقف کے بارہ میں ہم سے سوال ہوتے رہے' ہم نے ''المہند علی المفند'' مولانا بٹالوی کے متفقہ فتویٰ کفر' مرزا غلام احمد قادیانی اور بعض دیگر قادیانیوں کی تحریرات سے تو ان کا جواب دیا' لیکن یہ رسالہ اگر ہمیں پہلے مل جاتا تو ہم اس بارہ میں مزید مدلل جواب دے سکتے بہرحال اس وقت چونکہ (اس وقت کے حالات وواقعات کی بنا پر) اس رسالہ میں معترضین کے لئے تنقیدی جوابات بھی شامل تحریر تھے' جن کی موجودہ حالات میں ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے' اس لئے اب زیر نظر مضمون سے ہم نے وہ تمام تنقیدی بحثیں خارج کردی ہیں اور صرف حضرت گنگوہی کے فتاویٰ جات پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے' تاکہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کے بارہ میں حضرت گنگوہی کا تحقیقی وفکری نکتہ نظر کھل کر سامنے آجائے۔

لدھیانہ کا جوابی مکتوب

علماء لدھیانہ کے نام حضرت گنگوہی کے مکتوب گرامی کے دو اقتباسات ہم گذشتہ سطور میں نقل کر چکے ہیں جس میں حضرت گنگوہی نے مرزا قادیانی سے متعلق معلومات کی روشنی میں اس کے بارہ میں اپنا نکتہ نظر بیان کیا ہے' اس کے جواب میں علماء لدھیانہ نے حضرت گنگوہی کے نام اپنے مکتوب کے اندر لکھا کہ :

''ہماری رائے میں علماء کا ایسے موقع پر توقف کرنا' عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے' کیونکہ عوام تاویل کا نام تک نہیں جانتے' اسی بنا پر علمائے شریعت نے حسین بن منصور حلاج کو قتل کرادیا' حالانکہ اس سے کوئی ایسا کلمہ صادر نہ ہوا تھا جو قابل تاویل نہ ہو' آپ جیسے اہل فضل اور صاحب کمال سے تعجب ہوا کہ کلمات کفریہ کی تاویلات کے درپے ہوئے اور مرزا غلام احمد کے حالات سے کما حقہ اطلاع حاصل کئے بغیر اس کو صالح مسلمان قرار دے دیا اور نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا''۔(فتاویٰ قادریہ)۔

حضرت گنگوہی کا مکتوب اور علماء لدھیانہ کا جوابی مکتوب دونوں ''فتاویٰ قادریہ'' کے علاوہ مؤرخ اسلام حضرت مولانا ابو القاسم محمد رفیق دلاوری رحمہ اللہ علیہ (تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند) کی شہرہ آفاق کتاب

”رئیس قادیان“ میں بھی شائع ہو چکے ہیں جو پہلے دو حصوں میں الگ الگ شائع ہوتی رہی اور اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے دونوں حصوں کو یکجا کر کے ایک ہی جلد میں شائع کر دیا ہے‘ مذکورہ مکاتیب اس کے ص ۳۷۲: تا ۳۷۹ میں منقول ہیں۔ تفصیلی خطوط وہیں ملاحظہ کر لئے جائیں‘ ان دونوں مکتوبات کے اندر دو پہلو پوری طرح واضح ہیں۔

:۱ — یہ کہ دونوں فریق فتویٰ کے ایک ایک احتیاطی پہلو پر عمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں‘ حضرت گنگوہی اگر فتویٰ میں تکفیر مسلم (بلا ثبوت وتحقیق) سے گریز کر کے احتیاطی پہلو پر عمل پیرا تھے تو علماء لدھیانہ عوام الناس کو مرزا قادیانی کے خود تراشیدہ دعوؤں کی گمراہی سے بچانے کے احتیاطی پہلو کو اختیار کئے ہوئے تھے اور اصحاب علم وفہم اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ فتویٰ کے اندر یہ دونوں پہلو بہت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

:۲ — یہ کہ علماء لدھیانہ مرزا قادیانی کی ”براہین احمدیہ“ کا مطالعہ کر چکے تھے‘ لدھیانہ کے اندر اس کے دعاوی سن چکے تھے اور اس کے طرز وطریق کافی حد تک جان چکے تھے‘ گویا وہ مرزا قادیانی کی شخصیت‘ اس کی تحریک‘ اس کے حالات وتعلیمات اور اس کے مقاصد سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے‘ اس کے برعکس حضرت گنگوہی کی معلومات مرزا قادیانی کے بارہ میں صرف شنیدہ حد تک تھیں اور دیدہ وشنیدہ میں فرق ہر ایک پر واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے بارہ میں مکمل معلومات حاصل ہونے کے بعد حضرت گنگوہی نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر کو نہ صرف تسلیم کیا‘ بلکہ بھرپور طریقہ سے اس کی تائید وتصدیق بھی کی‘ یہاں تک کہ مرزا قادیانی کی مناظرانہ چیلنج بازیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔

علماء لدھیانہ کی دارالعلوم دیوبند میں حاضری

حضرت گنگوہی اور علماء لدھیانہ کے مابین مذکورہ خط وکتابت کے بعد اسی سال دارالعلوم دیوبند کا سالانہ جلسہ دستار بندی قریب آ گیا‘ چنانچہ علماء لدھیانہ اس جلسہ میں شرکت کے لئے ۲۱ جمادی الاول ۱۳۰۱ ہجری کو دیوبند پہنچے‘ جلسہ کے موقع پر حضرت گنگوہی بھی (گنگوہ شریف سے) دیوبند تشریف لائے تھے اس موقع پر ملک بھر (متحدہ ہندوستان) سے بڑے بڑے علماء کرام بھی تشریف لائے ہوئے تھے‘ علماء لدھیانہ نے ان اکابر علماء کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کا کچھ حال بیان کیا اور انہیں مرزا قادیانی کے دعاوی ومقاصد کے بارہ میں تفصیلی حالات سے آگاہ کیا اور اس کی

بعض تحریرات بھی بطور ثبوت دکھلائیں۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی وضاحت

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی کے فرزند ارجمند اور حضرت شاہ عبد الغنی مجددی کے شاگرد رشید تھے، قیام دار العلوم دیوبند کے بعد دار العلوم کے پہلے صدر مدرس مقرر ہوئے اور اپنی وفات (۳/ربیع الاول ۱۳۰۲ھ) تک اس عظیم منصب پر فائز رہے، علماء لدھیانہ نے جب انہیں مرزا قادیانی کے بارہ میں تفصیلی حالات سے آگاہ کیا تو انہوں نے حالات سن کر فرمایا کہ:

"میں مرزا غلام احمد کو اپنی تحقیق میں ایک آزاد خیال، لامذہب جانتا ہوں، چونکہ آپ (یعنی علماء لدھیانہ) قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں، اس لئے آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا، اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب "براہین احمدیہ" پڑھی ہے اور میں نے اور مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) نے اس کا مطالعہ نہیں کیا"۔ (رئیس قادیان ص ۳۷۹، ۳۸۰)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی مذکورہ وضاحت کا ایک ایک جملہ فتویٰ کی اصولی احتیاط ظاہر کر رہا ہے اور وہ اصولِ فتویٰ کی روشنی میں برملا اس چیز کا اعتراف فرما رہے ہیں کہ علماء لدھیانہ چونکہ مرزا قادیانی کے بارہ میں معلومات کاملہ کی بنیاد پر اس کے خلاف فتویٰ کفر دے رہے ہیں، اس لئے ہم ان کو منع نہیں کرتے۔ البتہ خود فی الوقت فتویٰ کفر اس لئے نہیں دیتے کہ ہم نے ابھی تک نہ تو "براہین احمدیہ" کا مطالعہ کیا، نہ مرزا قادیانی کے کلمات کفریہ خود سنے اور نہ ہی اس کے دعاوی باطلہ کی تحریرات ہماری نظر سے گزریں، البتہ علماء لدھیانہ کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر مولانا یعقوب نانوتوی نے مرزا قادیانی کے بارہ میں درج ذیل تحریری مؤقف ان کو ارسال کر دیا:

"یہ شخص (مرزا قادیانی) میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے، اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں اس کو کس روح کی اویسیت ہے مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے" (رئیس قادیان ص ۳۸۰)

ہمارے خیال میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے زیادہ واضح مؤقف تحریر میں لانا ممکن نہ تھا، جو حضرت نانوتوی نے تحریر فرما دیا۔

حضرت گنگوہی کی تائید

مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے مذکورہ تحریری وضاحت حاصل کرنے کے بعد علماء لدھیانہ حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت نانوتوی کا مؤقف ان کے سامنے پیش کر دیا' اس پر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ : "مولانا محمد یعقوب ہم سب کے بڑے ہیں' جو کچھ وہ فرمائیں گے مجھے بسرو چشم قبول ہوگا"۔(ایضاً ص ۳۸۰:)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے مذکورہ فرمان کہ مرزا قادیانی آزاد خیال اور لا مذہب ہے' صحبت اہل اللہ اور ان کے فیض باطنی سے محروم ہے اور اس کے الہامات اولیائے اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے' حضرت گنگوہی کی طرف سے اس فرمان کی غیر مشروط تائید کے بعد ان کا سابقہ مؤقف کہ میں مرزا قادیانی کو صالح مسلمان جانتا ہوں' خود بخود منسوخ ہو جاتا ہے' اس تائید کے بعد ان کے سابقہ مؤقف سے استدلال کرنا سراسر ظلم اور صریح ناانصافی ہے۔

شاہ عبدالرحیم کا خواب اور مرزا قادیانی کی بے دینی

حضرت گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے ملاقات کے بعد علماء لدھیانہ نے شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری سے ملاقات کی اور انہیں مرزا قادیانی کے افکار ونظریات سے آگاہ کیا' شاہ عبدالرحیم سہارنپوری (رائے پوری) ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور حضرت گنگوہی کے خلیفۂ مجاز تھے' انہوں نے مرزا قادیانی کے حالات اور اس پر علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے علماء کے اختلاف کا تذکرہ سنا تو فرمایا : میں اس کے لئے استخارہ کروں گا' تاکہ اس کے بارہ میں کوئی غیبی اشارہ مل جائے' چنانچہ انہوں نے استخارہ کیا اور فرمایا:

"میں نے دیکھا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) بھینسے پر اس طرح سوار ہے کہ منہ دم کی طرف ہے' جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار (غیر مسلموں کا علامتی نشان جو عیسائی' یہودی' مجوسی کمر میں اور ہندو گلے میں دھاگے کی صورت میں ڈالتے ہیں) نظر آیا' جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے جو علماء اس کی تردید میں اب متردد ہیں' کچھ عرصہ بعد وہ بھی اسے خارج از اسلام قرار دیں گے"۔(ایضاً ص ۳۸۰:)

شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی یہ پیش گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی' نہ صرف وہ علماء جو فتویٰ کفر دینے میں متردد تھے' بلکہ مرزا قادیانی کی تائید ونصرت کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم جیسے علماء بھی

اس کے خلاف فتویٰ کفر پر متفق ہوئے اور علمائے امت نے مرزا قادیانی کے خلاف متفقہ فتویٰ کفر شائع کیا۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا مطبوعہ فتویٰ کفر

جب خاں احمد رضا خان صاحب بریلوی نے (حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی وغیرہ) اکابر علماء دیوبند کی بعض عبارات میں قطع برید کر کے اور ان کو خانہ ساز مفہوم کا جامہ پہنا کر علماء حرمین شریفین سے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کر لیا، تو شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے علماء حرمین شریفین کو خان صاحب بریلوی کے مکر و فریب اور دجل و تلبیس سے آگاہ کیا اور ان کے سامنے اسلاف دیوبند کے عقائد و نظریات کی اصل و حقیقی تصویر رکھی، اس پر علماء حرمین شریفین نے اپنی تسلی کے لئے ۲۶ (چھبیس) / سوالات مرتب کر کے علماء دیوبند کے پاس ارسال کئے۔ فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے علماء دیوبند کے نمائندہ کی حیثیت سے ان کے جوابات تحریر کئے جو ''المہند علی المفند'' کے نام سے عربی میں طبع ہوئے اور پھر حضرت سہارنپوری نے ہی ان کا اردو ترجمہ کیا اور آج کل وہ عربی متن اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں، اس وقت کے جید اکابر علماء دیوبند حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ نے ان کی تائید و تصدیق فرمائی، اس اعتبار سے وہ جماعت دیوبند کی ایک اجماعی دستاویز ہے، علماء حرمین شریفین نے جو سوالات ارسال کئے ان میں ایک سوال مرزا قادیانی سے متعلق بھی تھا، اس کے جواب میں حضرت مولانا سہارنپوری فرماتے ہیں کہ:

''ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت مرزا قادیانی کے بارہ میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہم پر ظاہر نہ ہوئی، بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے، اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان سے زیبا ہے، ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے اور اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا، اور عیسیٰ مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس پر کافر ہونے کا فتویٰ دیا، قادیانی کے کافر ہونے کی

بابت ہمارے حضرت گنگوہی کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے اور بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں"۔ (المہند علی المفند ص ۱۷: ۲۷)۔

اس سے واضح ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر باقاعدہ طور پر شائع ہو چکا ہے، ہمیں تو تلاش بسیار کے باوجود وہ دستیاب نہیں ہو سکا، ممکن ہے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ریکارڈ میں وہ موجود ہو اور "احتساب قادیانیت" کی کسی جلد میں شائع ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری مدظلہ کے مرتبہ "فتاویٰ ختم نبوت" کی کسی جلد میں شائع ہو چکا ہو، کیونکہ ہمیں اس کی تیسری جلد کے علاوہ کسی جلد کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، بہر حال اس فتویٰ کا جاری وشائع ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔(قارئین ہماری تحقیق کے مطابق یہ فتوی اشتہار کی شکل میں شائع ہوا تھا از ناقل)(حضرت گنگوہی کے مکاتیب، مفاوضات رشیدیہ)

حضرت مولانا سید محمد اشرف علی سلطان پوری کا شمار شیخ المحدثین حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے اور طریقت میں وہ حضرت گنگوہی کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں، اپنے شیخ ومرشد حضرت گنگوہی سے اپنی فکری و باطنی اصلاح کے لئے انہوں نے مختلف عنوانات پر جو خط وکتابت کی اسے انہوں نے اپنے پاس محفوظ رکھا، اگست ۱۹۳۸ میں ان کے صاحبزادہ حکیم سید نور الحسن منظور سلطان پوری مرحوم نے اپنے والد بزرگوار کے نام حضرت گنگوہی کے وہ مکاتیب "مفاوضات رشیدیہ" کے نام سے شائع کر دیئے۔ یہ رسالہ استاذ المکرم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی زید مجدہم کے کتب خانہ میں موجود ہے اور انہوں نے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے ہمیں وہ پورا رسالہ فوٹو کاپی کرا کے عنایت فرمایا۔ خدا تعالیٰ ان کا سایہ صحت وسلامتی کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور ہمیں ان کے علوم وفیوض کی برکات سے ہمیشہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے آمین

حضرت گنگوہی کے ان مکاتیب میں سے بعض مرزا قادیانی سے بھی متعلق ہیں، ان مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں مرزا قادیانی کی ماموریت، مجددیت اور مہدویت کے دعاوی سے نبوت ورسالت کی طرف پیش رفت جاری رہی توں توں حضرت گنگوہی کے اس کے بارہ میں تاثرات وفتاویٰ میں بھی تبدیلی وشدت آتی چلی گئی جو بالآخر فتویٰ کفر تک پہنچی۔ آیئے ان مکاتیب کے مطالعہ اور حوالہ سے حضرت گنگوہی کا نکتہ نظر سمجھنے کی کوشش کریں۔

پہلا مکتوب : قادیانی کا عقیدہ ناحق ہے‘ البتہ تکفیر مناسب نہیں

مولانا محمد اشرف علی سلطان پوری نے مرزا قادیانی کے اس وقت کے مطبوعہ بعض افکار و دعاوی کے شرعی حکم کے بارہ میں حضرت گنگوہی سے ان کا مؤقف دریافت فرمایا‘ تو حضرت گنگوہی نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا:

’’مولوی اشرف علی‘ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ عقیدہ جمہور خلف وسلف علمائے معتبرین کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے جو ایک شخص خاص زندہ مدعی الوہیت کا خروج کرے گا اور اس باب میں جس قدر احادیث صحاح ہیں کہ خروج دجال ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اثبات ان احادیث سے ہوتا ہے وہ سب اپنے حقیقی معانی اور ظاہر پر ہیں نہ اس بات میں تاویل ہے نہ معنی مجاز و استعارہ کے اشارہ غیر مفہوم‘ غیر متبادر معنی کی طرف ہے‘ پس صاحب فتح الاسلام مرزا غلام احمد نے جو اس کے خلاف تحقیق کیا ہے کہ احادیث کے ظاہر معنی مراد نہیں اور استعارات ہونا اس کا ثابت کیا ہے اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور خروج دجال موعود معین کا انکار کیا ہے اور اس کو اپنا عقیدہ اور حق الامر قرار دیا ہے‘ یہ تحقیق ان کی اور یہ عقیدہ ان کا اور یہ مراد لینا ان کا ان اخبار سے خطا فاش اور انحراف جادہ صواب ہے‘ اس میں چند وجوہ ہیں:

اولاً : باتفاق تمام اہل لغت وعلمائے دین کے نصوص کو معانی حقیقی پر حمل کرنا واجب ہے‘ جب تک یہ فرقہ بندی محقق نہ ہو۔ ثانیاً : عقائد کے باب میں ایسے استعارات واشارات سے ارشاد کرنا شارع علیہ السلام کا اس عقیدہ کو کہ سوائے ایک دو مفہم محدث طبقہ تیرہویں صدی کے کوئی اس کی مراد کو نہ پہنچے منصب نبوت کے خلاف ہے‘ کیونکہ ایسے احکام کو واضح طور پر بیان کرنا ضروری ہوتا ہے نہ کہ بطور معما کے۔

ثالثاً : اس تحقیق سے تمام علمائے سلف وخلف کو نہ فہم کرنے والے مراد ان احادیث کے قرار دینا کہ کوئی بھی آج تک ان احادیث کے مقصد کو نہ سمجھا یہ سخت آفت ہے۔

رابعاً : تمام امت کو عقیدہ ناحق وناصواب پر معتقد قرار دینا کہ وہ سب مقبول ایسے امر پر مدت العمر متفق ومدعی رہے‘ یہ بھی نہایت نازیبا رائے ہے۔

خامساً : حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کو رد کر دینا ہے کہ ہر طبقہ کے علماء اس عقیدہ ناصواب کے سبب مجتمع علی الضلالۃ ہو جاتے ہیں‘ لہذا واضح رہے کہ یہ عقیدہ محدثہ مخترعہ ناصواب وناحق ہے مگر مع

ہذا اس صاحب عقیدہ کی تکفیر مناسب نہیں اور انتظار جلد ثالث کا کرنا چاہئے کہ وہ خود توقف کرنا علماء کا تا مطالعہ جلد ثالث تحریر وتقریر سے لکھتے ہیں : بندہ انتظار جلد ثالث کا کرتا تھا' اب آپ کے تقاضے سے اپنی رائے سے آپ کو مطلع کرتا ہوں اور تخالف اس عقیدہ سے ظاہر کرتا ہوں فقط والسلام۔ مرزا صاحب سے ملنے میں مضائقہ نہیں''۔

تبصرہ

حضرت گنگوہی کے مذکورہ بالا مکتوب پر تاریخ درج نہیں' لیکن اس سے پچھلے مکتوب (محررہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ) اور اس کے بعد والے مکتوب (محررہ ۲۴' جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکتوب ان دونوں مکاتیب کے درمیانی عرصہ کا ہے اور یہ وہ دور ہے جب مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے ''فتح الاسم اور توضیح مرام'' دونوں کتب شائع ہو چکی تھیں' یہ دونوں کتب ۱۸۹۰ء کے آخر میں تحریر کی گئیں اور ۱۸۹۱ء کے آغاز میں شائع ہوئیں' ان دونوں کتب میں عقیدہ حیات ونزول مسیح علیہ السلام سے انکار کیا گیا تھا اور انہی کے تیسرے حصہ ''ازالہ اوہام'' کا اعلان کیا گیا تھا کہ وہ عنقریب طبع ہو گی اور حضرت گنگوہی اسی کی اشاعت کا انتظار کر رہے تھے تا کہ اس کے بعد اپنی فائنل وحتمی رائے کا اظہار کیا جائے۔ یہ ازالہ اوہام ۱۸۹۱ء کے آخر میں طبع ہوئی لیکن اس کی اشاعت سے قبل مولانا اشرف علی سلطان پوری نے جب ان دونوں مطبوعہ کتب ''فتح اسلام اور توضیح مرام'' میں حیات مسیح وغیرہ اجماعی مسائل سے انکار کیا گیا تھا' اس لئے حضرت گنگوہی نے مرزا قادیانی کے ان نظریات فاسدہ کو من گھڑت' خود تراشیدہ بے بنیاد اور ناحق قرار دیا' البتہ فتویٰ کفر جاری کرنے سے ازراہ احتیاط گریز کیا' مرزا قادیانی کے اس باطل خود عقیدہ کو بے بنیاد اور ناحق ثابت کرنے کے لئے حضرت گنگوہی نے درج ذیل پانچ بنیادیں قائم کیں۔

ملاحظہ فرمائیے!:

اولاً: یہ کہ علما دین اور ائمہ لغت کے ہاں یہ اصول متفق علیہ ہے کہ منصوص ومعروف مسائل اور ظاہر کلام کے اندر الفاظ کو حقیقی وظاہری معانی پر محمول کرنا ضروری وواجب ہے جب تک کہ کسی قطعی ویقینی دلیل خارجی کے ساتھ کوئی دوسرا (اصطلاحی وعرفی وغیرہ) معنی ثابت ومتعین نہ ہو جائے' چونکہ نزول مسیح اور خروج دجال وغیرہ احادیث صحیحہ میں موجود الفاظ کے کسی قطعی ویقینی دلیل خارجی کے ساتھ وہ معانی ثابت نہیں ہوتے' اس لئے ان کو حقیقی وظاہری معانی پر ہی محمول کیا جائے گا اور مرزا صاحب کے اشارات

واستعارات پر مبنی معانی باطل ومردود قرار پائیں گے۔

ثانیاً: یہ کہ شرعی وفطری طور پر صاحب شریعت (آنحضرت ﷺ) پر یہ لازم وضروری ہے کہ وہ عقائد واحکامات اور دیگر اسلامی تعلیمات کے اندر ایسے الفاظ استعمال کرے جو عام فہم ہوں اور امت آسانی سے ان کے مفہوم اور مقصود تک رسائی حاصل کر سکے، شارع علیہ السلام کی طرف سے عقائد اور احکامات کی تعلیمات شرعیہ میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن کا معنیٰ ومفہوم امت کا کثیر طبقہ نہ سمجھ سکے صرف گنتی کے چند افراد ہی اس کے مفہوم ومقصود تک رسائی حاصل کر سکیں منصب نبوت ورسالت کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ پیغمبر کا مقصد مسائل کو کھول کر بیان کرنا ہوتا ہے، نہ کہ مسائل کو معما بنا کر۔

ثالثاً: یہ کہ اگر مرزا صاحب کے مفہوم وموقف کو بالفرض درست تسلیم کرلیا جائے تو اس سے العیاذ باللہ تعالیٰ! یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مرزا صاحب سے پہلے کے تیرہ سو سالہ ائمہ سلف وخلف ان احادیث کے حقیقی مفہوم ومقصود سے محروم رہے اور یہ احادیث ان کے نزدیک فقط ایک معما رہیں اور یہ امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑی آفت ہے یعنی امت کے لئے یہ آزمائش ہے کہ تیرہ سو سالہ اکابر اگر ان احادیث کے مفہوم ومقصود تک رسائی صل کرنے سے محروم رہے تو باقی دینی تعلیمات کے بارہ میں ان پر کسی حد تک اطمینان کیا جائے؟

رابعاً: یہ کہ اگر مرزا صاحب کا پیش کردہ معنی ومفہوم بالفرض صحیح اور حق تسلیم کرلیا جائے تو اس سے امت کے تیرہ سو سالہ اکابر واصاغر کے قبول کردہ معنی ومفہوم کا باطل ہونا لازم آتا ہے، گویا وہ اکابر مدت العمر تک صرف مکھی پر مکھی مارتے رہے اور اسی باطل وناحق عقیدہ کی اشاعت کرتے رہے، العیاذ باللہ تعالیٰ! گویا اس اعتبار سے ان کا ایک معنی ومفہوم پر اتفاق بھی باطل اور اس کی دعوت بھی باطل اور یہ ایک انتہائی غلط اور نازیبا حرکت ہے۔

خامساً: یہ کہ مرزا قادیانی کا یہ تصور جدید آنحضرت ا کے فرمان: ''ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ'' کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس فرمان نبوی کی روشنی میں تو ایک دور کے اہل حق کا کسی باطل وگمراہ کن نظریہ پر جمع ہونا ممکن نہیں، چہ جائیکہ تیرہ سو سال کے مختلف ادوار کے اہل حق سارے کے سارے کسی گمراہی پر جمع ہو جائیں، لہذا مرزا قادیانی کا یہ تصور ونظریہ سراسر باطل وبے بنیاد ہے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی بیان کردہ مذکورہ پانچ بنیادیں فہم قرآن وحدیث

کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہیں' ان بنیادوں کو اگر اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے تو قرآن وسنت کے فہم میں انسان کبھی ٹھوکر نہیں کھا سکتا' ماضی وحال کے جس فتنہ نے بھی فکری ونظریاتی ٹھوکر کھائی ہے وہ صرف مذکورہ بنیادوں سے انحراف کی بنیاد پر کھائی ہے اور یہ خرابی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان انانیت وخود پسندی کا شکار ہوجائے اور اپنے بڑوں پر اعتماد باقی نہ رہے' علم وعقل میں خود کو ان سے بڑھ کر یا ان کے برابر سمجھنے لگے۔

اہل بدعت سے گذارش ہے کہ اس نوع کا معاملہ خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے اور پیر مہر علی شاہ صاحب کا بھی ہے دیکھئے مہر منیر تو اب ان کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہوگی۔

اعتراض نمبر ۳۴ صفحہ نمبر ۴۲۵:

اسی رسالہ میں علمائے مکہ معظّمہ میں سے کسی حنفی مفتی صاحب کی تصدیق ثبت نہیں۔اس کی کیا وجہ ہے۔بتائیے۔بتلانا کیا ہے نرا دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام بلاوجہ اعتراض پیدا کرنا لودھیانوی صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔لدھیانوی صاحب نے یہ اصول کہاں سے اخذ کیا ہے کہ مکہ کے مفتی حنفیہ کی تصدیق المہند پر ہوتی تو المہند درست ثابت ہوجاتی

حسام الحرمین میں بھی مفتی حنفیہ کی تصدیق حسام میں موجود ہی نہیں ہے کیوں کہ اس وقت مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس تھے۔

احمد رضا کے ملفوظات میں ہے کہ "

مکے میں بنام "علم" کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہو سوا مولانا عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے۔" (ملفوظات اعلیحضرت حصہ دوم ص ۱۹۹)

رہی بات کہ جس مفتی حنفیہ کی تصدیق حسام میں ہے وہ سابقہ مفتی ہیں انکی تصدیق کسی بریلویت کو مفید نہیں کیونکہ اس میں نہ تو علمائے دیوبند میں اسے کسی کا نام ہے اور نہ ہی ان کی کسی کتاب کا ذکر ہے یہ اصول نعیم الدین مرادآبادی اور ارشد مسعود چشتی نے اپنی کتب میں ذکر کیے ہیں۔

نعیم الدین مرادآبادی المہند میں سعید بابصیل صاحب کی تقریظ کے بارے میں لکھتے ہیں "اس

تحریر میں کچھ ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وفتوی گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں تصدیق کس بات کی ہے ."
(التحقیقات لدفع التلبیسات ص)

بریلوی محقق مولوی ارشد مسعود چشتی لکھتے ہیں کہ تحریر میں نام موجود نہیں تو مضمون قبول نہیں (مفہوم)(کشف القناع ص 219 مکتبہ منظر الاسلام)

ان بریلوی اصولوں پر حسام الحرمین میں مفتی حنفیہ کی تصدیق خود باطل ہوگئی لہذا المہند میں مفتی حنفیہ کہ تصدیق کہ فرمائش درست نہیں۔

دوسری بات کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے المہند میں خود وضاحت کی ہے کہ وقت کی کمی کے باعث یہ تقاریظ حاصل کی گئی تھیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

"چونکہ جناب شیخ العلماء حضرت محمد سعید بابصیل تمام علماء مکہ مکرمہ زید شرفا وفضلا کے سردار اور ان کے امام ہیں لہٰذا ان کی تصدیق وتقریظ کے بعد کسی عالم کی علماء مکہ معظّمہ میں سے تقریظ کی حاجت نہیں مگر تاہم مزید اطمینان کے واسطے جن بعض علماء مکہ مکرمہ کی تصدیقیں بلا جد و جہد حاصل ہوئیں وہ ثبت کردی گئیں اور اسی وجہ سے اس وقت تنگ میں جو کہ بعد از حج قبل از روانگی مدینہ منورہ زید شرفا وفضلا جو تصدیقیں میسر ہوئیں انہیں پر اکتفا کیا گیا" (المہند علی المفند ص ۹۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

یہ بات بھی ہم بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حسام الحرمین میں مکے کے مفتی حنابلہ اور مدینے کے مفتی حنابلہ کے دستخط نہیں ہے تو کیا رضوی صاحب نے اپنے اصول سے حسام الحرمین کو جھوٹا تسلیم کرلیا ہے؟

مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں کئی مکی اور مدنی علماء کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حسام الحرمین کی تصدیق نہیں کی ہم نے ان کی تفصیل الکلام المقند فی جواب راد المہند میں لکھ چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۵ صفحہ ۴۲۵:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۶ میں خود اقرار کیا ہے کہ علمائے مالکی مکہ معظّمہ نے اپنی تحریر وتقریظ بہانہ کر کے واپس لے لی۔ اور پھر نہ دی۔ یہ مخالفین کی سعی تھی غیر در انجا لیکہ انہوں نے اپنی تحریریں ان سے دھوکا سمجھ کر واپس لے لیں۔ پھر بھی ان کی نقلیں رکھ کر اپنے رسالہ میں چھاپ دیں۔ پس یہ نہایت معقول دلیل اس

رسالہ کی دھوکا دہی اور علمائے مکہ معظّمہ کی ناپسندیدگی کی ہے۔ اور اسی واسطے کسی اور مفتی یا عالم مکہ معظّمہ نے اپنے دستخط نہیں کئے۔ دھوکا۔

الجواب:

قارئین کرام مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کے حوالے سے تمام واقعہ کا ذکر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی جو بات تھی نقل کر دی اگر دھوکا کرنا مقصود ہوتا تو حضرت اس واقعہ کو نقل کئے بغیر تصدیق نقل کر دیتے۔ دوسری بات کہ مفتیان مالکیہ نے اپنی تقریظ واپس تو لی لیکن جوابات کی تغلیط نہیں کی ان صاحبان کی تقاریظ نقل کرنا جب دھوکہ کہلاتی کہ اگر یہ صاحبان ان جوابات کو غلط کہتے یا دھوکہ قرار دیتے۔ مزید یہ کہ ان دونوں تقاریظ کے بارے میں علماء بریلویہ ان سے رابطہ کر کے بھی معلومات حاصل کر سکتے تھے۔

یہ دونوں حضرات المہند کی اشاعت کے ایک عرصہ بعد تک حیات رہے انہوں نے اپنی زندگی میں اگر ان تحریروں سے اختلاف کیا ہو تو وہ پیش کی جائے جیسا کہ چشتی لکھتے ہیں

"یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس منظوم مضمون سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا۔" (کشف القناع ج ا ص ۲۷۷)

باقی لدھیانوی صاحب کا یہ کہنا کہ اسی وجہ سے کسی اور مکہ معظّمہ کے مفتی یا عالم نے تصدیق نہیں کی۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ ان دو صاحبان کے علاوہ بھی ۴ علماء مکہ مکرمہ کی تصدیقات موجود ہیں جن میں

شیخ العلماء مفتی شافعیہ شیخ سعید بن بابصیل صاحب

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ شیخ محب اللہ مہاجر مکی صاحب

مدرسہ صولتیہ کے شیخ صدیق افغانی صاحب

اور شیخ احمد رشید حنفی صاحب شامل ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۶ صفحہ نمبر ۴۲۵:

اور دیکھو کہ اس رسالہ پر حضرت شیخ المشائخ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی کے دستخط یا تقریظ بھی ثبت نہیں ہے جو ہونی ضروری تھی۔ اس سے بھی ان کا دھوکا ظاہر ہے اور رسالہ مذکور فرضی اور جعلی ہے۔

الجواب:

یہ اعتراض بھی پچھلے اعتراض کی طرح کا ایک لغو اعتراض ہے۔عبدالحق الہ آبادی صاحب کی تقریظ حاصل نہ ہونے کہ وجہ ہم پچھلے اعتراض کے جواب میں خود حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ سے نقل کر چکے ہیں کہ تنگی وقت کی وجہ سے مزید تقریظات حاصل نہ ہوسکیں۔

لیکن سب سے پہلے تو کوئی بریلوی ہمیں یہ راز سمجھادے کہ عبدالحق الہ آبادی صاحب کا انتقال تو ۱۳۲۳ء میں ہوگیا تھا جیسا کہ کتاب فیض الملک الوہاب المتعالی مولف عبدالستار حنفی صفحہ ۲۵ نے لکھا ہے

اب جو شخص دنیا میں موجود ہی نہیں اس سے تقریظ کیسے حاصل کی جائے

دوسری بات کہ اس سن وفات سے تو حسام الحرمین میں الہ آبادی صاحب کی تصدیق بھی مشکوک ٹھہرتی ہے

یہاں یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ حسام الحرمین میں عبدالحق الہ آبادی صاحب کی تقریظ میں علمائے دیوبند میں سے کسی کا نام اور ان کی کسی کتاب کا ذکر ہی نہیں ہے لہٰذا پہلے اعتراض کے جواب میں پیش کیے گئے بریلوی اصولوں سے ان کی تقریظ باطل ہے۔

دوسری بات کے حسام الحرمین میں کسی جگہ یہ وضاحت نہیں کہ عبدالحق الہ آبادی صاحب کو احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کی اردو کتب بھی دکھائی تھیں احمد رضا نے اپنی طرف سے جو غلط عقائد علمائے دیوبند کی طرف منسوب کئے تھے ممکن ہے عبدالحق الہ آبادی صاحب نے ان پر دستخط کئے ہوں کیونکہ مفتی کے سامنے جیسا سوال آتا ہے ویسا ہی جواب لکھ دیتا ہے۔

نیز عبدالحق الہ آبادی صاحب ہند کے عالم تھے عرب کے نہیں تھے جب کہ بریلوی علماء ان کو عرب علماء میں شمار کرتے ہیں جب کہ نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہ" لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب اور علماء مکہ میں سے نہیں ان کی تحریر کو علمائے مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے یہ جرات ہے کہ ہندوستانیوں کی تقریریں علمائے مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکا دیا جاتا ہے۔" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

لہٰذا الدھیانوی صاحب اور دیگر بریلوی علماء کا عبدالحق مہاجر الہ آبادی صاحب کی حسام الحرمین کی تقریظ پر خوش ہونا دنیا کو دھوکہ دینا ہے

اعتراض نمبر ۷ ۳ صفحہ نمبر ۴۲۵:

اس رسالہ میں حضرات علماء مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ کے بھی دستخط ثبت نہیں جو دیوبندیوں کے پورے واقف ہیں اور گھر کے بھیدی ہیں پس رسالہ فرضی اور جعلی ہے۔اور دھوکا۔

الجواب:

یہ کیسا اصول ہے کہ مدرسہ صولتیہ کے علماء کی تصدیق ہو تو المہند حق ہے ورنہ جھوٹ ہے۔خیر کذاب کون ہے ہم بتاتے ہیں۔

لدھیانوی صاحب نے یہ کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ المہند میں مدرسہ صولتیہ کے کسی عالم کی تقریظ نہیں حالانکہ المہند میں تقریظ لکھنے والے شیخ محمد صدیق افغانی صاحب کا تعلق مدرسہ صولتیہ سے تھا اسکہ گواہی خود بریلوی کتاب میں موجود ہے۔

بریلوی محقق خرم محمود صاحب (فاضل جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کراچی) لکھتے ہیں"" آج غالبا آٹھ روز کا عرصہ ہوا ہے کہ مولانا الحاج القاری محمد صدیق صاحب افغانی محدث نقشبندی تشریف لائے ہوئے ہیں، جن سے بالتحقیق معلوم ہوا۔آپ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے فاضل صاحب بریلوی کو بچشم خود دیکھا مکہ معظّمہ میں اور خود بھی وہیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ میں عرصہ دو سال سے مقیم تھا" (مکتوب شیخ الدلائل پس منظر و پیش منظر ص ۳۸)

لہذا کذابی المہند مین نہیں بلکہ لدھیانوی صاحب کے دعوی میں ثابت ہوگئی۔

دوسری بات کہ حسام الحرمین میں صرف یوسف افغانی صاحب کے نام کے ساتھ تعارف میں مدرسہ صولتیہ سے تعلق کا لکھا ہے باقی کسی مقرظ کا تعلق مدرسہ صولتیہ سے نہیں بتایا گیا۔

یوسف افغانی صاحب کہ یہ تقریظ بھی بریلی اصولوں سے باطل ہے کیوں کہ اس میں نہ تو کسی دیوبندی عالم کا نام ہے اور نہ ان کی کتاب کا ذکر ہے۔

حسام الحرمین میں یوسف افغانی صاحب کی تقریظ کو مکی تقریظ بنا کر پیش کیا گیا ہے جبکہ یہ افغانی تھے۔

نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں"ہندی افغانی علماء مکہ بن گئے اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے؟" (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ لاہور)

لہذا یوسف افغانی صاحب کی تقریظ پر بھی پانی پھر گیا۔

لہذا اب المہند میں مدرسہ صولتیہ کی تصدیق تو ہے پر حسام الحرمین میں نہین۔

لدھیانوی صاحب کے اصول سے حسام الحرمین فرضی ثابت ہوگئی اور المہند حق قرار پائی۔

فللہ الحمد۔

ہم یہ بھی بتاتے چلے کہ اکثر بریلوی علماء یہ کہتے ہیں کہ المہند پر دھوکا دے کر علماء حرمین سے تصدیقات حاصل کی گئی ہیں۔

بریلوی مورخ عبدالحکیم شرف قادری صاحب حسام الحرمین کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ

"علمائے دیوبند کی ایک جماعت نے مل کر ایک رسالہ المہند علی المفند ترتیب دیا جس میں کمال چابکدستی سے یہ ظاہر کیا کہ ہمارے عقاید وہی ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ہیں" (حسام الحرمین ص ۸)

بریلوی غزالی زماں علامہ سعید احمد کاظمی صاحب لکھتے ہیں کہ

"حسام الحرمین کے شائع ہونے کے بعد دیوبندی حضرات نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنی عبارتوں میں خود قطع و برید کی، اور اپنے اصل عقائد کو چھپا کر علماء عرب و عجم کے سامنے اہل سنت کے عقیدے ظاہر کئے، جس پر علماء دین نے تصدیقیں فرمائیں،." (الحق المبین ص ۴۰ نظامیہ کتاب گھر لاہور)

جبکہ یہاں خود لدھیانوی صاحب اور احمد رضا خان صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ مدرسہ صولتیہ والے علماء دیوبند سے پورے پورے واقف تھے لہذا یہ بات ہوگئی کہ صدیق افغانی صاحب جنکا تعلق مدرسہ صولتیہ سے تھا وہ علمائے دیوبند کے اصل عقائد جانتے تھے جو کہ المہند میں ہی تھے ورنہ افغانی صاحب ضرور اسکا رد فرماتے۔

اعتراض نمبر ۳۸ صفحہ نمبر ۴۲۵:

اور دیکھئے اس رسالہ پر علماء حضرات مفتیان ہر چہار مذاہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کے بھی دستخط یا مواہیر تصدیقی ثبت نہیں ہے۔ جو نہایت ضروری تھے اس لیے کامل طور پر یقیناً ثابت ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور نرا دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام آسمان پر تھوکا منہ پر آتا ہے لدھیانوی صاحب چلے تو تھے المہند کو جعلی ثابت

کرنے پر خود اپنی لاریب فیہ کتاب حسام الحرمین کو جعلی قرار دے بیٹھے کیونکہ المہند کو مستند و معتبر تسلیم کرنے کے لیے یہ خودساختہ اصول گھڑا کہ اس پر چاروں مذہب کے مفتیان کی تصدیقات ضروری ہیں جبکہ یہ بات بھی واضح ہے کہ حسام الحرمین میں بھی چاروں مذاہب کے مفتیان کرام کی تصدیقات موجود نہیں۔

لہذا المہند تو اسی طرح جگمگا رہی ہے پر لدھیانوی صاحب نے حسام الحرمین کو باطل ثات کر دیا۔

قارئین کرام تعصب کا اندھیرا بہت گہرا ہوتا ہے اس میں حق نظر نہیں اتا۔

المہند چاروں مذاہب کے علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں۔ المہند علی المفند میں مکہ معظّمہ مدینہ منورہ مصر و شام کے 44 علماء مقرظین کا نام ملاحظہ فرمائیں تو نام سے ہی اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے جیسا کہ

الشیخ محمد سعید بن بالبصیل الشافعی

الشیخ سید احمد برزنجی شافعی

الشیخ محمد عابد مفتی مالکیہ

الشیخ محب الدین مہاجر مکی حنفی

الشیخ مصطفی بن احمد الشطی الحنبلی

اعتراض نمبر ۳۹ صفحہ ۴۲۵:

وہ استفتاء اور فتوی مولوی رشید احمد صاحب نے جو ۱۳۰۷ھ کو بمقام مکہ معظّمہ میں بھیج کر مرتب کروایا تھا۔ جو اس رسالہ میں درج ہے۔ (جب کہ مولانا مولوی غلام دستگیر علیہ الرحم مناظرہ ریاست بہاولپور والے کاغذات لے کر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اس پر بھی مفتیات ہر چہار مذاہب کی تصدیق نہیں۔ اور نہ حضرت مولانا پایہ حرمین شریفینمولوی محمد رحمت اللہ مہاجر کی اور نہ حضرت شیخ المشائخ فی الدلائل مولانا شاہ عبدالحق علیہ الرحمہ مہاجر اور نہ حضرت شاہ امداداللہ علیہ الرحمہ (جو تمام دیوبندیوں کے پیرومرشد ہیں کے دستخط یا مواہیر ہیں۔ یہ تینوں حضرات اعلی پایہ کے بزرگ تھے۔ جن کے دستخط ہونے نہایت ضروری تھے۔ جس سے اس فرضی رسالہ کی تصدیق ہوجاتی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ حضرات ان دیوبندیوں کے دھوکوں اور عقائد سے پورے پورے واقف تھے۔ اس لیے ان سے دستخط نہیں کرایا یا انہوں نے دستخط نہیں

کئے۔پس ثابت ہوا کہ یہ رسالہ التصدیقات محض فرضی اور جعلی اور ردی ہے اور نرا کورہ اور دھوکا ہے۔

الجواب:

لدھیانوی صاحب نے یہاں پر جھوٹ لکھا ہے کہ اس فتوے میں مفتیان مذاہب اربعہ کی تصدیقات شامل نہیں جبکہ اس فتوے میں ان حضرات کی تصدیقات شامل ہیں۔المہند کا جونسخہ لدھیانوی صاحب کے پیش نظر تھا اس کے صفحہ نمبر ۲۲ پر مفتیان چہار مذاہب کی تصدیقات اس طرح لکھی ہیں.

مکہ مکرمہ زاد ہا اللہ شرفا کے علماء کی تصحیح کا خلاصہ یہ ہے۔

حمد اسی کو زیبا ہے جو اسکا مستحق ہے اور اسی کی اعانت وتوفیق درکار ہے علامہ رشید احمد کا جواب مذکور بالکل حق ہے۔جس سے مفر نہیں ہوسکتا۔وصلی اللہ علی خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم لکھنے کا امر فرمایا خادم شریعتِ امیدوار لطف حقی محمد صالح خلف صدیق کمال مرحوم حنفی مفتی مکہ مکرمہ کان اللہ لہما نے۔

لکھا امیدوار کمال نیل محمد سعید بن محمد بابصیل نے حق تعالی انکو اور انکے مشائخ اور جملہ مسلمانوں کو بخش دے۔

امیدوار عفو از واہب العطیہ محمد عابد بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ۔

درود وسلام کے بعد۔جو کچھ علامہ رشید احمد نے جواب دیا ہے کافی ہے۔اور اس پر اعتماد ہے بلکہ یہی حق ہے جس سے مفر نہیں۔

لکھا حقیر خلف بن ابراہیم حنبلی خادم افتاء مکہ مشرفہ

رہی بات کہ اس فتوے پر حاجی صاحب رحمہ اللہ اور پایہ حرمین رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمہ اللہ اور شیخ عبدالحق الہ آبادی کی تقریظ کی تو عرض ہے کہ اس زمانے میں خط کا نظام ایسا نہیں تھا بلکہ حج کے لئے آنے جانے والوں کے ہاتھ خطوط بھجوائے جاتے تھے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے وہ فتوی جن صاحب کو دیا ہوگا تصدیق کے لئے ان صاحب نے مفتیان چہار مذاہب سے تائید کروا کر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو پیش کر دیا اب اس میں حصرت کا کیا قصور کے اس میں ان تینوں حضرات کے دستخط نہیں کروائے گئے۔

البتہ اس فتوے کو بریلوی علماء نے بھی قبول کرلیا ہے۔

اور اسے اپنا عقیدہ قرار دیا ہے۔

کئی بریلوی اکابر علماء نے یہ اقرار کیا ہے کہ علماء دیوبند نے المہند میں وہ عقائد پیش کئے جو بریلویوں کے ہیں۔

اعتراض نمبر ۴۰ صفحہ نمبر ۴۲۶:

اسی رسالہ کے صفحہ ٦٨ سے ٧٢ تک سید احمد برزنجی کے رسالے کا خلاصہ درج ہے پر لازم تھا کہ اس رسالہ کی پوری نقل بلا کم وکاست اپنے اس رسالہ کے ساتھ ضم کردی جاتی۔تا کہ ہر شخص اس رسالہ کو پڑھ کر اپنی رائے قائم کرسکتا۔کیونکہ وہ اصل رسالہ یہاں ہندوستان میں حلفیہ موجود نہیں ہے۔اور نہ اس رسالے کا کوئی نام لکھا ہے۔اور نہ عرب یا مصر میں طبع ہوا ہے تو اب سچ اور جھوٹ میں تمیز کیسے ہوسکتی ہے۔ اور اس خلاصہ مندرجہ کی تصدیق کیونکر کی جاسکتی ہے۔اور میں کہتا ہوں کہ دراصل وہ کوئی رسالہ ہے بھی یا نہیں جس کا خلاصہ درج کیا گیا اس کا ثبوت کیا ہے۔کہ واقعی کوئی سید احمد برزنجی صاحب کا رسالہ لکھا ہوا ہے۔اگر مان بھی لیا جائے کہ کوئی رسالہ ہے جس کا خلاصہ اپنے رسالہ میں درج کیا ہے تاہم مختصر خلاصہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد برزنجی نے مسئلہ کذب باری تعالی میں سخت ممانعت کر کے فرمایا ہے۔وھو ھذا۔

میں کہتا ہوں کہ سب علماء کو مناسب ہے کہ ان باریک مسائل اوران کے دقیق احکام میں خوض نہ کیا کریں۔جن کو عوام کیا سمجھیں گے بڑے بڑے علماء میں سے بھی بجز ایک دو اخص الخواص عالم کے دوسرے عالم بھی نہیں سمجھ سکتے۔الخ۔

اس تحریر میں مولانا سید احمد برزنجی صاحب نے اپنی سخت ناراضی ظاہر فرمائی ہے اور مولوی خلیل احمد صاحب کو عالموں می شمار بھی نہیں کیا اور نہ اس مسئلہ کو پسند فرمایا۔پس اگر وہ پورا رسالہ موجود ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اس طرح اور کہاں کہاں ناراضی ظاہر فرمائی ہے صاف دھوکا۔

الجواب : قارئین کرام یہ اعتراض بھی لایعنی اعتراضات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب الدولتہ المکیہ مدینہ منورہ کے مشہور مفتی جناب علامہ برزنجی صاحب کے سامنے تقریظ کے لئے پیش کی اور انہوں نے اس کے مندرجات کو قرآن وسنت بلکہ تیرہ سو سالہ اجماع امت کے بھی خلاف پایا تو موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک کتاب غایتہ المامول نامی تصنیف فرمائی تھی جب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے

اپنے اور اپنے اکابر علماء دیوبند کے عقائد المہند میں لکھ کر علماء عرب کے سامنے تائید وتصدیق کے لیے پیش کیے تو علامہ برزنجی صاحب نے المہند کی تائید میں مستقل ایک رسالہ " کمال الثقیف والتقویم تالیف فرمائی اور دیگر علماء مدینہ منورہ سے اپنی کتاب پر تائید حاصل کی جو دراصل المہند ہی کی تائید تھی کیونکہ یہ رسالہ لکھا ہی المہند کی تصدیق کے لئے تھا۔ جیسا کہ برزنجی صاحب نے اپنے رسالے کے آخر میں لکھا" اور جب اس مقام تک تقریر پہنچ چکی تو اب ایک قول عام بیان کرتے ہیں جو اس تمام رسالے کے ان سب چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جس کو علامہ فاضل شیخ خلیل احمد نے اس میں نظر اور اس کے احکامات میں غور کرنے کے لیے ہمارے سامنے کیا ہے کہ واقعی ہم نے ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں پائی جس سے کفر یا بدعتی ہونا لازم آئے ."(بحوالہ المہند علی المفند ص ۹۹ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

یہ بات کے شیخ برزنجی صاحب کے رسالے کی مکمل نقل کیوں شامل نہیں اس اعتراض کا جواب ہم نے اسی رسالے کے اعتراض نمبر ۸ میں دے دیا ہے آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ اعتراض کے برزنجی صاحب کے رسالے کا نام موجود نہیں ہے تو یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے لدھیانوی صاحب کا۔ ممکن ہے آنکھیں بند کر کے بس اعتراض برائے اعتراض ہی لکھے جا رہے ہوں۔

المہند علی المفند کے اسی نسخے کے صفحہ نمبر ۶۹ پر شیخ برزنجی صاحب کے رسالے کا نام موجود ہے جسکا نام ہے "**کمال التنقیف و التقویم لعوج الافہام عما یجب الکلام اللہ القدیم**"

پھر لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ نہ عرب میں اور نہ مصر میں طبع ہوا تو سچ اور جھوٹ میں تمیز کیسے کی جاسکتی ہے۔ تو قارئین کرام یہاں پر فاضل بریلوی کے کردار کی حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کیونکہ اس اعتراض کی تائید فاضل بریلوی نے کی ہے کیونکہ اس رسالہ کی حقیقت فاضل بریلوی کو معلوم تھی۔

بات دراصل یہ ہے کہ برزنجی صاحب کے اس رسالہ کی نقل فاضل بریلوی کو مدینے سے ان کے مرید کریم اللہ نے بھیجی تھی جو فاضل بریلوی کو موصول بھی ہو گئی تھی۔ بریلوی مولوی محمد شہاب الدین رضوی ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز جنہوں نے " علمائے عرب کے خطوطِ فاضل بریلوی کے نام" کی ہے اس میں ایک خط شامل ہے جس میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ شیخ برزنجی صاحب کے رسالے کی نقل فاضل بریلوی کو بھیجی گئی تھی اور یہ بھی اقرار ہے کہ شیخ برزنجی صاحب نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب کی تعریف کی ہے۔

اس میں ایک خط جو کہ مولوی احمد قادری اور مولوی کریم اللہ نے مشترکہ فاضل بریلوی کو بھیجا تھا اس میں لکھا ہے " مفتی معزول برزنجی نے جو رسالہ لکھا ہے۔اسکی نقل آپکو بھیج دی ہے۔" (علماء عرب کے خطوطِ فاضل بریلوی کے نام ص ۴۱)

اسی خط میں آگے لکھتے ہیں " مولوی سعد اللہ صاحب ممدوح نے برزنجی اور عبد القادر شامی سے ملاقات اور راہ ورسم پیدا کیا ہے۔اور ان پر یہ ظاہر کیا ہے کہ نہ دیوبندی کا طرفدار نہ اہلسنت کا اتباع حضور یعنی اعلی حضرت کا شریک۔حال بین بین ہے۔برزنجی صاحب سے توحکمت عملی سے رسالہ لے لیا تھا۔اور اسکی نقل خدمت عالیہ میں ہم نے بھیج دی ہے۔اگر مولوی سعد اللہ کی حکمت عملی نہ ہوتی تو رسالہ نقل کے واسطے ملنا دشوار تھا" (ص ۴۱)

آگے مزید لکھتے ہیں کہ " اب ہم دونوں کی رائے ناقص میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلاف حضور ایک خط بنام سید برزنجی صاحب تحریر فرما کر رجسٹری ان کے نام سے ہی بھیج دیں اور اسکی اطلاع ہم کو بھی فرمادیں۔اور اس خط میں عبد القادر شامی کو بھی سلام و مضمون واحد ہو مضمون اس خط کا یہ ہو۔اگر آپ اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے اور بس غایۃ المامول اور کمال التثقیف لکھ کر علیحدہ ہو گئے اور آپ کی طرف سے بالکل سکوت ہوگا تو ہم کو غایۃ المامول اور کمال التثقیف کا جواب دینا ضروری ہوگا" (ص ۴۴، ۴۳)

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ فاضل بریلوی اور لدھیانوی کس قدر کذاب ثات ہوئے ہیں کہ اپنے پاس موجود رسالہ سے انکار کر دیا۔

اس رسالہ کی موجودگی پر اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوی محقق عبد الحق انصاری صاحب لکھتے ہیں " شیخ احمد بن اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے حسام الحرمین پر تقریظ کے پانچ برس بعد ۱۳۲۹ھ میں **کمال التثقیف و التقویم لعوج الافهام عما یجب لکلام اللہ القدیم** " لکھی، جس کی تلخیص کا مخطوطہ بہاء الدین زکریا لائبریری ضلع چکوال میں موجود ہے " (تاریخ الدولۃ المکیہ ص ۶۱)

رہی یہ بات کہ بڑزنجی صاحب نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور مولانا خلیل احمد صاحب کو عالموں میں بھی شمار نہیں کیا ہے یہ بھی لدھیانوی صاحب کا جھوٹ ہے۔

کیونکہ برزنجی صاحب نے اپنی تقریظ میں شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ کی تعریف

فرمائی ہے۔ شیخ لکھتے ہیں " فقد قدم علینابالمدینة المنورہ قوالرحاب النبوۃ المطھرۃ جناب العلامۃ الفاضل و المحقق الکامل احد العلماء المشھورین بالھند الشیخ خلیل احمد"

ترجمہ۔ ہمارے پاس تشریف لائے مدینہ منورہ اور آستانہ نبویہ میں جناب علامہ فاضل اور محقق کامل ہند کے مشہور علماء میں سے ایک مولانا شیخ خلیل احمد صاحب۔ (المہند علی المفند ص ٦٨)

لیجئے اسی المہند سے لدھیانوی صاحب کے جھوٹ کا پردہ فاش ہم نے کر دیا۔

اب ہم بریلوی گواہی بھی پیش کرتے ہیں کہ شیخ برزنجی صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب کی تعریف کی تھی۔

مولوی سید احمد قادری اور مولوی کریم اللہ اپنے مشترکہ خط میں احمد رضا خان کو لکھتے ہیں کہ "اب ہم دونوں کی رائے ناقص میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلاف حضور ایک خط بنام سید برزنجی صاحب تحریر فرما کر رجسٹری ان کے نام سے ہی بھیج دیں اور اسکی اطلاع ہم کو بھی فرما دیں۔ اور اس خط میں عبد القادر شامی کو بھی سلام و مضمون واحد ہو مضمون اس خط کا یہ ہو۔

اور آپ نے اب جو رسالہ (کمال التشقیف) لکھا ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس مولانا خلیل احمد صاحب) کو بالکل اہل سنت و جماعت سے مانا اور محقق و علامہ لکھا ہے۔" (علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام ص ۴۳)

قارئین کرام اپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح لدھیانوی صاحب نے جھوٹ بولا تھا اور ہم نے کیسے ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کیا۔

اور لدھیانوی صاحب نے شیخ برزنجی صاحب کے جس جملے کو ناراضگی قرار دیا ہے وہ ناراضگی نہیں ہے بلکہ ایک نصیحت کے طور پر تمام علماء کو کہا تھا اگر ناراضگی ہوتی شیخ برزنجی صاحب حضرت مولانا کی تعریف و تائید نہ فرماتے۔ جیسا کہ برزنجی صاحب نے اپنے رسالے کے آخر میں لکھا" اور جب اس مقام تک تقریر پہنچ چکی تو اب ایک قول عام بیان کرتے ہیں جو اس تمام رسالے کے ان سب چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جس کو علامہ فاضل شیخ خلیل احمد نے اس میں نظر اور اس کے احکامات میں غور کرنے کے لیے ہمارے سامنے کیا ہے کہ واقعی ہم نے ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں پائی جس سے کفر یا بدعتی ہونا لازم آئے". (بحوالہ المہند علی المفند ص ۹۹ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدر آباد)

اعتراض نمبر ۱۴ صفحہ ۴۲۶:

اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر علمائے مدینہ منورہ کے بھی دستخط ہیں جو تعداد میں تیئس ہیں۔اور جو مولانا سید احمد برزنجی کے رسالہ پر سے اتارے گئے ہیں۔جنہوں نے اس رسالہ (التصدیقات) کو دیکھا تک بھی نہیں اور یہ بھی دھوکا دیا گیا ہے کہ علمائے مدینہ منورہ نے ہمارے رسالہ کی تصدیق کی ہے۔یہ غضب کا جعل اور دھوکا ہے۔اوراس پر طرفہ یہ ہے کہ کسی مفتی صاحب مدینہ منورہ کے بھی اس پر دستخط نہیں۔الہی توبہ۔

الجواب:

قارئین کرام معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانوی صاحب کے نزدیک علماء کرام کسی بات کی جانچ پڑتال کئے بغیر ہی تصدیق کر دیتے ہیں۔جب ان تیئیس علماء کرام نے شیخ برزنجی کے رسالے پر تصدیق کی تو کیا ان حضرات کو معلوم نہ تھا کہ اس رسالہ میں کیا لکھا ہے۔

درحقیقت دھوکہ تو احمد رضا خان نے حسام الحرمین میں کیا ہے کہ علماء حرمین کی وہ تصدیقات جو اس کے پرانے رسالے" فتاویٰ حرمین برجف ندوۃ المین" کی تصدیقات کی تھی ان کو حسام الحرمین میں شامل کر دیا۔ یہ تھا احمد رضا کا بہت بڑا فراڈ۔ہم اس فراڈ کا ثبوت بھی اپ کو فراہم کرتے ہیں۔

مولوی حسن دضا خان کے بیٹے مولوی حسنین رضا خان اپنی کتاب میں اسکا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" اعلی حضرت قدس سرہ کے اکثر رسائلِ علماء حرمین محترمین کی نظر سے گذرتے رہے ہیں اور ان رسائل پر تو انہوں نے تقریظیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔فتاوی حرمین برجف ندوۃ المین۔المعتقد المنتقد۔کفل الفقیہ الفاھم۔حسام الحرمین۔الدولتہ المکیہ یہ سب رسائل عربی زبان میں ہیں اور بعض مع ترجمہ چھپ بھی گئے ہیں۔میرے پاس فتاوی حرمین کی ۳۵ تقریظات ہیں حسام الحرمین میں کئی جز میں چھپی ہیں۔"

(سیرت اعلیحضرت وکرامات ص ۱۳۱ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

قارئین کرام اپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ احمد رضا نے فتاویٰ حرمین برجف ندوۃ المین کی تصدیقات کو حسام الحرمین میں چھاپ دیا۔

یعنی جنہوں نے حسام الحرمین کو دیکھا بھی نہیں انکی تصدیقات کو حسام الحرمین میں نقل کر دیا۔

اعتراض نمبر ۲۴ صفحہ ۴۲۶:

اسی ارسالہ کے صفحات ۴۷ تا ۶۷ پر نقل تقریظ جو مولانا سید احمد برزنجی صاحب کے رسالے سے لی

گئی ہے۔اور جو جناب شیخ احمد بن محمد شنقیطی مالکی نے لکھا ہے۔اس میں اس رسالہ پر جرح قدح کی ہے۔ بالخصوص محفل میلاد اور کنہیا کے جنم کی تشبیہ پر سخت ناراضی ظاہر فرمائی ہے۔جب کہ خود اسی رسالہ میں ایسے الفاظ مخالفت اور ناراضی کے پائے جاتے ہیں تو یقین کامل ہے کہ اس رسالہ میں سخت مخالفت ہوگی۔اسی واسطے اس کی نقل سالم شامل نہیں کی جو کامل طور پر دھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام شیخ برزنجی صاحب کے رسالے میں کوئی ایسی بات نہیں جس میں ناراضی کا اظہار ہو اور نہ ہی لدھیانوی صاحب نے اس رسالے سے کوئی ایسی بات نقل کی ہے بلکہ ہم اعتراض نمبر ۴۰ کے جواب میں بتا چکے ہیں کہ شیخ برزنجی صاحب نے حضرت سہارنپوری صاحب کی تعریف بھی کی ہے جوابات کی تائید بھی کی ہے۔

لدھیانوی صاحب چلے تو تھے المہند کا رد کرنے اور اسے جھوٹی ثابت کرنے پر چھپے الفاظ میں اپنا ہی رد کرلیا اور اقراری جھوٹا ثابت ہوکر المہند کی عظمت کو تسلیم کرلیا کہیں تو یہ لکھا کہ المہند میں تصدیقات کا خلاصہ اس لیے ہے کہ اس میں مضمون مخالف کو چھپایا گیا ہے قطع و برید کی گئی اور یہاں خود لکھتے ہیں کہ جن کی شنقیطی صاحب کی اس تصدیق میں دیوبندیوں کی مخالفت کی گئی ہے کوئی حد ہے اس ڈھٹائی کی۔

واضح رہے کہ شنقیطی صاحب کی تصدیق بھی خلاصے پر مبنی ہے لہذا اپنے ہی جھوٹ پر پانی پھیرتے ہوئے لدھیانوی صاحب نے المہند کی تصدیقات کے خلاصہ کو سچا مان لیا۔

پہلی بات کہ شنقیطی صاحب کی تصدیق کو جس طرح لدھیانوی صاحب نے پیش کیا ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے ہم یہاں شنقیطی صاحب کی تصدیق کے الفاظ المہند سے ہی نقل کرتے ہیں ہیں". شیخ خلیل احمد کے رسالے کا مطالعہ کیا بے نیاز شاہ نشاہ کی توفیقات ان کے شامل حال رہے اور یکتا یگانہ خدا کی عنایت ان پر قائم رہے جو کچھ اس میں ہے بالکل مذہب اہل سنت کے موافق پایا اور کسی مسئلے میں گفتگو کی گنجائش نہ پائیں ذکر بجز مولود شریف کے وقت مسئلہ قیام اور ان حالات میں جن سے تعارف کیا ہے اور حق وہ ہے جو شہر کے شیخ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا بلکہ بعض کی تصریح بھی کردی ہے۔" (المہند علی المفند ص ۱۰۲ مکتبہ اصلاح و تبلیغ حیدر آباد)

خلیل احمد صاحب نے جو حق فرمایا وہ بھی ہم المہند سے پیش کرتے ہیں

."ہم ولادت شریفہ کے منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ موضوع روایات بیان ہوتی ہے مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے اور اس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو اس پر طعن وتشنیع ہوتی ہے اس کے علاوہ اور منکرات شریعہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت تھے۔(المہند علی المفند ص ۵۳ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

لیجئے شنقیطی صاحب نے تو یہاں پر بریلویت کی مجلس جشن میلاد کو ناجائز قرار دیا

دوسری بات کے فروعی مسائل مذموم نہیں ہوا کرتے جیسا کہ بریلوی علماء نے خود قرار کیا ہے

مولانا تطہیر احمد بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض مولویوں کی نو پیدہ مسائل جن کا ذکر صراحت بہت کھلے الفاظ میں قرآن وحدیث اور فقہ کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا ان کے متعلق علماء کی رائے الگ الگ ہو جاتی ہے

آگے لکھتے ہیں." کچھ لوگ ان فروعی اختلافات کو علمائے دین کی شان میں گستاخی کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں ایسے لوگ گمراہ بددین ہیں اور ان سے دوری ضروری ہے ہے۔بالفرض محال شنقیطی صاحب نے اس پر اختلاف کیا ہو تو بھی اس سے مراد آبادی صاحب اور بریلوی علماء کو کچھ فائدہ نہیں جیسا کہ ارشد مسعود چشتی نے لکھا ہے" سیدی اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ میں چاہے اختلاف ہو اس کے باوجود یہ دونوں حضرات اکابرین دیوبند کی تکفیر پر متفق ہیں" (کشف القناع ص ۳۵۷)

تو ہم بھی کہتے ہیں کہ شنقیطی صاحب نے مولانا خلیل احمد صاحب سے لاکھ اختلاف کیا ہو لیکن وہ حضرات اکابرین دیوبند کے ایمان پر متفق تھے۔

دیکھیں کس طرح شنقیطی صاحب کی تصدیق سے لدھیانوی صاحب نے دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی پر انکا حربہ ناکام ہوا کاش لدھیانوی صاحب حسام الحرمین کے مقرظ سید احمد برزنجی صاحب کے متعلق بھی کچھ عرض کرتے جنہوں نے احمد رضا خان کی کتاب الدولتہ المکیہ کے رد میں پورا رسالہ غایتہ المامول کے نام سے لکھا اور اور احمد رضا سے کھل کر اختلاف کیا لیکن ان کی تقریظ حسام الحرمین میں لے کر

لدھیانوی صاحب اوران کے حواری بہت خوش ہیں۔

اعتراض نمبر ۴۳ صفحہ نمبر ۴۲۶:

اسی رسالہ کے صفحہ ۷۸ تا ۷۹ پر نقل تقریظ مولانا ابوالخیر معروف بابن عابد خلف علامہ احمد بن عبدالغنی بن عمر بن عابدین حسینی نقشبندی دمشقی وہ نواسہ ہیں ابن عابدین صاحب فتاوی شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے درج ہے مگر تعجب ہے کہ ان کوان کے حضرت نانا صاحب علیہ الرحمۃ کی کتاب ردالمختار نہیں ملی جس میں وہ نجدیوں کا حال درج کرنے والے اولین میں سے ہیں اور انہوں نے مسئلہ امکان کذب وخلف وعید لکھ کر تردید فرمائی ہے یہ تقریظ بھی فرضی ہے اوردھوکا ہے۔

الجواب:

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح دھوکہ دیتے ہیں لدھیانوی صاحب۔

یہاں لدھیانوی صاحب نے فتاوٰی شامی کی نہ عبارت نقل کی نہ صفحہ نمبر نقل کیا اور نہ ہی مکمل بات نقل کی کہ نجدیوں کے حال درج کرنے سے ان کی کیا مراد ہے اور نہ ہی مسئلہ خلف وعید کے بارے میں عبارت نقل کی اور نہ صفحہ نمبر درج کیا لہذا دھوکہ المہند کی تقریظ نہیں بلکہ لدھیانوی صاحب نے دیا ہے۔

شاید لدھیانوی صاحب نے المہند پڑھی نہیں ہے یا پھر محض تعصب میں کسی بھی طرح اعتراض کرنا مقصود ہے کیونکہ اسی المہند میں سوال نمبر ۱۲ کے جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے خود علامہ شامی سے ہی اہل نجد کا حال لکھا ہے۔اب اس میں اعتراض کیسا۔

دوسری بات کہ ہم کہتے کہ مولانا ابوالخیر معروف کو اپنے نانا کی فتاوی شامی ضرور ملی ہوگی اسی لئے انہوں نے المہند کی تائید کی۔اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فتاویٰ شامی سے خلف وعید کا جو مطلب علماء دیوبند لیتے ہیں وہ ہی درست مطلب ہے اور معروف صاحب بھی یہ مطلب درست سمجھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۴۴ صفحہ ۴۲۷:

کتاب حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مولفہ اعلی حضرت فاضل ابن فاضل مجدد مائۃ حاضرہ مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی اور مصدقہ علما کرام ومفتیان عظام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا تعظیما۔جس میں مرزا قادیانی اور مولوی رشید احمد ومولوی خلیل احمد مولوی اشرف علی وغیرہ کی تکفیر غیر نکیر کا حکم

علماء ومفتیان حرمین شریفین نے صادر فرمایا ہے انہیں علماء ومفتیان حرمین شریفین کے اس رسالہ پر بھی دستخط ہونے چاہئے تھے۔ بلکہ ان کی تقاریظ میں یہ تحریر ہونا چاہئے تھا کہ پہلے جو ہم دیو بندیوں کی تکفیر کتاب حسام الحرمین میں لکھ چکے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اس کا ذکر تک بھی اس رسالہ التصدیقات میں نہیں۔ اس لیے بھی یہ سالہ غیر معتبر اور فرضی ہے اور دھوکا ہے۔

جواب:

لودھیانوی صاحب تعصب کی عینک اتار کر قلم چلاتے تو ممکن تھا کہ یہ اعتراض ہی نہ کرتے۔ اپنے ان اعتراضات میں ایسے خود ساختہ اصول لودھیانوی صاحب نے گھڑے ہیں کہ جن سے المھن کے بجائے خود بریلوی کتب دھوکہ فرضی اور فراڈ ثابت ہوتی ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلوی مولوی پہلے اس بارے میں تو متفق ہو جائے کہ حسام الحرمین میں مقرظین کی تعداد کیا ہے۔

عبدالحکیم شرف قادری صاحب حسام الحرمین کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

"۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المستند کا وہ حصہ جو فتوے پر مشتمل تھا حرمین طیبین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے ۳۵ جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں" (تمہید الایمان مع حسام الحرمین ص ۱۶۳ اکبر بک سیلرز لاہور)

مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں کہ

" امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر ۳۷ علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کی "(امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۱۱۹ ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی)

پیر محمد افضل قادری صاحب لکھتے ہیں

"۱۹۰۶ء میں (حسام الحرمین) میں علماء دیوبند اور مرزا قادیانی کے خلاف کفر وارتداد کے فتووں کی ۳۹ علمائے حرمین سے بھی تائید حاصل کی" (ماہنامہ العاقب لاہور دسمبر ۲۰۱۳ء صفحہ نمبر ۵۵)

جبکہ ماہنامہ المیز ان بمبئی کے شمارہ ۷،۸،۹ اپریل مئی جون ۱۹۷۶ء کے امام احمد رضا نمبر میں تقاریظ کی تعداد ۳۲ لکھی ہے۔ (ملاحظہ کریں ص ۶۲۳)

مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتے ہیں

"اعلی حضرت قدس سرہ نے حسام الحرمین پر ۳۳ یا ۳۵ مسلمہ اکابر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی تھی" (حسام الحرمین کی صداقت وثقاہت ص ۷ انجمن انوار القادریہ کراچی)

جبکہ بعض بریلوی علماء نے تقاریظ کی تعداد ۳۴ لکھی ہے۔

قارئین کرام ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ بریلوی اصول سے یہ حسام الحرمین کی تقریظات جھوٹی وجعلی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کہ یہ تصدیقات حسام الحرمین کی ہیں بھی نہیں اور اس کا بھانڈا خود احمد رضا خان کے بھتیجے اور خلیفہ حسنین رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب میں پھوڑ دیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"اعلی حضرت قدس سرہ کی اکثر کتب ورسائل علماء حرمین محترمین کی نظر سے گذرتے رہے ہیں۔ اوران پانچ رسائل پر تو انھوں نے تقریظیں بھی تحریر فرمائی ہیں۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین۔ المعتقد المستند کفل الفقیہ الفاھم۔ حسام الحرمین۔ الدولۃ المکیہ سب رسائل عربی زبان میں ہیں۔ اور بعض معہ ترجمہ چھپ بھی گئے ہیں۔

ان تقاریظ میں مرکز اسلام حرمین طیبین کے اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اجلہ علماء کرام نے جن آداب والقاب سے اعلی حضرت قبلہ کو نوازا ہے ان آداب و القاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت قبلہ کی جلالت وشان کا اندازہ کیجئیے اور دیکھئے کہ مرکز اسلام کے پاک نفوس میں اعلی حضرت قبلہ کی کس قدر عزت وعظمت بھری تھی میں چاہتا ہوں کہ علماء حرمین طیبین کی بائیں ناظرین کے سامنے رکھ دوں۔ اس وقت میرے پاس کتاب فتاوی الحرمین کی تقاریظ ہیں جو حسام الحرمین میں کئی جز میں چھپی ہیں" (سیرت اعلی حضرت وکرامات ص ۱۲۱)

لیجئے یہ تقریظات تو حسام الحرمین کی ہی ہے نہیں بلکہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین کی تقریظات ہیں اور اس میں نہ تو براہین قاطعہ کا ذکر اور نہ ہی فتوی گنگوہی رح کا ذکر اور نہ ہی حفظ الایمان کا ذکر ہے بلکہ حفظ الایمان تو ۱۳۱۹ھ میں لکھی گئی تھی اور فتاویٰ الحرمین ۱۳۱۷ھ میں لکھی گئی۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ حسام الحرمین میں درج تقریظات کچھ تو حسام الحرمین کی ہی ہوسکتی ہیں اور کچھ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین سے لی گئی ہو۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ المہند علی المفند پر لی گئی تصدیقات حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کے چوتھے سفر حج ۱۳۲۸ھ کے آخر اور ۱۳۲۹ھ کے اوائل میں لی گئی تھی۔

حسام الحرمین کے مقرظین میں سے نو علماء کی تصدیقات المہند علی المفند میں موجود ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) الشیخ محمد سعید بابصیل

(۲) الشیخ محمد علی بن حسین

(۳) الشیخ عابد بن حسین

(۴) الشیخ سید احمد الجزائری

(۵) الشیخ خلیل بن ابراھیم خربوتی

(۶) الشیخ عمر بن حمدان

(۷) الشیخ محمد بن محمد مدنی

(۸) الشیخ سید شریف احمد برزنجی

(۹) الشیخ محمد عزیر وزیر مالکی

جس زمانے میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے یہ تصدیقات حاصل کی تھیں اس وقت حسام الحرمین کے چار (۴) مقرظین کا انتقال ہو گیا تھا جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) الشیخ صالح محمد کمال وفات ۱۳۲۵ھ (ماہنامہ المیزان بمبئی کا امام احمد رضا نمبر ص ۶۲۱)

(۲) الشیخ اسماعیل بن خلیل وفات ۱۳۲۹ھ استنبول (الدولتہ المکیہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۸۴)

(۳) مفتی تاج الدین الیاس صاحب ۱۳۲۹ھ سے قبل وفات (الدولتہ المکیہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۹۶)

(۴) الشیخ محمد عثمان الداغستانی وفات ۱۹۰۷ء (۱۳۲۵) (الدولتہ المکیہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۷۹)

جبکہ حسام الحرمین کی مقرظ شیخ محمد یوسف خیاط انڈونشیا چلے گئے تھے اور ۱۳۳۰ھ وہیں وفات

پائی۔ (ملاحظہ فرمائیں الدولتہ المکیہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۹۴)

اب یہاں بریلوی معترض کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ جو باقی مقرظین رہ گئے تھے وہ المہند کی تصدیقات لیے جاتے کے زمانے میں حرمین میں موجود تھے۔۔

ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ حسام الحرمین کے مقرظین میں سے سات مقرظین نے شرطیہ تقریظیں لکھی تھی نہ کہ حتمی جزمی قطعی فتوی کفر دیا تھا۔

اپنی تقاریظ میں شرط لگانے والے علماء حرمین شریفین

کی اصل عبارتیں ملاحظہ ہوں

(۱) مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد رحمہ اللہ اپنی تقریظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

(کیوکہ جو شخص اس رسالہ کی تفصیل کے مطابق ان اقوال کا معتقد ہوگا تو اس کے گمراہ اور گمراہ کرنے والے کافروں میں سے ہونے میں شبہ نہیں۔

(۲) علامہ شیخ صالح کمال رقمطراز ہیں

(وولوگ دین سے خارج ہیں بشرطیکہ حال وہی ہو جو تو نے ذکر کیا ہے۔)

(۳) علامہ محمد علی بن حسین مکی فرماتے ہیں۔

(واقعی جس طرح مصنف بلند ہمت نے بیان کیا ہے اس کے بموجب تو ان کے اقوال ان کا کفر واجب کررہے ہیں۔)

(۴) مولانا عمر بن حمدان المحرسی لکھتے ہیں۔

(ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہوجائیں جو اس شیخ نے ڈکر کی ہیں تو پھر ان کے کفر میں کوئی شک نہیں)

(۵) مولانا سید شریف احد برزنجی صاحب اپنی تقریظ میں رقم میں لکھتے ہیں۔

(ان فرقوں اور شخصوں پر حکم کفر تب لگے گا۔ اگر ان سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہوجائیں۔

(۶) شیخ محمد عزیز وزیر مالکی نے اپنی تقریظ میں اپنے استاذ اور شیخ مولانا سید شریف احمد برزنجی صاحب کی تقریظ کی تائید کی ہے۔

(۷) شیخ عبدالقادر توفیق طرابلسی مدرس مسجد نبوی اپنی تقریظ میں ارقام فرماتے ہیں۔

(سوال میں ذکر شدہ باتوں کی نسبت ان لوگوں کی طرف جب ثابت ہو جائے گی تب ان کے کفر کا حکم لگایا جائیگا۔)

اس کے بعد موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہو رقمطراز ہیں:

(ہم نے ثبوت اور تحقیق کی قید اس لیے لگا دی ہے کہ تکفیر کی راہوں میں خطرہ ہے اور اس کے راستے دشوار گزار ہیں۔)

چونکہ مذکورہ بالا تقریظ لکھنے والے سات علما حرمین نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے اور جملہ شرطیہ کے اندر شرط اور جزا میں حکم نہیں ہوا کرتا ہے۔لہذا ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بالا حضرات نے نہ خود علما اہل سنت دیو بند کی تکفیر کی ہے اور نہ احمد رضا خان صاحب کے فتوے کی تائید بلکہ ان ساتوں حضرات کی تقاریظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر علما اہل سنت کے عقائد وہی ہیں جو احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ ''حسام الحرمین'' میں ذکر کیے ہیں تو وہ کافر قرار پائیں گے ورنہ نہیں۔

اور ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ جو عقائد احمد رضا نے علماء اہلسنت دیو بند کی طرف منسوب کئے ہیں وہ ہر گز ان حضرات کے نہیں ہیں۔

اب بریلوی علماء جواب دیں کہ جب علماء ندوہ کی حقانیت پر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی گئی جو کہ البرق الامع والنور الساطع میں شائع ہوئی تھی جس کے مرتب مولانا حاجی ظہور صاحب تھے جس کا ذکر فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین کے صفحہ ۱۲۲ مطبع گلزار حسینی میں بھی موجود ہے۔

البرق الامع میں سات علماء حرمین کی تصدیقات ثبت تھیں لیکن اس میں سے فقط ایک عالم شیخ عثمان بن عبد السلام کی تقریظ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین میں احمد دضا حاصل کر سکا۔اب ہم لدھیانوی صاحب کے اصول پر ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین میں انہیں علماء حرمین شریفین کے دستخط ہونے چاہیے تھے جنہوں نے البرق الامع میں دستخط کئے تھے۔

باقی یہ اعتراض کہ المہند پر تقریظ لکھنے والے حسام الحرمین کے مقرظین کو یہ بھی لکھنا چاہیے تھا کہ ہماری حسام کی تقریظ درست نہیں۔

معترض اپنے گھر کی خبر لیتے تو یہ اعتراض نہ کرتے۔

فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین میں جو تقریظ شیخ عثمان بن عبد السلام داغستانی صاحب کی نقل کی

گئی ہے پھر اس تقریظ میں بھی یہ لکھا ہونا چاہئے تھا کہ ہم نے جو پہلے البرق الامع میں لکھ چکے ہیں وہ درست نہیں۔۔

الدولتہ المکیہ پر ایسے افراد کی بھی تقاریظ موجود ہیں جو سید احمد برزنجی صاحب کی کتاب غایتہ الماموں پر بھی تقاریظ لکھ چکے ہیں ان کی تقاریظ میں یہ نہیں لکھا کہ ہم نے جو غایتہ الماموں پر تقریظ لکھی تھی وہ غلط ہے۔

فیصلہ مناظرہ بہاولپور جو کہ تمہارے اکابرین کی بھی مصدقہ ہے اس میں صاف موجود ہے کہ علماء حرمین نے فتوی کفر واپس لے لیا تھا (ملحظا) اب جو جواب آپ دیں وہی ہماری سے طرف سے تصور فرمائیں۔ تفصیل کے ہماری دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس دیکھیں۔

لہذا معترض کا اعتراض باطل ہوا۔

اعتراض نمبر ۴۵ صفحہ نمبر ۴۲۷:

اس رسالہ میں صرف دیوبندی علماء کے دستخط ہیں۔ جن کے زعم میں ہے کہ یہ عقائد مندرجہ فہرست مشتہر و خاکسار اور کتاب حسام الحرمین و کتاب تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل اہلسنت و جماعت کے ہیں مگر افسوس کسی عالم فرد واحد خالص سنی حنفی یا مقلدین آئمہ اربعہ مالکی شافعی حنبلی جو پاک اہلسنت و جماعت، ہندوستان، پنجاب، بنگال، کلکتہ، بمبئی بدایوں، دہلی وغیرہ کے ہیں۔ دستخط یا مہر یا تقریظ ثبت نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ عقائد مندرجہ بالا خالص وہابیہ نجدیہ اور وہابیہ دیوبندیہ کے ہی ہیں جونرا دھوکا ہے۔

جواب:

درست تو یہ ہی ہے کہ جو عقائد فضل لدھیانوی صاحب نے اپنی اس کتاب اور احمد رضا خان نے حسام الحرمین اور مولوی غلام دستگیر قصوری صاحب نے اپنی کتاب تقدیس الوکیل میں علماء اہلسنت والجماعت دیوبند کے ذمے لگائے ہیں وہ ہر ہر گز ان کے نہیں ہاں البتہ یہ عقائد فاسدہ لدھیانوی واحمد رضا اور مولوی قصوری اور ان کے ہمنواؤں کے ضرور ہو سکتے ہیں۔

بریلوی فقیہ الہند مفتی مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

" کسی کی اہانت کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے اور بڑا خوبصوت کہ اپنے کو اس کا خیر خواہ اور

غمخوار ظاہر کرتے ہوئے اور دوسرے شخص پر تہمت لگائے ہوئے یوں کہتا ہے کہ فلاں شخص آپ کو ایسی ایسی فحش گالیاں دیتا ہے، اس طریقے سے وہ گالیاں دے کر اپنا دل بھی ٹھنڈا کر لیتا ہے اور ظاہر میں اسکا خیر خواہ بھی بنا رہتا ہے۔" (فتاوی مظہری ص ۳۹۷)

جبکہ علماء اہلسنت والجماعت دیوبند کے وہ ہی عقائد ہیں جو المہند علی المفند میں درج ہیں جن پر علماء عرب وعجم کی تقریظات موجود ہیں اور انکا تعلق حنفی مالکی شافعی حنبلی سے ہے۔

المہند کے بعد علماء دیوبند کے ایمان پر دوسری بڑی دستاویز "براۃ الابرار" ہے جو ۱۹۳۴ء میں شائع کی گئی جس میں ہندوستان کے ۶۰۰ سے زیادہ علماء کرام کی گواہیاں موجود ہیں کہ علماء دیوبند پکے سچے مسلمان ہیں۔

جن علاقوں کے علماء کرام کی اس پر دستخط ہیں ان میں دہلی گجرات بریلوی بدایوں بمبئی سہارنپور پنجاب سندھ بہار یوپی اجمیر کلکتہ لکھنؤ ٹونک بھوپال بجنور اعظم گڑھ اور دیگر علاقے شامل ہیں۔ ان ۶۰۰ سے زائد علماء میں بریلوی اکابرین کی بھی علماء دیوبند کے ایمان کی تائید شامل ہیں۔

تین سوال ان علماء کرام کی خدمت میں ارسال کیے گئے تھے ان سے ایک سوال یہ تھا کیا واقعی بقول حشمت علی رضوی کے حضرات اکابر علماء دیوبند (نعوذ باللہ) کافر ہیں؟

علامہ معین الدین اجمیری صاحب نے جواب دیا کہ " یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشواہ ہیں۔" (براۃ الابرار عن مکائد الاشرار ص ۲۰۹ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

غلام محمد گھوٹوی صاحب اس سوال کا جواب لکھتے ہیں کہ "اکابر علماء دیں ہر گز کافر نہیں بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں" (براۃ الابرار عن مکائد الاشرار ص ۹۸ تحفظ نظریات دیوبند اکادمی)

اب ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہی بات حسام الحرمین کے بارے میں کہے تو کیا پھر یہ سوال درست ہوگا؟

اعتراض نمبر ۴۶ صفحہ نمبر ۴۲۷:

یہ رسالہ (التصدیقات) رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مؤلف حضرت حاجی شاہ امداد اللہ علیہ الرحمہ جو تمام دیوبندیوں کے شیخ اور پیر و مرشد ہیں کے بالکل مخالف ہے۔ اسی وجہ سے مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے فتاوی رشیدیہ جلد اول کے صفحہ ۱۱۶) میں یہ لکھ دیا ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ حاجی صاحب علیہ

الرحمہ کا لکھا ہوا ہی نہیں ہے۔ کسی اور کا ہے۔ دوسری طرف مولوی اشرف علی دیوبندی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میرا لکھا ہوا ہے۔ (لیکن پھر بھی اس کے مخالف ہیں۔ منافقانہ) یہاں پر آپ کے دونوں بزرگ مولویوں نے اپنے مرشد پر بھی جھوٹ کا بہتان لگا دیا۔ اور ذرہ بھر خدا کا خوف نہ کیا۔ اور مرید رشید بھی ویسے ہی رہے۔ اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ جو لوگ خداوند تعالی اصدق الصادقین۔ اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے بزرگ قطب الاقطاب پیر و مرشد علیہ الرحمہ پر بھی جھوٹ کی تہمت لگانے سے نہیں چوکتے۔ تو ان کے لیے ایسے فرضی اور جعلی جھوٹے رسالہ لکھ لینا کیا بڑی بات ہے۔ اللہ تعالی اپنی پناہ میں رکھے آمین پس سمجھ لو کہ یہ نرا دھوکا ہے۔

جواب:

قارئین کرام یہاں لدھیانوی صاحب نے یہاں دراصل دو اعتراض کئے ہیں۔

ایک یہ کہ یہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ المہند کے خلاف ہے۔

دوم یہ کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو حضرت حاجی امداد اللہ کا لکھا نہیں مانتے۔

قارئین کرام ہم پہلے تو ان دونوں اعتراضات کا مختصر جواب عرض کرتے ہیں پھر تفصیلی جواب احسن الفتاوی سے نقل کریں گے جس سے ان دونوں کا اعتراض کا تفصیلی جواب قارئین کے سامنے آجائیگا

قارئین کرام یہاں رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کو المہند کا مخالف بتا کر لدھیانوی صاحب و احمد رضا خان صاحب نے دھوکہ دیا ہے۔ فیصلہ ہفت مسئلہ کی ایسی کوئی عبارت یا عقیدہ یا صفحہ نمبر تک درج نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ رسالہ المہند کے مخالف ہے۔

دوسری بات یہ رسالہ تو ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا تھا اس وقت المہند تو کیا حسام الحرمین کا بھی وجود نہ تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا انتقال بھی ۱۳۱۷ھ میں ہو چکا تھا

رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں سات مسائل کا ذکر ہے۔

(۱) مولود شریف

(۲) فاتحہ مروجہ

(۳) عرس وسماع

(۴) ندا غیر اللہ

(۵) جماعت تکرار ثانیہ

(۶) امکان نظیر

(۷) امکان کذب

جبکہ المہند میں ان سات مسائل میں سے فقط دو مسائل پر کلام کیا گیا ہے یعنی ذکر ولادت شریفہ اور مسئلہ امکان کذب۔

اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے یہ دونوں مسائل المہند کے مخالف نہیں جیسا کہ ہم آگے تفصیلی جواب میں عرض کریں گے۔

رہی بات کہ یہ رسالہ لکھا ہوا کس کا ہے تو مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ نے بھی درست لکھا کہ یہ رسالہ حاجی صاحب رحمہ اللہ کا لکھا نہیں ہے بلکہ یہ رسالہ حاجی صاحب کی اجازت سے مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا تھا جس پر حاجی صاحب کی تصدیق بھی تھی۔

اب ہم آگے احسن الفتاوی جلد دہم (از مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ) صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۵۴ تک جواب نقل کرتے ہیں جہاں ان دونوں اعتراضات کے تفصیلی جوابات سامنے آجائیں گے۔

سوال : حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق عموما یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اس سے اہل بدعت کی تائید ہوتی ہے اور مسائل مذکورہ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی رائے اکابر دیوبند کے مسلک سے مختلف ہے لہذا مندرج ذیل امور وضاحت طلب ہیں

(۱) کیا اس رسالہ کی نسبت حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی جانب صحیح ہے؟

(۲) کیا اہل بدعت کی تائید کا دعوی درست ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب سے قبل چند امور کو بطور مقدمہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے:

(۱) یہ امر معقول اور مسلم ہے کہ کسی کے کلام یا تحریر کا وہ مطلب معتبر ہوگا جو متکلم یا محرر خود بیان کرے۔

(۲) متکلم یا محرر نے خود کوئی وضاحت نہیں کی تو اس کے کلام یا تحریر کا مفہوم وہ لیا جائے گا جو اس کے خواص و مقربین بیان کریں، کیونکہ اغیار کی بنسبت احباب و اقارب مراد تکلم سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

(٣) فقیہ الملتہ حضرت گنگوہی اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہما حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے اخص الخواص اور اقرب تر خلفاء میں سے ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے آخر میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی وصیت میں حضرت گنگوہی قدس سرہ سے متعلق یہ الفاظ ہیں:

عزیزی مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکات کو ہندوستان میں غنیمت کبری ونعمت عظمی سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں، ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں۔"

اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہاں حضرت تھانوی قدس سرہ کے ارفع و اعلی مقام کا اندازہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی شہادات مندرجہ اشرف السوانح جلد 1 باب 12 سے کیا جا سکتا ہے، یہ باب جو بڑی تختی کی کتاب کے تقریبا تین سو صفحات پر ہے پورا ہی مجموعہ شہادت ہے، اس میں سے بطور

مثال: صرف چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

حاجی صاحب نے حضرت والا سے بارہا فرمایا:

(١) بس تم پورے پورے میرے طریق پر ہو۔'' (ص ١٦٩)

(٢) جب کبھی کوئی تحریر یا تقریر دیکھنے یا سننے کا اتفاق ہوتا تو فرماتے۔

جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی۔'' (ص ١٦٩)

(٣) اگر دوران تقریر علوم و معارف حاضرین مجلس میں سے کوئی کسی مضمون ارشاد فرمودہ پر کچھ سوال کرتا تو حضرت والا کی جانب اشارہ فرما کر فرما دیتے

ان سے پوچھ لینا، یہ خوب سمجھ گئے ہیں۔'' (ص ١٦٩)

(٤) حضرت حاجی صاحب سن کر بے حد مسرور ہوئے اور جوش میں آ کر فرمایا" :اس میں تو تم نے بالکل میرے سینہ کی شرح کر دی۔ (ص ١٨٨)

(٥) عزیز میاں مولوی اسحاق علی صاحب۔ آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ مولانا صاحب (حضرت حکیم الامتہ) کو بجائے میرے معلوم کرنا، جو ہدایت و ارشاد فرما دیں عمل کرنا۔'' (ص ١٩٩)

(٦) ضیاء القلوب و ارشاد مرشد مطالعہ فرما دیں اور مولانا (حضرت حکیم الامتہ) سے اشکالات

دفع کریں اور مولانا صاحب کو میری جگہ جان کر ان سے شغل وظائف ذکر میں مشغول رہیں۔'' (ص ۱۹۹)

اصول مذکورہ کے تحت فیصلہ ہفت مسئلہ کی توضیح وہی معتبر ہوگی جو اس کے محرر یعنی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمائی ہے اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی مراد کی تعین وتشریح جو حضرت گنگوہی وحضرت تھانوی قدس سرہما نے فرمائی ہے وہی واجب القبول ہوگی۔

ان دونوں حضرات کی تقریریں رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے ساتھ بنام ضمیمہ ملحق کی گئی ہیں اور ان کو اصل رسالہ کے ساتھ شائع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، لہذا جو لوگ رسالہ مذکورہ بدون ان ضمائم کے شائع کر رہے ہیں وہ خیانت کے مرتکب ہیں۔ ذیل میں یہ دونوں ضمائم نقل کیے جاتے ہیں:

ضمیمہ از حضرت گنگوہی قدس سرہ

رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب وامکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا ہے کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اسکی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں۔

اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلاف روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں۔

اور مسئلہ نداء غیر میں صاف صاف حق لکھا ہے

نداء غیر اگر حاضر وعالم الغیب جان کر کرے گا مشرک ہوگا۔ اور جو بے اس کے شوق میں کہتا ہے تو گناہ گار نہیں۔

اور جو بدون عقیدہ شرکیہ کے اور بدون شوق کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دے تو خلاف محل نص میں خطا وگناہ ہے مگر شرک نہیں۔

اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوۃ وسلام بخدمت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ یہ سب حق ہے اس میں کوئی اہل حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔ اب رہے تین مسئلے، قیود مجلس مولد وقیود ایصال ثواب اور عرس بزرگان کا تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں:

"دراصل مباح ہیں، اگر ان کو سنت وضروری جانے تو بدعت وتعدی حدود اللہ تعالیٰ وگناہ ہے اور اسکے بدوں کرنے میں اباحت" ۔ اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر

نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں، لہذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں، اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں، لہذا ہم بدعت کہتے ہیں۔

۔پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بسبب عدم علم اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے امام صاحب رحمہ اللہ تعالی نے ایک صابئ کو ایک حکم دیا اور صاحبین رحمہ اللہ علیہما نے دوسرا اور یہ بسبب اختلاف حال کے ہوا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے وقت ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا اور صاحبین رحمہ اللہ علیہما کے وقت میں مجوس جیسا، پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہل زمانہ کے۔ ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہر گز بدعت کے نہیں ہیں کہ بل فہم و دانش خود عبات رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔ فقط (تنبیہات وصیت مصنفہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ تنبیہ وہم کا آخر ص ۵۱)

ضمیمہ از حضرت حکیم الامت قدس سرہ

حامداً ومصلا

بعد الحمد والصلوۃ اشرف علی تھانوی خادم آستانہ حضرت شیخ المشایخ سید السادات مولانا ومرشد الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ضوعفت برکاتہم اپنے پیر بھائیوں اور دیگر ناظرین فیصلہ ہفت مسئلہ کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ جو بباعث اس کے کہ بوجہ ضعف قوی جسمانیہ حضرت ممدوح کو خود قلم مبارک سے لکھنے میں تکلف ہوتا ہے، بحکم حضرت ممدوح، بعبارت اس خادم کے، بغرض محاکم بعض مسائل تحریر ہو کر تقریباً عرصہ چار سال کا ہوا کہ شائع ہوا ہے، چونکہ بعض صاحبوں کو اس کے مقصود اصلی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اور حضرت ممدوح کو علی الاطلاق ان اعمال وغیرہا کا مجوز قرار دیا جو بالکل خلاف واقع ہے، اس لئے محض خیر خواہی کی نظر سے حضرت صاحب کی غرض اور تحقیق کا اظہار ضروری سمجھ کر اطلاع عام دیتا ہوں تا کہ مجھ کو حق پوشی کے گناہ سے اور دوسرے صاحبوں کو التباس واشتباہ سے نجات ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ امور اور اعمال جس ہیئت و کیفیت سے مروج وشائع ہیں اکثر عوام بالخصوص جہلاء ہندوستان اس کے سبب انواع انواع کے مفاسد اعتقادی و عملی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جن کا تجربہ و مشاہدہ ہر عاقل فہیم منصف کر سکتا ہے۔

مثلاً: مولد میں بعض قیود کو موکد سمجھنا اور ترک قیود سے دل تنگ ہونا۔

ایصال ثواب کے طرق میں علاوہ تاکد قیود کے اگر اولیاء کی روح کو ہو تو ان کو حاجت روا سمجھنا اور ترک التزام میں ان سے ضرر رسانی کا خوف کرنا اور اگر عام اقارب کی روح کو ہو تو اکثر قصد نام آوری ہونا اور طعن و تشنیع سے ڈرنا۔

اور سماع میں زیادہ مجمع اہل ہوا باطل کا ہونا اور امارد و نساء سے اختلاط۔ اور اعراس میں اول تو فساق و فجار کا مجتمع ہونا اور یہ بھی نہ ہو تو ادا رسم کی ضرورت کو قرض دام کرنا۔ پڑھنے والوں کا اکثر طعام و شیرینی کے لیے باوجاہت داعی کی وجہ سے پڑھنا۔

نداء غیر اللہ میں بعض کم فہموں کا منادی کو خبیر و قدیر جاننا کام پورا ہو جانے پر ان کو فاعل و متصرف سمجھنا۔

جماعت ثانیہ سے اکثر جماعت اولی میں سستی کرنا، حقہ وزٹل میں جماعت اول کو فوت کر دینا اور اس پر متاسف نہ ہونا۔ اخیر کے مسئلوں میں باری تعالی کے عجز کا اعتقاد کر لینا۔ اور اسی طرح کے بہت سے مفاسد ہیں جن کی تفصیل استقراء اور تتبع سے معلوم ہو سکتی ہے۔ سو حضرت ممدوح ہرگز ہرگز ان مفاسد کو یا ان کے مقدمات و اسباب کو جائز نہیں فرماتے۔

حضرت مدوح پر ایسا گمان کر کے علی الاطلاق ان امور کے جواز پر تمسک کرنا یا حضرت مدوح سے سوئے عقیدت کر لینا حضرت مدوح کی کمال اتباع شریعت اور آپ کی تقریر دلپذیر کی غرض سے ناواقفی ہے۔ خلاصہ ارشاد حضرت مدوح کا یہ ہے۔

"جس شد و مد کے ساتھ یہ امور لوگوں میں شائع ہیں وہ بدعت ہیں"۔

کیونکہ اس رسالہ میں مصرح ہے:

"غیر دین کو دین میں داخل کرنا بدعت ہے۔''

سو جو لوگ ان قیود کو جو فی نفسہ مباح ہیں مؤکد کرتے ہیں، وہی غیر دین کو دین میں داخل کرنے والے ہیں، اس مرتبہ میں مانعین حق پر ہیں۔

اور بلا التزام قیود و رسم ولزوم مفاسد احیانا کر لینا اور احیانا نہ کرنا یہ مباح ہے، اس کو حرام کہنا مانعین کا تشدد ہے، اس مرتبہ میں جواز حق ہے۔

بایں معنی دونوں کو آپ نے حق پر فرمایا، چنانچے بعض اکابر مخصوصین کے پاس جو حضرت ممدوح

کاوالا

نامہ مہری آیا تھا۔اس میں یہ لفظ موجود ہیں۔

"نفس ذکر مندوب اور قیود بدعت ہیں"۔

اس طرح دیگر باقی مسائل میں تفصیل ہے جو اصول شرعیہ میں غور کرنے سے مفہوم ہو سکتی ہے۔

اس توضیح کے بعد کسی کو اشتبا والتباس کا محل باقی نہیں رہ سکتا، اگر رسالہ ہذا کی کوئی عبارت اس تقریر مذکور کے خلاف پائی جاوے وہ اس خادم کی عبارت کا قصور سمجھا جاوے حضرت صاحب دامت فیوضھم و برکاتہم کو بالکل مبرا ومنزہ اعتقاد کیا جائے۔(وما علینا الا البلاغ۔ربیع الاول ١٣١٦ھ)

ضمیمہ کے بعد حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی ایک اور تحریر:

یہ دونوں ضمیمے (گنگوہی وتھانوی) تو قواعد شرعیہ پر مبنی ہیں، اب ان کی ایک تائید ایک رویائے صالحہ سے جس کا لقب حدیث میں مبشر آیا ہے نقل کی جاتی ہے صاحب رویا جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ ہیں اور صاحب روایت انکے خلف الصدق مولوی حافظ قاری محمد طیب صاحب مہتمم حال مدرس موصوفہ ہیں،

وھی ھذہ بعین عبارۃ الراوی وھی رؤیا عجیبۃ مشتملۃ عل حقائق غریبہ

نحمدہ و نصلی:

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ رحمہ اللہ علیہ سے ذیل کا واقعہ سنا ہے فرماتے تھے:

جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ کی طرف تھی اس لئے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی معاف کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی حیرانی تھی اسی دوران میں نے (حضرت والد واحب رحمتہ اللہ علیہ نے) خواب دیکھا۔

ایک بڑا دیوان خانہ ہے، اور اس میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں، میں بھی حاضر ہوں اور "ہفت مسئلہ" کا تذکرہ ہے۔حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرمارہے ہیں:

بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں؟ گنجائش تو ہے۔"

میں عرض کررہا ہوں:

"حضرت گنجائش نہیں ہے، ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔"

ارشاد فرمایا:

''یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے۔''

میں نے پھر بہت ہی ادب سے عرض کیا:

حضرت جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں درست ہے مگر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تو اس کے خلاف ہی کہتے ہیں۔"

حضرت والد صاحب فرماتے ہیں:

خواب میں میں ردوقدح بھی کر رہا ہوں لیکن حضرت کی عظمت میں ایک رتی برابر فرق نہیں دیکھتا تھا، اسی ردوقدح میں آخر حضرت نے ارشاد فرمایا:

''اچھا بات مختصر کر دو اگر خود صاحب شریعت فیصل فرمادیں پھر؟

حضرت اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔''

فرمایا: اچھا ان شاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمادیں گے۔

والد صاحب نے فرمایا:

"اس بات سے مجھے بیغایت مسرت ہو رہی کہ آج الحمد للہ حضرت صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی"۔ اور اسی کے ساتھ ہی حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالی نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور کی طرف رجوع بھی کر سکتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا:

"لو تیار ہو بیٹھو حضور تشریف لا رہے ہیں."

اتنے میں میں نے دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے سے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا، قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان علیہم اجمعین کا مجمع ہے، حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ علیہ کا ہے، نینو کا کرتا باریک بلا کسی بنیان وغیرہ زیب تن ہے جس میں سے بدن مبارک چمک رہا ہے، گویا شعائیں سی پھوٹ رہی ہیں، سر

مبارک پرٹوپی پنج کلیا ہے جوسر پر کانوں تک منڈھی ہوئی ہے اور چہرہ انور نہایت مشرق اور اس قدر چک رہا ہے جیسے چمکتا ہوا کندن سونا ہوتا ہے۔ حضور جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حاجی صاحب سروقد ایک کونے میں ادب سے جا کھڑے ہوئے اور میں ایک دوسرے مقابل کے کونے میں ادب و ہیبت سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور کنارہ کاٹ کر میری طرف تشریف لائے اور بالکل میرے قریب پہنچ کر میرے کندھے پر دست مبارک رکھا اور زور سے فرمایا:

"حاجی صاحب یہ لڑکا جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے"۔

اس پر میری تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، اور ساتھ ہی حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی کہ ہمارے بزرگوں کو اللہ تعالی نے کیا رتبہ عطا فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس بے تکلفی سے تشریف لائے اور

کس بے تکلفی اور عنایت سے انہیں مخاطب فرماتے ہیں۔

اور حضرت حاجی صاحب کی حالت یہ ارشاد مبارک سن کر یہ ہوئی:

بجاؤ درست، بجاؤ درست کہتے کہتے جھکتے ہیں اور اپنے قدموں کے قریب ترسر لے جا کر پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، اور پھر بجاو درست، بجاو درست کہتے کہتے اسی طرح جھکتے ہیں اور پھر سیدھے کھڑے ہوتے ہیں۔

سات مرتبہ اس طرح حضرت حاجی صاحب نے کیا اور اس پر سکوت کا عالم ہے سارا مجمع کھڑا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی کھڑے ہوئے ہیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت وعنایت دیکھ کر جرات کی اور عرض کیا:

حضور حدیثوں میں جو حلیہ مبارک ہم نے پڑھا ہے، اس وقت کا حلیہ مبارک تو اس کے خلاف ہے، یہ

حضرت گنگوہی کا حلیہ ہے۔

ارشاد فرمایا:

اصل حلیہ ہمارا وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے لیکن اس وقت ہم نے مولانا گنگوہی کا حلیہ اسلئے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت ومناسبت ہے۔

اس جواب پر مجھے حضرت گنگوہی سے اور زیادہ محبت وعقیدت بڑھ گئی اور اپنے اکابر کے درجات قرب واضح ہوئے چند منٹ پھر سکوت رہا اور حضرت حاجی صاحب غایت ادب وتنظیم سے سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟

حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا:

"جو مرضی مبارک ہو."

بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع سارے مجمع کے اسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھے اور میری آنکھ مل گئی."

یہ خواب میں نے (والد صاحب نے) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا، معلوم ہوا کہ حضرت پر اس خواب سے ایک کیفیت بیخودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے:

کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لیے دستاویز ہو جائے

احقر محمد طیب غفرلہ (اشرف اسوانح جلد سوم ص ۳۴۷ تا ۳۵۰)

اب مذکورہ صمائم کی روشنی میں بالترتیب جوابات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) یہ رسالہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے حکم سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے ضمیمہ نمبر ۲ میں اس کی تصریح گزر چکی ہے، علاوہ ازیں رسالہ کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے

"از افادات منبع الفیوض والبرکات امام العارفین فی زمانہ مقدام المحققین فی اوانہ سیدنا ومولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ"

اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ آپ کی تصنیف نہیں، عرف مروج میں لفظ "افادات'' تصنیف کے لیے نہیں بولا جاتا، بلکہ اس سے ہی مقصد ہوتا ہے کہ کسی خادم نے اپنے بزرگ کے مضامین کو قلمبند کیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے ان مسائل میں لوگوں کے باہم نزاع کی شدت کو دیکھ کر حضرت تھانوی قدس سرہ کے قلم سے یہ رسالہ لکھوایا جس میں فریقین کو اعتدال پسندی کے ساتھ باہم صلح وآشتی سے

رہنے کی تلقین فرمائی ہے، چنانچہ ابتدائی سطور میں فرماتے ہیں:

"یہ امر مسلمات سے ہے کہ باہمی اتفاق باعث برکات دنیوی و دینی اور نااتفاقی موجب مضرت دنیوی اور دینی ہے اور آج کل بعض مسائل فرعیہ میں ایسا اختلاف واقع ہوا ہے جس سے طرح طرح کے شر اور فتنیں پیدا ہو رہی ہیں اور خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ یہ حالت دیکھ کر نہایت صدمہ ہوتا ہے، اس لیے فقیر کے دل میں یہ آیا کہ مسائل مذکورہ کے متعلق مختصر سا مضمون قلمبند کر کے شائع کر دیا جائے، امید قوی ہے کہ یہ نزاع وجدال رفع ہو جائے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اس رسالہ کی تحریر کا اصل مقصد فریقین کو نزاع وجدال سے بچانا ہے، اس لیے طرز تحریر پر درد اور نرم سے نرم اختیار کیا گیا، ورنہ جہاں تک اصل مسائل کا تعلق ہے ان میں اکابر دیوبند کے مسلک پر اس رسالہ کی کسی تحریر سے کوئی حرف نہیں آتا اور نہ ہی کہیں سے اہل بدعت کی کوئی تائید ہوتی ہے۔ آخری دو مسائل یعنی امکان نظیر و خلف الوعید میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا، نہ ہی کسی ایک جانب کی تائید فرمائی، بلکہ ان مسائل میں پڑنے اور بحث و مباحث سے ممانعت فرمائی ہے۔ مسجد میں جماعت ثانیہ کے جواز کی روایت بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے، اس لیے جانبین کو اس میں شدت اور آپس میں نزاع و اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

نداء غیر اللہ سے متعلق تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر کو حاضر و عالم الغیب سمجھ کر پکارنا شرک ہے، اور یہ عقیدہ نہ ہو تو اس کے جواز کی تین صورتیں ہیں:

(۱) مخاطب کو سنانا مقصود نہ ہو بلکہ محض شوق وصال اور حسرت فراق و تذکرہ کے طور پر ہو۔

(۲) تصفیہ باطن سے مخاطب کا مشاہدہ کر رہا ہو، اس کو سنانا مقصود ہو۔

(۳) کسی ذریعہ سے مخاطب تک ندا پہنچانے کا اعتقاد ہو اور وہ ذریعہ شرعی دلیل سے ثابت ہو جیسے ملائکہ کا درود شریف پہنچانا۔

چوتھی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے پہنچنے کا اعتقاد ہو مگر وہ ذریعہ شرعی دلیل سے ہو نہ ہو تو وہ ندا ممنوع ہے اور یہ اعتقاد افتراء علی اللہ اور دعوی علم غیب ہے، بلکہ مشابہ شرک کے ہے مگر اس کو بے دھڑک شرک و کفر نہ کہنا چاہیے۔

بریلوی عقیدہ کے لوگوں کی ندا غیر اللہ مذکورہ بالا چاروں اقسام میں سے کسی میں بھی داخل نہیں،

بلکہ یہ غیر اللہ کو حاضر ناظر اور عالم الغیب سمجھ کر پکارتے ہیں، یہ بریلویوں کا بنیادی عقیدہ ہے، کوئی شخص بریلوی کہلا ہی نہیں سکتا جب تک حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص حضور اکرم کو عالم ما کان وما یکون اور حاضر و ناظر نہ سمجھے، اس لئے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے فیصلہ کے مطابق یہ لوگ بلاشبہ مشرک ہیں۔

بقیہ تین مسائل یعنی مولود، فاتحہ، عرس کے بارہ میں یہ فیصلہ فرمایا ہے:

"یہ امور فی نفسہا مباح ہیں مگران کو یاان کی قیود کو سنت وضروری سمجھنا بدعت وتعدی حدود اللہ تعالی وگناہ ہے."

ظاہر ہے کہ اہل بدعت ان امور کا فرائض سے بھی زیادہ التزام کرتے ہیں اور ان کی قیود مروجہ کو بھی لازم سمجھتے ہیں، اس لیے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ بھی ان کے خلاف ہے۔ حاجی صاحب قدس سرہ کو اہل بدعت کے اس قدر غلو والتزام کا علم نہ تھا، اس لیے بدون التزام قیود جائز فرمایا، چنانچہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بعد جب آپ کو عوام کے التزام وغلو کا علم ہوا تو اس اجازت سے رجوع فرمالیا، درحقیقت اولا اجازت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بعد رجوع کو صورۃ "اجازت کے بعد رجوع'' کہا گیا ہے، ورنہ تقریر بالا سے ثابت کیا جاچکا کہ آپ نے مروج قیود و التزام کے ساتھ ان امور کی ابتداء ہی سے اجازت نہیں فرمائی بلکہ ان کو بدعت وتعدی حدود اللہ وگناہ قرار دیا ہے۔

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی مراد ومقصد سمجھنے کے لیے ہم نے حضرت گنگوہی و حضرت تھانوی قدس سرہما کے ضمائم محض تایید وتاکید کی غرض سے نقل کیے ہیں، ورنہ ان ضمائم سے قطع نظر بھی ہر ادنی فہم رکھنے والا شخص بھی رسالہ کی عبارت میں غور کرنے کے بعد قطعاً یہ فیصلہ کرے گا کہ یہ رسالہ پورے کا پورا بریلوی عقائد کی تردید اور دیوبندی عقائد کی تایید میں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

رشید احمد

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مزید عرض ہے کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں تین باتیں ہیں۔ (۱) ایمان وکفر کا مسئلہ (۲) عقائد کا مسئلہ (۳) بدعات وفروعات کا مسئلہ۔

ایمان وکفر کا تو یہ ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف جبکہ تم انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ دوسرا عقائد کا تو تمہارے عقائد کو تو وہ شرک فرمارہے ہیں تیسرے نمبر پر فروعات ہیں۔ بریلوی پہلے دونمبر چھوڑ کر تیسرے نمبر کی طرف جاتے ہیں۔ پہلے دو کا تصفیہ کریں پھر تیسرے کی طرف آئیں۔ بدعات وفروعات میں بھی جو موقف حضرات اکابر دیو بند کا ہے اسی کی طرف اخیر عمر میں رجوع فرمالیا تھا جیسا کہ خواب کے ضمن میں اشارہ کر چکا ہوں۔

اعتراض نمبر ۴۷ صفحہ نمبر ۴۲۷:

اس رسالہ کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں وہ ایسے اضطراری اور بیتابی ,بے قیاسی بدحواسی کی حالت میں دیے گئے ہیں کہ کسی میں اس عقیدہ خود سے انکار محض کر دیا کہ ہماری کتابوں میں یہ بات درج ہی نہیں۔ بہتان ہے اور اسی میں انکار کر کے پھر اقرار بھی کرلیا۔اور کسی میں اقرار تو کیا مگر اسکی تاویلات رکیک فرمائی۔عجب حالت ہے اور دھوکا۔

جواب:

قارئین ہمیں المہند کے جوابات میں تو اضطرابی بدحواسی نظر نہیں آتی البتہ لدھیانوی صاحب کے یہ اعتراضات بدحواسی کی عکاسی کرتے ہیں۔معترض نے یہاں کوئی المہند کی ایک عبارت یا جواب ایسا نقل نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ عبارت یا جواب بدحواسی میں لکھا گیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا عقیدہ بتایا جسکا المہند میں انکار کر کے اقرار کیا۔

اور نہ ہی ایسا کوئی عقیدہ کی وضاحت کی جس کی تاویل فاسد کی ہو۔لدھیانوی صاحب جو یہاں صرف اعتراض کا حجم بڑھانا اور عوام کو دھوکہ دینا مقصود تھا ورنہ وہ دلیل اور ثبوت دیتے۔

اعتراض نمبر ۴۸ صفحہ نمبر ۴۲۸:

اس رسالہ کے دیکھنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل مسودہ تیار شدہ کہاں اور کس کے پاس ہے جس سے اس رسالہ مذکورہ کا مقابلہ کیا جا سکے اور تصدیق تقاریظ مواہیر دو شخصوں کی یو سکے جو صداقت کے لئے ضروری ہے۔

اعتراض نمبر ۴۹ صفحہ نمبر ۴۲۸:

کیا آپ اس رسالہ کے کاغذات اور اصل مسودہ تیار شدہ جس پر دستخط اور مواہیر ہیں۔ پیش کر سکتے ہیں۔جس سے اس رسالے کا مقابلہ کیا جا سکے اور سچ اور جھوٹ اور جعل کا حال اور بناوٹ کا حال معلوم ہو سکے۔ میرا خیال ہے۔خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ ہر گز پیش نہیں کر سکیں گے۔ پس یہ رسالہ سراسر جعلی ہے۔

جواب نمبر ۴۸ اور ۴۹

اعتراض نمبر ۴۸ اور ۴۹ ایک جیسے ہی ہیں اس لئے ان کے جوابات ایک ساتھ ہی عرض کیے جاتے ہیں۔

یہاں لدھیانوی صاحب نے المہند کو سچا ماننے کے لیے ایک عجیب اصول اختیار کیا ہے اور یہ وہ اصول ہے کہ کہ جس سے دنیا بھر کی کتابیں اور جعلی ثابت ہونے کا اندیشہ ہے اصل کتاب کا اصل مسودہ ظاہر سی بات ہے کہ ہر شخص کی رسائی میں اصل کتاب کا مسودہ نہیں ہوتا اگر کتاب کو سچا ماننے کے لیے مسودے کا چیک کرنا لازمی ہو تو پھر نہ ہو حسام الحرمین سچی رہے گی نہ الدولتہ المکیہ اور نہ احمد رضا خان کی دیگر دوسری کتابیں۔

کیا معترض نے خود حسام الحرمین کا اصل مسودہ چیک کیا ہے اور کیا وہ مسودہ کتاب سے چیک کیا ہے اور کیا یہ مسودہ ہمیں دکھا سکتے ہیں۔؟

ہم یہاں ثابت کر دیتے ہیں کہ حسام الحرمین کتاب اصل مسودے کے مطابق نہیں ہیں اور اس کی مہروں اور تقریظات میں بھی فرق ہے۔

مورخ بریلویت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں کہ۔" فاضل بریلوی نے حضرت شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی تصنیف المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) پر تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) رکھا اسی زمانے میں ان تعلیقات کا خلاصہ علماء حجاز کی خدمت میں تصدیقات کے لیے پیش کیا۔ چنانچہ حرمین شریفین کے علماء وفضلاء نے اس کو اپنی تقاریظ اور تصدیقات سے مزین فرمایا فاضل بریلوی نے ان تقاریظ وتصدیقات کو مرتب فرما کر حسام الحرمین نام رکھا۔مفید اضافے کئے اور شائع کیا۔" (فاضل بریلوی علماء حجازی نظر میں ص ۱۴۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

لیجیے آپکے گھر سے ہی گواہی کہ فاضل بریلوی نے جس مسودہ پر علماء حرمین سے تصدیقات لی تھیں اس میں اضافات کر کے شائع کیا۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ" اضافات" کس نوعیت کے تھے اور کیا کیا اضافہ کیا گیا تھا۔

تقریظات کے حوالے سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ یہ تمام تقریظات دراصل حسام الحرمین پر لی ہی نہیں گئی تھی بلکہ فتاوی حرمین برجف ندوۃ المین کی تقریظات حسام الحرمین میں داخل کی گئی ۔ احمد رضا خان کے بھتیجے نے اسکا بھانڈہ خود پھوڑا ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر پچاس میں لدھیانوی صاحب نے مولوی منشی لعل خان کے رسالے تاریخ وہابیہ دیوبندیہ کے پانچ اعتراضات نقل کئے ہیں لیکن یہ وہ ہی اعتراضات ہیں جو قاضی صاحب کر چکے تھے اور ہم نے ان کے جوابات بھی دے دیئے ہیں۔

المہند والشہاب الثاقب پر مولوی حسن علی رضوی کے اعتراضات کا جائزہ وحسام الحرمین کا ابطال

کشف النقاب عن وجہ مولوی حسن علی کذاب

یعنی

حسن علی رضوی کے اعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

مولانا ابو ایوب قادری

فہرست کشف النقاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، امابعد

معزز قارئین کرام۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں دین کی اشاعت وحفاظت کے لئے ہر زمانے میں جگہ جگہ علماء حق کو پیدا فرمایا وہیں برصغیر میں بھی علماء اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کی شکل میں امت کو ایک عظیم سرمایہ عطا فرمایا۔ ان حضرات نے اپنی زندگی کا مقصد ہی دین کی اشاعت اوراس کا تحفظ بنالیا

میری زندگی کا مقصد ،تیری دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں ، میں اسی لیے نمازی

مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اکابرین دیوبند کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ان حضرات کی ساری زندگی ہی اللہ تعالی کے سچے دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی نشرواشاعت میں صرف ہوئی ہے۔ انہوں نے اس دور میں علوم اسلامیہ کی بقا کی بے حد اور بہترین کاوش اورسعی کی ہے اوراس کے لیے ٹھوس طریقے اختیار کیے اور بے شمار مدارس قائم کر کے اس شمع کو روشن کیا ہے۔ ان کی اس علمی شہرت کا سکہ بین الاقوامی حیثیت سے مسلم ہے ان حضرات نے اپنی تن آسانی اور اپنی جملہ اغراض ولذائز اورتمام مرغوبات کو محض للہ فی اللہ کی نذر کر دیا ہے اوران میں سے ایک ایک فرد گویا بزبانِ حال یوں کہتا ہے

میں خود غرض نہیں میرے آنسو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

(عبارات اکابر ص ۴۰)

چونکہ حضرات اکابر دیوبند انبیاء کرام علیہم السلام کے ہی مشن پر تھے لہٰذا ان کو بھی حاسدین و معترضین کی طرف سے طرح طرح کی مشکلات اورطرح طرح کے اتہمامات کا سامنا کرنا پڑا۔ مولانا احمد رضا خان جو اپنے وقت کے بہت بڑے متشدد تھے علماء دیوبند کی شہرت کو برداشت نہ کر سکے۔ مولانا احمد رضا خان نے اکابر دیوبند کی عبارات کو توڑ مروڑ کر کفر کا فتویٰ لگایا اوراسے عرب علماء کے سامنے پیش کر کے وہاں

سے دجل وفریب کے ذریعے تقاریظ حاصل کیں۔اس مکروفریب کے جواب میں اہل حق کی طرف سے " المہند "منظر عام پر آئی۔

اب ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ تمام بریلوی حضرات المہند کی تابناک شعاعوں کے سامنے اپنی شکست تسلیم کرتے اوراس حقیقت کوتسلیم کرتے کہ اکابر دیوبند اوران کے محبین مسلمان ہیں لیکن افسوس صد افسوس کہ بریلوی علماء نے اسی کتاب کے خلاف مضامین اور کتابیں لکھنا شروع کردی۔اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہ لوگ اس امت کو ایک ساتھ نہیں دیکھنا چاہتے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

حسن علی رضوی کے بارے میں

حسن علی رضوی نامی ایک بریلوی بھی اُنہی متعصب میں ایک بریلوی ہے جنہوں نے المہند کے خلاف اوراق سیاہ کئے۔اس سلسلے میں حسن علی رضوی کی کتاب بنام"حسام الحرمین کی حقانیت وصداقت وثقاہت اورالمہند والشاب الثاقب کی پسپائی"اس کتاب میں حسن علی رضوی نے جھوٹ اور فریب کاری کے ریکارڈ توڑ دئے ہیں۔

حسن علی رضوی کی منافقت

یہ وہی حسن علی رضوی ہے جواپنے لئے الگ اصول بناتا ہے اور مخالفین کے لئے الگ۔ایک ہی بات اپنے حق میں جائز رکھتا ہے اور سامنے والے کے لئے ناجائز۔

حسن علی رضوی صاحب اپنی ایک کتاب میں مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ"جن الفاظ کا ایک معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی وگستاخی پر مبنی ہو ایسا ذومعنی لفظ بھی سخت ممنوع ہے۔ للکافرین میں واضح اشارہ ہے۔انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنیٰ بے ادبی بھی کفر قطعی ہے۔(محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ۳۷۵)

لیکن اپنی باری آئی تو یوں اپنے ہی اصول کا خون کیا:

"مذکورہ بالا لفظ بھی ذومعنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور الفاظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا"(برق آسمانی ص ۱۴۷)

قارئین ملاحظہ کیجئے،مخالفین کے لئے ذومعنی لفظ کفر اور اپنوں کے لئے ذومعنی لفظ درست،ساتھ ہی اس میں وہ پہلو مراد لیا جائے گا جو کفر کا معنی نہ رکھتا ہو۔کیا یہ اس کی واضح دوغلی پالیسی نہیں؟

جب حسام الحرمین پر اعتراض اٹھا تو لکھتا ہے کہ علماء حرمین کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا لیکن جب المہند کی باری آئی تو لکھتا ہے کہ علماء حرمین کو دھوکہ دیا گیا۔

جب حسام الحرمین پر اعتراض اٹھا تو لکھتا ہے کہ علماء حرمین کو اردو آتی تھی لیکن جب المہند کی باری آئی تو لکھتا ہے کہ علماء حرمین کو اردو نہیں آتی تھی۔ ایسے متعصب شخص سے آپ کیسے انصاف کی امید لگا سکتے ہیں؟

رضوی کی اپنے مسلک میں حیثیت

ایک کتاب شائع ہوئی ہے" پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں"

اس کی ترتیب وتحریر کرنے والوں میں مولوی ذوالفقار رضوی سانگلہ ہل مفتی محمود احمد ساقی اور کرنل انور مدنی شامل ہیں۔

اس کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے کہ

" مگر میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ یہ شخص کسی نسبت واسطہ یا تعلق کا روادار نہیں۔ صرف دشمن اہل سنت قاطع رضویت اپنی جہالت کو قلم کاری الفاظ کے اسراف وتبذیر کو اپنی دانش سمجھتا ہے۔ ایسے حرمان وبدباطن شخص کا علاج اس کی کسی بات کا جواب لکھنا اس لئے پڑتا ہے کہ سنی جیالوں سے السعید کے قارئین اس شیطانی پروپیگنڈے کا شکار نہ ہو جائیں۔ جو یہ شخص واہی تباہی بکتا رہتا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہ (معاذ اللہ) حضور محدث اعظم کا خلیفہ بھی ہے حالانکہ آقائے نعمت مرشد برحق سیدی مرشدی حضرت محدث اعظم پاکستان کا مشن " رحماء بینہم " تھا مگر اس بدبخت کا مشن اہل سنت میں انتشار تشتت تفرق بغض وعناد ہے یہ شخص میلسی میں بھی کسی عزت وآبرو کا نہیں۔

عوام اہل سنت کی نفرت ودھتکار کا مرکز ہے۔ کبھی زمینداروں کا درباری، قوال اور چڑھتے سورج کا پجاری ہے مگر اہل سنت کی جہاں اور بدنصیبیاں ہیں وہاں یہ بدنصیبی بھی ہمارے گلے پڑی ہوئی ہے

صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے کہ

" مولوی حسن میلسی کیا چیز ہے؟ سنیوں کا بال ٹھا کرے۔ اگر سنی رضوی ایک گھر ہے تو مولوی حسن علی میلسی اس کی لیٹرین ہے"۔

آگے صفحہ ۱۵۹ پر مولوی حسن علی رضوی میلسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"میلسی کی بدعت سیہ نے خود ہی انکشاف فرمایا تھا کہ وہ (معاذ اللہ) اہم تحقیقی معلوماتی اور مدلل مضمون لکھ سکتا ہے اور السعید کے فروری ، مارچ کے پرچوں میں مجھے جس کا ہاشمی نے جواب نہیں دیا۔ حالانکہ حقیقی معلومات اور دلائل سے بدعت میلسی کا وہی تعلق ہے جو کسی لیوا کا عصمت وشرافت سے ہوتا ہے۔مولوی حسن علی کی ساری یاوہ گوئی بغض وعداوت کا گند اور اس میں نفرت کی سند ہوتی ہے"

مزید صفحہ ۱۶۰ پر لکھا ہے

"اس کا سرٹیفکیٹ حسن علی سے لینے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی حسن علی جیسے جہال فتاوی حسام الحرمین کی عبارت پڑھ سکتے ہیں نہ اس کے فہم کے قابل."

فاضل بریلوی کا قلم یا خنجر

حسن علی رضوی نے اپنے رسالے کے شروع میں ہی مولوی احمد رضا خان کے یہ اشعار پیش کئے ہیں.

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں

ان جیسے شر پسند لوگوں سے اور امید بھی کیا کی جائے ؟

مولوی احمد رضا کے قلم کے متعلق خود بریلویوں نے واضح لکھا ہے کہ وہ کس قدر خونخوار تھا، چنانچہ بریلویوں کا مخدوم الملّت اور محدث اعظم لکھتا ہے کہ

" دنیا کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اعلی حضرت جن کے قلم کے نیزے کی مار نے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں، کسی کو نمرود والی سزا دی، کسی کو مبہوت کر کے رکھ دیا" (المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۶۵ جدید)

مزے کی بات ہے کتاب کے سرورق پر تصویر میں تلوار فاضل بریلوی کے مزار کے نیچے ہی ماری ہے جس سے خون ٹپک رہا ہے گویا اسکی کتاب فاضل بریلوی کے ہی خلاف ہے۔

یہ لوگ قوم کی خدمت کریں گے؟

یہ لوگ اصلاح کریں گے؟

جن کا قلم اس قدر خونخوار ہو ان سے اصلاح کی کیا امید رکھی جائے!

حسن علی رضوی صاحب صفحہ نمبر ۳ پر لکھتے ہیں کہ

" گستاخان رسول ،منکرین ضروریات دین ، باغیان ختم نبوت کیخلاف اکابر ومشاہر علماء وفقہائے عرب وعجم واعاظم مفتیان حرین طیبین کیحکم شرعی فتاویٰ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین کوشائع ہوے ایک سو سال ہو گیا ہے اور حسام الحرمین کا پرچم پوری آب وتاب اور جاہ جلال کیساتھ لہرا رہا ہیاور خرمن باطل واہل ارتداد پر برقبار ہے ."

قارئین کرام حسن علی رضوی صاحب نے اس رسالے میں اس قسم کے شگوفے بہت چھوڑے ہیں۔حسام الحرمین سے جس طرح بریلوی پھر گئے ہیں وہ اظہر من الشّمس ہے بریلوی علماء وعوام اپنے قول و فعل سے حسام الحرمین کی نفی کرتے نظر آتے ہیں بلکہ اب تو خود بریلوی علماء کے درمیان حسام الحرمین پر مناظرے بھی شروع ہو چکے ہیں۔۔ البتہ تعصب کے مارے اور وہ لوگ جن کے پیٹ تقریروں کے نذرانوں سے بھرتے ہیں وہ اپنی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ حسام الحرمین کو زندہ رکھا جائے۔ ورنہ خود بریلوی علماء نے اس حسام الحرمین کو جس طرح آڑے ہاتھوں لیا ہے یا وہ ہم ثبوت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہیں یہاں ہم بریلوی مکتبہ فکر کے ان علماء کے خیالات پیش کرتے ہیں جنہوں نے حسام الحرمین کی تائید نہیں کی اور وہ علماء اہل سنت دیوبند کو مسلمان جانتے تھے اور ان کی تکفیر کو ناپسند سمجھتے تھے۔ ملاحظہ کریں کتاب کے مرکزی مقدمہ میں حسام الحرمین کے باغی علماء کے زیر عنوان

اسی صفحے پر آگے رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"یاد رکھنا چاہئے اور ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ سیدنا امام اہلسنت سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے کسی پر بلا وجہ خواہ مخواہ تکفیر کا حکم جاری نہیں فرمایا"

قارئین کرام رضوی صاحب کا یہ بات کہنا کہ خان صاحب نے بلا وجہ کسی کی تکفیر نہیں کی یہ حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے کیونکہ حقیقت اس کے برعکس ہے

اس فکر میں فاضل بریلوی اندھا دھند چلے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اس زد میں کون آرہا ہے اور کون نہیں اور کیا یہ فکر اسلامی ہے یا نہیں۔ ان کے اپنے گھر کے افراد اس تکفیر پر جو اکابر اہلسنت دیوبند کی انہوں نے کی ہے، جرح کر رہے ہیں۔

قاضی عبد النبی کوکب لکھتے ہیں:

مخالف نقطہ نظر کی طرف سے بھی زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند سے اظہار اختلافات کے لیے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا تھا انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتویٰ میں انہوں نے اس شرعی احتیاط ومراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقو پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے۔ (مقالات یوم رضا)

خواجہ قمر الدین صاحب کے استاد حضرت معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

فضیلت نمبر ۲ تکفیر:

خلقت آپ کی اس فضیلت سے بے حد نالاں ہے وہ کہتی کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا۔ جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانون کو کافر بنایا۔ (تجلیات انوار المعین ص ۳۷)

یعنی فاضل بریلوی مکفر المسلمین ہے۔

مشہور مؤرخ سید عبد الحی صاحب نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں کہ:

"**مسارعافی التکفیر قد حمل لواء التکفیر ولتفریق فی دیار الھندیہ فی العصر الاخیرۃ** (بجوالہ: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۴۴)

یعنی تکفیر مسلم میں بہت ہی عجلت پسند ہے زمانہ اخیر میں اس نے دیار ہند میں تکفیر تفریق علم بلند کیا

المیز ان ممبئ کے احمد رضا نمبر میں ہے کہ:

"عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے، (مسلمانوں کو کافر گردانے والے) بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی" (المیز ان کا احمد رضا نمبر ص ۹۲)

مولوی ابوکلیم محمد صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

آخر عام لوگوں میں شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔ (انوار احناف ص ۳۱)

آگے لکھتے ہیں کہ:

مشہور محاورہ ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔ (انوار احناف ص ۴۲)

اس کے ساتھ یہ بھی سنتے جائیے کہ بریلوی شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ:

اب کسی کا یہ دعوی کرنا کہ فلاں کلمہ گو منافق اور کافر ہے اپنے آپ کو خدا اور رسول کی مسند پر

بٹھانے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟'' (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے ص ۳۴)

اسی صفحے پر رضوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

"جو عناصر تنقیص الوہیت توہین رسالت اور انکار ختم نبوت کیمر تکب اور منکر ضروریات دین ثابت ہوئے انہیں پہلے شرعی رعایت دی گئی اُن کو انکے اقوال کفریہ قطعیہ اور گستاخانہ عبارات سے بذریعہ خطوط مطلع اور آگاہ کیا گیا بار بار رجسٹریاں بھیج کر مطلع اور آگاہ کیا گیا گستاخانہ کفریہ عبارات سےتوبہ اور رجوع کی تلقین فرمائی گئی، آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو کی دعوت دی گئی".

قارئین کرام رضوی صاحب نے یہاں پھر بغیر کسی ثبوت کے دعوی کیا ہے۔ اہل بدعت کی طرف سے یہ بات سننے کو ملتی ہے اور بعض بریلوی مصنفین نے اسے انتہائی فخریہ انداز میں تحریر کیا ہے کہ جب احمد رضا خان بریلوی کو علمائے اہلسنت والجماعت علمائے دیوبند سے اختلاف ہوا تو فاضل بریلوی نے فوراً تکفیر نہیں کی بلکہ پہلے اس نے اکارین اہلسنت کو خطوط لکھے اور ان سے عبارات پر وضاحت و رجوع اور پھر توبہ کی درخواست کی انکو مناظرے کے چیلنج دیے ان کے نام خطوط لکھے اور رجسٹریاں بھیجیں لیکن وہ ان سب میں کسی بھی بات پر راضی نہ ہوئے تو مجبوراً فاضل بریلوی نے آخری حربہ کے طور حجت شرعیہ قائم کرتے ہوئے ان کی تکفیر کردی۔

قارئین کرام اہل بدعت کا ہمیشہ سے یہ طرز عمل رہا ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ لگنے لگے میں دعوے سے بطور چیلنج کہتا ہوں کہ عبارات علمائے اہلسنت کے حوالے سے فاضل بریلوی کی طرف سے ایک بھی خط نہیں دکھایا جا سکتا جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علماء اہلسنت کو وضاحت و رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو۔ فاضل بریلوی کے خطوط کا مجموعہ لاہور سے بنام کلیات مکاتیب رضا چھپ چکا ہے لیکن اس پورے ذخیرہ خطوط میں کوئی ایک بھی خط نہیں جو فاضل بریلوی نے مذکورہ علمائے اہلسنت کو عبارات کی وضاحت، رجوع یا توبہ کے لئے لکھا ہو یا انہیں مناظرے کا چیلنج دیا ہو اور وہ سامنے نہ آسکے ہوں تو پھر یہ بات جان لینے کے بعد اس الزام کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ تحذیر الناس کتاب (تقریباً) ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوئی یہ کوئی مستقل کتاب نہیں تھی، بلکہ مولانا محمد احسن نانوتوی رحمہ اللہ خطیب بریلی کے ایک خط کا جواب تھا جسے بعد میں حجۃ الاسلام رحمہ اللہ کے حکم کے بغیر شائع کر دیا گیا مولانا نانوتوی کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی فقیہ الھند مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی وفات ۱۳۲۳ھ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی وفات ۱۳۴۶ھ میں

ہوئی لیکن فاضل بریلوی کا ایک بھی خط نہیں دکھایا جا سکتا جو اسنے حسام الحرمین میں درج عبارات کے متعلق ان تین میں سے کسی بھی ایک کے نام لکھا ہو۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چلیں اگرچہ فاضل بریلوی نے ان حضرات کو خطوط نہیں لکھے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے نام خطوط تو" کلیات مکاحیب رضا" (فاضل بریلوی کے مجموعہ خطوط) میں موجود ہیں اول مختصراً جواب عرض ہے کہ فاضل بریلوی کی جانب سے بشمول حکیم الامت رحمہ اللہ کے کسی بھی سنی دیوبندی عالم کے نام تکفیر سے پہلے مسئلہ عبارات حسام پر نا تو کوئی توبہ کا خط اور نا ہی ان چاروں حضرات علماء کے نام کسی معتبر مستند دلیل سے کوئی رجسٹری ثابت ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ۱۳۱۸ھ میں مسئلہ علم غیب پر ایک سوال آیا، جس کا حضرت نے جواب دیا جو ۱۳۱۹ھ میں حفظ الایمان کے نام سے چھاپ دیا گیا خود بریلویوں کو بھی اس کا اس بات کا اعتراف ہے کہ فاضل بریلوی نے حفظ الایمان شائع ہونے کے بعد صرف ایک سال کی مدت میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سمیت ان چاروں اکابر اہلسنت پر اپنے رسالے المعتمد المستند میں کفر کا فتویٰ دیا۔

پھر بقول بریلوی علماء کے فاضل بریلوی نے اس فتوی تکفیر کو حرمین کے علماء کے سامنے ۱۳۲۳ھ میں اپنے دوسرے سفر حج کے دوران پیش کیا اور ان کی طرف سے تصدیقات ملیں۔

فاضل بریلوی کی طرف سے حکیم الامت رحمہ اللہ کے نام پانچ خطوط کا ذکر ہے لیکن ان پر مندرجہ ذیل تاریخ درج ہے دو خطوط پر ۱۳۲۸ھ اور دو پر ۱۳۲۹ھ اور ایک خط پر ۱۳۳۸ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے حیران کن بات یہ ہے کہ ان میں ایک بھی خط ایسا نہیں جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے نام فتوی تکفیر سے پہلے لکھا گیا ہو بلکہ پہلا خط جو فاضل بریلوی کی طرف سے مولانا تھانوی کے نام لکھا گیا وہ بھی تقریبا آٹھ سال بعد کا ہے۔

پھر اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی خط بھیجے گئے یا صرف فاضل بریلوی کے گھر ہی محفوظ تھے؟

لہذا رضوی صاحب کا یہ دعوی ہمارے دلائل کی روشنی میں باطل ہوا۔

صفحہ نمبر ۴ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ

"امام المحتاطین امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کچھ فرمانے ور لکھنے کی بجائے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتویٰ گنگوہی وغیرہ کی اصل بعینہ عبارات اکابر واعاظم علماؤ فقہا حرمین طیبین کیسامنے رکھ کر حکم شرعی طلب کیا اور توہین پر تکفیر ہوئی اگر کوئی توہین نہ کرتا تکفیر نہ ہوتی اور اگر اہل توہین وتنقیص توبہ ورجوع کر لیتے تو بھی تکفیر نہ ہوتی مگر آہ افسوس کہ توبہ اور رجوع کرنا ان کے مقدر میں نہ تھا تو اہل توہین کی توہین آمیز گستاخانہ کفریہ عبارات پر تکفیر کا حکم شرعی حسام الحرمین کی صورت میں اکابر علماء حرمین کی طرف سے جاری ہوا"

قارئین کرام کتنا بڑا جھوٹ بولا ہے رضوی صاحب نے احمد رضا خان نے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے علمائے حرمین سے فتویٰ طلب کیا جب کہ یہ بات خود بریلویوں کو بھی تسلیم ہے ۱۳۲۰ھ میں احمد رضا خان المعتمد المستند میں اکابرین دیوبند پر فتویٰ کفر دے چکا تھا ۱۳۲۳ھ میں یہ فتوی لے کر حرمین گیا اور اس پر تصدیق حاصل کی رضوی صاحب کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ احمد رضا خان نے خود فتوی نہیں دیا تھا بلکہ علماء حرمین سے فتویٰ طلب کیا تھا تو بہت سے بریلوی علماء کذاب ثابت ہو جائینگے۔

المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ) میں احمد رضا خان لکھتا ہے"

مختصر یہ کہ یہ ساتوں طائفے سب کے سب باتفاق مسلمین کافر مرتد اسلام سے خارج ہیں."

(المعتمد المستند ص ۲۴۰ مکتبہ برکات المدینہ کراچی)

بقول بریلویت ان سات فرقوں میں احمد رضا خان نے ان چاروں علماء اہلسنت پر فتوی کفر جنکا حسام میں ذکر کیا تھا۔

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد المستند کا وہ حصہ جو فتوی پر مشتمل تھا حرمین طیبین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا جس پر وہاں کے پینتیس جلیل القدر علماء نے زبردست تقریظیں لکھیں" (تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۱۶۳ اکبر بک سیلرز لاہور)

یعنی خان صاحب فتوی پہلے دے چکے اس پر تصدیق کے لئے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا گیا۔

لہذا رضوی صاحب کا جھوٹ بے نقاب ہوا کہ خان صاحب بریلوی نے اپنی طرف سے کچھ نہیں

لکھا بلکہ علماء حرمین سے فتویٰ حاصل کیا تھا۔

یہ بات کہ احمد رضا خان نے علمائے دیوبند کی عبارات بعینہ نقل کی تھی کہ یہ بھی پچھلے جھوٹ کی طرح جھوٹ ہی ہے ہم پہلے اس کی تفصیل لکھ چکے ہیں۔

آگے رضوی صاحب لکھتے ہیں

۳۵" جلیل القدر اکابر و اعاظم علماء وفقہاء حرمین طیبین نے اہل توہین کی اصل کتابیں دیکھ کر مترجمین سے اردو سے عربی میں ترجمہ کروا کر حکم شرعی واضح فرمایا۔ مخالفین کا یہ کہنا ایک حیلہ اور بہانہ بلکہ بد ترین فریب و فراڈ ہے کہ علماء حرمین طیبین اردو نہیں جانتے تھے دھوکہ دیکر فتویٰ لیا۔ یہ اہل توہین ہندی و انگریزی مولوی کٹی پٹی عربی جانتے ہیں، تو کیا علماء حرمین ہر سال کثیر تعداد میں ہندوستان سے حج کے جانے والے علماؤ عوام سے ملکر اردو زبان سے واقف نہ ہوں گے اور کیا انہیں تکفیر جیسا نازک و حساس فتویٰ لکھتے وقت مترجم میسر نہ آیا ہوگا اتنے عظیم متبحر و تجربہ کار کہنہ مشق مفتیان کرام اور وہ بھی اہل حرم اکابر کو کوئی دھوکہ و مغالطہ کس طرح دے سکتا ہے۔"

قارئین کرام یہاں رضوی صاحب نے بلا دلیل دعوی کیا کہ علماء حرمین نے اصل کتابیں دیکھ کر ترجمہ کروا کر حکم لگایا

رضوی صاحب کے پاس کوئی ثبوت ہوتا تو پیش کرتے نا۔ کوئی ایک حوالہ ایسا پیش کرتے کہ فلاں مکی یا مدنی عالم نے فلاں کتاب کا فلاں مترجم سے ترجمہ کروایا لیکن حسام الحرمین کو سچ ثابت کرنے کے لیے ایسے ایسے پاپڑ بیلنا پڑ رہے ہیں۔

اور یہ بھی سچ ہے کہ علماء حرمین اردو نہیں جانتے تھے اگر علماء حرمین اردو جانتے تھے تو پھر مترجم کی ضرورت کیوں پڑتی؟ رضوی صاحب یہاں خود جھوٹے ثابت ہو گئے۔

آپ کو المہند کی صداقت اور خود رضوی صاحب کا اپنے منہ چھوٹا ثابت ہونا دکھاتے ہیں۔

جب حسام الحرمین کو سچا ثابت کرنے ضرورت ہوئی تو رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ علماء حرمین کو اردو بھی آتی تھی لیکن جب المہند پر اعتراض کرنے کا وقت آیا تو خود لکھ دیا کہ علماء حرمین کو اردو نہیں آتی تھی

جب حسام الحرمین کو سچا ثابت کرں ے کی ضرورت پڑی تو لکھ دیا کہ علماء حرمین کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا پر جب المہند کی صداقت پر اعتراض کیا تو لکھ دیا کہ علماء حرمین کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے

لیجئے خود رضوی صاحب کا حوالہ ملاحظہ کریں

لکھتے ہیں مولوی انبیٹھوی نے اردو سے ناواقف علماء حرین شریفین کو دھوکہ دیا" (محاسبہ دیوبندیت ص ۴۰۴ ج دوم)

لیجیے یہاں المہند کی صداقت بھی ثابت ہوگئی اور حسام الحرین کو سچا ثابت کرنے کے لئے بریلوی علماء کا" طریقہ واردات" بھی آشکار ہوگیا۔

آگے رضوی صاحب صفحہ نمبر ۵ پر لکھتے ہیں

"الشہاب الثاقب والمہن کے مرتبین و مصنفین نے ضرور اپنے اکابر کی عبارات میں کتر بیونت و ترمیم وتحریف کی اور مذکورہ بالا کتب میں اپنے اکابر کی عبارات کا حلیہ بگاڑ کر نقل کیں علماء وعوام کو مغالطہ اور صریحاََ دھوکہ دیا جس کا دل چاہے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دیکھ لے، اکابر دیوبند کی گستاخانہ کتب اور توہین آمیز عبارات تحذیر الناس ، براہین قاطعہ ، حفظ الایمان ،فتویٰ گنگوہی وقوع کذب کی پہلے حسام الحرین سے مطابقت کرلیں اور پھر المہند والشہاب الثاقب سے مطابقت کرلیں صاف طور پر واضح ہوجائیگا کہ المہند والشہاب الثاقب میں انہوں نے خود اپنے اکابر کی عبارات کفریہ کا حلیہ بگاڑ کر نقل کیں اور خود خیانت وبددیانتی کی مثال قائم کی"

قارئین کرام ہم اکابرین اہلسنت کی کتب کی عبارات کا موازنہ پچھلے صفحات میں پیش کر کہ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حسام الحرین میں کس طرح تحریف کتر وبیونت کی گئی جبکہ بریلوی علماء کا یہ دعوی تھا کہ حسام الحرین میں درج عبارات بعینہ نقل کی گئی ہیں۔

رہی بات المہند اور اکابرین اہلسنت کی کتب کی عبارات سے مطابقت کی تو ہم یہاں بتاتے چلیں کہ نہ تو علماء حرین نے اپنے سوالات میں عبارات کے بارے میں پوچھا اور نہ ہی علماء اہلسنت نے کبھی بعینہ عبارات نقل کرنے کا دعوی کیا۔

علماء حرین نے اپنے سوالات میں علماء اہلسنت دیوبند کے عقائد کی وضاحت طلب کی تھی کیونکہ احمد رضا خان بریلوی نے حرین میں علماء اہلسنت دیوبند کی طرف غلط عقائد منسوب کئے تھے۔

ان کتب کی عبارات کو اپنی طرف سے غلط مطلب بنا کر حرین کے علماء کو دھوکا دیا تھا۔علماء نے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے ذریعے ۲۶ سولات علماء دیوبند سے پوچھے۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری

صاحب رحمہ اللہ نے اپنے عقائد جواب میں لکھ دیئے۔ کہیں پر مکمل عبارت نقل کر دی اور کہیں جواب کو طوالت سے بچانے کے لیے کلام کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔

یہی مولوی حسن علی رضوی خود لکھتے ہیں

"اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لئے الفاظ وکلمات کو بعینہ نقل کرنا قطعاً ضروری نہیں" (محاسبہ دیوبندیت ج دوم ص ۴۶۸)

بریلوی اصول کے مطابق کسی بھی تحریر یا۔ مضمون کا خلاصہ مختلف وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے جس میں سب سے اہم بات مضمون تحریر کا طوالت پر مبنی ہونا ہے تحریر یا مضمون کو طوالت سے بچانے کے لیے خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مفتی انس رضا قادری صاحب لکھتے ہیں" خلاصہ بیان کرنا کوئی عیب و بددیانتی نہیں بلکہ بددیانتی یہ ہوتی ہے کہ صحیح عبارات کو الفاظ کی ہیرا پھیری سے غلط بنا دیا جائے۔ خلاصہ بیان کرنے پر اعتراض وہی کر سکتا ہے جو کتب دین سے نرا جاہل ہوگا۔ دیگر کتب کی طرح فقہ کی کتاب میں جا بجا ایسی عبارت ملتی ہیں جو تلخیص کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں جیسے الموسوع الفقیہ الکویتیہ الفقہ الاسلامیہ وادلتہ اس میں مختصرا احناف مالکہ حنابلہ اور شوافع کا مسلک نقل کر دیا جاتا ہے عبارتیں پوری بیان نہیں کی جاتیٹ بلکہ الفاظ بھی تبدیل ہوتے ہیں فقط موقف بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ کتب فقہ کا حوالہ دے دیا جاتا ہے حالانکہ دونوں کے الفاظوں میں بہت فرق ہوتا ہے ہے بلکہ احادیث کی کتب میں بعض اوقات طویل حدیث کو چھوڑ کر موقع کی مناسبت سے مختصر بیان کر دی جاتی ہے"۔ (حسام الحرمین اور مخالفین ص ۳۵۸ مکتبہ فیضان شریعت)

نعیم اللہ خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"جب سو دو سو ہزار دو ہزار کلمات پر مشتمل کتاب میں سے اصل مقاصد و نتائج لئے جائیں گے تو چند ہی جملے ہوں گے اور آگے پیچھے سے منقطع ہوں گے یہ قطع و برید قابل الزام واتہام نہیں اس لئے کہ اس نے اصل مقصد کے الفاظ میں قطع و برید نہیں کیا" (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۴۹۷)

حسام الحرمین میں تو بریلوی اقرار کے مطابق بعینہ عبارات نقل نہیں کی گئیں۔

شریف الحق امجدی لکھتے ہیں" حسام الحرمین میں تحذیر الناس کہ اس طویل عبارت کے اختصار کا عربی ترجمہ کیا گیا تھا."(تحقیقات ص ۲۸۰ فرید بک اسٹال)

ہم رضوی صاحب یہ سوال کرتے ہیں کہ آپکے بقول تو علماء حرمین کے سامنے مکمل عبارات آچکی تھی اسکا ترجمہ بھی کروالیا تھا تو پھر حضرت سہارنپوری رح کے جوابات پر علماء حرمین نے تصدیق کیسے فرمادی؟

اسکا یہ ہی مطلب ہے کہ علماء حرمین کے سامنے ان عبارات کی صحیح وضاحت آنے کے بعد ان حضرات نے اسے قبول فرما کر تصدیق کردی۔

مزید ہم یہ بھی عرض کردیں کہ بریلوی علماء کے نزدیک علماء دیوبند کی عبارات پیچیدہ ہیں اور وہ ایسی عبارات نہیں جسے پڑھ کر آسانی سے سمجھا جاسکے۔

تحذیر الناس کی عبارت کے متعلق بریلوی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں" ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری بتمامہ لفظ بلفظ نقل کردی۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں چونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے".

(تحقیقات ص ۲۶۷ فرید بک اسٹال لاہور)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اردو کی وہ عبارات جو اردو دان آسانی سے نہ سمجھ سکتے ہوتو ں علمائے حرمین جن کو اردو نہیں آتی ہوگی تو وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں اسی لئے علماء حرمین کے سامنے ان عبارات کا مطلب واضح اور سہل انداز میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے المہند میں بیان کردیا۔

دعوت اسلامی کی مجلس المدینۃ العلمیہ کی طرف سے احمد رضا خان کی کتاب تمہید ایمان کا حاشیہ بنام ایمان کی پہچان شائع ہوا ہے اس میں براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ عبارت مشکل ہے۔

لکھا ہے " ہم طلباء وعوام کی آسانی کے لئے اس عبارت کے مشکل الفاظ کی وضاحت کررہے ہیں

(تمہید الایمان مع ایمان کی پہچان ص ۲۲ مکتبۃ المدینہ کراچی)

حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق بریلوی مفتی ذوالفقار نعیمی ککروالوی لکھتے ہیں

" ہم نے اصل عبارات میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی مگر ہوسکتا ہے بوجوہ چند ادق الفاظ کے عوام الناس کو اس عبارت کے معنی ومفہوم کے ادراک میں کچھ مشکل پیش آئے اس لیے ہم ایسے الفاظ کی وضاحت معتبر کتب لغات سے ذیل میں پیش کرتے ہیں"(فتوحات رضویہ ص ۱۱۳ اکبر بک سیلرز لاہور)

رہی بات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ کی طرف منسوب فتوے کی تو وہ من گھڑت تھا۔

البتہ حضرت گنگوہی کے عقیدے کی وضاحت فتاوی رشیدیہ کا ایک فتوی بعینہ نقل کر کے کر دی گئی۔

اور یہ فتوی ۱۳۰۷ھ میں علماء حرمین سے تصدیق کروایا گیا تھا۔ جس کی گواہی تقدیس الوکیل میں بھی موجود ہے۔

آگے رضوی صاحب لکھتے ہیں

"یاد رکھنا چاہئے کہ جب حسام الحرمین پر علماء حرمین طیبین دھوم دھام سے ڈنکے کی چوٹ پر تصدیقات فرمار ہے تھے اور تقریظات لکھ رہے تھے تو بیچارہ مصنف المہند مولوی خلیل انبیٹھوی سہانپوری وہیں تھا اور کانگریسی گاندھوی مدنی مولوی حسین احمد اجودھیا باشی ٹانڈوی بھی وہیں حجاز مقدس میں رہتا تھا سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی تاب نہ لا سکتے تھے وہیں آمنے سامنے گفتگو کیوں نہ کر لی اسی وقت علماء حرمین کو حسام الحرمین پر تقریظات لکھنے سے منع کیوں نہ کر دیا کہ جناب یہ دھوکہ دیا جارہا ہے مگر وہاں تو یہ لوگ لب باندھے دم سادھے رہے۔"

جواب:

قارئین کرام یہ تو حقیت ہے کہ ۱۳۲۳ھ میں جب احمد رضا خان حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے تو حضرت سہارنپوری رح بھی حج کے لئے گئے تھے بلکہ احمد رضا خان سے پہلے ہی وہاں موجود تھے البتہ جب احمد رضا خان نے حسام الحرمین پر دھوکہ سے تصدیقات حاصل کر رہا تھا تو اس وقت حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ مکہ میں موجود نہ تھے بلکہ مدینے روانہ ہو چکے تھے

خود احمد رضا خان کا اقرار ہے کہ حضرت ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو مکہ سے روانہ ہوگیے تھے ملاحظہ کریں (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۹۶ مکتبۃ المدینہ کراچی)

خود حسن علی رضوی صاحب بھی ایسا کوئی حوالہ پیش نہ کر سکے جس سے معلوم ہوتا کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ علیہ کی موجودگی میں حسام الحرمین پر تصدیقات لی جارہی تھی اور حضرت نے کوئی ردعمل نہ دیا ہو۔

بلکہ احمد رضا خان نے دھوکہ دہی سے یہ تصدیقات ہی اس وقت حاصل کرنے کے لیے کوششیں کی جب حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ مدینے روانہ ہو چکے تھے۔

احمد رضا خان کے ملفوظات میں ہے کہ حسام الحرمین کو تصدیق کے لیے سب سے پہلے مفتی صالح کمال صاحب کو دی گئی۔ اور مفتی صالح کمال صاحب کی تقریظ کے آخر میں تاریخ سلخ محرام الحرام یعنی آخر محرم الحرام لکھی ہے۔

جیسا کہ ملفوظات اعلی حضرت میں لکھا ہے کہ " دولت مکیہ کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے بفضلہ تعالی حسام الحرمین کی کاروائی جاری کی اکابر نے جو عالیشان تقریظات اس پر لکھیں آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ فتوی وہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس گیا تھا" (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم ص ۱۹۵ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب آپ حسام الحرمین میں شیخ صالح کمال صاحب کہ تقریظ کو دیکھیں تو اس میں تقریظ کی تاریخ سلخ محرم الحرام یعنی اخیر محرم الحرام ۱۳۲۴ھ لکھی ہے

یعنی حسام الحرمین کی کاروائی شیخ سہارنپوری رحمہ اللہ کے مکہ سے روانگی کی ایک مہینہ بعد شروع ہوئی۔

رہی بات حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تو حضرت مدنی اس دوران مدینے میں رہتے تھے۔

احمد رضا خان نے مدینہ پہنچ کر حسام الحرمین پر تصدیقات انتہائی خفیہ طریقے سے حاصل کی کہ حضرت مدنی کو فورا پتہ نہ چل سکا البتہ جب پتہ چل گیا تو حضرت نے علماء مدینہ کو احمد رضا کی فریب کاریوں سے آگاہ کیا یہ ہی وجہ ہے کہ مدینے میں احمد رضا کو زیادہ تصدیقات حاصل نہ ہوسکی مکہ میں تو دھوکہ سے ۲۰ تصدیقات مل گئی لیکن مدینے میں فقط ۱۳ تصدیقات ہی حاصل کرسکا اس میں علماء مدینہ نے حقیقیت معلوم ہوجانے کے بعد شرط لگادی تھی کہ اگر ایسے عقائد ہوں تو پھر فتوی درست ہے جبکہ درحقیقت علماء اہلسنت کے ایسے عقاید تھے ہی نہیں۔

ہم یہاں حضرت مدنی سے ہی تمام احوال نقل کرتے ہیں۔

حضرت لکھتے ہیں

"یہ کاروائی (فتوی پر تصدیقاٹ لئے جانے کی کاروائی از ناقل) نہایت جدوجہد اور اخفاء کے ساتھ ہورہی تھی ہم کو صرف اس قدر معلوم ہوسکا تھا کہ یہ اشخاص علماء اور مفتی صاحبان اور اہل اثر کے پاس دوڑ دھوپ کررہے ہیں مگر کسی مقصد کے لیے یہ کاروائی ہورہی ہے؟ اس کا پتہ بالکل نہیں چلتا تھا اور صرف یہ

خیال تھا کہ چونکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ابھی تشریف لائے تھے اور ان سے یہاں کے اعاظم علماء اور اکثر طلباء ملے تھے اور سند حدیث اوراجات وغیرہ حاصل کی تھی۔ اہل علم میں ان کی بہت مقبولیت تھی اس لئے حاسدوں دشمنوں کو ان کے خلاف اور اسی ذریعے سے ہمارے خلاف پروپگنڈہ کرنا منظور ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کوئی بات ہمارے یا ہمارے اکابر کے خلاف ہوگی تو کم از کم ہم سے پوچھا تو جائیگا اسی حالت میں کئی روز گزر گئے پھر تجسس پر یہ معلوم ہوا کسی تحریر پر تصدیق کرائی جارہی ہے تو اس کی تلاش ہوئی کہ وہ تحریر کیا ہے بالا آخر شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی کے پاس جب وہ تحریر پہنچی تو انھوں نے مجھ کو بلا بھیجا اور یہ رسالہ دکھلایا میں نے ان کو حقیقتہ قتہ الامر سے مطلع کیا اور پھر میں امین الفتوی شیخ عمر حماد مرحوم کے پاس گیا اور تحذیر الناس اور فتاوی رشیدیہ وغیرہ کی عبارتیں دکھلائیں تو انھوں نے بہت افسوس کیا پھر مفتی احناف افندی تاج الدین الیاس مرحوم کے پاس پہنچا اور ان سے تمام حقیقت بیان کی انہوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم کو تو حقیفت کا علم نہ تھا تو نے ہم کو پہلے کیوں مطلع نہ کیا۔ چونکہ میرے تعلقات ان لوگوں سے پہلے سے بہت گہرے تیث مفتی صاحب موصوف کا نواسہ میرے پاس پڑھتا تھا نیز دوسرے اہل مدینہ نوجوان بڑے خاندان والے یا احباب تھے یا مجھ سے پڑھتے تھے اس لیے میں نے ان سے کہا کہ مجھ کو اعتماد تھا کہ اگر میرے مشائخ اور اساتذہ یا میرے متعلق آپ کے پاس کسی قسم کی کوئی خبر پہنچے گی تو آپ ضرور بالضرور مجھ سے اس بات کو دریافت کریں گے انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو بالکل علم نہیں کہ یہ حضرات تیرے اساتذہ ورمشائخ ہیں۔ بہرحال اب تو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ ہم نے تصدیق میں کافی احتیاط کرلی ہے اور لکھ دیا ہے کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے یہی اقوال اور عقائد ہیں اور رجوع ثابت نہیں ہے تو مصنف رسالہ کا قول صحیح ہے۔ اگر پہلے سے اس کا علم ہوتا تو ہم ہرگز اتنی بھی تصدیق نہ کرتے۔ اسی طرح اور دوسرے اشخاص نے جواب دیا۔" (نقش حیات ص ۱۳۵ حصہ اول اردو بازار لاہور)

حضرت مدنی کے علماء مدینہ کو آگاہ فرمانے کے بعد جو پھر ان علماء کا احمد رضا خان صاحب سے جو رویہ رہا اسکی گواہی اور حضرت مدنی کے بیان کہ گواہی خود احمد رضا خان نے اپنے ملفوظات میں دی ہے۔

خان صاحب فرماتے ہیں " ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی سے جو کے مدرس ہیں فقیر کے پاس آئے اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے حامد رضا خان نے انہیں جواب دیے جن کا جواب نہ دے سکے اور وہ بھی سینے میں غبار لے کر اٹھے ان کا غبار مجھے معلوم ہو گیا تھا جس کی میں نے کوئی

پرواہ نہ کی"(ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم ص ۲۰۲ مکتبۃ المدینہ کراچی)
حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مدینے میں ہی احمد رضا کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا لیکن فاضل بریلوی نے بہانہ بنا کر بھا گنے مین عافیت سمجھی۔
حضرت خود اس واقعے کو بیان کرتے ہوے لکھتے ہیں کہ" کوئی ان سے پوچھے کہ بعد عشاء کے آپ کے مکان پر شیخ عبد القادر طرابلسی سے کیا گفتگو ہوئی تھی اور کس کو عاجز وساکت ہونا پڑا تھا آفندی مامون بری صاحب کے مکان پر جب آپ تصدیق کرانے کے لیے گے تھے تو کیون انہوں نے تصدیق نہیں کی اور کیا گفتگو ہوئی جس میں آپ کو نیچا دیکھنا پڑا۔مفتی برزنجی صاحب سے کیا پیش آیا کہ حسین احمد صاحب نے بذریعہ سید اسحٰق برووانی مناظرہ کی استدعا کی تھی تو کیوں مناظرہ سے فرار کیا تھا" (الشہاب الثاقب صفحہ ۱۷۴)
آگے صفحہ نمبر ۶ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں
"مولوی خلیل انبیٹھوی چھپ چھپا کر چند اشرفیاں بطور رشوت دیکر اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے رئیس العلماء مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور آپ مجھ سے ناراض ہیں،
رئیس العلماء نے فرمایا تیرا نام خلیل انبیٹھوی ہے؟ مولانا صالح کمال نے فرمایا میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں
انبیٹھوی نے کہا جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں لوگوں نے مجھ پر افترا کیا۔مولانا صالح کمال نے فرمایا تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہے،مولوی خلیل انبیٹھوی نے مجبوراً کہا حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی ،مولانا نے فرمایا ہے مولوی انبیٹھوی اپنی براہین کی کفریہ عبارات سے توبہ کا وعدہ کر کے جدہ بھاگ گئے۔"

جواب:

قارئین کرام یہاں پر بھی رضوی صاحب نے دھوکہ دجل سے کام لیا ہے اور جھوٹ لکھا ہے اور ایسا کوئی ثبوت ہی نہیں دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے شیخ کمال صاحب کو رشوت دی ہو ظاہر سی بات ہے ثبوت ہوتا تو پیش کرتے صرف رضوی صاحب کا اپنے قلم سے لکھ دینا یہ کافی نہیں ہے بلکہ دعوے کو دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور بلا دلیل دعوی مردود ہوتا ہے یہ رضوی صاحب

نے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ پر الزام لگایا جس سے انکو توبہ کرنی چاہئے ہم رضوی صاحب کو بتاتے ہیں کہ رشوت کس نے دی اور کس کام کے لئے دی۔ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں" بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ اللہ (علیہ رحمۃ اللہ) تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی (علیہ الرحمۃ اللہ الھادی) رہتے تھے ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں حسام الحرمین والدولۃ المکیہ پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی" (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم ص ۲۱۹ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اب یہ "سعی جمیل" کیا تھی وہ بھی ملاحظہ کریں۔ احمد رضا خان صاحب کے ایک مرید احمد علی اپنے ایک مکتوب (جو انہوں نے احمد رضا خان صاحبہ کو لکھا تھا) میں لکھتے ہیں شیخ بدرالدین محدث شام کے فرزند خلف الصدق سید تاج الدین صاحب ماہ مبارک ربیع الاول شریف میں ہمراہ اہل شام بعادت تشریف لائے مولوی محمد اعظم حسین صاحب بھوپالی کے مکان پر اترے ان کے ساتھ دس آدمی تھے۔ ہم نے ان سب کی دعوت کی جس میں فقیر احمد علی کے چھ سات روپے اور باقی بھی مولوی محمد کریم اللہ صاحب کا خرچ ہوا علاوہ ازیں بعض اشیاء خوردنی وغیرہ مولوی صاحب اور فقیر نے بھی ان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیں۔ الحاصل ان سبکوششوں اور اخراجات کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ تاج الدین صاحب نے دولت مکیہ شریف پر تقریظ اپنے ہاتھ سے لکھی." (علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام ص ۷۹)

کیوں رضوی صاحب ان ہدایا کو آپ رشوت نہیں کہیں گے اب؟

اور رضوی صاحب نے جو حضرت سہارنپوری اور شیخ صالح کمال صاحب کی گفتگو نقل کی اسکا ماخذ دراصل ملفوظات اعلی حضرت ہے۔ اور ملفوظات میں اس گفتگو کے ثبوت کے طور پر شیخ صالح کمال صاحب کا ایک خط پیش کیا گیا ہے۔

ہم یہاں اس خط کے من گھڑت ہونے کے دلائل فخر اہلسنت مولانا عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے نقل کرتے ہیں جو حضرت نے آج سے کئی سال پہلے بریلوی پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے اعتراض کے جواب میں لکھا تھا۔

شیخ صالح کمال کی طرف ایک جعلی مکتوب کی نسبت

پروفیسر صاحب! آئیے اب ہم آپ کو وہ قرائن وشواہد بتلاتے ہیں جو ہر منصف مزاج شخص کو یہ باور کرنے پر مجبور کردیں گے کہ یہ خط جعلی ہے۔

(۱) مکتوب نگار شیخ صالح کمال کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو اللہ جنات عالیہ عطا فرمائے بآں فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظّمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا." (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم)

جب کوئی عام مسلمان بھی دوسرے مسلمان کو خط لکھتا ہے تو اس کی ابتدا "سلام مسنون" سے کرتا ہے۔ تو کیا کسی شخص کی عقل یہ باور کرسکتی ہے کہ علمائے مکہ معظّمہ میں جو سب سے بڑا عالم ہے وہ ایک دوسرے عالم کو خط تحریر کرے اور اس میں ''تحیہ مسنونہ'' کے طور پر ایک لفظ بھی نہ ہو؟ ہمارے نزدیک یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ یہ تحریر ہرگز ان کی نہیں ہے۔

(۲) مکتوب نگار بھی مکہ معظّمہ کا باشندہ ہے اور مکتوب الیہ بھی حرم محترم کے کتب خانہ کا انچارج۔ اور دونوں کی ملاقات عموماً ہوتی رہتی ہے خصوصاً نمازوں کے اوقات میں۔ اس لیے یہ واقعہ بالمشافہ نہ بتانا بلکہ بذریعہ مکتوب مولانا سید اسماعیل صاحب کو اس سے آگاہ کرنا بھی بہت مستبعد ہے

(۳) شیخ صالح کمال سے جس روز مولانا خلیل احمد صاحب کی ملاقات ہوئی تھی اس کے اس کے دوسرے دن صبح کے وقت شیخ صالح کمال نے احمد رضا کو اس واقعہ اور باہمی گفتگو سے مطلع کر دیا تھا۔ (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم ص ۱۶)

ادھر مولانا سید اسماعیل التزاماً روزانہ احمد رضا خان صاحب کے پاس تشریف لاتے تھے (ملفوظات اعلی حضرت حصہ دوم ص ۱۷)

اس لئے اگر اس روز شیخ صالح کمال اور مولانا سید اسماعیل کا اجتماع احمد رضا خان صاحب کے پاس اجتماع ہو گیا تھا تو پھر مکتوب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور اگر وہاں پر ان دونوں حضرات کا اجتماع نہیں ہوا تھا اور موصوف مولانا سید اسماعیل صاحب کو اس واقعہ سے مطلع کرنا ضروری سمجھتے تھے تو احمد رضا خان صاحب بھی فرما دیتے کہ آپ کے پاس مولانا سید اسماعیل صاحب تشریف لائیں گے انہیں بھی اس سرگزشت سے آگاہ کر دینا لیکن ایسا کرنے کی بجائے خط کا راستہ اختیار کرنا بڑی انوکھی سی بات ہے۔

(۴) حب شیخ صالح کمال نے ۸ ذی الحجہ کو خط لکھا تھا ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں مولانا سید اسماعیل صاحب کو وہ خط موصول ہو گیا ہوگا۔ اور مولانا سید اسماعیل صاحب احمد رضا خان صاحب

کے پاس روزانہ شریف لاتے تھے خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم سے آخر محرم تک مسلسل رہی۔ دن میں ایک بار آنا تو کبھی ناغہ ہی نہ ہوتا۔ بلکہ کبھی دن میں دو بار بھی تشریف لاتے تھے (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۷)

پھر کیا وجہ ہے کہ شیخ صالح کمال کا یہ خط انہوں نے احمد رضا خان صاحب کو دستی طور پر نہ دیا بلکہ بقول احمد رضا خان صاحب" انہوں نے بعینہ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۵)

یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ کے سمجھانے کا

(۵) جب شریف مکہ کی طرف سے احمد رضا خان صاحب کے عقائد کے بارے میں سوالات کیے گئے تو موصوف نے اپنا جواب کتابی صورت میں لکھ کر ۲۸ ذی الحجہ بروز جمعرات بوقت صبح شیخ صالح کمال کے حوالے کر دیا تھا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۲)

؛ پھر انہوں نے ۲۸،۲۹ ذی الحجہ کی درمیانی شب میں کتاب شریف مکہ کو سنائی تھی اور اسی سنانے کے دوران موصوف نے مولانا خلیل احمد صاحب کے عقائد کے بارے میں شریف مکہ سے گفتگو کی تھی۔ چنانچہ حامد رضا خان صاحب بیان کرتے ہیں۔" حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ انبیٹھی مولانا خلیل احمد صاحب کو خبر ہوئی۔ مولانا کے پاس پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۴)

اس سے معلوم ہو گیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب کا اپنی صفائی کے لیے شیخ صالح کمال سے ملنا بہت جلد سے جلد ہوا ہو گا تو بھی ۲۹ ذی الحجہ سے پیشتر نہیں ہو سکتا۔ اب پروفیسر صاحب ہی فیصلہ فرمائیں کہ جو واقعہ ۲۹ ذی الحجہ یا اس سے بھی بعد کا ہے اس کا ذکر ۲۸ ذی الحجہ کے مکتوب میں کیسے آ گیا؟

دروغ گو را حافظ نہ باشد

(۶) احمد رضا خان صاحب کا بیان ہے

"مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور" براہین قاطعہ "انیٹھی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ کو فرار ہو گئے" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم ص ۱۴)

یہی نہیں کہ صرف احمد رضا خان صاحب نے مولانا خلیل احد صاحب کا رات ہی کو جدہ روانہ ہونا ذکر کیا ہے بلکہ خود شیخ صالح کمال کی جو گفتگو احمد رضا خان صاحب سے اس واقعہ کے دوسرے روز صبح کے وقت ہوئی تھی اس میں انہوں نے بھی یہی ذکر کیا کہ رات ہی میں مولانا خلیل احمد صاحب جدہ چلے گئے لیکن اس خط میں دوسرے روز جدہ جانے کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس خط میں ہے۔" لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز جدہ چلا گیا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ" (فاصل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص 174)

یہ تعارض صاف تار ہا ہے کہ یہ خط جعلی ہے۔ اس خط کے بعض جملوں کے اندر تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ باہمی گفتگو کا واقع ۲۵ ذی الحجہ یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے۔ کیونکہ مکتوب نگار کا کہنا ہے کہ " آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا

جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے"

جس سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جس طرح یہ واقعہ ۲۸ تاریخ کا نہیں اسی طرح ۲۷ تاریخ کا بھی نہیں ورنہ بجائے یہ لکھنے کے کہ

" آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا"

یوں لکھتے کہ

" کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا ہے جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے"

نیز اسی خط کے آخر میں آنے والے ایک جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۶ تاریخ کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ مکتوب نگار لکھتا ہے کہ

" جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز حدہ چا گیا''

اگر یہ واقعہ ۲۶ تاریخ کا ہوتا تو یوں مبہم طور پر نہ لکھا جاتا بلکہ صاف طور پر یوں ہوتا کہ

" پرسوں آیا تھا اور کل چلا گیا"

بہر حال خط کے الفاظ کے انداز تحریر سے پہ پتا ہے کہ یہ واقعہ کم از کم ۲۵ ذی الحجہ یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے۔ غالبا اس انداز تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے حاصل ترجمہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاورین ہندوستانی علما کے ساتھ

میرے پاس آیا تھا."(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

اس خط کے انداز تحریر سے ثابت ہو گیا کہ یہ واقعہ ۲۵ یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا ہے گویہ بات احمد رضا خان کی دوسری تحریرات کے خلاف ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ۲۶ ذی الحجہ کو بعد نماز عصر حرم محترم کے کتب خانہ میں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کی ملاقات ہوئی تھی اور گفتگو بھی وہابیت کے موضوع پر ہی ہو رہی تھی۔ اسی اجتماع میں مکتوب نگار شیخ صالح کمال نے احمد رضا خان صاحب کو وہ سوالات پہنچائے تھے جو شریف مکہ کی طرف سے کیے گئے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ اس اجتماع میں شیخ صالح کمال نے یہ واقعہ تو زبانی طور پر تو سید اسماعیل صاحب کو نہ بتایا اور ۲۸ ذی الحجہ کو بذریعہ تحریر اس وقعے سے آگاہ کر رہے ہیں۔ بہر حال یہ بھی ایک بیت مستبعد سی بات ہے۔."(ماخوذ از الشہاب الثاقب ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ لاہور)

قارئین کرام یہ قرائن وشواہد ہر صاحب غور وفکر کو بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس خط کے جعلی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

رضوی صاحب صفحہ نمبر ۷ پر لکھتے ہیں

" تین سال بعد جوڑ توڑ اور ہیرا پھیری کر کے اپنے تمام اکابر ہند کے تعاون وتصدیقات سے المہند نامی بزعم خود حسام الحرمین کے رد میں لکھ ماری جو از اول تا آخر سراپا کذب صریح جھوٹ اور دروغگوئی کا بدترین نمونہ ہے۔ مولوی خلیل انبیٹھوی نے اپنے خالص وہابیانہ عقائد کو چھپایا اور خلاف واقع اپنے عقائد سنیوں کیسے ظاہر کئے وہابیوں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سخت برا بھلا گستاخ ومکفر اور علماء اہلسنت کا قاتل قرار دیا۔ میلاد تو میلاد سواری کی گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی اعلیٰ درجہ کا مستحب قرار دیا۔ خود کو سنی ظاہر کر کہ وہابیوں پر سخت لعن وطعن کیا، گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے."

جواب ۔ قارئین کرام مسلک بریلویہ کے یہاں مخالفین کے لئے کچھ بھی لکھ دینے کا نام " رد" کہلاتا ہے آیا رد کے لئے کوئی دلیل یا ثبوت ہو یا نہ ہو۔

مستند سمجھتے ہیں اپنا فرمایا ہوا

رضوی صاحب نے پچھلے صفحات پر خود اقرار کا تھا کہ علماء حرمین شریفین کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا اور یہاں کہتے ہیں کہ سہارنپوری صاحب نے اپنے عقائد چھپا کر دھوکہ دیا۔

صحیح کہتے ہیں کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا

رضوی صاحب کو یہاں بتانا چاہیے تھا کہ حضرت نے کون سے اپنے عقائد کو چھپایا اور کون سے عقائد بریلویوں کے سے ظاہر کئے۔ لیکن ان کو ایسا کوئی ایک عقیدہ بھی نہیں ملا۔

قارئین کرام رضوی صاحب کی طرح دیگر کئی بریلوی علماء یہ کہتے ہیں کہ دیوبندیوں نے اپنے عقائد بریلویوں والے ظاہر کئے تھے جس کی وجہ علماء حرمین شریفین نے ان عقائد کی تصدیق کردی لیکن ہم آپکو دلائل سے آگاہ کرتے ہیں یہ عقائد سنیوں والے تو تھے جو علماء دیوبند کے ہیں لیکن یہ عقائد بریلویوں والے نہیں تھے

ہم یہاں کچھ عقائد کا ذکر کرتے ہیں جن کے بریلوی منکر ہیں لیکن وہ المہند میں موجود ہیں جن کو علماء حرمین کی تائید حاصل ہے۔

المہند علی المفند کے سوال نمبر ۱۶ کے جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"ہمارے شیخ ومولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دقت نظر سے عجیب دقیق مضمون بیان فرما کر آپ کی خاتمیت کو کامل وتام ظاہر فرمایا ہے جو کچھ مولانا نے اپنے رسالہ تحذیر الناس میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ایک جنس ہے جس کے تحت میں دو نوع داخل ہیں۔ ایک خاتمیت باعتبار زمانہ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ تمام انبیا علیہم السلام کی نبوت کے زمانہ سے متاخر ہے اور آپ بحیثیت زمانہ کے سب کی نبوت کے خاتم ہیں، اور دوسری نوع خاتمیت باعتبار ذات، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی کی نبوت ہے جس پر تمام انبیاء کی نبوت ختم ومنتہی ہوئی اور جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں باعتبار زمانہ اسی طرح آپ خاتم النبیین ہیں بالذات کیونکہ ہر وہ شے جو بالعرض ہو ختم ہوتی ہے اس پر جو بالذات ہو اس سے آگے سلسلہ نہیں چلتا اور جب کہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالعرض اس لیے کہ سارے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت کے واسطہ سے ہے۔"

(المہند علی المہند ص ۴۹)

قارئین یہاں آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالذات اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت کو بالعرض لکھا گیا ہے اسی پر علماء حرمین نے تائید کی جبکہ بریلوی علماء دیگر انبیاء کرام کی نبوت بالعرض کے منکر ہیں اس عقیدے کو توہین کہتے ہیں۔

مولوی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں "مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے یہ بات

ثابت کرنے کے لئے کہ مولوی قاسم نانوتوی ختم نبوت زمانی کے قائل تھے۔

فرمایا حضرت نانوتوی نے منطقی طور پر ختم نبوت ثابت کی ہے۔ کیونکہ نانوتوی صاحب نے فرمایا ہے بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے انبیا وصف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں حضور علیہ السلام بالذات متصف ہیں لہذا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔

سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح تو باقی انبیا علیہم السلام کی نبوت سے انکار ہو جائے گا۔عبارات اکابر تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۹۸ ج۱)

یعنی نبی پاک علیہ السلام کو بالذات نبی ماننا اور باقی کو بالعرض ماننا انبیاء کی نبوت ورسالت کا انکار ہے۔

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں

"حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام علیہم والصلوۃ والسلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق کرنا قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔" (مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۵۳۱)

مولوی تبسم شاہ بخاری لکھتے ہیں

"حضور کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت ورسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے۔(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۱۹۷)

قارئین کرام آپ نے بریلوی علماء کا عقیدہ ملاحظہ فرمالیا کہ ذاتی اور عرضی کی تقسیم کرنا انکار نبوت ہے دیگر انبیاء کرام کی نبوت کو بالعرض کہنا بھی توہین ہے۔

المہند کے سوال نمبر ۱۸ میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریحات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ اور اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا۔ نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بے شک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالی کا فضل عظیم

ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو زمانہ کی ہر آن میں حادث و واقع ہونے والے واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع و حکم ہو کہ اگر کوئی واقعہ آپکے مشاہدہ شریفہ سے غائب رہے تو آپ کے علم اور معارف میں ساری مخلوق سے افضل ہونے اور وسعت علمی میں نقص آجائے۔ (المہند علی المہند ص ۴۵)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے واضح عقیدہ لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ علوم حاصل ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اپ علیہ السلام کو ہر وقت میں ہونے والے واقعے کے ہر ہر جز کا پتہ ہو جبکہ بریلوی علماء اس کے انکاری ہیں ان کے نزدیک نبی علیہ السلام کو ہر واقعہ اور اس کے ہر ہر جز کا علم ہے۔

احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روز اول سے روز آخر تک کے تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم ہے."

(الدولتہ المکیہ ص ۶۱ مکتبہ نبویہ لاہور)

بریلوی جنید زماں مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے

"اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلو والسلام کو کچھ وقت کے لئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر وہ اتنی دیر منکر نبوت رہے گا" (مقیاس الحنفیت ص ۲۹۹ المقیاس پبلشرز لاہور)

ظہیر الدین قادری برکاتی لکھتے ہیں

"اگر کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ قائم کرلیا جائے کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں تو ایسا فاسد و باطل عقیدہ اس امر کو مستلزم ہوگا کہ اس نبی کا عقیدہ توحید ناقص ہے، چہ جائیکہ افضل الانبیا صلوت اللہ وسلامہ کے متعلق یہ کفریہ عقیدہ ہو کہ عالم ما کان و ما یکون کو فلاں چیز کا علم نہیں۔(تحفظ عقائد اہلسنت ص ۸۵۰،۸۴۹)

مولوی عطا محمد بندیالوی لکھتے ہیں

"اگر کسی بھی نبی کے متعلق عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے، چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوات اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہوسکتی ہے؟ (ذکر عطاء: ص ۱۹)

دوسری جگہ لکھتا ہے :

عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالی کے وجود اور توحید کی دلیل ہے، لہذا اس عالم کا جتنا زیادہ کسی کو علم ہوگا اتنی ہی اس کی توحید کامل ہوگی اور جس کو تھوڑا علم ہوگا اس کی توحید ناقص ہوگی، اس لیے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم ہے، لہذا آپ ﷺ کی توحید کامل اور مکمل ہے اور اگر کسی نام نہاد مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم کی فلاں چیز کا علم حضور ﷺ کو عطا نہیں ہوا یا آپ فلاں فلاں چیز کو نہیں جانتے تو گویا وہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کو العیاذ باللہ ناقص اور غیر مکمل خیال کرتا ہے۔(ذکر عطاء: ص ۴۸۳)

مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں :

" کون ایسا بدقسمت ہوگا جو قرآن کے خلاف کہے کہ حضور کو فلاں شئے کا علم نہیں ہے "(علم غیب کا ثبوت ص ۱۸)

المہند کے سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم واسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے۔ ثابت ہو چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب اعلی کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے ملک کے مبتدعین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام شریف وادنی واعلی واسفل علوم ثابت کرتے ہیں"(المہند علی المفند ص ۴۵)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ یہاں حضرت نے اہلسنت کا عقیدہ بیان فرما کر آگے بریلوی عقیدہ بھی بیان کیا کہ اہلسنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریف و اعلی علوم کا حامل تسلیم کرتے ہیں جبکہ بریلوی ادنی واعلی شریف واسفل علوم کا حامل تسلیم کرتے ہیں۔

اب بریلوی بتائیں کہ اب یہاں کس بات کا دھوکہ دیا اور کیا غلط عقیدہ ظاہر فرمایا۔

المہند کے سوال نمبر ۲۰ کے جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"میں کہتا ہوں کہ یہ بھی مبتدعین کا ایک افتراء اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدلے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا۔ خدا انہیں ہلاک کرے، کہاں جاتے ہیں۔ علامہ تھانوی نے اپنے چھوٹے سے رسالے حفظ الایمان میں تین سوالات کا جواب دیا ہے جو ان سے پوچھے گئے تھے۔ پہلا مسئلہ قبور کو تعظیمی

سجدوں کی بابت ہے دوسرا قبور کے طواف میں اور تیسرا یہ کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جائز نہیں گو تاویل ہی سے کیوں نہ ہو کیونکہ شرک کا وہم ہوتا ہے۔" (المہند علی المفند ص ۹۴ مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد)

قارئین کرام اس جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو ناجائز لکھا گیا ہے جبکہ بریلوی علماء اسے جائز سمجھتے ہیں۔

مولوی نظام الدین ملتانی صاحب لکھتے ہیں

" آپ کی ذات والا صفات کا اول سے ہی عالم الغیب ہونا ثابت ہوا"۔(کشف المغیبات ص ۱۲۳ اقبال اسٹیم پریس لاہور)

بریلوی فیض ملت مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں

"مضمون طویل ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو اس کے برعکس یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ سمجھنے والوں پر نحوست کے نمونے بھی پیش کرتا" (علم غیب کا ثبوت ص ۱۷ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور)

مولانا محمد حسن جان صاحب لکھتے ہیں

"غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں کئی ایک اور بھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے سے آپ نے بتائی ہیں، اس لئے یہ خبریں غیب نہیں بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعوی ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے"۔(العقائد الصحیحہ ص ۴۵)

قاضی فضل احمد لدھیانوی صاحب کی انوار آفتاب صداقت میں ہے

"سوال (۱۷) جو شخص باوجود نقشبندی و حنفی ہونے کے قیام میلاد کو ضروری جانے اور تارک قیام پر ملامت کرے اسکے پیچھے نماز ناجائز سمجھے اور ہر مجلس میلاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانے اور آپ کے عالم الغیب ہونیکا اعتقاد رکھے۔ ایسے شخص کیلئے شرعا کیا حکم ہے۔

جواب: (۱۷) تمام سنی حنفی نقشبندی قادری چشتی سہروردی اور مالکی شافعی حنبلی میلاد شریف اور قیام کو مستحسن، اور فرض کفایہ جانتے ہیں۔ اور بعض نے سنت اور واجب اور فرض کفایہ لکھا ہے جو اپنی جگہ بحث میلاد شریف میں درج ہو چکا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا پکا مسلمان اور پکا با ایمان وایقان سنی حنفی اور محب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہی شرعاً اس کے لئے حکم ہے۔"(ص ٥٠٠ کتب خانہ سمنانی)

المہند کے سوال نمبر ٢٢ کے جواب میں حضرت لکھتے ہیں :

قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی طرف تشریف لاتی ہے پس حاظرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہوجاتے ہیں پس یہ بھی بے وقوفی ہے۔(المہند علی المفند ص ٥٦)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح بریلوی عقیدے کی تردید کی ہے۔ اب رضوی جی بتائیں کہ علماء حرمین کو دھوکہ دیا یا اصل عقیدے کی وضاحت دی۔

المہند کے سوال نمبر ٢٣ کے جواب میں حضرت لکھتے ہیں

"اہل ایمان کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حق تعالی نے قرآن میں فرعون وہامان وابولہب کے متعلق جو فرمایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف کبھی نہ کرے گا۔لیکن اللہ ان کو جنت میں داخل کرنے پر قادر ضرور ہے عاجز نہیں۔ ہاں البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرے گا نہیں۔"(المہند علی المفند ص ٦٠)

قارئین کرام یہاں مغفرت کفار تحت قدرت باری تعالیٰ کا عقیدہ لکھا ہے لیکن بریلوی علماء اس عقیدے کے منکر ہیں اور اللہ کریم کو مغفرت کفار سے عاجز سمجھتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

"اللہ تعالیٰ سب جنتیوں کو دوزخ میں اور تمام جہنمیوں کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہو تو کذب باری لازم ائے گا"(فتاوی رضویہ ج ١٥ ص ٢٣٩)

تفسیر نعیمی میں ہے

"جو یوں کہے کہ رب قادر ہے کہ ولیوں کو دوزخ میں ڈال دے وہ قادر ہے کہ ابوجہل کو جنت میں بھیج دے وہ رب کی حمد نہیں کررہا بلکہ کفر بک رہا ہے"(تفسیر نعیمی ص ٤٥٩)

الیاس قادری صاحب سے سوال ہوا کہ

"زید کہتا ہے کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو تو مشرک کو بھی بخش کر داخل جنت فرمادے گا۔

جواب زید بے قید کا یہ قول کفریہ ہے"(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ٢٤٥)

المہند کے سوال نمبر ٢٥ کے جواب میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں و بدعتیوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا کہ حق تعالی نے جو وعدہ فرمایا خبر دی ، یا ارادہ کیا، اس کے خلاف پر اس کو قدرت ہے یا نہیں ۔ سو وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان باتوں کا خلاف اس کی قدرت قدیمہ سے خارج اور عقلاً محال ہے ۔ ان کا مقدور خدا ہونا ممکن ہی نہیں اور حق تعالی پر واجب ہے کہ وعدہ اور خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے اور ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے افعال یقینا قدرت میں داخل ہیں، البتہ اہل السنت والجماعت اشاعرہ و ماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز نہیں ۔ ماتریدیہ کے نزدیک نا شرعاً جائز نہ عقلا اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعا جائز نہیں" (المہند علی المفند ص ۶۳)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں حضرت نے یہاں بھی بریلوی عقیدہ بھی بیان کیا اور اہلسنت کا بھی ۔

بریلوی عقیدہ ہے اللہ کریم اپنی خبر اور وعدہ کے خلاف کرنے پر قادر نہیں ۔

جبکہ المہند میں اس کے خلاف دلائل دیے گئے ہیں

اب بتائیں کہ پھر بریلوی کس منہ سے کہتے ہیں کہ المہند میں بریلوی عقائد پر تصدیقات لی گئی ہے ۔

رہی یہ بات کہ جو محمد بن عبد الوہاب کو برا بھلا کہا ہے تو اس کے متعلق ہم تفسیل عرض کر چکے ہیں ۔

قارئین کرام دلچسپ بات یہ ہے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی اسی رائے کو خود حسن علی رضوی صاحب نے خود اپنے اسی رسالے کے صفحہ ۷ پر اصل و حقیقی تسلیم کیا ہے ۔

چنانچہ لکھتے ہیں

"خلیل انبیٹھوی صاحب کی وہابیوں اور شیخ نجد کے متعلق اصل حقیقی رائے وہ ہے جو انہوں نے اپنے دو مکتوبات (خطوط) محررہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ اور محررہ ماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ کتاب اکابر کے خطوط صفحہ ۱۱ ، ۱۲ پر مولوی محمد زکریا سابق امیر تبلیغی جماعت کے نواسے مولوی محمد شاہد مظاہری شائع کئے" ۔

اور جو رضوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ میلاد تو میلاد سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی اعلی درجے کا مستحب قرار دیا تو اس میں رضوی صاحب نے کوئی دلیل نہیں دی کہ اس میں کیا غلط لکھا ہے اور یہ کیسے دھوکا ہوا ۔

علماء اہلسنت دیوبند کے نزدیک یہ ہی درست ہے ۔ البتہ ہم بریلویوں کی مروجہ جشن عید میلاد

کے خلاف ہیں۔

قارئین محترم یہاں پر المہند کی عبارات پیش کریں گےجس کے پڑھنے کے بعد قارئین جان جائیں گے کہ اس میں نفس ذکر ولادت شریفہ کومندوب ومستحسن لکھا گیا ہے یا بریلویوں کی مروجہ جشن میلاد یا عقد مجلس میلاد کو۔

المہند صفحہ ۵۲ میں حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گھوڑے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلی درجے کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔الخ۔

صفحہ ۵۴ میں اس مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں

"حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے۔

قارئینِ کرام آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں صاف لکھا کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کومندوب ومستحب ہی سمجھتے ہیں البتہ عقد مجلس میلاد یا انعقاد مجلس میلاد کو نادرست کہتے ہیں۔اب اگر نفس ذکر ولادت اور عقد مجلس یا انعقاد مجلس کا فرق آپ کی سمجھ سے باہر ہو تو فہم عالی کا قصور ہے۔ اطلاق اور تقیید کا فرق جن کی سمجھ سے باہر ہے وہ علماء امت وفضلاء ملت کے کلام پر تنقید کا شوق رکھتے ہیں. تفصلی جواب ہم نے الکلام المقند فی جواب رادالمہند میں لکھ چکے ہیں۔

آگے رضوی صاحب صفحہ نمبر ۷ پر لکھتے ہیں

"المہند کے سوال بھی خود گھڑے اور فریب کاریوں کے خول چڑھا کر مغالطہ آمیز جواب بھی خود ہی دیے." یہ قطعات جھوٹ ہے کہ یہ چھبیس سوالات حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے لکھے۔حضرت نے صرف جوابات لکھے تھے۔اور رضوی صاحب نے یہاں کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں دیا جس سے ان کے دعویے کی تصدیق ہوتی۔لہذا یہ رضوی صاحب کا جھوٹ ہے۔

جواب:

یہ سوالات کس نے کئے تھے اس کا تفصیلی جواب ہم قاضی فضل احمد لدھیانوی کے اعتراض نمبر ایک کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔

آگے صفحہ نمبر ۷ پر رضوی صاحب مزید لکھتے ہیں

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حسام الحرمین پر ۳۵ مسلمہ اکابر علماء حرمین کی تصدیقات حاصل کی تھیں۔ جبکہ خلیل انبیٹھوی صاحب سر دھڑ کی بازی لگا کر بمشکل ۶ علماء کی تصدیقات المہند پر حاصل کر سکا، جن میں ۲ حضرات مولانا سید محمد مالکی اور مولانا محمد علی بن حسین نے اپنی تصدیقات واپس لے لی ان میں ایک مولانا شیخ محمد صدیق افغانی تھے علماء حرم سے نہ تھے۔ باقی بھرتی ہندی وہابی مولویوں کی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ المہند میں اپنے اکابر کی اصل کفریہ عبارات بعینہ وبلفظہ نقل نہ کیں، مقام غور ولمحہ فکریہ ہے۔"

جواب:

قارئین کرام احمد رضا خان نے جس طرح یہ تصدیقات حاصل کی تھی اس کی حقیقت تو ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

رضوی صاحب نے المہند پر صرف چھ تقریظات کا ذکر کیا ہے لگتا ہے رضوی صاحب نے یا تو المہند کو پڑھا ہی نہیں یا پھر جان بوجھ کر جھوٹ بول کر اپنی عاقبت مزید خراب کرنا چاہتے ہیں۔

المہند میں صرف چھ تصدیقات تو علماء مکہ کی ہی ہیں جبکہ سولہ تقریظات علمائے مدینہ کی اور ۲۶ تقریظات علمائے مصر دمشق وغیرہ کی ہیں یہ کل ۴۴ تصدیقات ہیں۔

افسوس رضوی صاحب کو شیخ صدیق افغانی تو نظر آگئے کہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں وہ علماء حرم میں سے نہ تھے پر حسام الحرمین کے مقرظ شیخ یوسف افغانی نظر نہ آئے۔

ہم یہاں حسام الحرمین کے ان مقرظین کی فہرست پیش کرتے ہیں جو عرب نہ تھے بلکہ عجمی تھے۔

عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی۔

عمر بن ابوبکر باجنید

مولانا یوسف افغانی

مولانا عبدالکریم داغستانی

محمد سعید بن محمد یمانی

احمد محمد جداوی

مولانا عثمان بن عبد السلام داغستانی

محمد بن احمد عمری

عمر بن حمدان محرسی

محمد عزیر وزیر اندلسی

عبد القادر توفیق طرابلسی

شیخ فضل بن ابراہیم خرپوتی

الشیخ محمد بن محمد موسی

کیوں رضوی صاحب اب کیا کہیں گے آپ حسام الحرمین کے ان عجمی مقرظین کے بارے میں۔

مالکیہ برادران کی تقریظ واپسی کے متعلق ہم جواب عرض کرتے ہیں۔

مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کے حوالے سے تمام واقعہ کا ذکر کرنا ہے ہی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سہارنپوری رح نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی جو بات تھی نقل کر دی اگر دھوکا کرنا مقصود ہوتا تو حضرت اس واقعہ کو نقل کئے بغیر تصدیق نقل کر دیتے۔

یہ دونوں حضرات المہند کی اشاعت کے ایک عرصہ بعد تک حیات رہے انہوں نے اپنی زندگی میں اگر ان تحریروں سے اختلاف کیا ہو تو وہ پیش کی جائے جیسا کہ چشتی لکھتے ہیں

"یہ کتاب منظور نعمانی کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی مگر منظور نعمانی صاحب نے کبھی بھی اس منظوم مضمون سے اپنی برآت اور بیزاری کا اعلان نہیں کیا۔" (کشف القناع ج ۱ ص ۲۷۷)

بعینہ عبارات کے متعلق ہم پچھلے صفحات میں لکھ چکے ہیں۔

حسن علی رضوی صاحب صفحہ نمبر ۷ اور ۸ میں لکھتے ہیں

"محترم حضرات! المہند کا بغور مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ وہابیوں اور محمد بن عبد الوہاب شیخ نجدی کو کتنا برا بھلا کہا گیا ہے یہ مکاری اور عیاری تھی۔

خلیل انبیٹھوی کی وہابیوں اور شیخ نجدی کے متعلق اصل حقیقی رائے وہ ہے جو انہوں نے اپنے دو

مکتوبات (خطوط) محررہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ اور محررہ ماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ کتاب اکابر کے خطوط صفحہ ۱۱، ۱۲ پر مولوی محمد زکریا سابق امیر تبلیغی جماعت کے نواسے مولوی محمد شاہد مظاہری نے شائع کئے۔

ماہنامہ "النور" تھانہ بھون ماہ رجب المرجب ۱۳۵۲ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے صفحہ ۳۲ پر شائع کئے جن میں محمد بن عبدالوھاب نجدی اور نجدی وھابی سعودی حکومت اور انکے علماء کی بھرپور قصیدہ خوانی کی گئی ہے اور والہانہ خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

دیوبندی وہابی مفرور مناظر مولوی منظور سنبھلی نے بھی مولوی انیٹھوی صاحب کے یہ خطوط اپنی کتاب" شیخ محمد بن عبدالوھاب اور ھندوستان کے علماحق "میں ۳۴ پر نقل کر کے ان کے مستند ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے یہی کچھ مولوی حسین احمد نے کیا اور وہابیوں نجدیوں کے متعلق اپنی رائے بدل لی."

جواب:

قارئین کرام محمد بن عبدالوہاب صاحب کے تعلق سے ہم پچھلے صفحات میں عرض کر چکے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے جو رضوی صاحب نے بیان کی ہے کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی اصل رائے یہی ہے جو منظور نعمانی صاحب نے بیان کی ہے رضوی صاحب نے اس حقیقت کو قبول کر کے ان بریلوی علماء کے منہ پر طمانچہ رسید کیا ہے جو آج بھی حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی مرجوع رائے کو پیش کرتے ہیں اور المہند پر اعتراض کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۸ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

"مولوی انبیٹھوی اور مولوی ٹانڈوی دونوں جنہوں نے بزعم خود و بزعم جہالت حسام الحرمین کا نام نہاد برائے نام رد لکھ کر حقیقت وصداقت کا منہ چڑایا"

جواب:

قارئین کرام المہند تو ایسا وار ہے حسام الحرمین پر کہ پھر اس کے بعد فاضل بریلوی کو کچھ لکھنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔

یہ المہند ہی کا وار تھا کہ آج خود بریلویت میں آپس میں مناظرے ومباحثے شروع ہو چکے ہیں۔

یہ المہند ہی کی صداقت ہے کہ بریلوی مجاہد اسلام مولوی عبدالستار خان نیازی صاحب کو تسلیم کرنا پڑا کہ المہند بڑی مفید کتاب ہے۔

لکھتے ہیں " المہند علی المفند مصنفہ مولانا خلیل احمد نبیٹھوی کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات حسام الحرمین اور الدولتہ المکیہ کے جواب میں شائع ہوئی ہیں میں انہوں نے اپنے عقائد ونظریات کی وضاحت کی ہے، ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے" (اتحاد بین المسلمین ص ۱۱۵)

رضوی جی صفحہ نمبر ۸ اور ۹ پر لکھتے ہیں

" مولوی خلیل انبیٹھوی اور مولوی حسین احمد کانگریسی ٹانڈوی اُن دنوں وہیں حرمین شریفین میں موجود تھے دیکھو ملفوظات اعلیٰ حضرت پہلا حصہ بلکہ خود شکست خوردہ مفرور مناظر مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مولوی خلیل انبیٹھوی ان دنوں حرم مکہ معظّمہ میں تھا اور تسلیم کیا ہے کہ "حضرت مولانا حسین احمد مدنی جو ۱۳۱۶ھ سے ۱۳۳۳ھ تک مسلسل ۱۷، ۱۸ سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے تو ان دونوں حضرات نے وہیں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سے سامنے گفتگو کیوں نہ کرلی؟ اگر ہمت وجرات اور استعداد وقابلیت تھی اور کفریہ گستاخانہ عبارات کے بارے میں ان کا موقف مضبوط تھا تو علماء حرمین طیبین کا حسام الحرمین پر تصدیقات کرنے تقریظات لکھنے سے کیوں نہ روک دیا."

جواب:

یہاں یہ اعتراض رضوی صاحب نے دوبارہ لکھا ہے اور ہم پچھلے صفحات میں اس اعتراض کا جواب دے چکے ہیں۔

رضوی جی آگے صفحہ نمبر ۹ پر لکھتے ہیں

"المہند اور شہاب ثاقب میں ایک فریب وفراڈ اور جعلسازی کا مجموعہ ہے تو دوسرا گالی نامہ ہے جس میں غلیظ ترین بازاری زبان استعمال کی گئی ہے۔

محترم حضرات! خود مطابقت کرلیں کہ حسام الحرمین میں جن جن اکابر ومشاہیر علماء مکہ مدینہ کی تصدیقات وتقریظات ہیں مزہ تو جب تھا کہ ان سب علماء سے المہند وشہاب ثاقب پر تصدیقات حاصل کی جاتیں اور یہ لکھوا دیا جاتا کہ ہمیں (علماء حرمین) کو دھوکہ ومغالطہ دیکر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حسام الحرمین پر غلط تصدیقات کروائیں اور تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارات حق وعین اسلام ہیں۔ مگر ایسا نہ کرا سکے تو المہند اور شہاب ثاقب کو حسام الحرمین کا رد اور جواب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ حسام الحرمین کل بھی لاجواب تھا اور آج بھی لاجواب ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک لاجواب رہیگا"

جواب:

رضوی صاحب المہند کو صرف فریب وجعلسازی کا مجموعہ قرار دینے سے المہند جھوٹی ثابت نہیں ہوسکتی۔اس کے لئے ثبوت ودلائل درکار ہوتے ہیں جو آپ کے بس کی بات نہیں۔البتہ ہم حسام الحرمین کو جھوٹ فریب جعلسازی کا مجموعہ ثابت کر چکے ہیں۔

اپنے ان اعتراضات میں ایسے خودساختہ اصول رضوی صاحب نے گھڑے ہیں کہ جن سے المہند کے بجائے خود بریلوی کتب دھوکہ فرضی فرار ثابت ہوتی ہیں۔

رضوی صاحب نے الشہاب الثاقب کو گالی نامہ قرار دیا ہے لیکن کوئی ایک حوالہ ایسا نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ اس میں گالی موجود ہے۔

قارئین کرام لگتا ہے رضوی صاحب کو گالی اور حقیقت میں فرق کا علم نہیں ہے

احمد رضا خان نے دجل وفریب کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے علماء اہل سنت کی تکفیر کی تو جواب میں علماءاہلسنت کی طرف سے سخت زبان استعمال کی گئی جس کا جواز خود بریلوی کتاب میں موجود ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ الشہاب الثاقب میں فرماتے ہیں کہ

" آپ حضرات اگر کوئی کلمہ سخت ان کے اور ان کے گروہ کی نسبت ملاحظہ کریں تو اس مین احقر کو معذور تصور کریں۔مجدد صاحب نے تمہید شیطانی اور حسام لحرمین کے اندر جو جو الفاظ سخت سست کہے ان کا مقابلہ اگر کیا جایے اور اس کے مقتضی کے موافق اگر جواب لکھا جایے تو خدا جانے کیا سے کیا ہو جایے۔میں اپنی طبیعت کو نہایت تھام کر اور سنبھل سنبھل کر گفتگو کرتا ہوں مگر کیا کروں کہیں کہیں اس بدگو کی گالیاں اور خرافات کی وجہ سے طبیعت قابو سے نکل جاتی ہے پس مجبور ہو جاتا ہوں مگر تاہم وہاں بھی حتی الامکان شرافت وعلم کے حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور پورا پورا مقابلہ اس باب میں تو ان کا وہی کر سکتا ہے جو رذیل النسب وقبیح الاخلاق نجاہل اور اجڈ ہو مگر یہ بھی نامہ اعمال مجددیں لکھایے گا"۔(الشہاب الثاقب صفحہ ۱۶۵)

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے کہ۔

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب نجدی علماء عامتہ المسلمین کو بے دریغ کافرو

مشرک قرار دیں گے تو اس کے جواب میں انہیں دوستی اور اخوت ومحبت کی ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہیئے جوابا جتنا بھی سخت سے سخت لب ولہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور روا ہوگا (البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۸۳)

یہاں عبدالحکیم شرف بریلوی نے تسلیم کیا کہ جب کسی کو کافر قرار دیا جائے تو جواب میں جتنا بھی سخت لب ولہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور درست ہے لہذا احمد رضا کی طرف سے ناحق علماء اہلسنت کی تکفیر کرنے کے جواب میں اگر کسی سنی عالم نے سخت لب ولہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

دلچسپ بات ہے کہ الشہاب الثاقب میں جو احمد رضا کے خلاف الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس میں سے اکثر تو خود بریلوی علماء نے اپنی کتب میں احمد رضا کے بارے میں یہ باتیں لکھی ہیں۔

بریلویت میں شمس العلماء کا لقب پانے معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"(فاضل بریلوی کی) خصوصیت نمبر 4۔ بہتان طرازی" (تجلیات انوار المعین ص ۱۱)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"(فاضل بریلوی کی) خصوصیت ۱۰ اخلاف بیانی" (تجلیات انوار المعین ص ۱۷)

خلیل احمد خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"اس عبارت کے کلمات پر غور فرمائیے ان کو قطع برید وتحریف کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کے کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے — الخ علماء بدایوں فاضل بریلوی کے متعلق صاف صاف بتا رہے ہیں کہ ان کو قطع وبرید وتحریف عبارت غیر کا چسکا پڑ گیا ہے— مربوط اور معنی خیر الفاظ کو چھوڑ دیتے ہیں یہ بات واقعی صحیح ہے۔ (انکشاف حق ص ۱۸۹)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"(فاضل بریلوی کی) خاصیت ۱۱ افترا وتحریف" (تجلیات انوار المعین ص ۱۷)

اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"خصوصیت ۲ الزام بمالم یلتزم :

یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہو نہ شرعاً عرفاً اُسکا لزوم ہوا اسکو اپنے مخالف کے سر تھوپنا اعلیحضرت کی صفت خاصہ ہے" (تجلیات انوار المعین ص ۸)

معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"خاصیت نمبر ۳ مغالطہ دہی' (تجلیات انوار المعین ص ۹)

خلیل احمد خان قادری صاحب لکھتے ہیں

"مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو کافر و مرتد بنانے کے لیے ایک جعلی مردود قلمی فتوے کو جس کے خلاف ان کی تحریرات مطبوعہ موجود کو سند بنایا گیا. مسلمانوں کسی کو کافر بنانے کے لیے ایسی کاروائیاں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے — کیا ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہوسکتا ہے نعوذ باللہ منہ " (انکشاف حق ص ۱۹۰)

اجمیری صاحب لکھتے ہیں

"اوردبی زبان سے اہل بدایوں کی تکفیر فرما گئے، آپکی شمشیر تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں " (تجلیات انوار المعین ص ۳۹)

کوکب نورانی اوکاڑوی فاضل بریلوی کے متعلق اعتراضات کا تذکرہ کر کے لکھتا ہے

آج کا سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے سے جھجکتا ہے۔ عام طور پر امام احمد رضا خان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین (مسلمانوں کو کافر گردانںے والے) تھے بریلی میں انہوں نے کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی ." (سفید و سیاہ ص ۳۵)

کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علماء اور اکابر کو کافر ٹھرایا ہے مگر میں کہتا ہوں یہ ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتبِ فکر کے مقابلے میں ممیز کرتی ہے " (مجلہ انوار رضا تاجدار بریلی نمبر ص ۵۳)

ایک اور بریلوی لکھتا ہے

" انکا (فاضل بریلوی) اسمِ گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے ." (ماہنامہ المیز ان بمبئی امام احمد رضا نمبر ص ۳۸)

مسلمانوں کو کافر کہنے والا

"محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی پر دنیائے اسلام کو مائل کر دیں جس کا یہ قول تھا کے — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرف اسی جملہ عبدہ و رسولہ استعمال کرنا چاہیے اس سے ذرا ایک قدم بڑھایا فقد اشرک شرکا کے دائرے میں آئے وہ کہتا تھا کہ مدح صرف اسی جملے عبدہ و رسولہ میں ہے اس کے سوا جو

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا جائیگا وہ سب داخل مذمت اور شرک ہے۔ اس کی تقلید کی بنا پر اعلیحضر ت نے حضرت امیر خسرو و مولانا جامی و حضرت نظامی جیسے اکابر کی نعتیہ اشعار کو رد ہی کر دیا" (تجلیات انوار المعین ص ۴۱)

نیز لکھتے ہیں

"دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلی حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا" (تجلیات انوار المعین ص ۳۷)

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ الشہاب الثاقب میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے احمد رضا کی جو حقیقیت بیان کی تھی وہ خود بریلوی علماء کو بھی مسلم ہیں

لہذا اگر الشہاب الثاقب میں فاضل بریلوی کو گالیاں دی گئی ہیں تو بریلوی کتب میں بھی احمد رضا کو گالیاں دی گئی ہیں۔

اگر تم کہتے ہو کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فاضل بریلوی کو گالیاں دی ہیں تو پہلے فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کو ملاحظہ کرو جس میں علماء دیوبند کو درجنوں گالیاں دی ہیں فاضل بریلوی نے کافر، مرتد، ضروریات دین کے منکر، اشقیا، اسلام سے خارج، رافضی کی طرح، شیطان کے چیلے، دم چھلے، ابلیس کے مرید، ہٹ دھرم، مغرور، دغاباز، ظالم خود بریلویوں کو بھی اس کا اقرار ہے کہ احمد رضا کی کتب میں گالیاں ہیں۔:

ایک بار حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں" (فیضان اعلی حضرت ص ۲۷۵)

فاضل بریلوی گالیاں کیوں دیتا تھا ملاحظہ کریں۔

"بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب آخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا، ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا

ان کے پاس گیااور فرش پر جا کر بیٹھ گیا"(ملفوظات اعلیحضرت حصہ چہارم ص ۴۵)

صفحہ نمبر ۱۰ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

"یادرہے کہ المہند کا مدلل ومحقق ایک جواب صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے التحقیقات لدفع التلبیسات کے نام سے اور ایک قاہر ردبلیغ شیر بیشہ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فی الفور اُسی زمانے میں لکھ کر شائع فرمادیا تھااور مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی حسین احمد صاحب کو پہنچادیا تھاجس کے جواب الجواب سے مخالفین عاجز وقاصر ہیں."

جواب:

قارئین کرام بندہ نے "التصریحات لدفع التلبیسات" اور الکلام المقند فی جواب رادالمہند کے نام سے ان دونوں بریلوی علماء کی کتب کا جواب لکھ دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ حشمت علی رضوی کی کتاب کومولانا خلیل احمد صاحب اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے پاس پہنچادیا تھااس بات کا کوئی ثبوت رضوی صاحب نہیں لکھ سکے البتہ ہم یہ ثابت کرسکتے ہیں یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔

قارئین کرام حشمت علی رضوی صاحب کی کتاب رادالمہند کا سن تالیف ۱۳۴۵ھ ہے جبکہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ ۱۳۴۴ھ میں حرمین چلے گئے اور اس کے بعد حضرت کی واپسی نہیں ہوئی اور حضرت کا مدینہ طیبہ میں ۱۳۴۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

اگے رضوی صاحب لکھتے ہیں

" بلکہ حضرت صدر الافاضل تو مولوی انبیٹھوی سے مناظرہ کرنے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گئے تھے مولوی انبیٹھوی مناظرہ کی تاب نہ لاسکے."

شیر بیشہ، اہل سنت اور محدث اعظم پاکستان نے احمد آباد سے آتے ہوئے مولوی حسین احمد کو پکڑا شہاب الثاقب پر مباحثہ کیا تو گاندھی جی نے ان کی جان چھڑائی."

کاش رضوی صاحب ان دونوں باتوں کا کوئی ثبوت بھی دے سکتے۔اس جیسی باتوں کے لئے بریلوی علماء اپنی کتب پیش کرتے ہیں جبکہ ان کے اپنے گھر کے لوگ اس بات کو قبول نہیں کرتے۔اپنی بات کو کو ثابت کرنے کے لئے اور مخالف کو منوانے کے لئے اپنے گھر سے حوالے دیئے جائیں۔(دیکھئے

عبارت اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

ہم یہ کہتے ہیں کہ پچھلے جھوٹوں کی طرح یہ بھی ایک جھوٹ ہے کیوں کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے مخالفین کو جواب دینے کے لئے کبھی ادھار نہیں رکھا۔اپ نے مخالف کو تصانیف سے بھی چپ کرایا ہے اور مناظروں سے بھی۔ ہم یہاں حضرت کی سوانح حیات تذکرۃ الخلیل سے حضرت کی مناظروں سے متعلق کچھ نقل کرتے ہیں۔

فن مناظرہ میں ید طولی

فن مناظرہ بالخصوص رد روافض ورد بدعات میں حضرت کو ید طولی تھا۔آپ کی عادت نہ تھی کہ خود مناظرہ کی دعوت دیں یا چھیڑ چھاڑ کریں مگر جب دوسرے فریق کی طرف سے زور دیا جاتا تو اس وقت آپ شیر بن کر سامنے آتے اور مخالف کو جھوٹوں بھی یہ کہنے کا موقع نہ دیتے کہ مناظرہ سے بھاگ گئے۔فریق مخالف نے آپ کی ضروریات وقتیہ اور تنگی و دشواری حالات ٹٹول ٹٹول کر اس کی تدبیر کی کہ اس وقت آپ مناظرہ نہ کرسکیں گے اور ہمیں فرار کا الزام لگا کر اپنے معتقدین میں اپنی کامیابی کا شور مچانا نصیب ہوگا مگر آپ نے ہمیشہ اس چال کو سمجھا اور موقع ہی نہ دیا کہ آپ کی حقانیت پر کوئی دھبہ آئے

راندیر میں مبتدعین سے ہر شرط پر مناظرہ اور مبتدعین کا گریز

ایک مرتبہ آپ سفر حج سے واپس آرہے اور اہل راندیر کے

اصرار پر ایک دن کے لئے راندیر ٹھہر گئے۔چند مبتدعین نے جو کہ پہلے سے ہی ٹھہرے ہوئے تھے اس شب میں جس کی صبح کو آپ چلنے والے تھے شور مچایا کہ مناظرہ کرلو۔ہر چند کہ آپ چار مہینے سے سفر کا تعب اٹھا رہے تھے،اہل وعیال کا ساتھ تھا،وطن پہنچنے کی عجلت تھی،روانگی کی اطلاع آپ جگہ جگہ دے چکے تھے اور یہی فریق مخالف کی جیت تھی کہ مناظرہ کی دعوت پر لامحالہ جواب دیں گے کہ دوسرا وقت مقرر کرو۔ مگر آپ نے کسی ضرورت کی پروانہ کی اور پہلی ہی تحریک پر کہلا بھیجا کہ وطن کی روانگی ملتوی کرتا ہوں اور منظوری شرائط میں دیر لگانا نہیں چاہتا جو شرائط ہوطے کرو اور میں کل صبح آٹھ بجے جائے موعود پر پہنچ جاؤنگا۔ادھر آپ نے احباب کو رفع انتظار کے لئے خطوط بھیج دیئے چنانچہ بندہ کے نام بھی یہ خط آیا۔

مولانا کا مکتوب بنام مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

مکرم مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب مدفیوضکم السلام علیکم آج ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کو قصد

روانگی یہاں سے تھا مگر یہاں کے مبتدعین کی تحریک سے مولوی ظہور الحسن رامپوری نے دعوت مناظرہ دی لہذا تابدروازہ پہنچانے کے لئے آج قیام کیا۔ چنانچہ بحمداللہ مبتدعین ذلیل ہوئے اب کل ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ یوم چارشنبہ ۷ بجے فجر کو یہاں سے پسنجر میں روانگی ہوگی اطلاعا عرض کیا گیا فقط والسلام خلیل احمد عفی عنہ از راندیر۔ صبح حسب وعدہ جب آپ مقام مناظرہ پر پہنچے تو میدان خالی تھا اور دو گھنٹہ انتظار کے بعد معلوم ہوا کہ فریق مخالف کا تو رات ہی سے پتہ نہیں چنانچہ آپ منبر پر آئے اور دیر تک مسائل اختلافیہ کی تقریر کی اور یہ بھی فرمایا کہ اسی وقت پر موقوف نہیں جس وقت بھی میری ضرورت ہو میں مستقل سفر کر کے حاضری کے لئے تیار ہوں۔

سفرحج کے نازک موقع پر دلدارعلی کی طرف سے دعوت مناظرہ

مولوی فاروق احمد صاحب انبہٹوی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفرحج کو جاتے ہوئے راست میں مولوی دیدار علی الوری کی طرف سے آپ کو عین اس وقت دعوت مناظر دی گئی جبکہ آپ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھے آپ کے رفقاء نے جواب دیدیا کہ اس وقت تو گنجایش نہیں کہ جہاز تیار اور آخری ہے البتہ واپسی پر مناظرہ ہوگا مگر آپ نے سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ نہیں نہیں ہم تیار ہیں۔کل کو ہم قیام کریں گے اور صبح مناظرہ ہوگا، مولوی صاحب سے کہنا کہ مقام اور مباحث مناظرہ آج طے کریں۔ اور رفقا کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب مناظرہ کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہ کرنا چاہیئے، حج بشرط زندگی دوسرے سال کرلیں گے یہ بھی تو ایک دینی کام ہے۔ یہ جواب سن کر فریق ثانی پر اوس پڑ گئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا حضرت چند روز قیام فرما کر بمبئی روانہ ہوگئے حالانکہ جہاز کی تاریخ روانگی گذر چکی تھی مگر اللہ کی شان کہ اس کو چار دن کسی غیر معمولی عذر سے ٹھہرنا پڑ گیا اور آپ اس میں سوار ہو کر عرب پہنچ گئے۔

روافض سے مناظرہ

تقریر اور تحریر دونوں قسم کے مناظرہ میں میں آپ کو ملکہ تامہ تھا مگر اخیر عمر میں ضعف دماغ کی وجہ سے آپ طویل تقریر پر قادر نہ رہے تھے اس لئے اپنے کسی خادم یا دوست کو مناظر بنا کر کھڑا کر دیتے اور خود پاس بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اخیر کو امروہہ میں جو مشہور مناظرہ روافض کے ساتھ ہوا اس میں مولانا عبدالشکور صاحب کو مناظر بنا کر آپ نے کھڑا کیا اور خود جلسہ کے پورے وقت میں پاس بیٹھے رہے حتی کہ اثناء تواریخ میں ۳۰ نومبر مطابق ۱۸ ربیع الاول آپ کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود صاحب قدس سرہ کیسانحہ

انتقال کی اطلاع ملی مگر آپ میدان مناظرہ کو صرف اس لئے نہ چھوڑ سکے کہ فریق مخالف فرار پر محمول کر کے مخلوق پر اپنا رنگ جمائے گا۔آخر جب فریق مقابل خائب وخاسر ریل میں سوار ہولیا۔تب آپ امروہہ سے چلے۔

قادیانیوں سے مناظرہ

اسی طرح اہل کوہ لنڈھور نے ایک مرتبہ آپ کو قادیانیوں سے مناظرہ کے لئے بلایا تو آپ فورا روانہ ہوئے اور مولوی محمد یحیی سہسرامی کو کہ مدرسہ کے مدرس تھے مناظر بنا کر کھڑا کیا اور خود پاس بیٹھے رہے۔ ہاں تحریری مناظرہ میں چونکہ وسعت تھی اس لئے ریشہ کی وجہ سے خود لکھنا دشوار تھا کاتب کو پاس بٹھا کر جامع مانع تحریر لکھوا کر بھیجد یا کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ نے مولانا عبد الشکور صاحب ایڈیٹر النجم کو یہ تحریر بھیجی اور باوجودیکہ آپ خصوصی طور پر مخاطب نہ تھے مگر احقاق حق کیلئے مضطرب ہو کر از خود اپنے ہاتھ سے لکھ بھیجی کہ النجم میں شائع کر دیں۔

مکتوب گرامی بنام مولانا محترم مولانا عبد الشکور مدیر النجم

حامداً ومصلیا۔از بندہ خلیل احمد بگرامی خدمت مکرم ومحترم مولوی عبد الشکور صاحب دامت مکارمکم السلام علیکم ورحمت اللہ تعالی وبرکاتہ۔آپ کے اخبار میں ایک عرصہ سے جناب سید مصطفی حسین صاحب شیعی کے سوالات اوران کے جوابات شائع ہورہے ہیں۔۔صفر کا النجم دیکھ کر مجھ کو بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی اس بحث میں حصہ لوں شاید میری قسمت یاوری فرمائے اور مجھ ناچیز کی گزارش حضرت سید صاحب کے لئے تشفی بخش ہو کر سید صاحب کے رجوع الی الحق کا سہرا میری ہی تحریر کے سر بندھے۔(تذکرۃ الخلیل ص ۱۵۰ سے ۱۵۲ مکتبہ الشیخ)

رضوی صاحب صفحہ نمبر ۱۱ پر لکھتے ہیں

"حسام الحرمین والمہند کا معنی ومفہوم

حسام الحرمین کا معنی ہے " مکہ مدینہ کی تیز کاٹنے والی تلوار" " مکہ مدینہ کی تیز تلوار" (حسن اللغات)(المنجد)

المہند کا معنی ہے "ہندوستانی لوہے کی تلوار" (المنجد)

بھلا ہندوستانی لوہے کی تلوار مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تیز کاٹنے والی تلوار کا کیا مقابلہ کرسکتی

ہے۔تلوار اہل ایمان اہل حرمین کا ہتھیار ہے ہندی لوگوں کا ہتھیار برچھی بھالا ہے، برچھی بھالا تلوار کا کیا مقابلہ کرسکتی ہیں۔صنم کدہ ہند کے ہندی لوہے کی کیا عظمت اور کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے مکہ و مدینہ کی تیز کاٹنے والی تلوار کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت؟

شہاب ثاقب کا معنی ہے ''آگ کا روشن شعلہ'' آسمان پر ٹوٹنے والا ستارہ (المنجد، حسن اللغات، فیروزللغات، امیر اللغات) وغیرہ

آگ کا شعلہ مکہ مدینہ کی تیز تلوار کا کیا بگاڑ سکے گا؟ آسمان سے ستارہ کم وبیش ہر شب ٹوٹتے ہیں بتایا جائے ان سے کتنی تلواریں کنڈم اور ناکارہ ہوئی ہیں اسی طرح المہند اور الشہاب الثاقب بھی آج تک حسام الحرمین کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔"

جواب:

قارئین کرام "المھند علی المفند" کا معنی ہے ھندی تلوار جھوٹے پر تو اس کو بگاڑ کر تلوار سے ٹکرانا حسن علی رضوی جیسے فسادی کا ہی کام ہے دوسری بات یہ کہ احمد رضا کی تلوار کو حرمین کی تلوار کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ماچس بم کو ایٹم بم کہنا۔

درحقیقت احمد رضا نے اپنے قلم کو ہندی تلوار بنایا تھا پہلے اسے" سل السیوف الھندیہ" (سونتی ہوئی ہندی تلوار) کا نام دیا تھا۔

اب ہم رضوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ صنم کدہ ہند کے اس لوہے کی کیا عظمت اور احمد رضا نے اپنے برچھی بھالا کو تلوار کیوں کہہ دیا؟

حشمت علی رضوی کی الصوارم الہندیہ (ہندی تلواریں) کے متعلق رضوی صاحب کیا کہتے ہیں.

صنم کدہ ہند میں تیار اپنے برچھی بھالا کو تلوار کہتے شرم نہیں اتی؟

المہند پر تو حرمین کی صیقل لگی ہے اور اس نے احمد رضا کے برچھی بھالے کا وہ حشر کیا ہے کہ ٹکرے ابھر ادھر بکھرے پڑے ہیں۔

الشہاب الثاقب کے نام پر رضوی صاحب نے تنقید کی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ احمد رضا کی لکڑی کے برچھی بھالا کو حرمین کی تلوار کہنا ہی تلوار کی توہین ہے۔ساری زندگی جسے جہاد کے "ج" سے بھی واسطہ نہ پڑا وہ تلوار کو کیا جانے۔ہمارے اکابر تو ہندی تلواروں سے انگریز اور ان کے حواریوں سے لڑتے رہے۔

کاش رضوی صاحب الشہاب الثاقب کا پورا نام لکھ دیتے تو نام کی اصلیت کا پتہ چل جاتا اور حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی کتاب کا پورا نام "الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب" ہے۔

یعنی شہاب ثاقب چوری کرنے والے اور جھوٹ بولنے والے پر کیوں رضوی صاحب آپ کو اس نام کی تفصیل اور وضاحت درکار ہو تو ضرور بتائیں۔

آگے صفحہ نمبر ۱۱ اور ۱۲ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

اگر المہند اور شہاب ثاقب نے حسام الحرمین کا کچھ بگاڑا ہوتا تو جب سے اب تک المہند اور شہاب الثاقب کے جتنے بھی ایڈیشن چھپے ہیں، مخالفین کو بار بار ہر بار ضمنی اور اضافی اور وضاحتی مضامین کا اضافہ کرنا پڑا ہے ہمارے پاس مخالفین کی قابل اعتراض گستاخانہ کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن ہیں اور المہند اور شہاب ثاقب کے بھی کئی کئی ایڈیشن ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ومتضاد ہیں، اور ان میں الفاظ وعبارات کی کمی وبیشی کی ہے جو احساس کمتری کا نتیجہ ہے یہ لوگ خود بھی اپنے اکابر کی کتابوں کے مندرجات سے مطمئن نہیں ایک مضمون میں اس بات کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں، ہاں اتنا ضرور کہونگا ملتان کے مکتبہ صدیقہ سے چھپنے والا اور کراچی کے مکتبہ تھانوی دفتر الابقا سے چھپنے والا المہن کے ۳۲، ۳۲ صفحات ہیں اور عرفی نام عقائد علمائد دیوبند ہے مگر اب کراچی اور کتب خانہ مجیدیہ ملتان اور اتحاد ڈپو مدرسہ دیوبند یوپی سے جو المہند چھپا ہے ان میں ضمنی مضامین کی بھرمار کر کے اس کی صفحات ۱۸۸ ہیں اور نام بھی بدل دیا پہلے عقائد علماء دیوبند عرفی نام تھا اور اب جو تین ایڈیشن نئے شائع ہوئے ان کا عرفی نام ''یعنی عقائد علمائد اہلسنت دیوبند'' ہے۔ مقصد یہ کہ کچھ بھی جس طرح بھی بن پڑے عوام کو دھوکہ اور مغالطہ دیکر گمراہ کیا جائے"

جواب:

قارئین کرام ہم نے بریلوی علماء کے المہند پر اعتراضات کے متعلق جتنے بھی اصول دیکھے ہیں ان اصول سے المہند کا تو کچھ نہ بگڑ سکا البتہ احمد رضا خان کی حسام الحرمین اور بریلوی علاء کی دیگر کتابیں جھوٹی فراڈ ثابت ہوتی ہیں

رضوی صاحب کو المہند کی پسپائی کے لیے کوئی ثبوت تو ایسا نہ مل سکا اسی لئے اوٹ پٹانگ باتیں لکھ کر اپنی جھینپ مٹا رہے ہیں۔

رضوی صاحب المہند اور الشہاب الثاقب کے کسی ایک ایڈیشن کا ثبوت پیش کریں جس میں کوئی ایک تحریف بھی کی گئی ہو۔

اگر کسی نے المہند اور الشہاب الثاقب کے تعارف پر مبنی کوئی مضمون مذکورہ کتب کے حوالے سے لکھ کر شامل کر دیا تو اس میں تحریف واضافہ کیسا؟

اسی طرح حسام الحرمین اٹھائیے اس میں بھی آپ کو وضاحتی مضمون ملیں گے

رضوی صاحب المہند والشہاب الثاقب کا کوئی ایک ایڈیشن بتائیں جس میں تضاد ہو

البتہ ہم حسام الحرمین کے ایسے کئی ایڈیشن پیش کر سکتے ہیں جس میں تحریف ہے۔

مکتبہ نبویہ والوں نے حسام الحرمین اردو میں شائع کی تو پہلے ٹکڑے میں فاضل بریلوی نے جتنا حصہ کتاب کا لیا تھا انہوں نے دیکھا کہ عام قاری بھی یہ غلطی اور خیانت پکڑ لے گیا تو انہوں نے عبارت کو کچھ بڑھا دیا۔ پہلا ٹکڑا فاضل بریلوی نے یوں لکھا تھا :ولو فرض فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم

"اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کوئی نبی فرض کر لیا جائے"

مگر مکتبہ نبویہ والوں نے اس کے ساتھ ایک جملہ اور بڑھا دیا اور شروع میں یوں لکھتے ہیں

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

یہ اس لیے کہا گیا کہ فاضل بریلوی کی خیانت پکڑی نہ جائے مگر عربی خواں تو جانتے ہیں بہر حال یہ اردو خواں لوگوں بھی خیانت معلوم ہوگئی کہ اردو والی حسام الحرمین میں ایک ٹکڑے کا اضافہ کر دیا۔

کچھ مکتبے اور آگے نکلے

انہوں نے حسام الحرمین کی عبارت کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کو یوں کر دیا عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بے ایمانی ہے۔ تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۷۰، مطبوعہ اکبر بک سیلرز لاہور، تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی، تمید ایمان مع حسام الحرمین ص ۷۰، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی

ان تینوں مکتبوں نے خیانت کے ریکارڈ توڑ دیے۔

مکتنبہ نبویہ لاہور سے چھپنے والی حسام الحرمین جس کا ترجمہ مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب

نے کیا ہے۔انہوں شیخ محمد سعید بابصیل صاحب کی تقریظ کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے شیخ نے اپنی تقریظ میں عدم تکفیر کا قول اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے شیخ محمد سعید صاحب بھی حسام الحرمین میں درج احمد رضا کے فتوے کی ضد میں آتے تھے۔

شیخ محمد سعید بابصیل صاحب کی تقریظ کی اصل عبارت یوں تھی" اس میں ان چند فاجروں کے نام بیان کیے ہیں جو اپنی گمراہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافروں سے کمینہ تر کافروں میں ہوں" حسام الحرمین ص ۱۱۷ مکتبہ نعمیہ لاہور یر یعنی گمراہی کا قول تو اختیار کیا ہے لیکن کافر نہیں کہا جبکہ فاضل بریلوی تکفیر پر ہی مصر تھے۔

پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب نے تحریف کر کہ شیخ صاحب کی تقریظ کو یوں لکھ دیا"

یہ لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے کمین تر کافروں میں شمار ہوتے ہیں" (حسام الحرمین ص ۳۱ مکتبہ نبویہ لاہور)

رضوی صاحب نے المہند علی المفند کے مختلف ایڈیشن کی ضخامت کم یا زیادہ ہونے پر بھی اعتراض اٹھایا ہے۔

قارئین کرام المہند مختلف اداروں سے چھپتی رہی ہے۔

تو کوئی ادارہ المہند کا صرف اردو ترجمہ چھاپتا ہے اور کوئی عربی اردو دونوں چھاپتا ہے۔کتاب کے صفحے کا سائز بڑا ہو یا کتابت چھوٹے الفاظ میں ہو تو کتاب کی ضخامت کم ہوتی ہے اور صفحے کا سائز چھوٹا ہو یا کتابت بڑے الفاظ میں ہو تو ضخامت بڑھ جاتی ہے۔

ورنہ ہمارے پاس حسام الحرمین کے مختلف ایڈیشن ہے حتی کے اسکا سب سے پہلا ایڈیشن جو مطبع اہلسنت وجماعت سے شائع ہوا تھا بھی موجود ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۵۰ ہے۔جبکہ اس میں عربی اور اردو ترجمہ موجود ہے جبکہ مکتبہ نبویہ لاہور سے حسام الحرمین کا چھپنے والا ایڈیشن جس میں صرف اردو ترجمہ ہے اس میں صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے

اسی طرح اکبر بک سیلرز لاہور اور دعوت اسلامی کے مطبع سے چھپنے والے ایڈیشن کے صفحات مختلف ہیں۔

اب رضوی صاحب بتائیں کہ کیا آپ کی حسام الحرمین بھی تحریف شدہ ہیں؟

جہاں تک بات ہے مختلف ایڈیشنز میں سرورق پر لکھے نام کی تو عرض ہے کہ المہند کا اصل و مکمل نام "المہند علی المفند" معروف بہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" مترجم بتسمیہ "ماضی الشفر تین علی خادع اہل الحرین' ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ المہند کا صرف اردو ترجمہ عقائد علماء دیو بند کے نام سے (غالباً) سب سے پہلے مولانا ظہور الحسن صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے بھوشن پاور پریس جگادھری سے شائع کروایا تھا۔قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ بھی لکھتے ہیں کہ "المہند کا اردو ترجمہ عقائد علماء دیو بند کے نام سے متعدد بار شائع ہوا ہے۔المہند علی المفند ص ۱۶ بعد میں یہ نام ناشرین نے ہر نسخے پر لکھنا شروع کر دیا۔

اگر کسی پبلشر نے اسکا کوئی دوسرا نام رکھ دیا ہے تو اس سے المہند یا اس کے متن میں کوئی فرق کیسے پڑ سکتا ہے؟

صفحہ نمبر ۱۲اور ۱۳ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

"یہی حال توہین آمیز گستاخانہ کتابوں کا ہے۔ہمارے پاس تقویۃ الایمان،تحذیر الناس، براہین قاطعہ،حفظ الایمان وغیرہ وغیرہ کے کئی کئی ایڈیشن ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں مفہوم نہیں عبارتیں بدل گئی ہیں۔مگر سیدھے طریقے سے سچے دل سے پکی توبہ اور رجوع کرنیکی توفیق نصیب نہ ہوئی، یہ بھی حسام الحرمین کی حقانیت وصداقت وثقاہت کی روشن دلیل ہے،اختصار مانع ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں ہمارے پاس کتب خانہ رحیمیہ دیو بند ضلع سہارنپور کا شائع کردہ الشہاب الثاقب ہے جس کے ۱۱۱ صفحات ہیں مگر اب جو انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے الشہاب الثاقب کا ترمیم و اضافہ اور دلیرانہ تحریف وخیانت کیساتھ جو جدید ایڈیشن شائع کیا ہے،اس کے صفحات ۲۹۰ ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کیلئے جو پیوند کاریاں کیں ٹاکیاں لگائیں گالی گفتار سمیت ۵۰۴ صفحات ہیں."

جواب:

قارئین کرام ایسا ہی اعتراض المہند پر کیا تھا رضوی صاحب تعصب میں اندھے معلوم ہوتے ہیں جو صفحات کی زیادتی کو بھی ترمیم واضافہ اور تحریف سمجھتے ہیں۔رضوی صاحب کوئی ایک عبارت یا کسی ایک صفحے کی تو نشاندہی کرتے جس سے تحریف کا پتہ چلتا۔

بریلوی مجدد پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے الشہاب الثاقب پر کچھ اعتراضات کئے تھے اس

کا جواب فخر اہلسنت عبد الرشید صاحب رحمۃ اللہ نے لکھا تھا مولانا عبد الرشید صاحب کے جواب کے ساتھ الشہاب الثاقب کا ایڈیشن شائع ہوا تھا جس کی وجہ سے صفحات زیادہ ہو گئے تھے۔ رضوی صاحب بتائیں کہ اس مقدمے کو تحریف کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

۵۰۴ صفحات کی کتاب میں رضوی صاحب کو الزام لگاتے وقت ایک گالی بھی نہ ملی جو لکھ سکتے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۳ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

"تحذیر الناس ایک مختصر رسالہ تھا کتب خانہ امدایہ دیوبند اور انارکلی لاہور کے تین ایڈیشن تین چھاپے علی الترتیب ۴۸، ۵۲، ۶۲ صفحات کے ہیں لیکن اب مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ کے شائع کردہ جدید ایڈیشن کے ۱۲۸ صفحات ہیں جس میں کذاب مصنف خالد محمود مانچسٹروی نے مقدمہ کے عنوان سے اپنی دوکانداری چمکائی ہے، کسی عزیر الرحمان نے طویل ترین حاشیے لکھے ہیں اور شکست خوردہ مفرور مناظر کا طویل ترین مقالہ توضیح عبارات کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے اور جعل سازی کی قابلتیں ختم کر دیں۔ یہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت سیدنا امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ اور فتاویٰ حسام الحرمین کی عظیم فتح ونصرت اور بے مثال کامیابی وکامرانی ہے کہ اہل توہین کی گستاخانہ کتابیں اصل شکل وصورت میں نہ رہیں اور خود مخالفین کو ان پر ترمیمات وتحریفات کے خول چڑھانے پڑے مگر گستاخانہ عبارات سے توبہ میسر نہ آئی۔"

جواب:

قارئین کرام آپ نے دیکھا کہ رضوی صاحب نے یہاں بھی صفحات کی کمی زیادتی کو تحریف سمجھا ہے رضوی صاحب اعتراض کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ اس طرح تو بریلوی علماء کی خصوصاً احمد رضا خان کی کتب بھی محرف قرار پاتی ہیں۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نے ایک تفصیلی مقدمہ تحذیر الناس کے متعلق لکھا تھا جو تحذیر الناس کے ساتھ ہی اکثر شائع ہوتا ہے رضوی صاحب بتائیے کہ متعلق تعارفی مقدمہ لکھنے سے تحذیر الناس میں تحریف یا کمی یا زیادتی کیسے ثابت ہوتی ہے؟

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے حاشیہ لکھا تو کیا قصور کیا؟

فضل رسول قادری کی کتاب المعتقد المنتقد پر احمد رضا خان نے حاشیہ لکھا ہے تو اس پر کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

فاتح بریلویت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے تحذیر الناس کے متعلق توضیح لکھ دی تو اس پر اعتراض کیسا؟

کیا احمد رضا خان کی عبارات کی توضیح بریلوی علماء بیان نہیں کرتے؟ اختصار مانع ہے ورنہ الزامی حوالہ جات کی ایسی لائن یہ بندہ لگا سکتا ہے کہ رضوی صاحب آئینہ دیکھتے ہوئے بھی گھبرائیں گے۔

حسن علی رضوی صاحب نے اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کذاب اور فاتح بریلویت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ کو مفرور لکھا ہے۔

بریلوی عالم سے ہی علامہ صاحب کا علمی مقام اسی تحذیر الناس کے مقدمے کے متعلق دکھاتے ہیں جس پر رضوی صاحب کو اعتراض ہے۔

بریلوی مولوی مولانا فاروق قادری رضوی لکھتے ہیں

"یقین نہ آئے تو مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ سے چھپنے والی تحذیر الناس طبع دوم کا مقدمہ پڑھیئے جس میں ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کو لاجواب کر کے رکھ دیا ہے" (جسٹس کرم شاہ الازہری کا اہلسنت وجماعت سے اعتدالی نظریات کا تحقیقی وعلمی محاسبہ ص ۱۱۲)

یہاں پیر صاحب سے مراد بریلوی عالم کرم شاہ ازہری ہے۔

صفحہ نمبر ۱۴ میں رضوی صاحب لکھتے ہیں

"توہین آمیز کتابوں کی عبارتیں بدل دیں"۔

یہ مقالہ کوئی مستقل کتاب نہیں اس لئے اختصار سے کام لینا پڑ رہا ہے ایک رسالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

قارئین کرام! اب ایک نظارہ عبارتیں بدلنے کا بھی دیکھ لیں، تقویۃ الایمان کے بیسوں ایڈیشنوں میں لکھا ہے "ف یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" (میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۷)

لیکن اب جدہ اور دیگر مقامات سے چھپنے والے جدید ایڈیشنوں میں لکھا ہے "یعنی ایک نہ ایک دن میں بھی فوت ہو کر آغوش لحد میں جا سوؤں گا" (مطبوعہ جدہ ص ۱۶۴)

جواب:

قارئین کرام یہاں خود رضوی نے اقرار کیا ہے کہ بیسیوں ایڈیشنوں میں عبارات تبدیل نہیں

ہوئی صرف ایک ایڈیشن میں عبارت تبدیل ہوئی ہے

اب رضوی صاحب یہ بھی بتائیں کہ اس میں علماء دیوبند کا کیا قصور ہے یہ فقط اس پبلشر یا کاتب کا تو قصور ہوسکتا ہے لیکن صاحب کتاب یا موئدین کا نہیں۔ اور غالب گمان یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین کی کارستانی ہے انکی کتب ادھر سے شائع بھی ہوتی رہتی ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۴ اور ۱۵ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

تحذیر الناس میں اجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اجماع امت کیخلاف جو جدید معنی ومفہوم خاتم النبیین کے بیان کئے گئے فتاویٰ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد تحذیر الناس کی عبارات میں بھی توبہ کرنیکی بجائے کم وبیش ترمیم وتحریف کی گئی مثلاً المہند صفحہ 11 پر تحذیر الناس کی عبارات اصل بعینیہ وبلفظہ نقل نہ کی خلاصہ بیان کیا اور حاشا حاشا وکلا کہہ کہ جھوٹ بولا گیا۔ اسی طرح شہاب ثاقب میں مولوی حسین احمد کانگریسی نے صفحہ ۷۲ سے ۷۹ تک تحذیر الناس کی عبارات کی من گھڑت و پرفریب تاویلات کی ہیں، پیوندکاری کا یہ مطلب ہے وہ مطلب ہے یہ معنی ہے وہ معنی ہے مگر اصل عبارت بلفظہ نقل نہ کیں بھانڈہ پھوٹ جانے پول کھل جانے کا اندیشہ تھا، اور راشد کمپنی دیوبندی والوں نے تو عبارت میں من مانے الفاظ داخل کردیئے جگہ جگہ نانوتوی صاحب کے صلعم کے برعکس لکھا اور ''بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو'' کے بجائے ''فرض کیا جائے'' لکھ دیا (ص ۲۲)

جواب۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کے کتنے بڑے دجال ہیں رضوی صاحب کہ حسام الحرمین کے بعد تحذیر الناس میں تحریف کا دھوکا دیتے ہیں اور اس پر دلیل دیتے ہیں کہ المہند میں تحذیر الناس کی عبارت بعینہ نقل نہیں کی گئی اور خلاصہ بیان کیا گیا ہے کوئی جا کر رضوی صاحب سے پوچھے کہ المہند میں تحذیر الناس کا خلاصہ بیان کرنا تحذیر الناس میں تحریف کس طرح ثابت کرتا ہے۔ ہم بتاتے ہیں کہ حسام الحرمین میں خود احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی عبارات بعینہ نقل نہیں کی گی اور بریلوی علماء کے نزدیک ان کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

خود حسن علی رضوی صاحب نے ہی اپنی دوسری کتاب میں اقرار کیا ہے کہ حسام الحرمین میں بعینہ عبارات نقل نہیں کی" اعلی حضرت رحمت اللہ علیہ نے ان کی اردو عبارت کا جو مطلب عربی میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ انہوں نے تحذیر الناس کی ہر سہ عبارات کے مطالب ومعانی کو نقل کیا ہے۔ الفاظ و

کلمات نقل کا حسام الحرمین میں کسی جگہ دعوی نہیں فرمایا" (محاسبہ دیوبندیت ج دوم ص ۴۶۷)

بریلوی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں

"حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی طویل عبارت کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے لفظی ترجمہ نہیں ہے" (دیوبندی بریلوی اختلاف کا منصفانہ جائزہ ص ۱۷)

ابوکلیم فانی لکھتا ہے

"حقیقت یہ ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی تین مستقل عبارات کا خلاصہ مسلسل کلام بیان کر دیا گیا ہے." (افتخار اہلسنت بجواب انوار اہلسنت ص ۱۰)

کیوں رضوی صاحب اس عمر میں جھوٹا اعتراض کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

المہند میں تحذیر الناس کی بعینہ عبارات پر اعتراض کرنے سے پہلے حسام الحرمین پر اعتراض کرنا چاہیے۔ لیکن یہ کام انصاف پسند کر سکتا ہے آپ جیسا لاابالی نہیں۔

المہند میں بعینہ عبارات کا کہیں دعوی ہی نہیں تو بعینہ عبارات نہ ہونے پر اعتراض فضول ہے۔

علماء حرمین نے جیسا سوال کیا ویسا ہی جواب لکھ دیا گیا۔

خود حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں

اگر کوئی شخص حسام الحرمین میں نقل الفاظ کے دعوی کا مدعی ہے تو وہ اس پر دلیل لائے ہم پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ نقل الفاظ وکلمات کا دعوی ثابت نہ کر سکے گا۔ اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ نقل بالمعنی کے لئے الفاظ وکلمات کو بعینہا نقل کرنا قطعا ضروری نہیں" (محاسبہ دیوبندیت ج دوم ص ۴۶۸)

لیجئے رضوی صاحب نے خود ہی گواہی دے دی کہ بعینہ عبارات ضروری نہیں۔ رضوی صاحب کا دوغلہ معیار ہے کہ جب حسام الحرمین کی باری آئی تو جھٹ سے کہہ دیا کہ بعینہ الفاظ ضروری نہیں اور جب المہند علی المفند کی باری میں تو اپنا اصول گھڑ لیا کہ بعینہ عبارات دکھاؤ۔

رضوی صاحب الشہاب الثاقب پر اعتراض کرتے ہیں کہ پر فریب تاویل کی ہیں لیکن ثبوت نہیں دیا لہذا اعتراض مردود ہے۔ قارئین خود غور کر چکے ہیں کہ رضوی کس طرح دجل سے کام لیتے ہیں۔ لہذا بخوبی سمجھ گئے ہوں گے الشہاب الثاقب پر کس طرح اعتراض کیا ہوگا

رہی بات راشد کمپنی کے تحذیر الناس کے نسخے میں معمولی تبدیلی کی تو اس پر بتایا جائے کہ اس

تبدیلی سے متن میں کیا فرق پڑا اور صاحب کتاب پر کوئی اعتراض بنتا ہے یا نہیں؟

مفتی اختر رضا خان مصباحی لکھتا ہے کہ

"ہر شخص جانتا ہے کہ جدید نسخوں میں اگر کمپوزنگ کی غلطی ہو جائے تو جانچ پڑتال ہمیشہ قدیم نسخوں سے کی جاتی ہے۔" (عالمی میڈیا انٹرنیٹ کے ذریعے ایک دلچسپ مناظرہ ص ۹۴)

اب ہم حسام الحرمین میں درج تحذیر الناس کی عبارات کو پیش کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ حسام الحرمین میں کس طرح قطع و برید کر کے کفری معنی پیدا کیے گئے ہیں

"اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اپنے اس رسالے میں لکھا ہیے بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" (تمہید ایمان مع حسام الحرمین ص ۷۰)

قارئین ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح تحذیر الناس کی تین صفحات (صفحہ ۱۴ پھر صفحہ ۲۵ اور اخر میں صفحہ ۳) کی عبارات کو ایک ساتھ جوڑ کر کس طرح کفریہ مضمون بنا لیا ہے۔

احمد رضا نے پہلی عبارت صفحہ ۱۴ کی یوں لکھی۔

" بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

احمد رضا خان صاحب نے دوسری عبارت صفحہ ۲۵ کی عبارت یوں لکھی

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی پیدا ہو ہوتو پھر بھی آپ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

احمد رضا خان صاحب نے تیسری عبارت یوں لکھی۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ اپ سب کے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

اول معنی خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ تحذیر الناس کی صفحہ ۱۴ کی عبارت کے تین جز ہیں

(۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

(۲) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ کی نسبت خاص نہ ہوگا

(۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا اور تیسرا جزا پر معطوف ہے مولوی احمد رضا صاحب شرط جزا کو ہضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا

صفحہ ۲۵ کی عبارت کے چار جز ہیں

(۱) ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا ہیچمدان نے عرض کیا

(۲) تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے

(۳) بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی

(۴) بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا الخ۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا تیسرا اور چوتھا حصہ جزا پر معطوف ہے مولوی احمد رضا نے شرط کو بھی غائب کر دیا جزا کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی ہضم کرلیا

اہل علم حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہوں گے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط اور جزا کو حذف کر دیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے۔

مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے صفحہ ۳ کی عبارت کے ترجمہ میں بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت" مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" اس عبارت میں بس فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی نفی کی گئی مگر خان صاحب نے اسکا عربی ترجمہ اس طرح کیا

مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اہل الفہم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل بھی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے کسی انسان پر مخفی نہیں اور پھر تحذیر الناس کی عبارت میں مگر کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ مع کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائیں کہ مگر کا ترجمہ مع کس عربی لغت میں ہے۔

آگے صفحہ نمبر ۱۵ پر رضوی صاحب مزید لکھتے ہی

" پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے مولوی قاسم نانوتوی کے سوانح نگار مولوی مناظر احسن گیلانی نے خود تسلیم کرتے ہیں "اسی زمانہ میں تحذیر الناس نامی رسالہ کے بعض دعاوی پر بعض مولویوں کی طرف سے

خود سیدنا امام الکبیر (نانوتوی) پر طعن و تشنیع کا سلسلہ جاری تھا'' (سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۳۷۰) مولوی اشرف تھانوی نیلکھا ہے''جس وقت سی مولانا (قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا (نانوتوی) کیساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے'' (الاضافات یومیہ ج ۴ ص ۵۸۰)

جب مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے کتاب تحذیر الناس لکھی تو سب نے مخالفت کی (قصص الاکابر ۱۵۹)

خود محدث دیوبند مولوی انور کاشمیری نے فیض الباری جلد ۳ صفحہ ۳۳۳،۳۳۴ میں تحذیر الناس پر سخت جرح کی ہے."

جواب:

قارئین کرام علماء کی آراء کا مختلف ہوجانا، یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ یہ بات تقریبا ہر دور میں رہی ہے کہ اہل علم میں آراء کا اختلاف چلتا رہتا ہے۔۔اور ادھر دیکھئے اس اثر بن عباس رضی اللہ عنہما کی تصیح اوراس کا مضمون درست ہونے کے دونوں حضرات قائل ہیں چاہے قاسم العلوم رحمہ اللہ علیہ ہوں چاہے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمت اللہ علیہ ہوں۔اس کی تشریح میں اختلاف ہے تو مولانا عبدالحئ رحمتہ اللہ علیہ نے تشریح اپنے علم وذوق کے مطابق کی۔ باقی وہ تادم زیست قاسم العلوم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ محبت پیار سے پیش آتے رہے۔اس سلسلہ میں دوواقعات عرض خدمت ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب رحم اللہ جب بیمار ہوئے تو مولانا کی طبیعت ککڑی کھانے کو چاہی تو اس کی خبر کسی طرح مولانا عبدالحئ لکھنوی صاحب کو ہوئی تو مولانا لکھنوی نے بڑے اہتمامِ سے لکھنو سے مولانا قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لیے ککڑی بھیجیں. (قصص الاکابر)

مولانا عبدالحئ رحمتہ اللہ علیہ نے قاسم العلوم رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی لکھے پھر آخر میں لکھتے ہیں فرحمہ اللہ۔ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۹) تو معلوم ہوجاتا ہے وہ قاسم العلوم رحمت اللہ علیہ کے دل سے محب تھے۔ باقی اہل علم دلائل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے رہتے ہیں۔مولوی عطا محمد بندیالوی استاذ البریلویہ لکھتے ہیں۔

"بزرگ ہستی سے اختلاف شرعی دلیل کی بنا پر ہو تو نہ تو مذموم ہے اور نہ ہی اس میں بزرگ ہستی کا

سوء ادب ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ تمام اہل سنت حضرت غوث اعظم جیلانی اور خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کے غلام اور معتقد ہیں اس کے باوجود ہم اہل سنت ہر روز حضرت غوث اعظم اور خواجہ غریب نواز کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ہم اہل سنت حنفی المذاہب ہیں اور غوث اعظم حنبلی المذہب اور خواجہ غریب نواز شافعی المذہب ہیں اور علم حدیث اور فقہ کے جاننے والے پر واضح ہے کہ ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد حنبل کے درمیان بے شمار فقہی مسائل میں اختلافات ہیں۔ہم اہل سنت امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کرتے ہیں اور حضرت غوث اعظم اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہم اپنے اپنے امام کے مطابق عمل کرتے ہیں اب ہمارا اختلاف چونکہ دلیل پر مبنی ہے اس لئے نہ یہ اختلاف مذموم ہے اور نہ سوء ادبی۔ (مقالات بندیالوی ۱۸۱ حصہ اول)

باقی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا مطلب ہے کہ اہل علم حضرات جو ہندوستان میں تھے انہوں نے حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نکتہ سے اختلاف کیا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر انہوں نے ہمارے قاسم العلوم رحمت اللہ علیہ سے اختلاف کیا تھا تو وہ بریلوی حضرات کے ساتھ بھی متفق نہ تھے کیونکہ یہ اہل بدعت کا ٹولہ تو تکفیر پر مصر تھا اور ہندوستان کے ارباب علم نے تکفیر نہیں کی۔

بریلوی علماء کا فیصلہ ہے کہ جو اس اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصحیح کرے یا اس کے مضمون کو درست مانے کہ کسی زمین میں انبیاء ہوئے ہیں اس زمین کے انبیاء کرام کی طرح تو وہ ختم نبوت کا منکر ہے تفصیل کے لئے دیکھئے۔(رسائل فضل رسول بدایونی ص ۶۰ عبارت اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ج 1 ص ۱۹۲، محاسبہ دیوبندیت ج ۲ ص ۴۱۵، ختم نبوت اور تحذیر الناس میں ۴۱)

آپ مولانا عبدالحئی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے تو انہوں نے اس اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند کو صحیح ثابت کیا ہے اور پورا رسالہ زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس پر لکھا ہے۔اور جہاں تک مضمون جملہ کی بات ہے کہ اس روایت کے مضمون کو درست سمجھا ہے وہ اس طرح کے مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جس طرح ایک خاتم الرسل اس طبقہ میں ہے اسی طرح ایک ایک خاتم ہر ہر طبقہ میں ہے۔(مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۰)

مولانا لکھنوی کا نظریہ یہ تھا اور قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی کا نظریہ یوں تھا نہیں یہی

ہماری زمین والے حضرت محمد عربی ﷺ تمام طبقات ارض کے لئے خاتم ہیں۔ باقی ان دونوں بزرگوں کا اس اثر کے حوالے سے تقریبا اتفاق ہے۔ مولانا نے اس پر دلائل دیئے اور جہاں تک یہ بات رضوی صاحب کی کہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے تحذیر الناس کا رد کیا ہے سفید جھوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو رضوی صاحب حضرت کی عبارت ضرور نقل کرتے۔ فیض الباری درحقیقت حضرت کشمیری رحمہ اللہ کہ تصنیف نہیں ہے حضرت کے بیٹے مولانا انظر شاہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے بعض تلامذہ کا اصرار ہے کہ ان کی املائی تقریروں میں کچھ ایسی باتیں بھی آ گئیں جو ان کے قدیم تلامذہ نے درس میں نہیں سنا۔۔(نیز کہتے ہیں) مؤلف (یعنی مولانا بدر عالم میرٹھیؒ۔ از راقم) نے بکمال دیانت بار بار حواشی میں بے تکلف اس کا اعتراف کیا ہے کہ میں حضرت شاہ صاحب کے کلام کو سمجھ نہیں سکا۔ (نقش دوام ص ۳۱۴)

اسکی مزید تفصیل اگلے صفحات میں ہم ذکر کریں گے۔

رہی بات حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی تو حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے خود تحذیر الناس کا دفاع کیا ہے۔ ہم حضرت کے ملفوظات سے حضرت کا موقف بیان کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحم اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضمون میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے پر بہت قوی دلائل و براہین قائم کیے ہیں، اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر ماثور کی گراں قدر علمی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ اس رسالے میں حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ نے جابجا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور مضمون ختم نبوت کا بہ درجہ تواتر منقول ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا بھی ثابت فرمایا ہے۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے جج صاحب کو "تحذیر الناس" کے صفحہ ۱۰ کی عبارت پڑھ کر سنائی۔ اور فرمایا کہ : حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مناظرہ عجیبہ جو اسی موضوع پر ہے، نیز آب حیات، قاسم العلوم وغیرہ دیکھی جائیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک دو نہیں؛ بلکہ تین قسم کی خاتمیت ثابت فرمائی ہے :

(۱) بالذات : یعنی مرتبہ حضور کا خاتمیت ذاتی کا ہے؛ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں، اور دوسرے سب انبیا کرام علیہم السلام موصوف بالعرض، اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف بالنور بالذات آفتاب ہے، اور اس کے ذریعے سے تمام

کواکب، قمر وغیرہ اور دیگر اشیا ارضیہ متصف بالنور ہوتی ہیں۔ یہی حال وصف نبوت کا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے سب سے پہلے نبوت ملی ہے، اور آیت میثاق:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ (سورہ آل عمران ۸۱)

سے واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اس کے رسول ہیں، نبی الانبیاء بھی ہیں۔ تمام انبیا کی جماعت کو ایک طرف رکھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف، اور سب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہدو پیمان لیا گیا، اور آیت میں "ثُمَّ جَآءَ کُم" فرما کر بھی تصریح کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور سب سے آخر میں ہوگا۔ لیلۃ المعراج میں انبیا علیہم السلام کا صف بندی کر کے امام کا منتظر رہنا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امامت کرنا بھی اس امر کی صراحت کرتا ہے، نیز:

"واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا (الآیہ) میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔

الاتقان میں ہے : ابن حبیب، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت لیلۃ المعراج میں نازل ہوئی، پھر انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی اولوالعزم کا خاتم النبیین علی الاطلاق کے دین کی نصرت کے لیے تشریف لانا اور شریعت محمدیہ پر عمل فرمانا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا عملی مظاہرہ ہے، اور اس سے فضیلت محمدی کو واشگاف کر دینا مقصود ہے۔ واضح ہو کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام اسلام کا عقیدہ اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔

(۲) خاتمیت زمانی : یعنی آپ کا زمانہ نبوت اس عالم مشاہدے میں انبیا علیہم السلام کے آخر میں ہے، آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ ہوگی۔ ساتویں جلد روح المعانی میں حضرت ابی ابن کعب سے مرفوعاً مروی ہے":

بدی بی الخلق و کنت آخرھم فی البعث"

مجھ سے پیدائش مخلوق کی ابتدا کی گئی، لیکن میری بعثت سب سے آخر میں ہوگی''۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے" کنت اول النبین فی الخلق و آخرھم فی البعث. ''میری

پیدائش تمام انبیا سے پہلے ہوئی، اور بعثت سب کے بعد ہوگی''۔ حضرت نانوتوئی نے تیسری خاتمیت مکانی ثابت فرمائی ہے: یعنی وہ زمین جس میں نبی کریم جلوہ افروز ہوئے، وہ تمام زمینوں میں بالاتر اور آخری ہے، اور اس کے اوپر کوئی زمین نہیں''۔ اس کو بہ دلائل ثابت فرمایا ہے۔"(ملفوظات محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۹ تا ۶۱ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

صفحہ نمبر ۱۶ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

"مولوی احمد کانگریسی شہاب ثاقب میں اور مولوی خلیل انبیٹھوی المہند میں کفریہ عبارات اسلامی ثابت کرنے اٹھے تھے مگر انہوں نے بھی براہین قاطعہ کی گستاخانہ عبارات کی نہ تو معقول تاویل کی نہ براہین قاطعہ کی اصل عبارت بعینہ وبلفظہ نقل کی شہاب ثاقب میں صفحہ ۸۹ تا ۹۲ اور المہند میں صفحہ ۱۳ تا ۱۴ براہین قاطعہ کی گستاخانہ عبارت کی صفائی پیش کی گئی مگر اصل زیر بحث پوری عبارت نقل نہیں کی"

جواب:

قارئین کرام رضوی جی نے یہاں پھر وہ ہی بعینہ عبارت اور نا معقول تاویل کا رونا رویا ہے لیکن یہاں بھی کوئی ایک عبارت پیش نہیں کی۔

بعینہ عبارت نقل کرنے کا جواب تو ہم پچھلے صفحات میں نقل کر آئیے ہیں۔

قارئین کرام براہین قاطعہ کی بعینہ عبارت تو احمد رضا خان صاحب نے بھی پیش نہیں کی تھی۔ حالانکہ کسی کو کافر کہنے میں تو سیاق وسباق قرائن وغیرہ کا خیال رکھنا پڑتا ہے مگر فاضل بریلوی پر تکفیر مسلم کا شوق اور جوش چڑھا ہوا تھا تو "**حبک الشئی یعمی ویصم**" کا مصداق بن گئے۔

احمد رضا خان لکھتا ہے

"چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے، اور وہ رافضیوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں، وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے، اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں، اور یہ بھی اس تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دم چھلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی، اور خدا کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کو جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے، ان کے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ نمبر ۴۷ پر ہے۔

''شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی

ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔'' اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ (ماخوذ : حسام الحرمین ص ۱۳، ۱۴، ۱۵ مطبع اہلسنت والجماعت جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ باراول)

قارئین یہاں اب دیکھ لیجیے کہ کس طرح احمد رضا خان صاحب نے عبارات کو توڑ مروڑ کر قطع برید کر کے آگے پیچھے کر کے کفریہ مضمون تیار کرلیا۔

جب کہ براہین قاطعہ کی عبارت اس طرح ہے"

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۱۲۲ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

خیال رہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے عبارت مذکورہ بالا کی آخری چار سطروں میں سے نیچے والی دو یا تین سطریں نکال کر اس کے شروع میں کچھ اپنی عبارت ملا کر عبارت یوں بنائی یعنی "ان کے پیر ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور اسکا براقول خود اس کے بدالفاظ میں یوں ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

بات تو صرف شیطانی کاموں اور اس کے دائرہ کار کی تھی اس سے مطلقا شیطان کے علم کو زیادہ بنا دیا گیا العیاذ باللہ۔ اس کو کہتے ہاتھ کی صفائی۔ حضرت ابن شیر خدا مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی آدمی نے کہ عین باز بر غین باز بر عف میرا نام محمد یوسف۔ اسی طرح فاضل بریلوی نے کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑا جوڑ کر اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی۔

قارئین کرام ایک دلچسپ بات ہم اپ کو بتاتے ہیں کہ براہین قاطعہ جو عبارت خان صاحب نے حسام الحرمین میں پیش کی ہے وہ عبارت تو خود بریلوی علماء بھی اپنی کتب میں اس طرح نہیں لکھتے۔

صفحہ نمبر ۱۶ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

رہا وقوع کذب کا گنگوہی کا فتویٰ تو اصل فتویٰ وقوع کذب باری تعالی کی فوٹو کاپیاں عام ہیں اور

متعدد کتابوں میں چھپ چکی ہیں یاد رہے کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ خود ان کی زندگی میں ۱۳۰۸ھ سے لے کر ان کے مرنے تک یعنی ۱۳۲۳ھ تک بار بار مختلف مقامات سے چھپ کر شائع ہوتا رہا مگر گنگوہی صاحب گم سم رہے ساکت و جامد ہو گئے نہ فتویٰ سے انکار کر سکے نہ تاویل و تردید کر سکے آج ان کے کم سن وکیل شیر خوار مناظرین و مصنفین ناحق جھک مار رہے ہیں"

جواب:

مولوی احمد رضا خان اپنی تکفیری دستاویز "حسام الحرمین" پر مولانا گنگوہی رحمت اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کر دے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں جیسا اس نے کہا بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔۔۔یہی وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور اس کی آنکھیں آندھی کر دیں (حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۷۱ مکتب المدینہ)

قارئین کرام حضرت گنگوہی کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے حسام الحرمین کی اس سے پہلی والی بحث یعنی تحذیر الناس میں تو مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر کفر کی مسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ مرقوم نہیں ہیں نہ ہی کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افترآ اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر اس شخص کو کافر، مرتد، ملعون سمجھتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے اور اس سے بالفعل صدور کذب کا قائل ہو بلکہ جو بدنصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب جن پر خان صاحب نے یہ ناپاک اور شیطانی بہتان لگایا خود انہی کے مطبوعہ فتاوی میں یہ فتوی موجود ہے: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں قال

اللہ تعالی :ومن اصدق من اللہ قیلا۔

جو شخص اللہ تعالی کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعا کافر وملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں ۔(فتاوی رشیدیہ ج اول ص ۱۱۸ وتالیفات رشیدیہ ص ۹۸)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں یا ایسا بکنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کاروائی ہے؟

حضرات علمائے کرام ومشائخ کرام رحمھم اللہ کی عزت وعظمت کو مٹانے کیلئے حاسدوں نے اس سے پہلے بھی اس قسم کی کاروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلے کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں عرض کردیتے ہیں:

☆ امت کے جلیل القدر فقیہ اور محدث اعظم امام احمد حنبل اس دنیا سے کوچ فرمارہے ہیں کہ اور کوئی بدنصیب حاسد عین اسی وقت تکیہ کے نیچے لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبل ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین تعلیمات اسلامی کے خلاف پائیں گے تو ان سے بد ظن ہوجائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیض عام سے پھیکی پڑ چکی تھی چمک اٹھے گی۔

☆ امام لغت علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس زندہ تھے مشہور امام ومرجع خواص وعام تھے حافظ حجر عسقلانی نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین نے ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو دیکھ کر ان کی اس عظمت کو بٹہ لگانے کیلئے ایک پوری کتاب حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مطاعن میں تصنیف کرڈالی جس میں خوب زور وشور سے امام اعظم کی تکفیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب ان کی طرف منسوب کرکے دور دراز تک شائع کروادی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادی کے خلاف نہایت زبردست ہیجان پیدا ہوگیا لیکن بیچارے علامہ کو اس کی خبر بھی نہ تھی یہاں تک جب وہ کتاب ابو بکر الخیاط البغوی الیمانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر وہ کتاب جو افتراء میں میری طرف منسوب کردی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کردیں خدا کی پناہ ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہ کی تکفیر و انا اعظم المعتقدین فی امام ابی حنیفہ۔ اس کے بعد ایک ضخیم کتاب امام ابو حنیفہ کے مناقب میں لکھی۔

☆ امام مصطفی کرمانی حنفی نے نہایت جانکاہی سے ''مقدمہ ابو اللیث سمرقندی'' کی مبسوط شرح لکھی جب ختم کر چکے تو مصر کے علماء کو دکھلانے کے بعد اس کی اشاعت کا ارداہ کیا۔ تصنیف الحمد اللہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دکانیں پھیکی پڑ جائیں گی اور تو کچھ نہ کر سکے البتہ یہ خباثت کی کہ اس کے ''باب آداب الخلاء'' کے اس مسئلہ کے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہ کرے۔ اپنی دسیسہ کاری سے اتنا اضافہ کردیا کہ ''چونکہ ابراہیم ان دونوں کی عبادت کرتے تھے'' معاذ اللہ۔ علامہ کرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر تھی انھوں نے لاعلمی میں وہ کتاب مصر کے علماء کے سامنے پیش کردی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی تو سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا قاضی مصر نے واجب القتل قرار دے دیا۔ بیچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگ گئے ورنہ سر دئے بغیر چھوٹنا مشکل تھا۔

یہ گنتی کے چند واقعات تھے ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حاسدوں کی ان شرارتوں سے تاریخ کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے انکشاف حق، الیواقیت الجواھر اور سیرت مجدد الف ثانی از پروفیسر مسعود ملاحظہ فرمائیں۔

پس اگر بالفرض فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کا کوئی فتوی دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن پھر بھی فاضل بریلوی کو اس بنا پر کفر کا فتوی دینا ہرگز جائز نہ تھا جب تک کہ وہ خود خوب تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتوی حضرت مولانا کا ہی ہے یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ''**الخط یشبه الخط**'' یعنی ایک انسان کا خط دوسرے انسان سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ **الخط یشبه الخط ، الخط لا یعمل به** (ملفوظات حصہ دوم ص ۷۰ افرید بک اسٹال لاہور)

یہ بھی رضوی صاحب کا صاف جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس سے انکار نہیں کیا۔

رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری لکھتے ہیں : بندہ کو ۱۳۲۱ھ میں عبد الرحمن پوکھیروی کے ایک رسالہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ افترا اور بہتان ہوا ہے اسی وقت گنگوہ عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب یہی آیا کہ اس واقعہ کی مجھ کو خبر نہیں یہ انتساب میری طرف کہ میں نے ایسا فتوی دیا ہے کہ معاذ اللہ خدا جھوٹا ہے۔ (رسائل چاندپوری ج اول ص ۱۰۶)

ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے، مولانا چاند پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وصال سے چند روز قبل جب بندہ کو دربھنگہ میں یہ افترا معلوم ہوا تو عریضہ لکھ کر دریافت کیا تو حضرت ممدوح نے صاف تحریر فرمادیا کہ یہ نسبت میری طرف غلط ہے۔ (رسائل چاندپوری ج ۲ ص ۲۵۳)

بریلوی حضرات کا جھوٹ کے ساتھ بہت گہرا رشتہ ہے بریلوی جھوٹ لکھنا بھی جانتے ہیں بولنا بھی جانتے ہیں اور چھاپنا بھی جانتے ہیں بنا تحقیق کے الزام پر الزام چھاپتے رہے۔ مولانا گنگوہی کو اس خط کا کوئی علم بھی نہیں تھا جب علم ہوا تو صاف طور پر برائت ظاہر کردی پھر بریلویوں کا یہ کہنا کے مولانا گنگوہی خاموش رہے سراسر جھوٹ ہے، اور اب ہم کہتے ہیں کہ احمد رضا صاحب اپنی طرف سے فتوی دیتے رہے علماء کرام ان کا رد کرتے رہے شائع کرنے والے اس رد کو شائع کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء کرام اس خط کو جعلی کہتے رہے دنیا بھر میں ان کے جھوٹے ہونے کا شور مچارہا لیکن احمد رضا صاحب بھی اس جعلی خط کو پیش نہ کرسکے ثابت نہ کرسکے کے علماء کرام نے ایک جعلی خط کا جو مجھ پر الزام دیا ہے وہ غلط ہے، اگر کہیں احمد رضا صاحب نے کسی کتاب میں اس فتوی کو مکمل نقل کیا ہو تو بتا دیں۔

قارئین کرام بریلوی علماء نے علماء اہلسنت دیوبند سے اختلاف کی بنیاد حسام الحرمین میں درج علماء اہلسنت دیوبند کی طرف منسوب عبارات کو قرار دیا ہے

لیکن اب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی فتوے سے وہ جان چھڑانے لگے ہیں۔

بریلویوں کے علامہ ارشد القادری صاحب نے علماء دیو بند کے ساتھ اختلاف کی تین مضبوط بنیادیں لکھی اور پہلی بنیاد میں علمائے دیوبند کی تین عبارتیں لکھیں :

(۱) حفظ الایمان

(۲) براہین قاطعہ

(۳) تحذیر الناس کا

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی خط کا ذکر ہی نہیں۔ محمد منشا تابش قصوری صاحب بھی کچھ ایسی ہی لب کشائی کرتے نظر آئے مولانا محمد قاسم نانوتوی پر اعتراض کیا تحذیر الناس پر اور مولانا گنگوہی پر الزام لگایا براہین قاطعہ کا شیطان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے تعلق سے اور مولانا تھانوی رحمہ اللہ پر الزام لگایا حفظ الایمان پر. (دعوت وفکر ص ۲۲)

صاف ظاہر ہے کہ خط کا الزام یہ بھی جھوٹا مانتے ہیں اور اسی لئے تو صرف تین ہی الزام رہنے دیئے۔ ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ ۳۶ بریلوی علماء کی مصدقہ کتاب معرفت کا مصنف لکھتا ہے:

''بریلوی دیوبندی (اہل سنت وجماعت) کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں''۔ (معرفت ص ۸)

اہل سنت وجماعت (بریلوی ودیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد واتفاق) کے درمیان حائل ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۸) اور آگے بھی اپنے امام کو جھوٹا ثابت کرتے ہو لکھتے ہیں: اور فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۱۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتوی ہے. (معرفت ص ۱۰۳)

رضوی صفحہ ۱۶ اور ۱۷ پر لکھتے ہیں

"باقی رہی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت تو جناب دیوبندی مصنفین ومناظرین نے نوع بنوع اور مختلف النوع تاویلیں کر کے خود تھانوی صاحب کو کفر کی دلدل میں دھکیل دیا

دیکھئے ابتداء حفظ الایمان ۹، ۱۰ صفحہ کا مختصر سا پمفلٹ تھا جس میں ان کی وہ گستاخانہ عبارت تھی جس پر حسام الحرمین میں تکفیر کا حکم شرعی بیان ہوا، چونکہ دیوبندی وہابی اکابرین احساس کمتری میں مبتلا تے رنگ برنگی عقل شکن تاویلیں کرنے لگے تھے تھانوی صاحب میں مناظرہ کا دم خم نہ تھا۔ مولوی مرتضی حسن دربھنگی چاندپوری، مولوی منظور حسن سنبھلی، مولوی عبدالشکور کاکوروی، مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری نے مناظر بن کر بحث ومباحثہ کا پیشہ اور ذریعہ معاش اختیار کر کہ اپنی دوکانداری چمکائی، مولوی منظور سنبھلی نے مناظرہ

بریلی، مولوی مرتضی حسن دربھنگی نے توضیح البیان، خلیل انبیٹھوی نے المہند، مولوی عبدالشکور کاکوروی نے اپنی کتابوں میں جو مختلف النوع متضاد تاویلات کی ہیں ایک کی تاویل سے دوسرے پر اور دوسرے کی تاویل سے تیسرے پر چوتھے پر اور چوتھے کی تاویل سے سب پر تکفیر کا حکم شرعی لگتا ہے اور ان سب کی تاویلات سے جناب تھانوی صاحب پر تکفیر کی شرعی ڈگری ہوجاتی ہے۔ اور حسام الحرمین کا پھریرہ آب وتاب وجاہ وجلال سے لہراتا ہوا نظر آتا ہے بالآخر کفریہ گستاخانہ عبارتوں کے وکیلوں نے میدان مناظرہ میں شکستیں کھا کھا کر جناب تھانوی صاحب کو ترمیم وتحریف کی راہ پر ڈال دیا اور ترمیموں وضمیموں والی حفظ الایمان چھپنے لگی۔ صفحات ۹، ۱۰ کی حفظ الایمان جواب انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے شائع کی ہے اس کے صفحات اب ۱۱۹ ہیں۔"

جواب:

قارئین کرام یہاں رضوی صاحب پھر تحریف وترمیم کا رونا روتے نظر آئے ہیں لیکن حسب سابق کوئی عبارت ایسی پیش نہ کرسکے جس سے تحریف کا پتہ چلتا۔ انجمن ارشاد المسلمین کی جس کتاب کا رضوی صاحب نے ذکر کیا ہے وہ صرف حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ نہیں بلکہ اس میں حضرت کے مزید دو رسالے "بسط البنان" اور "تغیر العنوان" بھی شامل ہے اس کے ساتھ ساتھ فخر اہلسنت قاری عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کا تعارفی مقدمہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح بھی شامل ہے اور آخر میں ایک بریلوی کتاب کا جواب بھی شامل ہے۔ جس کی وجہ سے ضخامت زیادہ ہے۔

رضوی جی نے حفظ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کے مختلف جوابات کو متضاد بتایا ہے لیکن ثبوت پھر بھی نہیں دیا کہ کون سا جواب کیسے متضاد ہے۔ رضوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض اعتراضات کے جوابات مختلف ہوسکتے ہیں اور وہ سب درست بھی ہوسکتے ہیں۔ البتہ رضوی صاحب کی عقل جتنی محدود ہے وہ ہم ثبوت کے ساتھ بتا چکے ہیں لہذا ان کی سمجھ میں جوابات نہ آئے تو ہمارا کیا قصور۔

قارئین کرام حفظ الایمان کی عبارت پر علماء دیوبند کے جوابات پر سب سے یہ پہلے یہ اعتراض سردار احمد گورداسپوری کے رسالے "موت کا پیغام دیوبندیوں کے نام" میں کیا تھا اسکا جواب اسی وقت مولانا ابوالرضا عطاء اللہ صاحب قاسمی نے اپنے رسالے ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان میں تفصیلی طور پر دے دیا تھا۔ آپ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

ہم یہاں مختصر جواب عرض کرتے ہیں۔

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے جو یہ کہا کہ ’’ایسا‘‘ کو تشبیہ کے لیے ماننا کفر ہے تو اول تو ان کے مناظرہ کے حاشیہ میں یہ بات ہے جو انکی اپنی نہیں ہے دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مقدار کو تشبیہ دینا جو آپ علیہ السلام کے علم کی مقدار ہے۔

اور حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ نے لفظ ’’ایسا‘‘ کو جو اتنے اور اس قدر کے معنی میں لینا قابل اعتراض بتایا ہے تو ان کی مراد بھی یہی ہے کہ جو یہ کہے کہ جتنا علم سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اتنا اور اسی قدر اور اسی مقدار میں چوپاؤں کو بھی حاصل ہے۔تو یہ درست نہیں ہے اب سب حضرات کی باتوں کا نتیجہ ومقصد یہ ہے کہ لفظ ’’ایسا‘‘ کو تشبیہ کے لیے مانو یا "اتنا" اور "اس قدر‘‘ کے معنی میں مانو اگر مقصد یہ ہے کہ جتنی مقدار نبی پاک علیہ السلام کے علم مبارک کی ہے وہی مقدار جانوروں کے علم کی ہے یا جتنی مقدار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کی ہے اتنی مقدار جانوروں وغیرہا کے علم کی ہے تو غلط ہے۔

اب آپ دیکھیے کہ نہ تو فتوی شیخ العرب والعجم حضرت مدنی پر آیا اور نہ حضرت چاندپوری و نعمانی رحمہم اللہ پر لگتا ہے۔کیونکہ ان کے نزدیک ایسا سے مراد مطلق علم ہے نہ کہ آنحضرت ﷺ کے علوم غیبیہ۔ باقی ایک بات یاد رکھیں کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے خود بسط البنان میں تصریح کی ہے کہ ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔

رضوی جی یہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بھی مناظرہ نہ کرنے کا طنز کیا ہے۔رضوی جی کی عادت ہے حقیقت سے نظریں چرانے کی۔ اسی لئے آنکھیں بند کر کے لکھتے ہیں تا کہ انا کو تسکین مل سکے۔۔حضرت تھانوی تو مناظرے کے لئے مستعد تھے لیکن احمد رضا خان صاحب میں دم خم نہ تھا اس لیے میدان مناظرہ میں نہیں آئے۔ہم آپ کے سامنے فخر اہلسنت قاری عبد الرشید صاحب رحمہ اللہ کی تحریر سے کچھ نقل کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کیساتھ مناظرہ سے احمد رضا خان صاحب کا فرار

احمد رضا خان صاحب کے عائد کردہ اس قسم کے سنگین الزامات کے بعد اکابر علماء دیوبند کے خدام نے جوابات دینے شروع کئے اور ان بیہودہ الزاموں اور بہتانوں سے اپنی اور اپنے اکابر کی صفائی اور برات بیان کرنی شروع کی تو احمد رضا خان صاحب نے مناظرہ کا چیلنج دینا شروع کر دیا اور جب علمائے دیوبند نے

مناظرہ کا چیلنج قبول کیا تو احمد رضا خان صاحب نے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارنا شروع کئے اور سوچ بچار کے بعد یہ شرط عائد کردی کہ مجھ سے مناظرہ کے لئے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو لاؤ، ان کے علاوہ کسی اور دیوبندی عالم سے ہم مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائے اسکات المعتدی)

درحقیقت احمد رضا خان صاحب کا مقصد اس شرط کے عائد کرنے سے یہ تھا کہ حضرت تھانوی چونکہ صوفی منش، خلوت پسند، گوشہ نشین اور آج کل کے مناظروں سے متنفر ہیں اس لئے وہ مجھ سے مناظرہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں گے اور اس طرح میری جان مناظرہ سے بچ جائے گی، "نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی"۔اور میرے مکروفریب اور دجل وتلبیس پر بھی پردہ پڑا رہے گا اور ساتھ ہی اس شرط کے ساتھ مشروط مناظرہ کا چیلنج بار بار دے کر متحدہ ہندوستان کی فضا میں ایک ارتعاش بھی پیدا کئے رکھوں گا۔لیکن چودھویں صدی کے اس نام نہاد مجدد کو معلوم نہ تھا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی گوشہ نشینی اور خلوت پسندی صرف اور صرف "حق'' کی خاطر ہے۔اور اگر حق ہی انہیں میدان میں آنے کی دعوت دے تو پھر وہ کیوں کر حق کی خاطر میدان میں آنے سے گریز کریں گے۔۔

احمد رضا خان صاحب کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ حضرت حکیم الامت ایسے حضرات صرف اور صرف حق'' کے متبع اور پیروکار ہوتے ہیں۔اگر حق انہیں خلوت میں لے گیا تو وہ خلوت میں چلے گئے اور اگر حق انہیں میدان میں لے آیا تو وہ فوراً میدان میں آگئے۔ایسے حضرات کی ذاتی رضا ورغبت کچھ نہیں ہوتی وہ "حق '' کے سامنے بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے" مردہ بدست زندہ"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اہالیان بلندشہر نے ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء کے اواخر میں بریلویوں کی روز روز کی بک بک سے تنگ آکر یہ فیصلہ کیا کہ احمد رضا خان صاحب اور علمائے دیوبند کے درمیان ایک مناظرہ کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ایسے جاہلوں کے سامنے ''حق'' واضح ہو جائے۔اسی سلسلہ میں انہوں نے دیوبند خط لکھا۔چنانچہ دیوبند سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی" دستخطی تحریر" بلندشہر پہنچ گئی کہ ہم مناظرہ کے لئے بالکل تیار ہیں آپ حضرات احمد رضا خان صاحب کو تیار کر کے جلد اطلاع دیں۔لیکن احمد رضا خان صاحب نے جس طرح وہاں سے فرار اختیار کیا اس کی روئداد لائق مطالعہ ہے۔بلندشہر کے اس واقعہ کی مکمل اور مفصل روئداد رسالہ " قاصمۃ الظہر فی بلندشہر" میں موجود ہے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔"

(ماخوذ از حفظ الایمان ص ۱۶، ۱۷ انجمن ارشاد المسلمین)

رضوی جی یہ تھا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا دم خم۔

اب ذرا دیگر بریلوی علماء کے مناظرے سے فرار کی داستان بھی ملاحظہ فرمائیں

فخر اہلسنت قاری عبدالرشید صاحب لکھتے ہیں

"شوال ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء میں علمائے دیوبند اور بریلوی علماء کے درمیان لاہور میں ایک فیصلہ کن مناظرہ طے پایا جس کی اہم خصوصیت حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کی زبانی یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمائندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لئے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا اس مناظرہ کو "فیصلہ کن مناظرہ" بنانے کے لئے تین نہایت اہم اور برصغیر کی ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کرلیا تھا۔۔ ایک ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم، دوسرے علامہ اصغر علی صاحب روحی مرحوم پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)، تیسرے شیخ صادق حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا امرتسر۔اور تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بننا منظور بھی فرمالیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ۔ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لئے حکم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہوگیا۔ہم نے اس موقعہ کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کرلیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہئے (فیصہ کن مناظرہ) لیکن چونکہ بریلویوں کو اس کا احساس ہوگیا تھا کہ اس فیصلہ کن مناظرہ کے بعد ہمارا برپا کردہ فتنہ تکفیر وتضلیل مردہ و بے جان ہوکررہ جائے گا۔ نیز علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کی جو ہم نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشارہ ابرو پر سالہا سال سے شروع کررکھی ہے نہ صرف اس پر پانی بھر جائے گا بلکہ الٹا ہماری خیانت بددیانتی، انتشار پسندی اور افتراق بین المسلمین کی ساری کاروائی طشت ازبام ہوجائے گی۔ اس لئے رضاخانیوں نے پوری پوری کوشش کی کہ یہ مناظرہ ہونے ہی نہ پائے اور اس کے لئے ہر قسم کے ناجائز حربے استعمال کئے گئے اس کی کچھ تفصیلات اسی زمانہ میں ماہنامہ »الفرقان بریلی'' میں شائع ہوگئی تھیں۔ بالخصوص جن تین شخصیتوں کو پہلے متفقہ طور پر حکم مان لیا گیا تھا اب بریلوی حضرات نے ان کو حکم ماننے سے انکار کردیا۔ بہرحال مناظرہ سے فرار کے لئے بریلویوں کی یہ مذموم کوششیں بارآور ہوئیں اور وہ راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم نے اپنے اس تفصیلی بیان کو جو وہ اس مناظرہ

میں پڑھنے کے لئے لکھ کر ساتھ لائے تھے بعد میں کتابی صورت میں بنام "فیصلہ کن مناظرہ" شائع کر دیا۔ چونکہ اس مناظرہ میں رضاخانیوں کی طرف سے نمائندگی کرنے والے جناب حامد رضا خان صاحب تھے جو احمد رضا خاں صاحب کے جانشین وخلف اکبر ہونے کے باعث پوری رضا خانی جماعت کے سربراہ تھے اس لئے اس مناظرہ سے موصوف کا فرار وحقیقت پوری دنیائے رضاخانیت کا فرار ہے۔

مرکز رضاخانیت جامعہ رضویہ بریلی میں رضاخانیوں کو شکست فاش کا سامنا

حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور رضاخانی شیخ الحدیث جناب سردار احمد صاحب گورداسپوری ثم لائل پوری (۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) کے مابین عبارت حفظ الایمان کے بارے میں ایک مناظرہ ہونا طے پایا جو مولانا نعمانی مدظلہ العالی نے بریلی'' کے اندر رضاخانیوں کے مرکز جامعہ رضویہ بریلی میں جا کر ان کے شیخ الحدیث جناب سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ کیا۔ دوران مناظرہ ایک بار مولانا نعمانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ

"آج بحمداللہ منظور کے حقانی نعروں سے بریلی کی فضا گونج رہی ہے حامیان باطل کے دل لرز رہے ہیں اور جو کفر وتکفیر کے علمبردار اس دنیا سے گزر گئے اگر دیدہ بصیرت ہو تو دیکھو کہ اس وقت جب کہ میں آپ کے مرکز جامعہ رضویہ، میں حق کا جھنڈا لئے کھڑا ہوں اور رضاخانیت کی دھجیاں اڑا رہا ہوں، ان کی قبروں میں کیسی واویلا مچ رہی ہے."

بہرحال اس مناظرہ میں بریلویوں کو ایسی بری طرح شکست فاش ہوئی کہ مناظرہ کا اہتمام کرانے والے بزرگ جناب شبیر صاحب بریلوی نے اپنا فیصلہ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی مدظلہ کے حق میں دے دیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ

"فریقین کی تقریریں سننے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولوی اشرف علی صاحب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق کفر کا فتوی غلط ہے اور مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ سنی مسلمان ہیں اور ان کو کافر اور وہابی بنانے والے غلطی پر ہیں."

نیز موصوف نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی لکھا کہ

"حفظ الایمان کی عبارت کا کافی جواب پا لینے کے بعد بھی وہ بار بار اسی عبارت کو پڑھتے رہے جس کی وجہ سے میں یہ سمجھا کہ مولوی سردار احمد صاحب صرف وقت گزاری کے لئے ایک ہی بات کو باوجود

متعدد بار جواب مل جانے کے بلاوجہ دہراتے ہیں."

بلکہ بریلویوں کی بعض چالبازیوں کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا کہ" ان باتوں نے مجھے اس فریق سے زیادہ بدظن کر دیا اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مکر وفریب سے کام لیتے ہیں حالانکہ مذہب تو سچائی کا نام ہے."

جناب شبیر صاحب کا یہ فیصلہ بریلی کے مقامی اخبارات کے علاوہ بیرونی اخبارات میں بھی شائع ہوا۔ بعد میں جب اس مناظرہ بریلی کی روداد بنام " فتح بریلی کا دل کش نظارہ " شائع ہوئی تو بانی مناظرہ کا فیصلہ بھی اس کے ساتھ شائع کر دیا گیا۔لہذا مناظرہ کی مکمل روئیداد اور بانی مناظرہ کے فیصلہ کا مکمل متن وغیرہ " فتح بریلی کا دل کش نظارہ "میں ملاحظہ فرمایا جائے."(ماخوذ از حفظ الایمان ص ۲۱ تا ۲۳)

قارئین کرام فاتح بریلویت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے بریلویوں سے مناظرے کے بعد کیا نتائج نکلے ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

" حاجی مرید احمد چشتی بریلوی لکھتے ہیں

" عام طور سے مناظرہ میں احقاق حق تو کم ہی پیش نظر ہوتا ہے۔ ہر قیمت پر اپنی جیت ہی زیادہ پیش نظر ہوتی ہے اور مناظر جب کہیں پھنس جاتا ہے تو کمزور بات کو کڑا کے دار لہجہ میں بیان کرتا ہے جس کی عوام کالانعام سے تو خوب داد ملتی ہے اہل علم کو یہ چابک دستی پسند نہیں آتی۔ مولانا حشمت علی صاحب عالم تو تھے مگر مناظر زیادہ تھے ادھر حضرت شیخ الاسلام سیالوی بڑے راسخ فی العلم اور منصف مزاج تھے اور ان کے پاس مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ امیر حزب الانصار بھیرہ بیٹھے تھے تو جب مولانا حشمت علی صاحب علمیت سے گری ہوئی کوئی کمزور بات کرتے تو حضور سیالوی مولانا ظہور احمد صاحب کو اپنی علاقائی پنجابی میں فرماتے۔ دیکھ کھاں کیا چبل مرندا پیااے۔یعنی دیکھو تو کیسی غلط بات کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مولوی منظور بڑی متانت سے پختہ بات کرتے۔ مناظرہ ختم ہونے پر ہم تو واں بچھراں آ گئے اور مولانا کرم دین دبیر صاحب اپنے گاؤں میں چلے گئے لیکن ان کے دل پر مولانا حشمت علی صاحب کے اس جملہ تو منظور میں ناظر، میں ناظر تو منظور کی بار بار تکرار بہت ناگوار گزری اور منظور صاحب کی متانت بیانی اپنا اثر کر گئی۔ گھر پہنچ کر اپنے لڑکے قاضی مظہر حسین کو تفصیل مناظرہ سنائی پھر اسی سال قاضی مظہر حسین کو خود دیو بند حضرت مدنی کے نام خط دے کر روانہ کر دیا"(فوز المقال فی الخلفاء پیر سیال ج چہارم ص ۵۳۷)

یہ مناظرہ سلانوالی پنجاب میں علم غیب کے موضوع پر مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ اور بریلوی مناظر حشمت علی رضوی کے درمیان ہوا تھا۔

رضوی جی اگے لکھتے ہیں

تھانوی صاحب کے وکیل میدان مناظرہ میں فیل تھے لہذا تھانوی صاحب کو حفظ الایمان کی وضاحت اور تاویل میں بسط البنان لکھنی پڑی۔ اور پھر بسط البنان اور حفظ الایمان کی وضاحت میں عبارت بدل کر تغیر العنوان لکھنی پڑی اور عبارت حفظ الایمان کو مجبوراً یوں کر دیا۔ اور تھانوی صاحب نے حکم دیا کہ اب حفظ الایمان کی عبارت کو یوں پڑھا جاوے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں الخ

اب لاہور اور دیو بند سے جو جدید حفظ الایمان چھپی ہے انجمن ارشاد المسلمین لاہور اور مکتبہ نعمانیہ دیو بند والوں نے بھی یہ بدلی ہوئی ترمیم وتحریف شدہ حفظ الایمان شائع کی ہے۔ افسوس کہ تھانوی صاحب کو ترمیم کرنے الفاظ وعبارت بدلنے کی سوجھی توبہ اور رجوع کی توفیق نہ ہوئی۔ بہر حال ان الفاظ بدلنے سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حسام الحرمین کا حکم شرعی حق اور مبنی بر حقیقت تھا اور المہند وشہاب ثاقب حسام الحرمین کے دلائل قاہرہ کو توڑ نہ سکے۔ اور نا کام ونامراد رہے۔"

جواب:

قارئین کرام علماء اہلسنت جس طرح مناظروں میں فتح یاب ہوئے اس کا تذکرہ تو ہم کر چکے اور فتح وکامرانی کا ثبوت بھی دے دیا البتہ رضوی صاحب کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا صرف قلم تھا جس سے آنکھیں بند کر کے کچھ بھی لکھ دیا۔

باقی یہ بات کہ حفظ الایمان کی وضاحت کے لئے بسط البنان اور تغیر العنوان لکھ دی تو اس میں اعتراض کیا ہے۔

بریلوی علماء کی بیسیوں کتب موجود ہیں جو احمد رضا کی عبارات کی وضاحت کے لئے لکھی گئی ہیں۔

بسط البنان کا سبب تالیف

ہم بسط البنان سے ہی پیش کرتے ہیں

"بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ اہل ہوا وہوس کے شہرت حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی

طریقہ اختیار کرنے کا ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو اچھوں کو برا کہنا اپنا پیشہ کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں ہمارا نام ہوگا۔ چنانچہ بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو مصداق اس شعر کے ہیں

اگر　دجال　بروئے　زمین　است

ہمیں　است　و　ہمیں　است　و　ہمیں　است

حضرات علماء دیوبند و دہلی کو کافر کہنا شروع کیا اور ان حضرات کو مخاطب کر کے مجادلہ کے اشتہارات چھاپے ان بزرگوں نے فضول سمجھ کر ان کی طرف التفات نہ کیا۔ بلکہ ایک دفعہ جب بریلی میں ایسے اشتہارات کے جواب لکھنے پر ان سے اصرار کیا گیا تو انہوں نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ آپ جیتے اور ہم ہارے، فی الواقع یہ نہایت عمدہ جواب تھا جو دیا جاسکتا تھا کیوں کہ بزرگوں کا قول ہے۔

جواب　جاہلاں　باشد　خموشی

لیکن بعض حضرات کو یہ دھوکہ ہوا کہ وہ بزرگ حقیقت میں جواب سے عاجز ہیں۔ اس دھوکہ کو دور کرنے کے لئے مولوی مرتضی حسن صاحب نے خان صاحب کی اکثر کتابوں کا نہایت قابلیت سے جواب لکھا جس کا جواب الجواب آج تک خان صاحب اور ان کی ذریت سے نہ ہو سکا۔ البتہ شرم متانے کے لئے اتنا کہا گیا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جن کی ہار جیت علمائے دیوبند و دہلی کی ہار جیت ہوگی ہم سے مناظرہ کریں ہماری تحریروں کا جواب دیں، مولوی مرتضی حسن صاحب ہمارے مخاطب نہیں۔ اگرچہ حق آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکا تھا اور ہرگز ہرگز ایسی واہی تباہی باتوں پر علما حقانی کو توجہ کی ضرورت نہ تھی تاہم اتمام حجت کی غرض سے مولانا تھانوی تقریر و تحریر پر آمادہ ہو گئے۔ بلند شہر میں مناظرہ ٹھہرا، مولانا تھانوی نے خان صاحب کے پاس اپنی دستخطی تحریر بھیج دی کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں اگر آپ کو منظور ہو تو مطلع فرمائیے دجال نے بجائے یہ لکھنے کے کہ میں بھی مناظرہ کے واسطے مستعد ہوں، ایک بے سروپا خط مسمی بہ ابحاث آخری ادھر گھسیٹا چونکہ یہ خط مولانا کی تحریر کا جواب نہ تھا اس لیئے اہل بلند شہر نے تھانہ بھون بھیجنے سے انکار کیا جیسا کہ اس کی مفصل کیفیت رسالہ » قاصمۃ الظہر فی بلند شہر“ میں مرقوم ہے۔ اس کے بعد مراد آباد میں مناظرہ ٹھہرا (راقم الحروف اس زمانہ میں مراد آباد میں موجود تھا) یہاں خان صاحب نے یہ چالاکی کی کہ پولیس والوں سے کہہ دیا کہ اہل دیوبند فساد کرانے آئے ہیں، اس وجہ سے پولیس نے یہ

مناظرہ روک دیا۔ جب مولانا نے خان صاحب کی یہ کیفیت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ وہ ہرگز مناظرہ نہ کریں گے ،اور محض اتمام حجت کے لئے یہ رسالہ بسط البنان تحریر فرمایا۔

یک از خدام اکابر علماء دیو بند (ماخوذ از حفظ الایمان ص ۱۰۳، ۱۰۴ انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

تغیر العنوان کا سبب تالیف

عالم اسباب میں کسی شخص کو مطمئن کر دینے کے جو طریقے ممکن تھے وہ سب بروئے کار لانے کے باوجود جب بعض شرارت پسند اور بد باطن لوگ شرارت، فتنہ انگیزی اور افتراق و انتشار پھیلانے کی خاطر عوام الناس میں یہی پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اس عبارت میں کفر ہے اور اس کا لکھنے والا (یعنی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) ایسا زبردست کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک یا توقف کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس صورت حال کو دیکھ کر بعض دیندار، اتحاد ملت کے خواہاں حضرات نے ملت کو افتراق و انتشار اور آپس کی لڑائی جھگڑے اور سر پھٹول سے بچانے کے لئے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس میں لکھا کہ" غرض ان تصریحات وتنقیحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ تعالی سوء ادب کا اصلا ایہام رہا۔ پس اس بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں لیکن دنیا میں چونکہ ہر فہم کے لوگ ہیں یا قصدا شبہ ڈالنے والے موجود ہیں جو شبہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا کہ ان کا دعوی ہے، یا دنیوی ہوں جیسا کہ واقع ہے۔

اس لئے کم فہموں کی رعایت سے تا کہ نہ ان کو شبہ ہو نہ دوسرا کوئی شبہ ڈال سکے۔ اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کر دی جائے میں معنون (یعنی اصل مضمون) محفوظ رہے اور عنوان (یعنی عبارت) بدل جالوے تو امید ہے کہ موجب اجر ہو گا۔ گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہو گی صرف درجہ استحسان ہی میں ہو گی۔ آئندہ جو رائے ہو۔ فقط۔ (تغیر العنوان)

اس درخواست کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کو افتراق و انتشار اور آپس کے خلفشار سے بچانے کے لئے اپنی انا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کمال بے نفسی کے ساتھ ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ کو اپنی سابقہ عبارت میں ترمیم کر کے تغیر العنوان فی البعض عبارات حفظ الایمان" کے نام سے اس کا اعلان کر دیا مزید تفصیل اور ترمیم تغیر العنوان،، میں ملاحظہ فرمائیں)

اور بعد میں ترمیم شدہ عبارت کے ساتھ "حفظ الایمان" کا نیا ایڈیشن اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع کرا دیا۔۔

قارئین کرام ہم نے تفصیل عرض کر دی ہے رضوی صاحب بار بار تحریف کا رونا روتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے تحریف ثابت تو کرو اور بار بار توبہ کا کہتے ہیں ہم کہتے ہیں تو ہین ہوتی تو توبہ کرتے توبہ تو تکفیر کرنے والوں کو کرنی چاہیے

ہم یہاں پر حفظ الایمان کی عبارت بریلوی علماء سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ کفریہ نہیں تھی

محمد یونس مظہری صاحب لکھتے ہیں

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلی حضرت امام احمد رضا خان نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلی حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلی حضرت خاموش ہو گئے اور دوستی و محبت کو برقرار رکھا' (سیرتِ انوار مظہریہ ص ۲۹۲)

کیوں رضوی صاحب اب بتائیں کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب کو تو حفظ الایمان میں کفر نظر نہیں آتا تو آپ کا کیا حکم لگتا ہے ان پر۔

ہاشمی میاں لکھتے ہیں

" بہر حال مسلمانوں کا ایک گروہ اس عبارت کی تائید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر صحیح اور درست ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے اور دوسرا گروہ اسی شدومد کے ساتھ تردید میں مصروف ہے ."(لطائف دیوبند ص ۲۷)

صفحہ نمبر ۱۸ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

" جناب والا اصل مسئلہ اور تنازعہ توہین و تکفیر کا ہے ہمارا مدمقابل حریف طائفہ تکفیر کو بہت برا سمجھتا ہے کبیدہ خاطر ہوتا ہے بلاوجہ تکفیر کر دی ناحق تکفیر کر دی بریلی میں کفر کے فتوؤں کی مشین لگی ہے مگر یہ نہیں دیکھتے کہ تکفیر کیوں کی گئی وجہ تکفیر کیا ہے؟ تو جناب کتابیں چھپی ہوئی ہیں موجود ہیں، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی گستاخانہ کفریہ عبارات اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں"

جواب:

رضوی جی ہم جانتے ہیں کہ خان صاحب نے تکفیر کیوں کی بلکہ ہم آپ کے گھر کی گواہی اپنے موقف پر پیش کرتے ہیں۔

قاری احمد پیلی بھیتی صاحب لکھتے ہیں

"حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علماء حرمین سے علماء دیوبند کی تحریروں کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جنکو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا مولانا احمد رضا خان پچاس سال مسلسل اسی جدو جہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی یا وہابی" (سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۸)

خان صاحب کو امت کو کسی بھی طرح توڑنا تھا اس کے لئے سالوں تک علماء حق کے خلاف کتب لکھتے رہے۔ انگریزوں سے جہاد کرنے والے علماء پر فتوے صادر کرتے رہے۔ شاہ اسماعیل شہید مولانا قاسم صاحب نانوتوی رشید احمد گنگوہی وہ حضرات تھے جنہوں نے انگریز کے خلاف عملی جہاد کیا اس کے ساتھ ساتھ خان صاحب ان کے متبعین کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ان سب کے خلاف بھی کتب لکھی لیکن پھر بھی امت تقسیم نہیں ہوئی تو علماء حرمین کو ہندوستان سے تحریرات بھیجی اور فتوے حاصل کیے لیکن امت پھر بھی تقسیم نہیں۔

پھر خان صاحب آخری شیطانی داؤ کھیلنے خود حرمین پہنچ گئے۔ اپنے کفری فتوے پر تصدیق کے لئے جو بن پڑا وہ کیا۔ جو بندہ تکفیر۔ کے لئے اتنا بیتاب ہو کہ عبارات آگے پیچھے کردی جعلی فتوے تک کو نہ بخشا ہو اس نے علماء حرمین کو دھوکہ دینے کے لیے کیا کیا نہ کیا ہوگا۔

قاضی عبدالنبی کوکب صاحب لکھتے ہیں

" انہوں نے علمائے دیوبند سے اظہار اختلافات کیلئے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا تھا، انہوں نے مدرسہ دیوبند کے جید اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا، اور اس فتوی میں انہوں نے اس شرعی احتیاط و مراعات کو ملحوظ نہ رکھا، جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہے" (مقالات یوم رضا ص ۲۱)

خیر ہم اس کی تفصیل پیچھے بھی عرض کر چکے ہیں۔ قارئین وہاں دوبارہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۸ اور ۱۹ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

" امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ از خود اپنی طرف سے تکفیر کا شرعی حکم جاری نہیں فرمایا۔ حسام الحرمین میں ۳۵ اکابر و اعاظم علماء وفقہاء حرمین کے مبارک مدلل فتاویٰ اور تقاریظ ہیں۔ الصوارم الہندیہ پر اب تک ۳۰۰ سے زائد اکابر علماء تصدیقات فرما چکے ہیں"۔

جواب:

قارئین کرام ایک کتاب یعنی حسام الحرمین جس نے امت میں توڑ پیدا کیا اسے سچ ثابت کرنے کے لیے کتنے مزید جھوٹ بولنے پڑیں گے۔

رضوی جی نے کتنی صفائی سے جھوٹ بول دیا کہ پہلے احمد رضا نے فتوی تکفیر نہیں دیا بلکہ علماء حرمین نے دیا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

قارئین کرام آج سے پہلے تو بریلوی علماء نیز خود رضوی صاحب بھی یہ ہی لکھتے آرہے تھے کہ پہلے فتوی تکفیر احمد رضا خان نے دیا پھر اس فتوے پر علماء حرمین سے تائید حاصل کی اب رضوی نے نا جانے کیا سمجھ کر اتنا بڑا جھوٹ لکھ مارا۔

رضوی صاحب نے پہلے خود محاسبہ دیوبندیت جلد اول میں لکھا تھا

" اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے مولوی اسماعیل دہلوی مولوی قاسم صاحب نانوتوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مولوی خلیل صاحب انبیٹھوی ومولوی اشرف علی تھانوی کی کتب میں صریح بے ادبیاں گستاخیاں ملاحظہ فرمائیں اور فوراً حکم شرعی واضح فرما دیا اور ایسا واضح فرمایا کہ علماء اکابر عرب وعجم و برصغیر نے اس کی تائید وتوفیق فرمائی."(ص ۲۲)

کیوں رضوی جی آپ نے تو لکھا تھا کہ پہلے آپ کے اعلی حضرت نے تکفیر فرمائی اب کہتے ہیں کہ نہیں پہلے اعلیٰ حضرت نے تکفیر نہیں کی۔

بریلوی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں

" ۱۳۲۳ھ میں بلا کسی سابقہ ارادے اور قصد کے یک بیک باطنی کشش کی بنا پر اعلی حضرت قدس سرہ حج وزیارت کے لیے گئے۔ تو اسی فتوی کی تائید وتقویت کے لیے المعتمد المستند کا وہ حصہ جس میں

ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی، علما حرین طیبین کی خدمات عالیہ میں پیش فرمایا اور دونوں حرم کے اجلہ علماء کرام مفتیان عظام خطبا ذوی الاکرام مدرسین ذوی الفخام نے اس کی دھومی دھامی تصدیقیں فرمائیں"۔ (تحقیقات ص ۲۳۶)

اس قسم کے حوالے بھرے پڑے ہیں بریلوی کتب میں کہ پہلے احمد رضا نے تکفیر کی اس کے بعد تائید حاصل کرنے حرین گیا۔

رضوی جی کو اس جھوٹ پر شرم کرنی چاہیے۔۔

دوسری بات کہ رضوی جی علماء حرین کا حسام الحرین کا حکم تو مانتے ہیں لیکن علماء حرین کا ہی المہند علی المفند کا حکم ماننے کا تیار نہیں۔ المہند پر ۴۰ سے زائد علماء عرب ومصر شام وعراق کے علماء کرام کی تصدیق وتائید شامل ہے۔

رضوی صاحب نے الصوارم الہندیہ کے متعلق بھی جھوٹ لکھا کہ اس میں ۳۰۰ سے زائد مولویوں کی تائید ہے جبکہ یہ بھی رضوی جی کا سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس میں ۳۰۰ سے زاید نہیں بلکہ ۲۶۸ تصدیقات ہیں۔

رضوی صاحب کو الصوارم الہندیہ تو یاد ہے پر "براۃ الابرار عن مکائد الاشرار" یاد نہیں جس میں ۶۰۰ سے زائد اکابرین علماء کی تصدیق وتائید شامل میں ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ علماء دیوبند مسلمان ہیں۔

اسی کتاب میں بریلوی مذہب میں شمس العلماء کا لقب پانے والے معین الدین اجمیری صاحب اور شیخ الجامعہ علام محمد گھوٹوی کہ تائید بھی شامل ہے۔

الصوارم الہندیہ کی نقاب کشائی

مفتی خلیل احمد خان قادری برکاتی صاحب الصوارم الہندیہ کی نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"اس جھوٹ اور فریب دہی کی کوئی حد ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس صوارم ہندیہ میں کس کی تصدیق ودستخط ہیں مدرسہ منظر الاسلام کے مدرسین کچھ طلباء ان کے علاوہ شاگردین دمریدین ومعتقدین کی تصدیقات ہیں تمام علماً اہل سنت کا نام لکھ کر دھوکہ فریب دیا ہے جس میں علماء رام پور لکھنو وبدایوں کا ذکر محض عوام کی فریب دہی کے لئے ہے اہلسنت کی توصیع جامع ومانع تعریف بھی آپ لوگ نہ بنا سکے نہ بتا

سکتے ہیں۔

چنانچہ اہل بدایوں شاہد ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمارے تحریری سوالات کا جواب تحریری وزبانی دینے سے انکار کردیا تھا جس میں پہلا سوال یہی تھا کہ اہلسنت کی صحیح جامع ومانع تعریف بتادیجئے مگر آپ لوگ صاف انکار کر گئے۔

علما بدایوں میں کون کون سے عالم کے دستخط ہیں ان کے نام تو ظاہر کیجئے۔ مولانا عبدالقدیر صاحب کا نام بتانا محض فریب ہے ان کے دستخط اس صوارم ہندیہ میں چھپے تھے جو اول مرتبہ شائع ہوئی تھی اس میں دیکھئے کہ انہوں نے کیا الفاظ تحریر کئے تھے۔ انہوں نے صاف صاف تحریر کیا تھا کہ ختم نبوت کے منکر کو کافر سمجھتا ہوں اس کے بعد ان کے دستخط تھے کہیئے یہ آپ کی حسام الحرمین کے موافق کب ہوئے۔ حتیٰ فقیر کی مولوی حشمت علی صاحب پیلی بھیتی سے مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کے دستخط کے متعلق گفتگو ہوئی میں نے ان سے کہا تھا کہ مولانا عبدالقدیر صاحب کے دستخط تو آپ کو مفید نہیں نہ انہوں نے علماء دیوبند کی تکفیر کی نہ ان کی تکفیر کی کسی طرح تائید کی۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس کا اقرار کرتے ہوئے یہ ہی کہا تھا کہ واقعی یہی بات ہے اور کہا کہ وہ حیدرآباد سے اجمیر میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں آئے ہوئے تھے یہ دستخط میں نے ان سے وہاں لئے تھے میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے دستخط کیسے ہیں ان سے تو علماء دیوبند کی تکفیر نہیں ہورہی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس سے زائد نہیں لکھ سکتا ہوں یہ گفتگو میری خود مولوی حشمت علی صاحب سے ہوئی تھی جا کا اثر ظاہر ہوگیا سنا گیا ہے نئے ایڈیشن صوارم الہندیہں سے مولانا عبدالقدیر صاحب علیہ الرحمہ کے دستخط حذف کر دیئے گئے ہیں یعنی اس اشاعت میں مولانا موصوف کے دستخط نکال دیئے گئے ہیں۔

اب بتایئے اور کون سے علماء بدایوں کے دستخط ہیں۔ سچائی میں نجات ہے اور جھوٹ میں ہلاکت ہے۔

علماء رام پور میں مولوی عبدالغفار خانصاحب کے دستخط بتائے گئے ہیں اس کا جھوٹ ہونا ظاہر ہے مولانا عبدالغفار خانصاحب مجلس علماء رام پور کی چھپی ہوئی تحریر ہمارے پاس موجود ہے جو خود فاضل بریلوی صاحب کے رسالے" رمز شیریں چاہ شور" کے جواب میں" بزم شیریں چاہ شور" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کے صفحہ ۳ سطر ۱۲ کو دیکھئے کتنے صاف صاف طریقے سے علماء دیوبند کی تکفیر کی مذمت اور حسام

الحرمین کی مخالفت کی ہے۔ انشاء الکریم ہم اس کو آئندہ صفحات میں پورے طور پر بلفظہ نقل کریں گے اب ایسی صورت میں ان کے دستخط صوارم ہندیہ علماء دیوبند کی تکفیر کی تصدیق میں بتانا کس قدر سچ ہوسکتا ہے۔ علماء لکھنو میں مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محل کی تحریر تحذیر الناس کے آخر میں موجود ہے۔ پھر عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ کے دیباچہ میں مولوی محمد قاسم صاحب کے لئے کیسے الفاظ لکھے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی قبر کا پتہ بتا کر۔ فرحمہ اللہ تعالی۔ یعنی اللہ تعالی ان پر رحمت کرے بھی لکھا ہے۔ پھر مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا معاملہ معلوم ہے؟۔" الطاری الداری" دیکھ لیجئے معلوم ہو جائیگا حضرت علامہ عتیق میاں صاحب مرحوم مفتی فرنگی محل سے ہماری زبانی گفتگو بھی ہوئی ہے پھر ان کی تفسیر سورہ الم نشرح دیکھ لیجئے کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ذکر کیسے الفاظ میں کیا ہے بلکہ ان کی تفسیر بیان القرآن کو اپنے قول کی تائید میں پیش کیا ہے۔ یہ حضرات علمای فرنگی محل ہے۔

صوارم ہندیہ میں نہ معلوم کسی طالب علم یا اپنے کسی مرید ومعتقد سے دستخط کرا لیئے ہوں اور عوام کو فریب دینے کے لئے اسکو علماء لکھنو تحریر کر دیا ہو

کون صحیح وغلط کو پہچانتا ہے کون تحقیق کرتا ہے جو چاہا لکھ دیا یہ حال ہے صوارم ہندیہ کا۔ اور علمائے بدایوں ورامپور لکھنو کے متعلق جو ہم نے عرض کیا ہے اسے بغور ملاحظہ فرما لیجئے۔ اس صوارم ہندیہ کے مصدقین میں مولانا ظفرالدین مرحوم بہاری بھی ہیں ان کی تصدیق کے الفاظ کو بغور ملاحظہ کر لیجئے ااور رب تعالی توفیق دے تو حق کا فصیلہ کر لیجئے مولانا مذکور سے ان کی زبان سے مسموع ہوا ہے کہ وہ علماء دیوبند کی تکفیر کے خلاف تھے جس کا علم اکثر لوگوں کو ہے یہاں تک کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب اڑیسوی نے بھی اس کا اقرار کا سگنج میں کیا تھا خود فقیر نے جامع مسجد بریلی کے امام ومدرسہ منظر الاسلام کے محدث فقیر کے بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز خانصاحب مرحوم کے مکان پر مولوی ظفرالدین صاحب موصوف کی زبان سے سنا تھا۔

چنانچہ فرمایا تھا کہ علما دیوبند کی تکفیر صحیح نہیں ان کا یہ عقیدہ نہیں مجھ کو خوب تحقیق ہوچکی ہے کہ ان کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے چنانچہ بھائی صاحب مرحوم سے اس باب میں گفتگو ہوئی یہاں تک کہ بھائی صاحب خاموش ہوگئے ومولانا موصوف نے بڑے شدومد کے ساتھ یہی فرمایا کہ تکفیر کا مسئلہ چلے گا نہیں ان حضرات کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے جو ہمارا اعتیدہ ہے وہی ان کا عقیدہ ہے۔ یہاں تک کہ بقول مولوی حبیب الرحمن

صاحب کے مولانا ظفر الدین صاحب نے مولوی سہیل صاحب کی (جو مولوی اشرف علی صاحب کے مرید تھے) اقتدا میں نماز بھی ادا کی تھی" ۔ (انکشاف حق ص ۱۴۷ تا ۱۵۰)

صفحہ نمبر ۱۹ پر رضوی صاحب نے پچھلے اعتراضات کو دوہرایا ہے جس کے جوابات ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۰ پر رضوی صاحب لکھتے ہیں

حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تدوین کے زمانہ میں حجاز مقدس حرمین طیبین پر زمانہ قدیم سے اہل حق اہل سنت کا قبضہ اور علماء اہل سنت کا غلبہ تھا۔ تو مولوی حسین احمد کانگریسی گاندھوی" مدنی بن کر اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دونوں خالص کھرے سنی بن کر شیخ نجدی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور وہابیوں کو برا بھلا کہتے لکھتے رہے۔ مولوی خلیل انبیٹھوی خالص کھرے فولادی سنی بن کر حاشا حاشا کہہ کر شیخ نجدی اور وہابیوں کو خارجی، اہل سنت وعلماء اہل سنت کا قاتل، گستاخ اور مشرک گر قرار دیتے رہے (المہند ۱۰) اور مولوی حسین احمد صدر دیوبند نے ڈنکے ۔ کی چوٹ پر کھلم کھلا لکھا کہ صاحبو محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداء صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا، خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا۔ شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں۔ وہابیہ خبیثیہ ۔ وغیرہ (الشہاب الثاقب ص ۴۲ تا ۴۷ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

جواب:

قارئین کرام پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے محمد بن عبد الوہاب صاحب کے متعلق اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور رضوی صاحب نے خود تسلیم بھی کر لیا ہے کہ حضرت نے رجوع کر لیا تھا۔ پیچھے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر ۲۰ پر رضوی صاحب مزید لکھتے ہیں

"یاد رہے اس زمانہ میں مولوی انور کاشمیری محدث دیوبند نے فیض الباری مولوی قاری طیب قاسمی سابق مہتمم دیوبند نے ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں مولوی بہاء الحق قاسمی دیوبندی نے نجدی تحریک پر ایک نظر وغیرہ متعدد کتب میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے جیسا کہ

ٹانڈوی مدنی اورانبیٹھوی سہارنپوری نے اپنی المہند اورشہاب ثاقب میں مفصل بیان کیا۔"

جواب:

قارئین کرام فیض الباری کے تعلق سے حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی محمد بن عبدالوہاب صاحب کے بارے رائے سے متعلق ہم مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

فیض الباری کی نوعیت

مولانا نعمانی پہلے فیض الباری کے متعلق لکھتے ہیں کہ

اس سلسلے میں سب سے پہلے قابل ذکر اور ناظرین کے لئے قابل لحاظ بات یہ ہے کہ فیض الباری‘‘ استاذ نا حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے، اس کی نوعیت یہ ہے کہ ان کے ایک فاضل شاگرد حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی (ثم المدنی رحمہ اللہ) نے جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت میں استاد بھی تھے کئی سال حضرت شاہ صاحب کے درس بخاری میں شرکت کی اور حضرت کے درسی افادات قلمبند کرنے کا اہتمام کیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے گزر جانے کے بعد وہ اس کی اشاعت کا اہتمام کریں گے، لیکن اس کی نوبت نہیں آسکی اور ۱۳۵۲ھ کے اوائل میں حضرت کا وصال ہو گیا (رحمہ اللہ تعالی رحمۃ الابرار الصالحین) اس کے بعد انہوں نے اس کو عربی میں منتقل کیا اور ۱۳۵۶ھ میں وہ چار جلدوں میں مصر سے چھپ کر شائع ہوئی بلا شبہ حضرت مولانا میرٹھی رحمت اللہ علیہ کا ہم لوگوں پر بڑا احسان ہے کہ ان کی محنت و کاوش کے طفیل حضرت استاذ رحمۃ ا علیہ کے علوم و معارف اور افادات کا خاصا حصہ محفوظ ہو گیا۔ لیکن بہرحال اس کی حیثیت حضرت استاذ رحمت اللہ علیہ کی تصنیف کی نہیں ہے۔ اس بارے میں اس کے مقدمہ نگار اور اس کی طباعت کا اہتمام فرمانے والے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمہ میں صفحہ ۳۰ پر اور خود مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ نے صفحہ ۷۰،۷۱ پر جو کچھ لکھا ہے فیض الباری کے ناظرین کے لئے اس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ راقم سطور کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ خود حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمہ کو اس کا احساس تھا کہ اس میں مسامحات ہیں اور انہوں نے مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام میں اس پر نظر ثانی اور اصلاح و تصحیح کا کام شروع کر دیا تھا لیکن ابھی تھوڑا سا کام ہوا تھا کہ وہ اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو گئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(حاشیہ مولانا بنوری نے حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمہ کی اس خدمت کا پورا اعتراف کرنے

کے بعد آخر میں لکھا ہے۔

و لا یمکن ان یدعی انه عصم عن الخطا فیما جمعه۔و لا ان یدعی اصابته فی تنقیح جمیع ما و صل الیه من الشیخ و تحریر ہ و تفصیله و لا ان یدعی اصابته المرمی فی فهم جمیع ماسمعه و وعاہ (ص ۳۰)

اور خود حضرت مولانا میرٹھی رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے ''

و بعد فلم اخلص فیه من السهو و الاغلاط بالانو اع کلها" (ص ۷۰)

واضح رہے کہ فیض الباری کے نئے لاہوری ایڈیشن میں مولانا بنوری کے مقدمہ میں تحریف کرکے اسے یکسر بدل دیا گیا ہے۔معراج محمد)"(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص ۱۱۰،۱۱۱)

پھر حضرت فیض الباری کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں

شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق فیض الباری کی عبارت

فیض الباری کی اسی عبارت میں جو مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ نے جلد ا صفحہ ۷۰ پر فائدہ کا مستقل عنوان قائم کر کے لکھی ہے شاہ اسماعیل کی ''تقویۃ الایمان'' کے بارے میں وہ رائے ظاہر کرنے کے بعد جس پر ابھی گفتگو کی گئی، متصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر کیا گیا ہے اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہاں ان کا ذکر صرف اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی حضرت شہید رحمہ اللہ کی طرح توحید خالص کے داعی و علمبردار اور قبر پرستی اور اصحاب قبور سے حاجت طلبی جیسے مشرکانہ اعمال وافعال کے سخت ترین دشمن تھے اور جس طرح شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ہندوستان کے شرک زدہ عوام کے لئے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی تھی، اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب نے نجد وحجاز وغیرہ ممالک عربیہ کے ان لوگوں کی اصلاح کے لئے جن میں شرک کے جراثیم تھے ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی تھی جو" کتاب التوحید" کے نام سے معروف ہے۔اور اسی وجہ سے قبوری مبتدعین ان دونوں حضرات اور ان دونوں کتابوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی نے اپنی کتاب ''سیف الجبار" میں" تقویۃ الایمان'' کو ''کتاب التوحید کی شرح، احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ''الکوکبۃ الشہابیہ میں اس کو'' کتاب التوحید کا ترجمہ لکھا ہے۔الغرض صرف اس مماثلت اور مناسبت کی وجہ سے فیض الباری کی اس

عبارت میں شاہ شہید اوران کی ''تقویۃ الایمان'' کے ساتھ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بالکل سرسری طور پر اور صرف دوسطر میں ذکر کیا گیا ہے اوراس میں ان کے متعلق بہت سخت اور نا گوار ونامناسب الفاظ میں رائے ظاہر کی گئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں" **انه کان رجلا بلیدا قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر**۔ راقم سطور ابھی تقویۃ الایمان سے متعلق بحث میں تفصیل سے اور استدلال کی روشنی میں عرض کر چکا ہے کہ'' فائدہ کے ذیل میں لکھی ہوئی عبارت کو حضرت مولانا محمد انور شاہ کی درسی تقریر کا جز اوراس کی ترجمانی نہیں سمجھا جاسکتا شیخ محمد بن عبدالوہاب سے متعلق مذکورہ بالا جملہ بھی اسی عبارت میں ہے۔اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ واقعہ کے بھی خلاف ہے۔اور الفاظ بھی اتنے نامناسب ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے علمی مقام اور عالمانہ وباوقار انداز تقریر سے مطابقت نہیں رکھتے۔۔۔اس لئے بھی اس عاجز کا گمان یہ ہے کہ فائدہ کے زیر عنوان جو سطریں لکھی گئی ہیں وہ مولانا میرٹھی رحمہ اللہ کا ''افادہ'' ہے اسی لئے اس کو انہوں نے درسی تقریر کے سلسلہ سے الگ مستقل عنوان قائم کر کے لکھا ہے اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ جس طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ ہمارے اکابر اور دوسرے بہت سے علماء حق شیخ موصوف کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے تھے اسی طرح مولانا بدر عالم علیہ الرحمہ بھی متاثر رہے ہوں۔

اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ فائدہ کے زیر عنوان جو عبارت لکھی گئی ہے وہ بھی حضرت شاہ صاحب کی درسی تقریر کی ترجمانی ہے تو راقم سطور اپنی علمی کم مائگی کے پورے احساس واعتراف کے ساتھ یہ عرض کرنے کی جرات کرے گا کہ پھر ترجمانی میں تسامح ہوا ہے۔

اپنے مقصود مدعا کی مزید وضاحت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ عقلا یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ ہمارے اکثر دوسرے اکابر کی طرح حضرت شاہ صاحب کو بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تصانیف کتاب التوحید'' وغیرہ کے مطالعہ کا اتفاق نہ ہوا ہو اور آپ بھی ان کے مخالفین کے پروپیگنڈے سے متاثر رہے ہوں۔لیکن آپ کے تحقیقی مزاج سے یہ بات بہت بعید ہے کہ کسی شخص کی کوئی تحریر وتصنیف دیکھے بغیر صرف مخالفانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس کے لئے ''بلید'' اور ''قلیل العلم'' جیسے الفاظ استعمال فرمائیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ فرض کرنا ہی بہت مشکل ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کوئی تصنیف خاص کر کتاب التوحید آپ کی نظر سے نہ گزری ہو۔ کتاب التوحید اور اس کی شرح ''فتح المجید بھی

حضرت شاہ صاحب کی طالب علمی ہی کے دور میں ہندوستان میں شائع ہو چکی تھیں اور آپ کو کتابوں کے مطالعہ کا جو غیر معمولی بلکہ حد سے بڑھا ہوا شغف تھا (جس کا واقفین کو علم ہے) اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات قریب ناممکن ہے کہ یہ کتابیں آپ کے مطالعہ میں نہ آئی ہوں۔اور جس شخص نے صرف کتاب التوحید کا بھی مطالعہ کیا ہو وہ دلائل کے ساتھ اس کی بعض باتوں سے اختلاف اور علمی جرح و تنقید تو کر سکتا ہے لیکن اس کے مصنف کو ”بلید“ اور ”قلیل العلم نہیں کہہ سکتا، کتاب التوحید میں جس طرح آیات واحادیث سے استدلال واستنباط اور ائمہ سلف کے اقوال سے استناد کیا گیا ہے وہ اس کے مصنف کی ذہانت وفطانت اور دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا روشن ثبوت ہے۔اور اگر کوئی شخص اس کے مطالعہ کے بعد بھی اس کے مصنف کو بلیڈ اور قلیل العلم کہے تو خود اس کے علم و فہم اور دیانت کے بارے میں اچھی رائے نہیں قائم کی جا سکے گی۔ بہر حال ان وجوہ سے راقم سطور پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ رائے رکھتا ہے کہ فیض الباری کی زیر بحث عبارت میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں جو لفظ استعمال کئے گئے ہیں، یا تو ان کا حضرت شاہ صاحب کی درسی تقریر سے تعلق ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر ترجمانی صحیح نہیں کی جا سکی ہے۔

واللہ اعلم" (شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص ۱۱۸،۱۲۱)

قارئین کرام رضوی صاحب نے ماہنامہ دار العلوم دیوبند کے کا شمارہ نمبر نقل نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس شمارے میں کیا لکھا ہے البتہ ہم یہاں مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق پر مولانا طیب قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ نقل کرتے ہیں جس سے حضرت کا موقف محمد بن عبدالوہاب صاحب کے متعلق سامنے آجائیگا۔

"رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد طیب صاحب دامت فیوضھم کی تحریر گرامی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دام مجدہ (رکن مجلس شوری دار العلوم دیوبند نے جو مقالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، یہ احقر اس کی قسطوں سے "الفرقان“ اور الداعی“ کے ذریعہ برابر مستفید ہوتا رہا اور علمی اور مسلکی طور پر اس سے حظ وافر حاصل کرتا رہا۔مولانا ممدوح نے اس مقالہ کے ذریعہ جو کارنامہ انجام دیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ انہی کا حق تھا۔ساتھ ہی برسوں کی میری وہ تمنا بھی پوری ہوگئی جسے میں بار بار مولانا ممدرح کی خدمت میں عرض کرتا

رہا ہوں کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور اس خلیج کو پاٹنے اور ان بدگمانیوں کو دور کرنے کی سعی فرمائیں جو محض غلط اطلاعات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے دین کے خادم اور توحید وسنت کی داعی وحامی، عالم اسلام کی دو اہم جماعت کے درمیان پیدا ہوگئی تھیں۔ مولانا کا یہ پر از معلومات اور مدلل مقالہ جو اس موضوع پر حاوی اور کافی شافی ہے، ہم سب منتسمین جماعت دیوبند خصوصاً خدام دار العلوم کے لئے غیر معمولی طور پر موجب مسرت وطمانیت ہوا ہے۔ میں تو اسے ہی کافی بلکہ بڑی کامیابی سمجھے ہوئے تھا کہ اس بارے میں حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے مختصر فتوے ہی کو) جس کا مولانا نعمانی نے کئی بار تذکرہ فرمایا تھا) متن بنا کر اس کی شرح کر دی جائے لیکن یہ منجانب اللہ غیبی مدد ہوئی کہ جب مولانا نے قلم اٹھایا تو اس سلسلہ کا نہایت کارآمد اور مفید مقصد مواد جو بطون اوراق میں مدفون تھا ملتا چلا گیا۔ اور یہ مقالہ ایک مستقل رسالہ اور اپنے موضوع پر تشفی بخش کتاب کی صورت اختیار کر گیا جس نے وہ خلیج جو جماعت دیوبند اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کے درمیان بعض مشہور زمانہ بے بنیاد افواہوں کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی الحمد اللہ باحسن اسلوب پاٹ دی۔

مولانا نے اس مقالہ میں اپنی جماعت کے مسلک کی وضاحت کے ساتھ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے مسلک وموقف کی بھی وضاحت خود ان کی تحریروں سے فرمائی، اور ان کی طرف سے مدافعت کی خدمت بھی پورے انصاف اور تحقیق کے ساتھ انجام دی۔

اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے مسلک اور دینی طرز فکر میں کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ بڑی حد تک قرب وتوافق ہے۔ اس لئے مولانا کا یہ مقالہ محض علمی اور تاریخی وتحقیقی انداز کا نہیں ہے بلکہ امت مسلمہ کی ایک عظیم اصلاحی خدمت بھی ہے جس سے اتحاد بین المسلمین کے اہم ترین اسلامی مقصد کو تقویت پہنچتی ہے۔

فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزا

اب دلی آرزو ہے کہ یہ بقامت کہتر بقیمت بہتر رسالہ جلد سے جلد اردو وعربی زبانوں میں کتابی صورت میں شائع ہو اور اس سے وہ دینی ملی اور جماعتی مقصد حاصل ہو جس کے لئے مولانا نے یہ لکھا ہے اور جو میری دیرینہ دلی تمنا تھی۔ وباللہ التوفیق۔

محمد طیب رئیس جامعہ دار العلوم دیوبند (الہند)

۵ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ ." (شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق ص ۱۳۸، ۱۴۰)

قارئین کرام بہاء الحق قاسمی صاحب کی کتاب کا کوئی حوالہ یا صفحہ نمبر درج نہیں کیا تو جواب کیسے دیا جائے ۔خود رضوی صاحب محاسبہ دیو بندیت جلد اول صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں "مصنف نے بھی محض نقلیں اتاری ہیں منہ چڑایا ہے کوئی معقول بحوالہ رد نہیں کیا وصایا شریف کے حوالے کا صفحہ نمبر سے محروم ہے اور حضرت مفتی بمبئی مرحوم کے فتوے کا حوالہ مطلقاً موجود ہی نہیں لہٰذا جواب کس بات کا دیا جائے ."

قارئین کرام البتہ ہم نے اوپر اصولی جواب عرض کر دیا ہے

صفحہ نمبر ۱۲ پر رضوی جی لکھتے ہیں

"اب حالات زمانہ نے پلٹا کھایا اور حرمین طیبین پر برطانوی انگریزوں کی معاونت سے حجاز مقدس پر وہابیوں نجدیوں کا قبضہ اور غلبہ ہو گیا تو چھپے رستم خفیہ وہابیوں نے پلٹا کھایا اور اپنے اصل اندرونی وہابی رنگ روپ میں سامنے آئے اور مشہور شکست خوردہ پیشہ ور مفرور مناظر مولوی منظور سنبھلی نے ایک کتاب شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علماء حق لکھ ماری جس میں بڑی صفائی اور کاریگری سے وہابیوں نجدیوں کو برا بھلا کہنے والے اپنے تمام اکابر مولوی حسین احمد کانگریسی مولوی خلیل احمد کانگریسی مولوی انور کاشمیری ،نواب الوہابیہ صدیق حسن بھوپالی حتی کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کے متعلق صاف لکھ دیا کہ یہ لوگ انگریزی سیاسی پروپیگنڈا کا شکار ہو گئے تھے دیکھو صفحہ ۴۴و۹۲ ، ۹۳، ۱۰۹ وغیرہ۔

بلکہ صاف انکار کر دیا کہ ۔فیض الباری مولوی انور کاشمیری کی کتاب ہی نہیں ۔یہی بگل (راگ) انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے بجایا وہ ایک سو گیارہ صفحات کا رسالہ الشہاب الثاقب جو دیو بند سے کئی بار چھپ چکا تھا ہیرا پھیری ،جعلسازی کا چکر چلا کر صاف لکھ دیا کہ الشہاب الثاقب میں درج شدہ بعض الفاظ کے بارے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب کی ایک پرانی روایت کا درج کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت مدنی رحمہ اللہ (یعنی ٹانڈوی اجودھیا باشی کانگریسی گاندھوی) سے کسی طالب علم نے یہ سوال کیا کہ الشہاب الثاقب میں بعض مقامات پر وہابیہ کیلئے لفظ خبیث استعمال کیا گیا ہے جو بہت سخت ہے تو حضرت مدنی رحم اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ الشہاب الثاقب کا مسودہ جس طالب علم کو صاف کرنے کے لئے دیا گیا وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا (الشہاب الثاقب ارشاد المسلمین لاہور ص ۹)

جواب:

قارئین کرام یہاں پر رضوی جی نے اپنی گندی ذہنیت کا اظہار کیا ہے اگر اگر رضوی جی سچے ہیں تو بتائیں کہ سعودی حکومت سے مولانا نعمانی صاحب کو کیا فائدہ ملے اس کتاب کو لکھنے کے بعد ہیں۔کسی بھی منفی پراپیگنڈے کے ذریعے اثر آجانا کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔

ہاں اگر المہند سے اپنے کسی ایک عقیدے سے رجوع کیا ہے تو بتائیں ورنہ کسی شخصیت کے بارے میں تاثرات سے رجوع کر لینے میں کیا قباحت ہے؟

علماء اہلسنت دیوبند اپنے عقیدے کے اظہار میں کبھی ڈر خوف کا شکار نہیں ہوئے۔حکومتوں کی تبدیلی سے کبھی عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔علماء حق انگریز کے آگے اپنے عقیدے پر جمے رہے تو سعودی حکومت کے سامنے اپنا عقیدہ کیسے تبدیل کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ ذیقعد ۱۳۴۰ھ میں مکہ معظّمہ کے اندر سلطان ابن سعود نے پورے عالم اسلام کے چیدہ چیدہ علماء کا ایک مؤتمر منعقد کرایا تھا۔جمعیت علماء ہند نے جو وفد اس مؤتمر میں شرکت کے لیے بھیجا تھا اس کے رئیس حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقد (۱۹۲۵ء) تھے اس وفد کے اراکین میں دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی شامل تھے۔موصوف نے مؤتمر میں اپنی ایک تقریر کے دوران فرمایا" :اس کے بعد ہم پر جلالۃ الملک السلطان عبد العزیز (ابن سعود) کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے جن کے ہاتھ سے اللہ تعالی نے یہ جلیل القدر کام انجام دلایا۔بلاد مقدسہ کے خادم کی حیثیت سے ان کو خاص عزت وعظمت حاصل ہے اور خصوصاً جب کہ عظمۃ السلطان (ابن سعود) عدل، دینداری، وسعت قلب اور حسن اخلاق کی گونا گوں صفات سے بھی متصف ہیں۔کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اسوہ خلفاء راشدین وسلف صالحین وائمہ متبوعین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے متبع ہیں." (خطبات عثمانی ص ۲۱۴)

ایک اور تقریر میں علامہ عثمانی مرحوم ومغفور نے ارشاد فرمایا:

اگر چہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ (م ۷۸۲ھ) اور ابن قیم (م) کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ان سے مستفید بھی ہوتے ہیں اور بعض تفردات (ذاتی رائے) وغیرہ میں ان پر انتقاد (تنقید) بھی کرتے رہے ہیں لیکن خاص طائفہ نجدیہ کے معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں۔"الہدیۃ السنیہ" اور "مجموعۃ التوحید" ان کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں جو آپ کی

طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افتراء ہونا ثابت ہوا۔ پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔'' بعض اختلاف چنداں وقیع اور اہم نہیں جیسا کہ " مسئلہ شفاعت'' میں بعض میں قریب قریب نزاع لفظی کے ہے۔ ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں۔ ہم ان امور کو'' بدعت اور منکر'' سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں لیکن عباد الاوثان'' (بت پرستوں) اور یہود و نصاری کی طرح مباح الدم والمال (جن کا خون کر دینا اور مال لوٹ لینا مباح اور جائز ہو) نہیں سمجھتے۔ جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بلیہد (نجد کے قاضی القضاۃ چیف جسٹس) وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ ہمارے ہاں مشہور تھا کہ نجدی تقلید کے دشمن اور اس کو شرک سمجھتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن ہم نے "الہدیۃ السنیۃ" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے شیخ عبداللہ کی تحریر پڑھی۔ جس میں لکھا ہے کہ دعوی اجتہاد کا نہیں رکھتے بلکہ فروع و احکام میں امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے متبع ہیں الا یہ کہ کوئی نص جلی (قرآن یا حدیث) کی صریح غیر مخصص غیر معارض قوی سند نا قابل تاویل آجائے تو مذہب احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا چھوڑ کر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا قول اختیار کر لیتے ہیں۔ بہرحال ائمہ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں جائے حتی کہ حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کا قول طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں ہم نے اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ائمہ اربعہ سے علیحدہ تھا۔ اگر آپ ایسے حنبلی ہیں تو ہم ٹھیک ایسے ہی حنفی ہیں اور یہ حنبلیت ایسی ہے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم یعنی مقلدین ائمہ اربعہ کے نزدیک چنداں محل طعن نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو گی تو اس شرذمۂ قبیلہ کے نزدیک جو اپنے آپ کو ''اہل حدیث" کہتی ہے اور ہمارے ہاں اس کا نام غیر مقلدین کی جماعت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہر ایک امام کی تقلید سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تقلید ائمہ شرک (فی النبوہ) بتلاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپکی یہ حنبلیت زیادہ نمایاں اور اس سے زیادہ مشہور ہو جتنی کہ اب تک ہوئی ہے۔"

(خطباتِ عثمانی ص ۴۰۶،۴۰۵)

کیوں رضوی جی دیکھا علماء حق کی بادشاہ وقت کے آگے حق گوئی۔

رضوی جی اب بھی وقت ہے الزام تراشی سے باز آ کر توبہ کریں توبہ۔

باقی فیض الباری کے متعلق ہم نے پچھلے صفحات میں عرض کر دیا ہے وہاں جواب ملاحظہ فرمالیں۔

صفحہ نمبر ۲۲ پر رضوی جی لکھتے ہیں

"قارئین کرام بالخصوص مناظرین ومصنفین اہل سنت ارشاد المسلمین لاہور کا شائع کردہ ۲۹۰ دوسونوے صفحات والا الشہاب الثاقب ضرور پیش نظر رکھیں جس میں اصل الشہاب الثاقب کے ایک سو گیارہ صفحات سے دوگنا زیادہ کر کے جعلسازی کے طلسمات دکھائے ہیں۔ اسی طرح مولوی انور کاشمیری کی۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری کے متعلق لکھا ہے کہ فیض الباری استاذ تا حضرتمولانا محمد انوار شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے۔۔۔۔ مولانا بدر عالم میرٹھی کی تصنیف ہے ملخصا (ہندوستان کے علمائے حق ص ۱۱۰ از منظور سنبھلی) گویا اب فاضلان دیوبند نے اپنے اکابر کی کتب اور انکے مندرجات کا انکار کرنا شروع کر دیا ہے اور یہ امام اہل سنت سیدنا اعلی حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ اورحسام الحرمین کی عظیم فتح اور نقاہت ہے."

جواب:

قارئین کرام ہم نے کبھی بھی اپنے معتبر علماء کی معتبر کتب کا انکار نہیں کیا ہم نے الشہاب الثاقب کا بھی کبھی انکار نہیں کیا رہی بات فیض الباری کی تو حقیقت یہی ہے کہ وہ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے اور اس کی تفصیل ہم مولانا منظور احمد نعمانی صاحب کی کتاب سے پیش کر چکے ہیں تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے ہم نے فیض الباری کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کی نسبت کی طرف درست نشاندہی کی ہے کہ یہ کس کی تصنیف کردہ کتاب ہے۔ یہ تو بریلوی علماء کا وطیرہ ہے کہ وہ علماء اہلسنت کی گرفت سے عاجز آ کر اپنی کتب اور یہاں تک کہ اپنے علماء کا انکار کر دیتے ہیں۔

قاری طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ نے جب احمد رضا کی کتاب خالص الاعتقاد کی ایک عبارت پر گرفت کی تو مفتی شریف الحق امجدی نے اپنی کتاب تحقیقات کے صفحہ ۳۶ اور ۳۷ میں اس عبارت کا بھی انکار کر دیا اور خالص الاعتقاد کو گھڑی ہوئی کتاب قرار دے دیا۔

مناظرہ جھنگ میں جب مولانا حق نواز جھنگوی ؒ نے بریلوی کتب کی قابل اعتراض عبارات پر گرفت کی تو اشرف سیالوی نے کئی کتب کو معتبر ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے کئی علماء کا انکار کر دیا۔

علماء اہلسنت نے جب حدائق بخشش حصہ سوم کے اشعار پر اعتراض کیا تو بریلوی علماء نے اسے احمد رضا خان کی کتاب ماننے سے ہی انکار کر دیا۔

جب ملفوظات اعلی حضرت پر اعتراضات کئے تو اسے متعدد مقامات پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

احکام شریعت کی عبارات پر اعتراض کیا گیا تو اسے احمد رضا خان کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔

رضوی جی علماء اہلسنت پر الزام لگانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہیے۔

رضوی جی آگے لکھتے ہیں

"حسام الحرمین کل بھی لاجواب تھا اور آج بھی لاجواب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ المہند اور الشہاب الثاقب اپنی تکذیب وتذلیل وتغلیط وتردید خود کر رہے ہیں اور اگر ہمیں ہمارا مدمقابل حریف عدالت عالیہ میں طلب کرے تو ہم بفضلہ تعالی وہاں بھی ثابت کر سکتے ہیں."

جواب:

رضوی جی اللہ کے فضل سے ہم عدالتوں میں سرخروں ہو چکے ہیں۔ بہاولپور میں قادیانیوں کے خلاف ہونے والے مشہور مقدمے کے فیصلے میں جج جناب محمد اکبر خان صاحب نے یہ بھی لکھا کہ مدعا علیہ کی طرف سے گواہان مدعیہ پر ایک یہ اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے کہ وہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور علمائے دیوبند کے خلاف فتوی تکفیر شائع ہو چکا ہے اس لیے ایک شخص جو خود کافر ہو وہ کس طرح دوسرے کے متعلق کفر کا فتوی دے سکتا ہے۔اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ اس کے تمام گواہان دیوبندی. صاحبان نہیں ہیں۔مثلاً شیخ الجامعہ صاحب، مولوی محمد حسین صاحب، مولوی نجم الدین صاحب۔دوسرا دیوبندی صاحبان کے خلاف فتوی تکفیر غلط فہمی کی بناء پر دیا گیا تھا جو بعد میں واپس لیا جا چکا ہے"(فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ص ۲۵۹)

واضح رہے کہ جج صاحب کے فیصلے کی تعریف کئی بریلوی اکابرین نے بھی کی ہے۔

۱۹۷۵ء میں کرناٹک ہندوستان کے علاقے شیموگہ میں علماء اہلسنت نے بریلوی علماء کی کافر کافر کر گردان کو روکنے کے لئے مقدمہ کیا۔چوک چوراہوں میں گلا پھاڑ کر چیخنے والے بریلوی علماء کی زبان کو تالا لگ گیا اور عدالت نے فیصلہ علماء اہلسنت کے حق میں دیا۔

مولوی حشمت علی رضوی نے جون ۱۹۴۶ء میں کچھ تقریریں کی ان تقریروں کی صفائی کیلئے مولوی

حشمت علی کو فیض آباد کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ اس میں مولوی حشمت علی نے حلف اٹھا کر زبانی بھی بیان دیا اور تحریری بیان بھی کچہری میں پیش کیا۔ اس بیان میں موصوف ارشاد فرماتے ہیں:۔

''میں نے اپنی کسی تقریر میں یہ جملہ بھی نہ کہا کہ مستغیثان نے حلفاً بیان کئے اور مولوی اشرف علی تھانوی ومولوی خلیل احمد انبھیٹوی ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی محمد قاسم نانوتوی ومولوی عبد الشکور کافر مرتد بے دین، وہابی اور دیو کے بندے ہیں نہ کبھی یہ کلمات اس طرح استعمال کرتا ہوں۔ (امام احمد رضا اور ان کے مخالفین ص ۲۵۲)

کیوں رضوی جی ہمیں عدالتوں میں جانے کی دعوت نہ دیجیے علماء اہلسنت پہلے ہی عدالتوں میں جا کر آپ کے علماء سو کو خاموش کرا چکے ہیں۔ آپ کے کرم شاہ بھیروی جو شرعی عدالت کے جج رہے ہیں ان کا فیصلہ بھی آپ لوگوں کے خلاف آچکا ہے۔

عرصہ قریبا پچاس (۵۰) سال قبل بریلویت کے نام نہاد مولوی منظور احمد فیضی آف احمد پور شرقیہ پنجاب نے ایک کتاب بنام ''مقام رسول'' لکھی اس کتاب میں چند ایسی عبارات بھی رقم تھی جو قابل گرفت تھیں مثلاً:

(۱) — آپ کو یہ بھی اختیار تھا کہ بلا مہر وبلا ولی اور بغیر گواہ عورت کی رضا سے نکاح کر لینا۔

(۲) — جب آپ کو کسی شادی شدہ عورت سے رغبت ہو جائے تو اس کے خاوند پر لازم تھا کہ اس کو طلاق دے تا کہ حضور علیہ السلام اس عورت سے نکاح کر سکیں۔

(۳) آپ کو یہ اختیار تھا کہ جس عورت کا جس مرد سے چاہیں بغیر اس کی اجازت ورضا اور بغیر اس کے وارث کی اجازت سے نکاح کر دیں۔ معاذ اللہ۔ (مقام رسول۔ ج ۲، ص ۲۴۷، ۲۴۳ طبع اول)

چنانچہ اسی شہر احمد پور کے اہلسنت کے مایہ ناز عالم ومناظر قاطع بریلویت حضرت مولانا رمضان صاحب نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے بذریعہ وکیل بعدالت ریاض الحسن ایڈیشنل سیشن جج بہاولپور مورخہ ۲۲/۷/۸۴ء کو درخواست دائر کی، مذکورہ کیس کا فیصلہ جو ۸ ستمبر ۱۹۹۴ء کو سنایا گیا وہ چونکہ مجمل تھا لیکن اس میں ایک نوٹ اور پیراگراف جو جج نے لکھا وہ یہ تھا۔

''میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ عام عقل وفہم کے انسانوں کیلئے مندرجہ بالا عبارت بجائے راہنمائی یا عزت وتوقیر کے دوسرے معنی نکالنے پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ جج مذکور کے فیصلے کے مندرجہ بالا پیرا

گراف سے یہ بات عام انسان کو بھی سمجھ آسکتی ہے کہ مذکورہ فیصلہ میں ''مقام رسول'' کی عبارت میں گستاخی کا پہلو بھی مانا گیا ہے لیکن چونکہ یہ فیصلہ مجمل تھا اور بریلوی اپنی ناک بچانے کیلئے کوئی حیلہ بہانہ کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے تھے تو حضرت مولانا رمضان نعمانی صاحب رحمہ اللہ نے بذریعہ وکیل لاہور ہائی کورٹ سے رجوع کیا لاہور ہائی کورٹ بہاولپور نے قریباً پانچ (۵) سال کیس کی سماعت کے بعد جو فیصلہ سنایا وہ جنگ اخبار سے ذیل میں لکھا جارہا ہے :۔

"عدالت عالیہ نے کتاب سے توہین رسالت کے حوالے سے الفاظ حذف کرانے کی یقین دہانی پر پٹیشن نمٹا دی بہاولپور (نمائندہ جنگ) لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بینچ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے پٹیشنر محمد امین کی طرف سے علامہ منظور احمد فیضی کی تحریر کردہ کتاب میں تحریر کردہ بعض الفاظ جن سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا تھا نمٹا دی اس مقدمہ میں عدالت عالیہ کی معاونت کیلئے نذیر احمد غازی ایڈوکیٹ کو طلب کیا گیا تھا جبکہ طارق جاوید چوہان نے پٹیشنر کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کی علامہ منظور احمد فیضی نے عدالت عالیہ کو یقین دلایا کہ وہ اپنی تصنیف سے وہ الفاظ حذف کردیگا جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے یہ معاملہ نمٹنے پر دعا بھی کرائی (روزنامہ جنگ لاہور ج ۲۱ ش ۳۳/ ۱۴ نومبر ۱۹۹۹ء)

اس پورے کیس کی تفصیلی روئیداد، گستاخانہ عبارات کے رد میں علامہ نعمانی صاحب کا بیان ان کی دائر کی گئی درخواست مولوی منظور فیضی کی کمرہ عدالت میں تاریخی ذلت و رسوائی اور دیوبندی و بریلوی علماء کی طرف سے فیضی کی عبارات پر دئے گئے فتوائے توہین و تکفیر ملاحظہ کرنے کیلئے حضرت مولانا رمضان صاحب نعمانی مدظلہ العالی کی کتاب ''مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔" (ماخوذ از دو ماہی نور سنت شمارہ شمارہ ۱۳)

کیوں رضوی جی دیکھ لیا آپ نے عدالتوں کا فیصلہ۔ **فللہ الحمد۔**

قارئین کرام صفحہ نمبر ۲۳ سے ۲۸ تک رضوی صاحب نے دوبارہ حفظ الایمان اور تحذیر الناس میں تحریف اور اختلاف کا اعتراض کیا ہے جس کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں۔ صرف صفحات کی ضخامت بڑھانے کے لئے ایک ہی اعتراض اس رسالے میں بار بار کئے گئے ہیں اور ڈھٹائی دیکھئے بڑے میاں کی کہ کہتے ہیں کہ "ہمیں اختصار مانع ہے۔"

جواب:

حقیقتِ تو یہ ہے پوری بریلویت کے پاس ایسے کوئی معتبر و مستند دلائل ہی نہیں جو علماء حق پر کر سکیں۔

صفحہ نمبر ۲۹ پر رضوی جی لکھتے ہیں

"لرزہ خیز انکشاف وسنسنی خیز دھماکہ

ایک طرف تو آج کل بعض علماء دیوبند عبارات تحذیر الناس کی لایعنی و بے معنی تاویلات کر کے اس کو عین اسلام و عین ایمان قرار دینے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب نے یہ انکشاف کیا ہے کہ تحذیر الناس کے کفر سے مولانا نانوتوی کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہو گئے تھے۔

تھانوی صاحب ہی کی زبانی سنئے لکھتے ہیں

"تحذیر الناس کی وجہ سے جب مولانا (نانوتوی) پر کفر کے فتوے لگے تو جواب نہیں دیا بلکہ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہوجاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۲۹۳ زر ملفوظ ۷۵۴)

اب جو لوگ اس عبارت کی تاویل میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ وہ گویا کفر کی حمایت و تاویل کررہے ہیں."

جواب:

قارئین کرام ان جہلا زمانہ کو نہیں معلوم کہ یہ کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مناظرہ میں اکثر ہوتا ہے کہ مخالف کو مبہوت اور ساکت کرنے کے لئے بھی علی سبیل التنزل اس طرح کر لیتے ہیں اس لئے تو آپ حضرات کے بادشاہ تبسم کو بھی لکھنا پڑا۔ نانوتوی صاحب نے کلمہ پڑھنے کا انداز بھی بتادیا ہے کہ محض خوش طبعی، دل لگی اور دفع الوقتی کی ایک بات تھی۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۹۸)

اگر واقعتاً یہ بات ہوتی تو پھر مولانا نانوتوی مناظرہ عجیبیہ، ردقول فصیح بھی یعنی تنویر النبر اس وغیرہ کتابیں کیوں لکھتے معلوم ہوتا ہے بات ویسے نہیں جیسے رضوی صاحب سمجھ رہے ہیں۔

مفتی غلام حسن قادری لکھتا ہے:

"مخالف مان ہی نہیں رہا تھا اور بار بار الزام لگا تا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی اور مردے کھاتے ہیں آخر سنی مناظر (یعنی بریلوی) نے علی سبیل التنزیل میں فرمایا ہاں یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی ہیں اور مردے کھاتے ہیں۔(تقریری نکات ص ۵۳۸)

بات سمجھانے کے لیے یہ طرز بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ مخالف کا کہنا یا ذوق تسلیم کرلیا جاتا ہے صرف ظاہری طور پر نہ کہ حقیقی اور باطنی طور پرتا کہ اس کو بات اچھی طرح سمجھ آجائے اور قریب ہو کر سمجھے۔

اور ضروری نہیں کہ عبارت گستاخانہ ہی سمجھ کر بندہ توبہ کرے جھگڑا ختم کرنے یا معاملہ دفع کرنے کے لیے بھی ایسا کیا جاسکتا ہے۔

خود رضوی جی اس کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بالفرض ان کے نزدیک ان کی گستاخیاں توہین وتنقیص نہیں تھی پھر بھی امت کے وسیع تر مفاد کے لیے توبہ کر لیتے تو کیا مضائقہ تھا" (محاسبہ دیوبندیت ج اول ص ۳۶)

بریلوی مولوی مفتی حماد رضا برکاتی امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں

"ایک مرتبہ غالبا بصرہ میں جو کہ خارجیوں کا گڑھ تھا، چند خارجیوں نے آپ کو گھیر لیا۔

خارجیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے سوا سب کافر ومشرک ہیں وہ جس کو بھی اپنا ہم خیال بناتے اس سے کہتے کلمہ پڑھو اور کفر وشرک سے توبہ کرو۔امام صاحب سے بھی خارجیوں نے کہا کہ کفر سے توبہ کرو اور کلمہ پڑھو۔امام صاحب نے برملا کلمہ پڑھا اور کہا کہ میں ہر قسم کے کفر سے تائب ہوں یعنی پہلے ہی توبہ کر چکا ہوں، خارجیوں کو اتنا علم نہ تھا کہ وہ اس قسم کے جملوں کے معنی سمجھیں وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔امام صاحب نے بھی اس طرح کے جملے اس لئے کہے کہ ہر مسلمان اس بات سے بیزار ہوتا ہے کہ کفر کرے، اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہے بس یہی امام صاحب کا مقصد تھا، نیز یہ بھی کہ جس کفر کی دلدل میں خارجی پھنسے ہوئے ہیں، اس سے توبہ کرتا ہوں" (الفقہ الاکبر ص ۳۸ زاویہ پبلشرز لاہور)

صفحہ ۲۹ اور ۳۰ پر رضوی جی لکھتے ہیں

مولوی محمد احسن نانوتوی کی توبہ

."یہ صاحب بھی اکابر دیوبند میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔یہ صاحب بھی تحذیر الناس کی عبارت سے تحریری توبہ کر چکے ہیں، ان کی کہانی ان کی اپنی زبانی سنئے۔فرماتے ہیں۔مولوی نقی علی خان (والد ماجد

اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ) نے اثر ابن عباس کی صحت تسلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد احسن نانوتوی کی تکفیر کی۔ مولانا محمد احسن نے آخر میں مولوی نقی علی خان کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا۔

جناب مخدوم ومکرم بندہ دام مجدہم پس از سلام مسنون التماس ہے مگر مولوی نقی علی خان صاحب نے براہ مسافرنوازی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی بلکہ اول ہی کافر کا حکم شائع فرمادیا اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے۔ خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں خدا تعالی قبول کرے۔

زیادہ نیاز، عاصی محمد احسن عفی عنہ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۸۸ بحوالہ تنبیہ الجہال ص ١٦)

نوٹ :اس کتاب کا تعارف مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ص ١٠ پر تحریر کیا ہے جو کتاب کی صحت اور اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔"

جواب۔ قارئین کرام یہ احمد رضا خان کے اتباع کا نتیجہ ہے کہ رضوی جی اس قدر جھوٹ لکھتے ہیں۔ رضوی جی کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احسن نانوتوی رحمہ اللہ کی جس تحریر کو آپ نے تحذیر الناس کی عبارت سے توبہ قرار دیا ہے وہ تحریر تو تحذیر الناس سے پہلے کی تحریر کی ہے اس وقت تو تحذیر الناس کا وجود بھی نہ تھا۔ جس کتاب کا حوالہ آپ نے دیا ہے وہ یقیناً آپ کے پیش نظر ہو گی لیکن افسوس کہ شیطان نے آپ سے پھر بھی جھوٹ ہی لکھوایا۔

پروفیسر ایوب قادری صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں

"١٢٨٨ھ میں شیخوپورہ ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر پر مولانا عبد القادر بدایونی المتوفی ١٣١٩ھ اور شمس العلماء امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا مولوی محمد نذیر سہسوانی (المتوفی ١٢٩٩ھ) نے ہر دو فریق کے مفصل حالات وتحریرات پر مشتمل ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرادی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما

" ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراهیم کا ابراهیمکم و موسی کموسکم وعیسی کعیسکم ونبی کنبیکم" بھی زیر بحث آیا مرتب رسالہ

مولوی محمد نذیر سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا۔

مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی بھی اسی صحت (اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما) کے متعقد ہیں اور اسی مضمون پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے اور علمائے دین قائل اور معتقد ہیں۔"

صحت اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مولانا عبدالحئ فرنگی محلی نے ایک فتوی مرتب کیا تھا جس پر مفتی سعد اللہ مراد آبادی کی تصدیق تھی مولانا عبدالحئ فرنگی محلی نے اس فتوی پر مولانا محمد احسن سے بھی تصدیق وتصویب کے لئے مہر کرائی تھی اسی کا حوال محمد نذیر سہسوانی نے مندرجہ بالا اقتباس میں دیا ہے۔

محمد نذیر سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی۔ رجب ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا۔ مخالفت کا سلسلہ یہی ختم نہیں ہوا بلکہ نماز عید الفطر (شوال ۱۲۹۱ھ) کے موقعہ پر مولوی نقی علی خاں نے عید گاہ میں مولانا محمد احسن کے نماز پڑھانے کو بھی پسند نہیں کیا اگرچہ مولانا محمد احسن ایک مدت سے عیدین کی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مولانا محمد احسن نے اس صورت حال کو دیکھ کر درج ذیل تحریر لکھنی ضروری سمجھی۔

"اگر سید احمد شاہ صاحب نماز عید گاہ میں پڑھاویں گے تو کسی طرح کا نزاع اور تکرار پیش نہ ہوگا نہ ہماری طرف سے نہ ہمارے دوستوں کی طرف سے اور درصورت نہ ہونے یا انکار کرنے سید صاحب کے قاضی غلام حمزہ صاحب کا امام ہونا مناسب ہے اس پر بھی کچھ تکرار نہ ہوگی اگر انہوں نے بھی قبول نہ کیا تو ہم کو کچھ بحث نہیں کسی کی امامت سے ہماری طرف سے نزاع نہ ہوگی۔" (تنبیہ الجہال ص ۱۷)

مگر صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو پھر مولانا محمد احسن نے مولوی نقی علی خاں کو عید گاہ سے یہ پیغام بھجوایا کہ

"میں نماز پڑھنے کو آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا آپ تشریف لائے جسے چاہیئے امام کیجئے میں اس کا اقتدار کرلوں گا۔" (تنبیہ الجہال ص ۱۶)

مگر عید گاہ میں نماز مولانا محمد احسن ہی نے پڑھائی۔ دوسرے لوگوں نے مولوی نقی علی خاں کے اقتداء میں حسین باغ بریلی میں نماز عید ادائی۔ نماز عید کے بعد مولوی نقی علی خاں نے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحت تسلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد احسن کی تکفیر کی۔ مولانا محمد احسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا۔

"جناب مخدوم ومکرم بندہ دام مجدہم ۔ پس از سلام مسنون التماس یہ ہے کہ واقع میں جواب مرسلہ مولوی نقی علی خاں صاحب میری تحریر کے مطابق ہے میں نے یہ جواب اس جواب کا خلاصہ لکھا تھا جو مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی نے لکھا تھا اور اس پر تصدیق مفتی سعد اللہ صاحب کی بھی ہے اور مطبع علوی علی بخش خاں (لکھنو) میں چھپا ہے۔ اور زبانی سامنے شاہ نظام حسین صاحب کے میں نے یہ اقرار کیا کہ مجھ کو اس تحریر پر اصرار نہیں جس وقت علماء کے اقوال یا کتب مستندہ سے آئی غلطی ثابت ہوگی میں فوراً اس کو مان لوں گا مگر مولوی صاحب نے براہ مسافرنوازی کوئی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرمایا اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ قبول کرے زیادہ نیاز،

عاصی محمد احسن عفی عنہ (تنبیہ الجہال ص ۱۵)

مولوی نقی علی خاں اس تحریر سے بھی مطمئن نہ ہوئے ان کی رائے میں اثر ان عباس رضی اللہ عنہما کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبین ٹھہرتے تھے اس لئے مولوی نقی علی خاں نے رام پور سے ایک فتوی منگوایا جس کی رو سے مولانا محمد احسن کی تکفیر مشتہر کی گئی اس کے بعد مولانا محمد احسن نے اپنی صفائی بہ اشتہار ذیل پیش کی۔" عید الفطر کے روز سے یہ چرچا ہو رہا تھا کہ مولوی نقی علی خاں صاحب نے ایک استفتاء رام پور سے منگوایا ہے، جس کی رو سے میری تکفیر مشتہر کی وہ استفتاء میری نظر سے بالتفصیل نہیں گزرا بعد تشریف آوری مولوی محمد یعقوب علی خاں صاحب کے اس کی نقل میں نے مفصل دیکھی اور اس عقیدہ والے کی تکفیر پر میں بھی علماء کے ساتھ متفق ہوں یعنی جو شخص خاتم النبین سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کو جانے اور آپ کی نبوت کو مخصوص کسی طبقے کے ساتھ مانے وہ شخص میرے نزدیک بھی خارج از دائرہ اسلام اور کافر ہے لہذا ہر نظر دور کرنے مظنۂ عوام کے یہ اشتہار دیتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا نہ کوئی نبی خاتم النبین ہوا نہ ہوگا پس خلاف اس عقیدہ کے غیر صحیح اور غلط تصور کیا جائے۔

المشتہر محمد احسن صدیقی۔ (تنبیہ الجہال ص ۲۲، ۲۳)

مولانا محمد احسن نے مندرجہ ذیل استفتاء اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کو بھیجا"۔ (مولوی محمد احسن نانوتوی رح ص ۸۵ تا ۸۸)۔

آگے پھر پروفیسر صاحب نے وہ سوال لکھا ہے جس کے جواب میں تحذیر الناس لکھی گئی۔

قارئین دیکھی آپ نے حقیقت۔

تحذیر الناس تو طبع ہی ۱۲۹۱ھ میں ہوئی تھی جبکہ جس تحریر سے رضوی جی تحذیر الناس سے توبہ کا ذکر کر رہے تھے وہ ۱۲۸۹ھ کی تھی۔

اوپر تمام تفصیلات ہم نے عرض کر دی ہے۔

تحذیر الناس کے بعد مولانا احسن نانوتوی صاحب کا مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سے کیسا تعلق تھا وہ بھی ہم اسی کتاب سے ہی نقل کرتے ہیں۔

شاہجہانپور میں پہلا میلہ خدا شناسی، ۷ مئی ۱۸۷۶ء (۱۲۹۳ھ از ناقل) کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی بریلی میں مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے۔" (ص ۸۵)۔

صفحہ نمبر ۱۳ پر رضوی جی لکھتے ہیں

" در بارہ تکفیر فیصلہ کن بیان

اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند (مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید گنگوہی، مولوی خلیل انبیٹھوی مولوی اشرفعلی تھانوی) واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پران علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔'' (اشد العذاب ص ۱۳ از مولوی مرتضی حسن دربھنگی چاند پوری ناظم تعلیمات مدرس دیوبند)

اس واضح اعتراف کے بعد تکفیر کا شرعی حکم واضح کرنے والے خدا ترس علماء کے خلاف معاندانہ پراپیگنڈا ختم ہو جانا چاہئے کیونکہ جن توہین آمیز گستاخانہ عبارات کو علمائے اہلسنت کفر قرار دیتے ہیں ان کو متضاد تاویلات کے نتیجہ میں عدم واقفیت و بے خبری کے عالم میں الغرض کسی نہ کسی طرح ان عبارات کو وہ خود بھی کفر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مفصل بحوالہ کتب اکابر دیوبند سے ثابت کیا ہے۔ اور تمام حوالہ جات اکابر دیوبند کی اپنی معتبر و مستند کتب سے نقل کئے ہیں۔"

جواب۔ قارئین کرام دضوی جی نے یہاں ادھوری عبارت نقل کی ہے جس سے انکو اپنا فائدہ نظر آرہا تھا ہم مکمل عبارت نقل کرتے ہیں تا کہ حقیقت واضح ہو جایے۔

عبارات نقل کرنے سے پہلے ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ رئیس المناظرین ابن شیر خدا مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر اہلسنت ۔ کی عبارت کو کفریہ یا خود اکابر اہلسنت کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ ان عبارت سے احمد رضا خان نے جو مفہوم کشید کیا ہے اس بنا پر ابن شیر خدا مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہی

* اشد العذاب کی مکمل عبارت *

مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علماء دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکز اسلام و مرکز حنفیہ و مرکز قرآن و حدیث، فقہ علوم عقلیہ و۔ نقلیہ کا سرچشمہ ہیں ان کو بھی تو مولوی احمد رضا خان اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں تو کیا علماء دیوبند کافر ہیں؟، اگر وہ کافر نہیں تو مرزائی کیوں کافر ہیں؟ اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہئے، علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمیں وآسماں کا فرق ہے۔ بعض علماء دیوبند کو خان صاحب یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبین نہیں جانتے چوپائے مجانین کے علم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے علم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زائد کہتے ہیں (معاذ اللہ) لہذا کافر ہیں، تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے خود کافر ہے یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں، مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں یہ غلط ہے افتراء ہے بہتان ہے جب ہم خود ان عقائد کو کفر وارتداد کہتے ہیں تو ہم اس کے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں؟ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے نہ ہمارے بزرگوں نے، نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے۔ ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں۔ رہیں وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں ان کا مطلب صاف ہے جو ان مضامین کے بالکل مخالف ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر خان صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تو مجدد ہونے کے مدعی تھے۔ اس دور کے مجددوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہا، خان صاحب نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا، ندوۃ العلما ہو اس میں جو شریک ہو جو اس کا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ سب کافر، وہابی وہ کافر، غیر مقلد وہ کافر، نیچری سب کافر۔ غرض جو ان کا ہم خیال نہ ہو وہ کافر حتی کہ خود کافر، ان کے پیر بھی

کافر، کفر کی مشین گن ہی جو ہوئی مگر چندہ بالقان میں شریک نہ ہوئے، تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ جو شریک ہوا وہ کافر۔ اب میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا سمجھنے والے خود سمجھ لیں گے جو امر مسلمانوں کی بہبودی کا ہوا، خان صاحب نے کفر سے درے ٹھہرایا ہی نہیں، مولوی عبدالباری صاحب ایک سو ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو وہ چار وجہ بھی مشکوک سی ہی ہوگئی داروغہ جہنم ہی جو ٹھہرے، ان کے جس قدر مرید ہیں وہ اب جو کر رہے ہیں۔ وہ معلوم ہے غرض کوئی محبوب ہی اس پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور چھوٹے مجدد ایک ہی تھیلی کے بٹے معلوم ہوتے ہیں کسی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہیں۔ دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں سوائے ان کے اذناب کے کوئی مسلمان نہ رہے ان مضامین کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار، تزکیۃ الخواطر عما القی فی امنیۃ الاکابر، توضیح البیان فی حفظ الایمان، الوتین ممن تقول علی الصلحین، الختم علی لسان الخصم وغیرہ یہ مسئلہ تو یہاں ضمنی آ گیا ہے۔

اصل بات یہ عرض کری تھی کہ بریلوی تکفیر اور علماء اسلام کا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر کہنا اس میں زمیں آسمان کا فرق ہے۔ اب پھر کبھی اس کو منہ پر۔ نہ لانا۔ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا خان صاحب پر واقعی ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے، جیسے علماء اسلام نے جب مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور قطعا ثابت ہو گئے تو اب علماء اسلام پر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قادیانی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے، کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب)

اب اس مکمل عبارت کو پڑھیں اور رضوی جی کی پیش کردہ عبارت کو پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ رضوی جی کس طرح لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

رئیس المناظرین ابن شیر خدا مولانا مرتضی حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ تو احمد رضا خائن کے کشید کردہ باطل مفہوم کو کفریہ کہہ رہے ہیں جبکہ علماء اہلسنت دیوبند ایسے عقائد سے بری ہیں۔